

یوسف زلیخا

(۹۵۸۵—۹۵۸۰)

درستانِ گولکنڈہ کی پہلی مثنوی



ڈاکٹر سیدہ جعفر

جملہ حقوق بحق مصنفہ محفوظ

اشاعت : جولائی ۱۹۸۳ء

کتابت : محمد غالب ابتدائی صفحات : محمد سلیم
طباعت : نیشنل فائن پرنٹنگ پریس چارکمان حیدرآباد
سرورق : محمد رفیع الدین صدیقی۔ سعادت علی

قیمت : ۸۰ روپے

اعانت : ○ ایچ۔ ای۔ ایچ دی نظامس اردو ٹرسٹ حیدرآباد
○ اردو اکیڈمی آندھرا پردیش

ملنے کا پتہ :

مکان مصنفہ نمبر ۱/۲۴-۱-۹ نگر حوض،

حیدرآباد ۵۰۰۰۰۸ لے پی

مُصنّف کی دوسری کتابیں :

- ۱۔ ماسٹر رام چندر اور اردو نثر کے ارتقاء میں اُن کا حصّہ (تحقیق)
- ۲۔ من سمجھاؤں _____ (تحقیق و ترتیب)
- ۳۔ فن کی جانچ _____ (تنقید)
- ۴۔ دکنی رباعیاں _____ (تحقیق)
- ۵۔ تنقید اور اندازِ نظر _____ (تنقید)
- ۶۔ سکھ آنجن _____ (تحقیق و ترتیب)
- ۷۔ اردو مضمون کا ارتقاء _____ (تنقید)
- ۸۔ من سمجھاؤں (ہندی) _____ (ترتیب)
- ۹۔ یادگار مہدی _____ (ترتیب)
- ۱۰۔ دکنی نثر کا انتخاب _____ (تحقیق و ترتیب)
- ۱۱۔ کلیات محمد قلی قطب شاہ _____ (تحقیق و ترتیب)
- ۱۲۔ چند بدن و مہیار (ہندی)
- (زیرِ طبع — ہندی اکیڈمی آندھرا پردیش)
- ۱۳۔ ڈاکٹر زور — شخصیت اور ادبی کارنامے
- (زیرِ طبع — ساہتیہ اکیڈمی۔ نئی دہلی)

احمد ہاشمی

۷

نام

پیش لفظ

دکن کے مایہ ناز شاعر اور استاد سنی شیخ احمد شریف گجراتی کی مثنوی "یوسف زلیخا" دبستان گو لکھنؤ کی پہلی عشقیہ مثنوی ہے۔ قصہ یوسف زلیخا جسے احسن القصص سے تعبیر کیا گیا ہے، مختلف زبانوں کے ادب میں بار بار نظم ہوتا رہا ہے۔ عالمی ادب میں اس قصہ کی پذیرائی ایک مقبولیت کا ثبوت ہے۔ جرمن زبان میں روزن وے (Rosenweigh) اور انگریزی میں اے راہر (A. Roger) اور آر، ٹی ایچ گرافٹ (R.T.H. Griffith) نے اس قصہ کو پیش کر کے خراج تحسین حاصل کیا۔ ان کے علاوہ جی ٹیپ فان (Heldengedicht von) نے ۱۸۸۹ء میں دیانا سے اور فلک پریس (Folk Perles) نے ۱۹۰۱ء میں برلن سے اس قصہ کے چوبیسے شائع کیے تھے۔ فارسی میں ابوالموید بلخی، بختاری، فردوسی اور جانی نے قصہ یوسف زلیخا کو موضوع سخن بنایا تھا۔ مختصر یہ کہ یہ قصہ ہر دور میں ادبی شخصیتوں کو اپنی طرف متوجہ کرتا رہا ہے۔ جب ہم اردو کے کلاسیکی شاعری کے سرمائے پر نظر ڈالتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ اکثر وہ بیشتر شاعروں نے قصہ یوسف زلیخا سے تمیحات اخذ کر کے ابلاغ و ترسیل کو با معنی و دلینے بنانے کی کوشش کی ہے۔ ماوگسٹاں، پیر گسٹاں، بونے پیریں، بازار مصر، چاوگسٹاں، وراہین یوسف اور اسی قبیل کی دوسری تمیحات سے اردو شاعری میں اظہار کے پیکروں کو خیال آفرینی اور اثر انگیزی عطا کی گئی ہے۔ مثلاً

غیرت یوسف ہے یہ وقت عزیز تیرا اس کو دامن گاہ کھتا ہے کیا (میر)
 قیدی ہوں میں تیرا بھذا دندنی خدا اور اُس عزیز مصر کے زندان کی قسم (انتقام)

ہنوناک پر تو نقشِ خیالِ یار باقی ہے دلِ افسردہ گویا مجھ پر یوسف کے زنداں کا غالب ہے
 سب قیہوں سے ہو ناخوش پر زمانِ مصر کے ہے زلیخا خوش کہ مجھ ماہ کنعاں ہو گئیں (غالب)
 قید میں یعقوب نے لی گوشتِ یوسف کی خبر لیکن آنکھیں روزِ بے دیوار زنداں ہو گئیں (غالب)
 نسیم مصر کو گیا پیر کنعاں کی ہو خواہی اُسے یوسف کے لئے پیر میں کی آزمائش ہے (غالب)
 قیدِ یوسف کو زلیخا نے کیا کچھ نہ کیا دلِ یوسف کے لیے شرط تھا زنداں ہونا (حالی)
 بے یوسف کے سوا مصر سے کیا لائی صبا اور یعقوب کے قابل کوئی سوغات نہ تھی (زند)
 قالمبر بے روح کی کیا خاک ہو عالم میں قد کو چ یوسف نے کیا خالی یہ زنداں ہو گیا (ایسر)
 دکنی شاعروں نے بھی "احسن القصص" سے دلچسپی لی اور اپنی مثنویوں کو اس سے زینت بخشی ہے۔
 ہاشمی (سنہ ۹۹ھ)، امین (سنہ ۱۰۹ھ) معتبر خاں عمر (ما بعد سنہ ۱۲۰۰ھ) اور نگار (سنہ ۱۲۱۲ھ) وغیرہ نے اس شہرہ آفاق داستان کو اپنی توجہ کا مرکز بنایا تھا۔ لیکن انی سب پر شیخ احمد شریف گجراتی کو اولیت اور تقدم حاصل ہے جنہوں نے دکنی میں پہلی بار اس قصے کو اپنی مثنوی میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ احمد گجراتی دکنی کا ایک ایسا عظیم المرتبت شاعر تھا جس کے کمالِ فن کا ابنِ نشا ملی جیسے بلند پایہ سخن سنج نے اعتراف کیا ہے۔ قصے کی پیش کشی کے اندازِ قدرتِ بیان اور شاعرانہ محاسن کے اعتبار سے احمد گجراتی کی مثنوی "یوسف زلیخا" ایک منفرد حیثیت کی حامل ہے۔ لسانی نقطہ نظر سے بھی اس کی اہمیت مسلمہ ہے۔ تا حال اس مثنوی کا صرف ایک ہی نسخہ دریافت ہوا ہے جو مولوی عبدالحق کے ذاتی کتب خانے کا مخزنِ دہ ہے۔ اس مخطوطے کی زیرِ اکس کاپی میں نے اپنی بہنِ ذکیہ رضا حسین کے توسط سے حاصل کی ہے جس کے لیے میں ان کی ممنون ہوں۔

لسنگر جوڑی۔ حیدرآباد

۱- پی

سیدہ جعفر

ریڈر شعبہ اردو۔ جامعہ عثمانیہ

فہرست

۱	۱ - نام
۹	۲ - تاریخ پیدائش
۱۱	۳ - وطن
۱۱	۴ - مذہب
۱۵	۵ - خلافت
۱۶	۶ - شاہ وجیہ الدین گجراتی
۱۹	۷ - شاہ وجیہ الدین کا شجرہ
۲۱	۸ - وفات
۲۲	۹ - شاعر کا پیشہ
۲۳	۱۰ - طبیعت
۲۵	۱۱ - ذکر و شغل
۲۶	۱۲ - صحرائِ شبنی و اعتکاف
۲۷	۱۳ - گجرات سے ہجرت اور سفرِ دکن
۳۲	۱۴ - شادی اور اولاد
۳۸	۱۵ - تصانیف - عیدِ نائے اور قصیدے
۳۹	۱۶ - مثنوی لیلیٰ میمنوں
۴۲	۱۷ - غزلیں
۴۴	۱۸ - مصیبت و طبیعت

- ۴۶ - ۱۹ - رباعی
- ۴۷ - ۲۰ - احمد کی مرثیہ نگاری
- ۵۲ - ۲۱ - قصہ حضرت علی اکبر
- ۵۵ - ۲۲ - بمعصر شعراء
- ۵۸ - ۲۳ - سنہ وفات
- ۵۸ - ۲۴ - مزار
- ۵۹ - ۲۵ - شہنوی یوسف زلیخا کا سنہ تصنیف
- ۶۱ - ۲۶ - مخطوطے کی خصوصیات
- ۶۳ - ۲۷ - کتاب
- ۶۳ - ۲۸ - اشعار کی تعداد
- ۶۳ - ۲۹ - کتابت
- ۶۵ - ۳۰ - مخطوطے کی سرخیاں
- ۶۶ - ۳۱ - واحد نسخہ
- ۶۶ - ۳۲ - مخطوطے کی حالت
- ۶۸ - ۳۳ - ایڈیشننگ
- ۷۰ - ۳۴ - شہنوی کی ادبی حیثیت
- ۷۹ - ۳۵ - ہندوستانی عنصر
- ۹۰ - ۳۶ - نئی ترکیبیں
- ۹۱ - ۳۷ - شاعر کا مرغوب لفظ "امرت"
- ۹۲ - ۳۸ - محاورے
- ۹۳ - ۳۹ - زبان کی قدامت

۹۵	۴۰ - صوفی تجزیہ
۱۰۲	۴۱ - لسانی تجزیہ
۱۰۷	۴۲ - پنجابی کا اثر
۱۱۰	۴۳ - مراہٹی کا اثر
۱۱۱	۴۴ - برہم بھاشا
۱۲۲	۴۵ - متنفس صوتیہ
۱۲۴	۴۶ - امالے
۱۲۶	۴۷ - مثنوی کا قصہ
۱۸۲	۴۸ - جامی اور احمد گجراتی کی مثنویاں
۱۹۷	۴۹ - یوسف زلیخا (مثنوی)
۲۵۷	۵۰ - فرہنگ
۲۹۵	۵۱ - کتابیات
۵۰۲	۵۲ - اشاریہ

حالات زندگی

جب ۱۵۲۷ء میں بہمنی سلطنت کا چراغ گل ہوا تو دکن میں قطب شاہی، عادل شاہی، نظام شاہی، برہنہ شاہی اور عماد شاہی سلطنتوں کی شمعیں فروزاں ہو گئیں۔ تاہم اردو تحقیق کو ماضی کے سرمائے سے جو گوہر آبدار دستیاب ہوئے ہیں ان میں احمد گجراتی کی مثنوی "یوسف زلیخا" کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ وہ جنوبی ہند کی ان پانچوں ریاستوں کی پہلی عشقیہ مثنوی ہے۔ دکن میں اس سے قبل ۸۲۵ھ تا ۸۳۹ھ میں بہمنی دور کے نظامی نے "کدم راؤ پدم راؤ" کے نام سے اپنی مثنوی پیش کی تھی۔ انشرف کی "نوسرہار" (۹۰۹ھ) خزینہ شاعری کا سیکرہ اور فیروز بیدری کا "ہمت نامہ" (قبل ۱۵۶۳ء) مذہبی رنگ میں ڈوبا ہوا ہے۔ دوسرا یہ کہ لقیل پرندہ مسعود حسین خان "یہ کوئی ایسا بڑا ادبی نقش نہیں جو استاد فیروز کی شہرت کے شایان شان ہو۔ یہ دراصل ایک مرید کا نذرانہ عقیدت ہے۔" عبدالکابراہیم نامہ (۱۰۲۰ھ تا ۱۰۲۱ھ) بھی بیجا پوری ادب کا پہلا کامیاب نقش سمجھا جاتا ہے۔ مثنوی "یوسف زلیخا" کے بہت بعد لکھا گیا ہے۔ وجہی کی "قطب مشتری" (۱۰۱۸ھ تا ۱۰۱۹ھ) جو ابھی تک گو لکھنے کی پہلی مثنوی سمجھی جاتی تھی "یوسف زلیخا" کے بعد کی تصنیف قرار پاتی ہے۔ مثنوی کی داخلی شہادتوں کی بناء پر یوسف زلیخا "کا سنہ تصنیف ۹۸۸ھ تا ۹۹۳ھ قرار دیا جاسکتا ہے۔ اس طرح احمد گجراتی کی اس مثنوی کو وجہی کی "قطب مشتری" پر ربع صدی سے زیادہ عرصے کا تقدم حاصل نام : مثنوی "یوسف زلیخا" ادیبی محض کے شاعر کا پورا نام شیخ احمد شریف تھا۔ دکن میں اس نام یا تخلص کے متعدد شاعر گذرے ہیں لیکن بقول افسر اردوہوی :-

۱۔ عبدالحجید صدیقی مقدمہ تاریخ دکن صفحہ ۵۴۔ ۲۔ جلیل جالبی۔ مثنوی کدم راؤ پدم راؤ صفحہ ۳۔ ۳۔ نذیر احمد۔ علی گڑھ تاریخ ادب اردو۔ چوتھا باب (الف)۔ صفحہ ۲۰۰۔ ۴۔ مسعود حسین خان۔ برت نامہ۔ از قطب الدین قناری بیدری۔ قدیم اردو جلد اول ۱۹۶۵ء۔ صفحہ ۳۳۸۔ ۵۔ مسعود حسین خان۔ ابراہیم نامہ۔ از عبدال دہلوی۔ صفحہ ۶۔

ان میں سب سے قدیم شیخ احمد گجراتی ہیں جو دکن چلے گئے تھے ان کی دو
 شویاں یوسف زلیخا اور لیلیٰ مجنوں ہیں۔^۱

گجرات میں اس نام کے دو مشہور شاعر گذرے ہیں۔ شیخ احمد گجراتی اور شاہ احمد جی کے نام
 کے ساتھ گجراتی تحریر کیا گیا ہے۔ موخر الذکر کے بارے میں "مخزن نکات" میں قائم چاند پوری
 لکھتے ہیں کہ وہ "علم سنکرت و بھاگا" میں یدِ طولیٰ رکھتے تھے "سرآمد روزگار" تھے اور ان
 کا کلام "دلنشین" تھا۔ قائم چاند پوری کا بیان ہے کہ وہ "ہندی گیت احمد دو ہے"
 کے انداز میں شعر کہتے تھے اور شاہ ولی اللہ دہلوی کے ہمعصر تھے۔ کبھی کبھی "ریختہ" میں "مفسر حسن"
 کرتے تھے۔ میر حسن نے احمد گجراتی کا ذکر کرتے ہوئے انھیں سنکرت ادب بھاگا کا شاعر
 تحریر کیا ہے اور ان کو شاہ ولی اللہ کا معاصر بتاتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"احمد گجراتی دیگر دہلیان سنکرت و بھاگا کا تصانیف بسیار داد و چل
 معاصر شاہ ولی اللہ بود..... ریختہ نیز گفتہ"۔^۲

میر حسن نے ان کے نمونہ کلام کے طودِ پان کی ایک غزل کے تین شعر نقل کیے ہیں جس کا مقلد
 یہ ہے۔

احمد بتا میں کیا کردل اب را و عشق میں
 سر پر تو بسا بھ پڑ گئی اور پاؤں تھک گئے

۱۔ انصرہ دلیقی اردو پری بیاض مرانی صفحہ ۱۔

۲۔ شیخ محمد قیام الدین قائم۔ تذکرہ مخزن نکات مرتبہ عبدالحی ص ۸۰

۳۔ میر حسن تذکرہ شعرائے اردو۔ صفحہ ۱۲۱

”تذکرہ گلزار ابراہیم“ میں ابراہیم خاں خلیل نے اسی بیان کو الفاظ کی تھوڑی سی تبدیلی کے ساتھ دہرایا ہے اور وہ انھیں ”معاصر“ دلی دکن“ لکھتے ہیں۔

”یادگار شعراء“ میں طفیل احمد نے احمد کا ذکر کیا ہے۔ اور گلزار ابراہیم“ کا حوالہ دیتے ہوئے انھیں دلی دکن کا معاصر بتلاتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ میر نے ان کا تخلص احمد ہی بتایا ہے جو درست نہیں ہے ۲

”نکات الشعراء“ میں میر تقی میر نے اس شاعر کے حالات و زندگی پر روشنی نہیں ڈالی ہے۔ صرف نمونہ کلام پر اکتفا کیا ہے اور ان کے یہ اشعار نقل کیے ہیں مع

ہوئے دیدار کے طالب خودی سے خود گذر نکلے بتائی راہ دانش میں خود شاہی بے غیر نکلے
نشان بے نشان ہم ملک گیر گئی میں پاتے ہیں بھر چھوڑی دوئی کی ہم نے جیب سے ست نگر نکلے
پھرے دینوں کے چہکلاں صبری سات بے تو شر کر ہمت سے باندھے ہویت کی باٹ پر نکلے

”تذکرہ اولیائے دکن“ کے مصنف عبد الجبار ملکا پوری شاہ احمد گجراتی کا لقب میرا جی بتاتے ہوئے لکھتے ہیں کہ وہ گجرات سے بیجا پور منتقل ہوئے تھے۔ اور طریقہ شطاریہ کے پیرو تھے۔ تذکرہ نگار لکھا ہے:

”آپ کا اصل وطن گجرات ہے۔ آپ گجرات سے بیجا پور میں آئے۔ حضرت شاہ کی خدمت میں پہنچے بیعت و اجازت سے مشرف ہوئے۔ طریقہ شطاریہ

۱۔ ملی ابراہیم خاں خلیل۔ تذکرہ گلزار ابراہیم۔ مرتبہ محی الدین قادری زور صفحہ ۷۷

۲۔ طفیل احمد۔ یادگار شعراء صفحہ ۲۰

۳۔ میر تقی میر۔ نکات الشعراء۔ صفحہ ۱۰۳

کے پیرو تھے اور شب و روز ذکر و اشغال میں مصروف رہتے تھے۔ ۱۔

عبد الجبار ملکا پوری نے "شاہ احمد میراں جی" کو عالمگیر کا معاصر بتایا ہے۔ اور تحریر کرتے ہیں کہ جب عالمگیر داد بیجا پور ہوا تو آپ سے شرف ملاقات حاصل کرنے ابراہیم عادل شاہ کے مقبرے میں آیا تھا۔ "نخچا نہ جاوید" میں لالہ سری رام نے احمد کے بارے میں لکھا ہے کہ ان کا نام تحقیق نہیں ہوا ہے۔ ممکن ہے ان کا نام احمد ہی ہو۔ وہ انھیں گجرات کا باشندہ بتاتے ہیں اور گلزار ابراہیم کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ احمد، "دلی دکنی" کے "ہم عصر اور ہم وطن" تھے۔ سری رام نے ایف فیلن کے تذکرے سے ان کا ایک "ہندی شعر" اور تذکرہ شوق سے فارسی کے دو شعر نقل کیے ہیں۔ "ہندی شعر" وہی ہے جسے میر تقی میر نے "نکات الشعراء" میں درج کیا ہے۔ "تذکرہ" اہمیاے دکن میں عبد الجبار ملکا پوری نے احمد گجراتی کا سنہ دھال ۱۱۱۱ھ بتایا ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ "شٹوی" یوسف زلیخا کے شاعر نہیں تھے۔ اسی نام کے ایک اور بزرگ مولانا شیخ احمد گجراتی ہیں جو میاں خدوم کے نام سے مشہور تھے۔ آپ کے نام کے ساتھ شیخ کا سابقہ موجود ہے اور آپ متوطن گجرات بھی تھے۔ لیکن آپ کا تعلق دور متا قب سے ہے۔ شیخ احمد گجراتی شیخ برطان بن ابراہیم بن عوری کے فرزند تھے۔ ان کے اجداد کا سلسلہ شہاب الدین عوری تک پہنچتا ہے۔ شیخ احمد گجراتی کے جد اعلیٰ ناگد کے حکمران معتبر ہوئے تھے اور یہیں سکونت اختیار کی تھی۔ لیکن ان کے والد شیخ برطان شمالی ہند سے گجرات چلے آئے تھے اور یہیں قیام پذیر ہو گئے تھے۔ شیخ برطان، شیخ احمد کھٹو کے مرید تھے۔ چونکہ مرشد کی

۱۔ عبد الجبار ملکا پوری۔ تذکرہ اولیائے دکن۔ حصہ اول صفحہ ۵۷۔

۲۔ لالہ سری رام۔ نخچا نہ جاوید۔ حصہ اول صفحہ ۱۸۵۔

۳۔ عبد الجبار ملکا پوری۔ تذکرہ اولیائے دکن۔ حصہ اول صفحہ ۵۸۔

دعائے انھیں اللہ میں فرزند تولد ہوا تھا۔ اس لیے اس بچے کا نام مرشد کے نام کی مناسبت سے احمد تجویز کیا گیا تھا۔ شیخ احمد کھٹونے پیشین گوئی کی تھی کہ خدا اس لڑکے کو عزت و بزرگی اور شہرت سے سرفراز کرے گا۔ پیر طریقت کی پیشین گوئی صحیح ثابت ہوئی اور شیخ احمد اوائل عمر ہی سے درویشی کی طرف راغب ہو گئے۔ بارہ سال میں مستدان ختم کر کے شاہ عالم کی مریدی اختیار کی علوم متداولہ کی تحصیل کے لیے مولانا صدر جہاں کے آگے زانوئے ادب تہہ کیا اور اس سے فارغ ہو کر گجرات میں ملازمت اختیار کی۔ کچھ عرصہ بعد ملازمت ترک کر کے حضرت شاہ عالم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے آپ کو اپنا دیوان و پیشکار بنا کر خانقاہ، لنگر اور جاگیرات کا انتظام آپ کے سپرد کیا۔ بالآخر شیخ احمد گجراتی پیشکاری کے کام سے بھی کنارہ کش ہو گئے اور گوشہ نشینی اختیار کیا۔ اپنے پیر مرشد کی وفات کے دو سال بعد یعنی ۸۲۲ھ میں رحلت کی اور تاج پورہ واقع احمد آباد گجرات میں مدفون ہوئے۔

جنوبی ہند کے مشائخ کے نسب نامے میں عبدالوہاب شطاری قادری نے ایک اور احمد گجراتی کے نسب نامے پر روشنی ڈالی ہے۔ آپ "ہادی گجرات" کے لقب سے مشہور تھے اور سید شہاب الدین شطاری ابن سید علاء الدین شطاری کے فرزند تھے۔ آپ کے نام سے پہلے لفظ "سید" موجود ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ شیعہ "یوسف زلیخا" کے شاعر نہیں تھے۔ سید شاہ احمد شطاری قادری گجراتی کا مزار بیرون ظفر دروازہ اورنگ آباد میں واقع ہے۔ اور ہر سال تیرہ، چودہ اور پندرہ صفر کو بڑی دھوم دھام سے آپ کا عرس منایا جاتا ہے۔

۱۰ عبد الجبار ملکا پوری تذکرۃ اولیائے دکن۔ حصہ اول۔ صفحہ ۴۲

۱۱ حاجی سید عبدالوہاب شطاری قادری۔ جنوبی ہند کے مشائخ کے نسب نامے۔ صفحہ ۶۱

ایک اور دکنی شاعر احمد ہے۔ اس نے شاہ عنایت کے نور نامے میں کئی ابیات کا اضافہ کیا ہے۔ احمد نے نور نامے کو ۱۳۶۱ھ میں مکمل کیا تھا۔ اس نور نامے کا ایک نسخہ ادارۂ ادبیات اردو اور دوسرا کتب خانہ سالار جنگ کا محزون ہے۔

”بستان شہادت ہمکے شاعر کا نام بھی احمد ہے لیکن ایک تو یہ کہ ان کے نام سے ان کی سیادت کا اظہار ہوتا ہے اور دوسرے یہ غنوی بہت بعد کی شعری کاوش ہے۔ جسے شاہ عبدالعزیز دہلوی کے ایک عربی رسالے کی مدد سے مرتب کیا گیا ہے۔ شاعر کا نام سید درویش امدان کے دادا کا نام سید نور اللہ بتایا گیا ہے۔“

گارساں دتاسی نے اپنے خطبے میں احمد گجراتی کا نام ”دکن کے شاعر“ کے تحت درج کیا ہے۔ چونکہ انھوں نے شاعر کے حالات یا کلام کے بارے میں کچھ نہیں لکھا ہے۔ اس لیے یہ بتلانا مشکل ہے کہ ان کی مراد کون سے احمد گجراتی سے ہے۔

”یوسف زینما اور بیجاپوریوں“ کے شاعر شیخ احمد شریف گجرات کے ایک عالم مدس اور فقیہ و محدث تھے۔ ”روضة الادب“ بیجاپور کے مصنف نے آپ کے نام سے پہلے لفظ حضرت کا اضافہ کر کے آپ کی بزرگی اور علم و فضل کا اعتراف کیا ہے اور شاعر کے بارے میں رقمطراز ہیں:

”آپ عالم و مدس اور فقیہ و محدث تھے“

۱۔ مخطوطہ نمبر ۸۴۲۔

۲۔ مخطوطہ نمبر ۳۹۹۔

۳۔ نصیر الدین افغانی، وصاحتی فہرست کتب خانہ سالار جنگ۔ صفحہ ۵۵۹۔

۴۔ گارساں دتاسی، خطبات گارساں دتاسی۔ پانچواں خطبہ صفحہ ۱۳۵۔

۵۔ ابوالہجیم زمیری۔ روضۃ الادب، بیجاپور صفحہ ۲۲۰۔

ایک اور جگہ شیخ احمد گجراتی کے برادر طریقت سید عبدالرحمن کے حالات زندگی پر روشنی ڈالتے ہوئے بھی شیخ احمد کو "محدث" بتلایا ہے۔^۱

شیخ احمد کے مفصل حالات زندگی کسی تذکرے یا ادبی تاریخ میں موجود نہیں ہیں۔ بقول محمود شیرانی "احمد کے حالات زندگی سے ہم بے خبر ہیں"

"ثنوی سیلی" مجوز از احمد دکنی "میں محمود شیرانی لکھتے ہیں :-

"ناظم کا تخلص احمد ہے۔ اس سے زیادہ مصنف کے متعلق کچھ کہا بھی نہیں جاسکتا۔"

انہوں نے شیخ احمد شریف گجراتی کو "احمد دکنی" کے نام سے یاد کیا ہے جس میں اللہ

قادری شاعر کے بارے میں "اردوئے قدیم" میں رقم طراز ہیں :-

"قطب شاہی دور کے شعرا میں احمد، فیروز محمد اور دجیب سب سے

قدیم شاعر ہیں۔ ان میں ملا احمد سلطان محمد قلی قطب شاہ کا ورباری

شاعر تھا۔ ملا احمد نے بادشاہ کی فرمائش سے سیلی 'مجوز' کی داستان

منظوم کی تھی۔"

ان کے نام کے ساتھ ملا کے تکریمی لقب سے ان کے علم و فضل اور زندگی و عظمت کا اظہار ہوتا ہے۔ نصیر الدین ہاشمی اپنے مضمون "اردو میں سیلی 'مجوز' کی داستانیں" میں تحریر کرتے ہیں :-

"موجودہ معلومات کے لحاظ سے اردو کی سب سے پہلی داستان

^۱ لے ابراہیم زہری - روحۃ الاولیاء ریچا پرہ - صفحہ ۱۳۳۔

^۲ لے حافظ محمود شیرانی - پنجاب میں اردو - صفحہ ۱۹۹۔

۱۹۲۵ء میں "ثنوی سیلی" مجوز از احمد دکنی (مضمون) ادنیٰ کالج میگزین - نومبر ۱۹۲۵ء

۱۹۲۵ء میں شمس اللہ قادری - اردوئے قدیم - صفحہ ۶۲ مشمولہ مہالائشیرانی - جلد اول صفحہ ۲۱۵

۸
ایلی مجنوں احمد کی مصنفہ ہے جو گو لکھنے کے قطب شاہی دیوار کا شاعر تھا۔ اس کا زمانہ سلطان محمد قلی قطب شاہ کا دور حکومت ہے اگرچہ اس کے متعلق ہم کو تفصیلی حالات معلوم نہیں لیکن اس کی دو شمولیاں کا پتہ چلا ہے "لہ

"دکن میں اردو" میں وہ احمد کے حالات زندگی سے اپنی عدم واقفیت ظاہر کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

"احمد بھی اسی دور کا شاعر ہے۔ پیدائش اور وفات کے سینے سے ہم واقف نہیں ہیں۔"

ڈاکٹر نور علی گڑھ تاریخ ادب اردو "میں شیخ احمد شریف گجراتی کا نام شیخ احمد بتاتے ہوئے لکھتے ہیں کہ وہ "جہی سے" عمر اور مرتبے "میں افضل" تھے۔ لیکن ڈاکٹر نور علی گڑھ بھی ان کے حالات زندگی سے ناواقفیت کا اقرار کرتے ہیں۔ "دکن ادب کی تاریخ" میں انھوں نے شیخ احمد گجراتی کے بارے میں صرف اتنا لکھ دیا ہے کہ وہ "جہی کا ہم عصر تھا۔ اور انھوں نے بھی شاعر کے نام کے ساتھ "لا" تحریر کیا ہے۔

فتویٰ یوسف زلیخا "میں شاعر نے اپنا نام شیخ احمد شریف بتایا ہے اور کہتے ہیں :-

بوشیخ احمد شریف اپنی زباں رو کہ

سرن آیا سراون تاج ناسک

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شیخ احمد شریف شیخ احمد کے نام سے مشہور تھے۔ چنانچہ ابن نشا قلی بھی "ب"

۱۔ نصیر الدین ناشی۔ دکنی (قدیم اردو) کے چند تحقیقی مضامین۔ اردو میں ایلی مجنوں کی داستانیں۔

(مضنون) صفحہ ۱۳۹
۲۔ نصیر الدین ناشی۔ دکن میں اردو۔ صفحہ ۱۰۸۔

۳۔ ڈاکٹر محمد الدین قادری زور۔ علی گڑھ تاریخ ادب اردو۔ پانچواں باب صفحہ ۳۸۲۔
۴۔ "دکنی ادب کی تاریخ" صفحہ ۶۳۔

میں اپنی شہنوی کا قصہ ختم کرنے کے بعد دکن کے عظیم سخن گستروں کو یاد کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ
میں نے اپنی شہنوی میں شاعرانہ کمالات اور قادر الکلامی کے جوہر دکھائے ہیں اگر آج استاد فن
شیخ احمد ہوتا تو میری ادبی صلاحیتوں کی داد دیتا اور میرے کمال فن کا صحیح اندازہ کر سکتا
تھا۔ ع نہیں اس وقت وہ شیخ احمد

سخن کا دیکھتے باندھیا سو میں سد

مولوی عبدالحق کے ذاتی کتب خانے میں ان کی شہنوی یوسف زلیخا کا جو نسخہ موجود
ہے اس کے سرورق پر "یوسف زلیخا از شیخ احمد شریف" لکھا ہے۔ اور شہنوی کی ابتداء
سے قبل تمام اس کتاب یوسف زلیخا تصنیف شیخ احمد شریف تحریر کیا گیا ہے۔
احمد شریف نے شہنوی "یوسف زلیخا" میں احمد تخلص اختیار کیا ہے۔ مثال کے طور
پر ان کے یہ اشعار ملاحظہ ہوں ع

بنا احمد سو کیا ان کو سرائے بہودھاتوں خدا ان کو سرائے
دہ کراگی فضولی بس کر احمد نہیں اس روپ کی بندہ رکوں حد
الہی تیج نبی احمد محمد جو اس کا نام کاڑے ہوں میں احمد
جو ہے احمد کینہ ایک بندہ سونا ہیں پاپ بن اس ہو دھندا
اسی طرح شہنوی "علی مجنوں" میں بھی شاعر کا یہی تخلص ہمارے سامنے آتا ہے۔ ع
جما احمد کہے اس دھر ہیں سنہار
سو آپ شاہ تھے پائے بیرون سنگار

تاریخ پیدائش :-

جیسا کہ اس سے قبل کہا جا چکا ہے شہنوی یوسف زلیخا میں شیخ احمد گجراتی نے اپنا نام
شیخ احمد شریف بتاتا ہے۔ لیکن مجموعہ حالات شاہ و جہاں الدین علوی گجراتی قدس سرہ العزیز
کے مصنف نے شیخ احمد کے نام کے ساتھ "فضل اللہ" کے الفاظ بھی تحریر کیے ہیں اور ان کا

پورا نام شیخ احمد فضل اللہ بتاتے ہیں۔ اس سے پتہ چلتا کہ فضل اللہ بھی ان کے نام کا جزو تھا۔ یہ اس لیے بھی قایل قبول معلوم ہوتا ہے کہ شیخ احمد کے والد کا نام نصیر خاں نے رحمت اللہ تبارک و تعالیٰ سے "أحمد" و "فضل" الاولیاء بیجا پور کے مصنف ابراہیم زبیری شیخ احمد کے چچا کا نام "عبد اللہ" لکھے ہیں۔ جس کی بنا پر ہم یہ قیاس کر سکتے ہیں کہ احمد گجراتی کا خاندانی نام فضل اللہ ہو گا۔ راقمۃ الحروف کا خیال ہے کہ فضل اللہ احمد گجراتی کا خاندانی اور تاریخی نام ہے جس سے ۹۳۶ کے اعداد برآمد ہوتے ہیں۔ شاعر کے حالات زندگی کو پیش نظر رکھیں تو یہ سنہ یعنی ۹۳۶ء درست بھی معلوم ہوتا ہے اور اس حساب سے "ثنوی یوسف زلیخا" کی تصنیف کے وقت شاعر کی عمر بیالیس (۳۲) تا سینتالیس (۴۷) سال قرار پاتی ہے۔ ثنوی میں شاعر علوم متداولہ میں اپنی استعداد اور مختلف زبانوں سے واقفیت کا ذکر کرتے ہیں۔ سلطان وقت محمد قلی قلب شاہ کا احمد کو "دانش نامہ" لکھ کر بلوانا یہ بتلاتا ہے کہ اس کی شہرت گجرات سے نکو ملکندہ پہنچ چکی تھی۔ شاعر کے کلام سے بھی افانہ لگایا جاسکتا ہے کہ وہ کوئی زعفرانی کار نہیں بلکہ ایک جہاں دیدہ، تجربہ کار سیّدہ اور پختہ مشق شاعر ہے لیکن اس ضمن میں قطعیت کے ساتھ یہ کہنا مشکل ہے کہ شاعر کا سنہ ولادت ۹۳۶ء ہی ہو گا۔ شمس اللہ قادری نے احمد کو فیروز، محمود اور وجہی کا ہم عصر بتایا ہے۔ یکہ اور ڈاکٹر زہرہ لکھتے ہیں کہ وہ "عمر اربعہ مرتبے" میں "وجہی سے افضل تھے۔" ان بیانات کی مدد سے اگر ہم احمد کی عمر ثنوی کی تصنیف کے وقت بیالیس بتائیں

۱۔ نصیر خان بن شیخ کمال قریشی خاں۔ مجموعہ حالات شاہ وجہ الدین علوی گجراتی قدس سرہ العزیز صفحہ ۶

۲۔ محمد ابراہیم زبیری۔ روضۃ الاولیاء بیجا پور مترجم شاہ سیف الدین قادری صفحہ ۲۲۰

۳۔ شمس اللہ قادری۔ اردو سے قدیم۔ صفحہ ۶۲

تو کوئی تعجب خیز بات نہیں معلوم ہوتی۔

وطن :-

شیخ احمد کا وطن گجرات تھا۔ جمیل جالبی لکھتے ہیں :-
 "شیخ احمد گجرات کا رہنے والا تھا جس کا ذکر اس نے اپنے مقلے
 میں کیا ہے ۔

احمد دکن کے خواباں ہوتیاں ہیں پر طاعت
 تو دکن دکھی کو اپنا گجرات کر کے سمجھیا

مذہب :-

شیخ احمد شریف ایک سنی گھرانے میں پیدا ہوئے تھے۔ شاہ وجہ الدین
 جیسے عالم مجتہد اور پیر کامل نے انھیں خلافت عطا کی تھی۔ لیکن یہ امر تعجب خیز ہے کہ انھوں نے
 متنزی "یوسف زلیخا" میں خلفائے راشدین کی مدح نہیں کی ہے۔ حمد و ثناء جات اور نعت
 کے بعد مدح امیر المومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ کی سرخی کے تحت تیس شعر کہے ہیں اور
 پھر اپنے پیروں پر حمد و شریح وجہ الدین کی تعریف و توصیف کی ہے جس کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی
 ہے کہ یہ متنزی محمد علی قطب شاہ کی خدمت میں پیش کرنے کے لیے لکھی گئی تھی۔ شاعر
 کہتا ہے ۔

سرمگل تھا جو شہر کے ناؤں سیتا

کہتا ہاں رس کروں بہ چاؤں سیتا

چونکہ محمد علی قطب شاہ عقائد کے اعتبار سے امامیہ مسلک کا پیرو تھا۔ ممکن ہے
 مصلحتاً شاعر نے مدح خلفائے گریز کیلئے شیخ احمد شریف نے حضرت علی کی دل کھول کر

مدح کی ہے جس سے غالباً بادشاہ کی خوشنودی بھی منظور تھی۔ خود محمد قلی کی حضرت علی سے موت کا حال بیان کرتے ہوئے اس کے بھتیجے اور داماد گوگدے کے چھٹے فرماں روا سلطان محمد قطب شاہ نے کہا تھا کہ اپنے ہر "مقطعے" میں وہ حضرت علی کا نام لاتے ہیں اور ان کا نام لیے "غیر ختم کلام" نہیں کرتے۔

جو مقطعے میں ہر ایک ایسے شعر کے

لے بن سو حضرت علی ناؤں اپنے

نہ کرتے تھے ہرگز سو ختم کلام

غیر ان علی کا لیے باج نام

ان حالات کے پیش نظر ممکن ہے احمد گجراتی نے حضرت علی کی مدح کو محمد قلی قطب شاہ کی خوشنودی کا وسیلہ تصور کیا ہو۔ بہر حال مثنوی یوسف زلیخا میں منقبت کے ایسے شعر ضرور موجود ہیں۔

بنی بولے تن اس کا آپنا تن سو یک تن کون جدا کردی ناگ

مدینہ علم کا سو مصطفیٰ تھے دے دروازے اس کے مرتضیٰ تھے

خلیفہ مصطفیٰ کا سو وہی ہے دھنی صدر و صفا کا سو وہی ہے

سمیہ کا پاک ناؤں اس کا خدا تھے بہہ پر غالب اس نیا خدا تھے

اذا اس کے بعد شاعر حب علی کو جزوایان بتاتے ہوئے کہتا ہے۔

جے کوئی مرتضیٰ سوں ہوئے دشمن سودہ اپنے خدا سوں ہوئے دشمن

جے کوئی دشمن اچھے گار تھی کا سودہ کیوں یا رہوئے مصطفیٰ کا

جے کوئی اس کو نہ مانے دشمنی لگ خدا تھے نعمت اس پر ہنس لگ

حسین کی خدمت میں خراج عقیدت ادا کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ علی کے دو ایسے موتی ہیں جو
جن سے شمس و قمر نے ضیا پائی ہے۔ وہ انھیں "معصوم" تصور کرتے ہیں اور اپنے بیان کو ختم
کرتے ہوئے انھوں نے ان کی پیروی نہ کرنے والوں کو "ابلیس" سے تعبیر کیا ہے اور مدوح
کمان کا ٹھکانہ قرار دیا ہے ع

انوں معصوم ہو فرزند انوں کے سیدھی پنٹھ پائیں اماں وہ جنوں کے
جے کوئی ان کی امامت کوں نہ ملے خدا تھے ہوئے جوں ابلیس راتے
غزوی "یوسف زلیخا" کے اعتقاد میں اشعار سے بھی شیخ احمد کے مذہبی تصورات کا پتہ چلتا ہے
شاعر کہتا ہے کہ میری زبان دو تلوار بن جائے جو اسلام کی حفاظت کرے میں "خارج پراسیا
خروج کروں" وہ اپنے "دین" سے "تھک چکا ہوں" ع

بکھیں ہوئے زبانِ محبت کی تروار کھڈیڑوں کفر اور بدعت کی پرور
کوں اسلام کے تئیں ملک گیری کرے پس اوقوی تروار میری
خارج پر خروج ایسا کروں اٹ جو خارج ہوئیں اپنے دین تھے تھ
جن ابلیس کو کم دوست رکھے ہری شمیر کے زخاں تھے دھا کے

غزوی کی ابتداء میں شاعر کا اپنے عقائد ظاہر کرنا کوئی بے ربط اور نامناسب بات نہیں
معلوم ہوتی لہٰذا غزوی "یوسف زلیخا" کے آؤں دوبارہ اپنے مذہبی تصورات کی وضاحت
اور "خارج" سے بیزاری کا اظہار بظاہر بے محل محسوس ہوتا ہے لیکن اسلامی تاریخ کے ناظر
میں اس کی اہمیت اجاگر ہوتی ہے۔ خارجیوں کی ایک شاخ "عجارودہ" کا عقیدہ یہ تھا
کہ سورہ یوسف قرآن کی سورت نہیں ہے چنانچہ پروفیسر اجل خان "ترتیب و نزول
قرآن مجید" میں شہرستان (موتی ۵۴۸ ص) کی کتاب "الملل والنحل" (مصر ۱۳۲۷ھ) کے
حوالے سے رقم طراز ہیں :-

"حقیقت میں یہ ایک سخت قسم کی مسلمانوں کی جماعت تھی جو ہمیشہ

اپنے نصب العین کے لیے اپنا جانوں کو قربان کرتی رہی تھی کہ اچھی
 رہنمائی نہ ملنے کی وجہ سے بالکل ہی خدا کر دی گئی۔ ان خارجیوں کی ایک
 شاخ عیاروہ کہلاتی تھی۔ اور ان کا عقیدہ یہ تھا کہ سورہ یوسف قرآن
 کی سورت نہیں ہے اس لیے کہ یہ محض ایک افسانہ محبت ہے۔^۱
 چونکہ خارجی سورہ یوسف کے منکر ہیں اس لیے شاعر نے اس قصہ یوسف زلیخا کو ختم کرنے
 کے بعد "خارجیوں" سے اپنی بیزاری اور محققانہ کا اظہار کیا ہے۔

محمد شیرانی اپنے مضمون "ثنوی سیلیٰ امجنوں از احمد دکنی" میں لکھتے ہیں :-

"وہ اپنے مذہب سے بھی جو شیعہ تھا کوئی واقف معلوم ہوتا ہے۔"

محمد شیرانی کا یہ بیان صداقت پر مبنی نہیں ہے۔ ان کی نظر سے احمد گجراتی کی
 "ثنوی یوسف زلیخا" نہیں گزری تھی جس میں شاعر نے اپنے پیر و مرشد وجہ الدین گجراتی کا
 ذکر کیا ہے اور ان سے خلافت مطاہرے پر اظہار غرور و سرسخت کرتا ہے۔ محمد شیرانی
 نے "ثنوی سیلیٰ امجنوں" میں احمد گجراتی کے اشعار و منقبت کو دیکھ کر غالباً یہ رائے قائم کی تھی: سیلیٰ
 امجنوں بھی چونکہ محمد قلیٰ قلب شاہ کی فرمائش پر لکھی گئی تھی اس لیے شاعر نے غالباً بادشاہ کی
 خوشنودی کی خاطر بھی حضرت علی اور ائمہ اطہار کی خوب مدح کی ہے۔ جس سے یہ گمان گھونٹا ہے
 ایسے اشعار کہنے والا شاعر عشرت پرست ہوگا جو عہد حالات شاہ وجہ الدین علوی گجراتی قدس سرہ العزیز
 اور تدمرتہ الاولیاء بیجا پور کے مطالعے سے بہرہ چلتا ہے کہ احمد گجراتی کو شاہ وجہ الدین کا تقرب
 حاصل تھا اور وہ ان سے خاص نسبت رکھتے تھے۔ ثنوی کی داخلی شہادتوں سے بھی اس کی

۱۔ پروفیسر اجمل خان۔ ترتیب و نزول قرآن مجید۔ صفحہ ۵۔

۲۔ حافظ محمد شیرانی۔ ثنوی سیلیٰ امجنوں از احمد دکنی (مضمون) اور ٹیل کالج میگزین۔ نومبر
 ۱۹۲۵ء۔ مشمولہ مقالات حافظ محمد شیرانی جلد اول صفحہ ۲۱۵ تا ۲۱۶

تصدیق ہوتی ہے۔

خلافت :-

خلافت عطا ہونے کے بارے میں شاعر کہتا ہے کہ میں "پاپ سمدور" میں غرق ہو
 ہو چکا تھا لیکن شاہ وجہ الدین گجراتی بخیرے حال پر رحم فرمایا اور مجھے اپنے مریدوں میں شامل کر لیا۔
 ڈوبیا ہے پاپ سمدور ماتمہ سبتن جو نامیں کھنڈتے کیوں پالے فکلن
 رہیا دھوکوں تھے تو میں ہوئے مکمل سونا دھوئے سات سمدور سات نزل
 سورہ اپنے کرم سستی دیا مان قبولیا سچ مریداں میں جمع آن
 مثنوی میں تعریف "شیخ وجہ الدین ریثود" کے زیر عنوان آگے چلی کر کھتے ہیں کہ میرے مرشد
 میرے لیے یاغت رحمت ہیں۔ انھوں نے مجھے اپنی خلافت عطا کر کے میری مشکل آسان کر
 دی ہے۔

کرامت منج کیا اپنی حسلافت دیکھو اندیش کر اس کی کرامت
 اپنے پیر و مرشد کی مدح کرتے ہوئے کہتا ہے کہ وہ علم و فضل میں یکتائے موزگار ہیں۔ احمد
 گجراتی انھیں "خضر کلاستاد" اور "قطب زمانہ" بتاتے ہوئے کہتے ہیں کہ ان کا خطاب "تاج اولیا"
 ہے اور وہ مرتابا نور حق ہیں غرق ہیں ع

سدا سر دنگ حق کے نور میں غرق بنیاں ہر اس سے یک حرف کافرق
 جو خضر استادتے موسیٰ کیسے تکیں سوماضر ہوتیں اس کے در سے آئیں
 خطاب غیب تاج اولیا و اسس ولایت کا سنگاسن زیر پا اسس
 وہی ہے قطب کعبہ دون بگن میں جگت حیراں ہے اس کی صفت میں
 احمد گجراتی اپنے مرشد کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ وہ حسب ادرنب دونوں اعتباراً
 نبی کی آل سے ہیں اودان کی علمیت اور تصنیف و تالیف کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ان
 کی کتابیں دجہاں پر بھاری ہیں ع

کے بیان سے ہوتا ہے۔ انھوں نے تحریر کیا ہے کہ شاہ وجہہ الدین گجراتی شہر محرم الحرام میں ۹۱۰ھ میں پیدا ہوئے تھے۔ جب انھوں نے ہوش سنبھالا تو ملا عماد طاری کے آگے رانو ادب تہہ کیا اور علوم ظاہری سے مستفید ہوئے۔ مہارین زبیری نے ثمرات القدس میں فخرات الانس کے مصنف کے حوالے سے جو شہنشاہ اکبر کے مقربین میں سے تھے تحریر کیا ہے کہ وہ چودہ سال کی عمر میں تمام ربی علوم کی تحلیل سے فارغ ہو چکے تھے۔ نصیر خان لکھتے ہیں کہ شاہ وجہہ الدین نے سترہ برس میں تمام فضائل و کمالات اور علوم حاصل کر لیے تھے۔ مہارین زبیری عماد الدین طاری کو ایک بلند پایہ محقق اور استاد بتاتے ہوئے لکھتے ہیں کہ وہ ڈھائی سو علم جانتے تھے اور اپنے شاگرد وجہہ الدین کو انھوں نے اپنی دقت تک سوا سو علوم سکھائے تھے۔ اس کے بعد شاہ وجہہ الدین شیخ محمد غوث سے فیض روحانی حاصل کیا۔ مولوی عبدالحق لکھتے ہیں:-

”اگرچہ وہ اوران کے خاندان کے دوسرے لوگ شاہ قادن کے مرید تھے

لیکن فیض روحانی اور معرفت الہی شیخ محمد غوث سے حاصل ہوئی۔“

جیل جالبی نے بھی ”تاریخ اصحاب اُردو“ میں وجہہ الدین کو شیخ محمد غوث گجراتی (متوفی ۹۱۵ھ) کا مرید بتایا ہے۔ وجہہ الدین کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ مریدین کو شفا عطا کرتے تھے۔

لے نصیر خان بن کامل قریشی۔ مجموعہ حالات شاہ وجہہ الدین علوی گجراتی قدس اللہ سرہ العزیز صفحہ ۷۱۔

لے محمد ایمان زبیری۔ روضۃ الاولیاء بیجاپور صفحہ ۱۰۸۔ لے نصیر خان۔ مجموعہ حالات شاہ وجہہ الدین علوی گجراتی قدس سرہ العزیز۔ صفحہ ۶۔ لے محمد ایمان زبیری۔ روضۃ الاولیاء بیجاپور صفحہ ۱۰۹۔ لے مولوی عبدالحق۔ اُردو کی ابتلا فی نشرو نما میں عوفیہ کرام کا نام صفحہ ۴۔ لے جیل جالبی۔ تاریخ اصحاب اُردو۔ جلد اول صفحہ ۱۰۰۔

چنانچہ ایوب قادری تحریر کرتے ہیں :-

”خدا نے تعالیٰ نے اسم شافی کا ان کو منظر بنایا تھا۔ ہر جہہ کو ان کے
استانے پر رعنوں کی ایک بڑی تعداد پہنچتی تھی اور ان سے دعا کی
درخواست کرتی تھی اور اس کا اثر جلد ہوتا تھا۔“

دجہ الدین تمام عمر درس و تدریس اور تعلیم و تلقین میں مشغول رہے۔ جبل جالبی لکھتے ہیں کہ
آپ کے شاگرد اور مرید سارے گجرات میں پھیلے ہوئے تھے۔ ”یوسف کشکٹے“ تحریر کرتے ہیں :-
”نقل ہے کہ شاہ صاحب قدس سرہ نے ایک روز فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے

میرے ذریعے سے چودہ سو آدمیوں کو درجہ ولایت پہنچایا ہے۔“
شاہ وجہ الدین نے علوم دینی کی تدریس کے سلسلے میں جو خدمات انجام دی ہیں وہ ناقابل فراموش
ہیں۔ ابراہیم زبیری لکھتے ہیں کہ آپ متواتر ستر برس تک مدرسے کے پیشے سے وابستہ رہے
تھے۔ شاہ وجہ الدین نے اپنے والد کی طرح خلق اللہ کو اپنے علوم سے فیض پہنچایا اور
تعلیم کے معاملے میں کبھی بخل سے کام نہیں لیا۔ آپ نے اپنے خلفاء کی تعداد ایک ہزار
چار سو بتائی ہے۔“

شاہ صاحب کے مذہب و مسلک کے بارے میں یوسف کشکٹے رقمطراز ہیں کہ آپ،
”حنفی مذہب شطاری مشرب اور علوی نسب تھے۔“

۱۔ حمزہ ایوب قادری (مترجم)۔ تذکرۂ علمائے ہند۔ صفحہ ۵۲۹۔ ۲۔ جبل جالبی۔ تاریخ اودہ
اردو۔ جلد اول۔ صفحہ ۱۰۱۔ ۳۔ محمد یوسف کشکٹے (مترجم)۔ مجموعہ حالات شاہ وجہ الدین علوی
گجراتی قدس سرہ العزیزہ۔ صفحہ ۸۰۔

۴۔ محمد ابراہیم زبیری۔ روضۃ الادبیا۔ بیجاپور۔ صفحہ ۱۰۹۔

۵۔ محمد یوسف کشکٹے (مترجم)۔ مجموعہ حالات شاہ وجہ الدین علوی گجراتی قدس سرہ العزیزہ۔ صفحہ ۸۰۔

شاہ وجیہ الدین کا شجرہ

آپ کا سلسلہ سترہ واسطوں سے ہوتا ہوا امام محمد تقی علیہ السلام تک پہنچتا ہے۔
 نصیر خان نے وجیہ الدین کو "علوی الحسینی" لکھا ہے۔ انھیں "خاتون جنت" کی "اطلا" کہتے تھے
 ہوئے مصنف نے ان کا حسب ذیل شجرہ درج کیا ہے۔

امام محمد تقی علیہ السلام

سید محمد (محمد اراج)

سید مرتضیٰ

سید عتیق

سید احمد

سید جمال

قاسمی بہاء الدین

قاسمی علیم الدین

قاسمی براء الدین

قاسمی شمس الدین

قاسمی کبیر الدین

قاسمی بہار الدین

قاسمی ظہیر الدین

مبین الدین

قاسمی سلطان ملک

میاں عماد الدین

میاں نصیر الدین

میاں وجیہ الدین

احمد گجراتی شہزادہ "نور علی" میں اپنے مرشد کے حسب نسب کے بارے میں کہتے ہیں ع

نبی کا آل ہے دودھات سیتی

حسب کے ہم نسب کیرے سببیتیں

نصیر خان نے شاہ وجیہ الدین کے بارے میں لکھا ہے کہ شیخ محمد غوث نے آپ کو چودہ خانوادوں کی خلافت عطا کی تھی اور ایک اجازت نامہ تحریر کیا تھا جس میں لکھا تھا :-

"شیخ المشائخ سراج الاسلام وجیہ الدین الخاطب بخطاب علی ثانی کو

فتح باب کے بعد چودہ خانوادوں کی خلافت عطا کی گئی ہے اس سلسلے کے

سمائے دوسرے سلسلوں کی خلافت اور ان کے اطوار اور ان کے

طریقے جیسے کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت

شاہ مرتضیٰ علی کرم اللہ وجہہ سے ارشاد ہوئے ہیں اور مذکور سلسلوں کو

پہنچے ہیں وہ شیخ مشائخ الہیہ یعنی شیخ وجیہ الدین صاحب سے بیان

کئے گئے اور..... بتیوں مرتبہ کے واردات آپ کو ملے۔"

نصیر خان نے وجیہ الدین کو "قلب العارفین محمد الواعیلین کاشف الدقائق شمس اولیاء
سلطان العلماء والصلحاء، قلب الاقطاب، استاد الشریعت والطریقیت امام الحقیقت

لہ نصیر خان بن کامل قریشی خان۔ مجموعہ حالات شاہ وجیہ الدین علوی گجراتی قدس
اللہ سرہ العزیزہ صفحہ ۲۔

یہ نصیر خان بن کمال قریشی خان۔ محمد یوسف کھٹکے۔ (مترجم) مجموعہ حالات شاہ وجیہ الدین
علوی گجراتی قدس اللہ سرہ العزیزہ صفحہ ۱۱۔

المعروف "تحریر کیا ہے اور پروفیسر نجیب اشرف لکھتے ہیں کہ تصوف میں آپ کا بڑا اہم مقام ہے۔^۱

وفات :-

شاہ وجیہ الدین کی تاریخ وفات کے بارے میں نصیر خاں لکھتے ہیں کہ "تیسویں محرم شب کے آخر چوتھائی میں سنہ نو سو اٹھانے سے ۹۹۸ھ میں" آپ نے وفات پائی اور وصال کے وقت آپ کی عمر اٹھاسی برس تھی۔ عبدالعزیز بن ولی محمد نے جو آپ کے شاگرد مرید اور نواسے (بھانجی کے فرزند) تھے تاریخ بھی تھی جس سے آپ کے سنہ ولادت، عمر اور سنہ وفات پر روشنی پڑتی ہے۔ شیخ وجیہ الدین^{۹۹۸} میں خلیفہ سے تاریخ ولادت وجیہ الدین سے مدت عمر اور "شیخ وجیہ الدین" سے تاریخ وفات برآمد ہوتی ہے۔ وفات کے وقت شاہ وجیہ الدین کے پسماندگان میں ان کے پانچ فرزند شیخ عبداللہ، عبدالواحد، شیخ عبدالحق، شیخ غالب اور شیخ حامد کے علاوہ دو صاحبزادیاں بھی موجود تھیں۔ بڑی بیٹی کا نام راجی پارسا اور چھوٹی کا نام امۃ الحبیب تھا۔ چھوٹی بیٹی نے مکہ منظمہ میں انتقال کیا۔ شاہ وجیہ الدین کی آخری آرام گاہ محلہ خان پور میں جہاں آپ درس و تدریس میں مشغول رہا کرتے تھے واقع ہے۔^۲ وجیہ الدین کے خاندان میں بہت سے عالم، مشائخ اور مشہور سہیل گذری ہیں۔ ظہیر الدین مدنی لکھتے ہیں :

"ولی گجراتی شاہ وجیہ الدین علوی گجراتی قدس سرہ کے بھائی نصر اللہ کی اولاد سے تھا۔"^۳

^۱ علی گڑھ تاریخ ادب اردو۔ جلد اول۔ صفحہ ۱۰۱۔

^۲ ظہیر الدین مدنی۔ ولی گجراتی۔ صفحہ ۴۸

^۳ " " " " صفحہ ۴۹

وجہ الدین نے بہت سی مشہور مستند کتابوں کی شرحیں لکھی تھیں۔ انکی تصنیف "نجم الحقائق" کے بارے میں عبدالحق لکھتے ہیں کہ اس میں جگہ جگہ ان کے ہندی اقوال درج ہیں۔ شیخ کے مریدان سے سوال کرتے ہیں اور وہ ان کا جواب دیتے جاتے ہیں۔ سوال فارسی میں لکھے گئے ہیں۔ لیکن جواب خود شیخ کے الفاظ میں "ہندی" میں تحریر کیے گئے ہیں۔ لہ

محمد ابراہیم زبیری نے شاہ وجہ الدین کے خاص مریدوں میں شیخ عبداللہ فرغانی کا محدث، ملا عبد الرحمن، شیخ صالح، سید صبغۃ اللہ، سید برہان الدین گجراتی، مولانا حسن شیبانی، شیخ جمال، شیخ احمد شریف گجراتی اور شیخ محمد کے نام بتاتے ہیں۔

شاعر کا پیشہ

احمد گجراتی کے بارے میں یہ بتایا جا چکا ہے کہ وہ محدث تھے محمد ابراہیم زبیری اور مصنف اہل ہدیٰ کے مصنف سید محمد الدین ابن سید محمود قادری نے ان کے نام کے ساتھ "مدرس" بھی تحریر کیا ہے۔ جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ احمد گجراتی کا پیشہ مدرس رہا ہوگا۔ ان کے مرشد شاہ وجہ الدین گجراتی نے بھی اپنی تمام زندگی درس و تدریس میں بسر کی تھی احمد گجراتی انھیں کے تربیت یافتہ تھے۔ علم و فضل کے اعتبار سے بھی وہ اس پیشے کے سزاوار تھے۔ محمد ابراہیم زبیری لکھتے ہیں کہ احمد گجراتی عالم اور فقیہ تھے۔ انھوں نے مثنوی "یوسف زلیخا"

۱۔ مولوی عبدالحق انکشافِ نشو و نما میں صوفیائے کرام کا کام "صفحہ ۳۱۔

۲۔ محمد ابراہیم زبیری روضۃ الاولیاء بیجا پور۔ صفحہ ۱۱۲۔

۳۔ شاہ سیف الدین (مترجم) مہفتہ الاولیاء بیجا پور۔ صفحہ ۲۲۰۔

۴۔ سید محمد الدین ابن سید محمود قادری۔ مترجم اکبر الدین صدیقی۔ صیغہ اہل ہدیٰ۔ صفحہ ۱۰۵۔

۵۔ محمد ابراہیم زبیری روضۃ الاولیاء بیجا پور۔ صفحہ ۱۱۲۔

میں اپنی ہمہ دانی اور علم و فضل پر روشنی ڈالی ہے اور کہتے ہیں کہ میں طب، نجوم، حدیث، منطق، فہمہ اور الہیات جیسے علوم کا ماہر ہوں۔ محمود شیرانی نے اپنے مضمون "نیلی عینوں ازا حد کھنی" میں احمد کے بارے میں تحریر کیا ہے۔ "اس نے بعض موقعوں پر حکمت و نجوم کی اصطلاحات کو خوب برتنا ہے۔" لہٰذا محمود شیرانی نے شاعر کی مذہبی معلومات کو بھی سراہا ہے۔ احمد گجراتی شہزی "یوسف زلیخا" میں کہتے ہیں کہ طویل عرصے تک عالموں کی صحبت سے مستفید ہونے کی وجہ سے "میری ذات" میں ان کا "رنگ" "سرایت کر گیا ہے" و

کہ کئی دن مختلف نسخ اہل علم کا رنگ
جو بھیدا ذات میں کچ اُن کیرا رنگ

علمیت :

شاعر کہتا ہے کہ میں اکتسابِ علم میں سا لہا سال تک مصروف رہا ہوں اور غالموں کے آگے زانوے ادب تہہ کر کے ایک مدت تک علمِ کلام، صرف و نحو، عروض اور معانی و بیان کے درس لیے ہیں اور میری علمیت میرے استاد کا فیضان ہے۔

کتیک دن صرف کر کے صرف لیتا دل اس آواز تیں میزان کیتا

کتیک دن محو کر کے خولیتا جودہ منج کوں حیات نتج کیتا

مختلف علوم سے اپنی واقعیت کے بارے میں شاعر کہتا ہے :

معانی کا بیان بھی کچ سنیا ہوں جو اس لگ درہ المنطق چٹنیا ہوں

کہا علمِ کلام استادِ مہم کول الہیات آموز عامہ سوں

ہدایتِ علم و حکمت کی بھی پایا وصولِ وفق سوں کئی دن گزارا

عروض و قافیے کے بھی رسالے رہیا ہوں دیکھ سیتے میں سہلے

نجوم و طب سیتیں بھی آشنا ہوں بہو تیک رس رسائیں رس کیا ہوں

ایں گون ہورکتے علم را کھوں بچہ ہوے باب جب برسل آنکھوں

علم نجوم اور فطیات سے شاعر کی واقفیت کا اندازہ تنزی میں اہ کی بعض توضیحات سے بھی لگایا
 لگایا جاسکتا ہے۔ مندرجہ ذیل اشعار ملاحظہ ہوں جن میں شاعر نے رات کی منظر کشی کرتے ہوئے
 علم نجوم سے استفادہ کر کے اپنے بیان کو معنی خیز بنانے کی کوشش کی ہے :

ہرین ہوتی لگیں سنگارین سب نکھیر پھل کھل ہوئے ات بہن جب
 اچایا قد جفا سرو کی سار مرگ ہو ریگ اس بن میں چون ہار
 دیکھا یا داک بھونکے سنبلا جب سولیا مشتری جو کھن تلاتب
 زحل کھینے کوں کیوں تاہل لوڑے جو پانی ڈھل سوں اس بن کوں چھوڑے
 مگر اس بیل کا دن باگ آیا جواب تو دارے مرغ ڈھایا
 گنگی سنگارین سو ہے سرگ بن جو اس میں حمد جفا دوپ سو دھن
 گلے میں کہکشاں دوڑی شہدائے یگوں میں بچھوئے عقرب کے بھامے
 جو پرویں کاں موتیاں کیاں لٹاں باذ لینے مکہ دیکھنے بات آرسی پاند
 عطار دگیاں دنائیں گیاں کھویا جو اُس مشاوتے کون دیکھ موبہیا

حقیقت یہ ہے کہ شاہ وجیہ الدین گجراتی جیسے جید عالم سے نہ صرف انھیں امداد حاصل تھی بلکہ
 ان کی ہم نشینی کا شرف بھی حاصل تھا۔ جیسا کہ کہا جا چکا ہے عماد الدین نے ان سے سراسر علم
 علوم سیکھے تھے۔ ایسی لائق اور عالم و فاضل شخصیت جیسے اپنا غلیظ مقرر کرے اُس کا مختلف
 علما سے واقف ہونا کوئی تعجب خیز بات نہیں معلوم ہوتی۔ احمد گجراتی تنزی "یوسف زلیخا"
 میں کہتے ہیں کہ وہ مختلف زبانوں جیسے تلنگی، سنسکرت، فارسی اور عربی سے واقف ہیں :
 تلنگی سنسکرت اچھی زبان سوں کوٹ دو واہن ساں تے بھی سینا ہار
 دکھیا ہوں فارسی بھی شعر بہتیک دھیا ہوں کچ عربی کا بھی شعر میک

لے تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو۔ نصیر خان۔ مجموعہ حالات شاہ وجیہ الدین علی گجراتی قدس سرہ العزیز

ذکر و شغل

احمد گجراتی کو شاہ وجیہ الدین علوی جیسے "شمس الاولیاء" سلطان العلماء و الصلحاء اور عارف باللہ "مرشد کی رہنمائی اور صحبت سے استفادہ کا موقع ملا تھا اس لیے مذہب سے ان کا غیر معمولی شغف ایک فطری بات معلوم ہوتی ہے۔ "مجموعہ حالات شاہ وجیہ الدین علوی گجراتی قدس اللہ سرہ العزیز سے پتہ چلتا ہے کہ شیخ احمد گجراتی "ذکر و شغل" میں منہمک رہتے تھے اور انھیں "ذکر الہی" میں شغل سے زیادہ لذت حاصل ہوتی تھی۔ "لہ وجیہ الدین گجراتی انھیں تفسیر فرماتے تھے۔"

"کہ طالب را باید کہ شغل ہم بکند و علم نیز بخواند ہر چہ غالب آید۔"

سالمک را میسر باید۔" ۱۴

نصیر خاں شیخ احمد کے بارے میں لکھتے ہیں :-

نقل ہے کہ حضرت شیخ بایزید ثانی قدس سرہ جو کہ آپ کے (شاہ وجیہ الدین) کے خلیفوں میں سے تھے آپ کی حیاتی میں احمد آباد سے تین کوس دور ویرانے میں ایک مسجد کے باہر حجرے میں رہتے تھے..... وہاں سے نزدیک ایک شیطان بھی رہتا تھا..... شیخ احمد نے جو کہ شاہ صاحب کے مرید تھے یہ واقعہ سنا تو ان کو بھی اعکاف اور سجد میں خلوت نشینی کا خیال ہوا جب وہ اس مسجد میں بیٹھے تھے شیطان ظاہر ہوا اور ان کے مارنے کا ارادہ کیا۔ شیخ احمد دعا اور اسمائِ عظام پڑھنے لگے مگر اس کو دفع کرنے کی صورت نظر نہ آئی۔ جب شیطان نے ایک پہچانا چاچا اپنا سر راتے میں لے گئے۔ شیطان آ کے اپنے ہاتھ ان کے کھٹکوں

۱۔ مہر لوسف کھٹکھے۔ (مترجم) مجموعہ حالات شاہ وجیہ الدین علوی گجراتی قدس اللہ سرہ العزیز۔

صفحہ ۳۱۔ ۱۴ نصیر خاں بی کمال قریشی خاں۔ مجموعہ حالات شاہ وجیہ الدین علوی گجراتی

قدس اللہ سرہ العزیز۔ صفحہ ۳۴

کے نیچے لے گیا اور چاہتا تھا کہ اونٹن کے زمین پر سے ماسے کہ شیخ احمد نے پکارا "یا وجیہ الحق والدین" یہ کہتے ہی شیطان کی طاقت جاتی رہی۔

صبر النشینی اور اعتکاف

نصیر خان رقمطراز ہیں کہ شیخ احمد خوش خوراک انسان تھے اور غذا بڑی رغبت کے ساتھ کھاتے تھے۔ لیکن جب صبرا اور ویرانے میں اعتکاف کرنے تھے تو خود دوش کی انہیں مطلق فکر نہ ہوتی تھی۔ احمد گجراتی ایک متقی اور مہربان شخص تھے نصیر خان لکھتے ہیں کہ انہیں "زیادہ روزے رکھنے کا ذوق تھا۔"

احمد گجراتی مدین تھے لیکن انہوں نے یکایک درس دینا ترک کر دیا تھا۔ چنانچہ جب کسی شخص نے ان کے مرشد شاہ وجیہ الدین سے اس کی شکایت کی تو انہوں نے فرمایا تھا کہ باطنی ترقی کے قبل سالک کے لیے درس دینا نقصان کرتا ہے۔ اس کا ذکر کرتے ہوئے مجروح حالات شاہ وجیہ الدین علوی گجراتی قدس اللہ سرہ العزیز کے مترجم محمد یوسف کشکے تحریر کرتے ہیں:-

"کسی شخص نے حضرت شاہ صاحب کی خدمت میں کہا کہ شیخ احمد فصل اللہ نے پڑھانا چھوڑ دیا ہے۔ آپ نے فرمایا جس وقت اوہیں ترقی ہوگی تو خود بخود پڑھانے لگیں گے کہ جس طرح کہ عطایا ظاہر ملوں

۱۔ نصیر الدین بن کامل قریشی خاں۔ محمد یوسف کشکے (مترجم) مجروح حالات شاہ وجیہ الدین علوی گجراتی قدس اللہ سرہ العزیز ص ۵۷

۲۔ نصیر خان بن کامل قریشی خاں۔ مجروح حالات شاہ وجیہ الدین علوی گجراتی قدس اللہ سرہ العزیز ص ۵۷۔

۳۔ نصیر خان بن کامل قریشی خاں۔ محمد یوسف کشکے (مترجم) مجروح حالات شاہ وجیہ الدین علوی گجراتی قدس اللہ سرہ العزیز ص ۵۹۔

کو سنبھالنے کی خدمت سپاہیوں پر چھوڑ کر خود پرکھانے میں مشغول ہو گئے۔
 اسی طرح صوفیوں کو چاہیے کہ علوم ظاہری کی فائدہ بخشی کا کام علمائے
 پر چھوڑ کر خود اشغال باطنی میں کوشش کریں۔ کیونکہ باطنی ترقی کے قبل
 سالک کے لیے درس دینا اس طریقے لے میں نقصان کرتا ہے۔

گجرات سے ہجرت اور سفر دکن

گجرات میں شیخ احمد کے روز و شب ذکر، شغل، اعتکاف اور درس و تدریس
 میں لگزرے اور ان کے علم و فضل کی شہرت کو لکھنڈہ پہنچ گئی۔ پانچویں قطب شاہی
 حکمران محمد قلی قطب شاہ نے جو علما و فضلا را و راہل کمال کا دلدادہ تھا انہیں اپنے
 پایہ تخت آنے کی دعوت دی۔ اپنی مثنوی یوسف زلیخا میں شاعر کہتا ہے کہ وہ اپنے وطن
 میں مقیم تھا۔ لیکن دکن کے فرماں روا نے اسے یاد فرمایا اور "نوازش نامہ" نامی "بھیج کر طلب
 فرمایا ہے" ۷

کہ اس کا چاؤ مشہ حنطرسوں لیا یا

نوازش نامہ نامی بھیجا یا

احمد گجراتی کہتا ہے کہ محمد قلی نے اپنے کتب میں مجھے بڑی عزت و قدر افزائی کے ساتھ

مخاطب کیا ہے۔ اس خط کے ہر لفظ سے بادشاہ کی کرم فرمائی اور مرحمت نمایاں ہے ۷

سب اس کے لفظ و معنی سرگرم کے

حرف اس کے حمایت کی رستم کے

دینے اس میں تھے اس تئیں استمال

۱۔ شادی طریق ۷۷ محمد یوسف کھٹکے (مترجم) مجموعہ حالات شاہ و جہد الدین گجراتی

قدس اللہ سرہ العزیز۔ صفحہ ۶۱۔

عیاں عنوان تھے اس کی سلاست

احمد گجراتی کہتا ہے کہ میں نے ان کے مبارک کتب کو "سرا نکھوں" پر رکھا اور وطن کی ہر چیز سے قطع تعلق کر کے بڑے جوش و دلولے کے ساتھ دکن کا رخ کیا۔

اس سون شاہ کا خدمت کوں دھاکیا

اماں بنج تھا سوسب تھے چت اُچایا

شہنشاہ اکبر کے گجرات فتح کرنے کے بعد ترک وطن کر کے دکن کی ریاستوں کا رخ کئے والے اکبر اہل کمال، ہمسائی یا سیاسی خلفشار سے گھبرا کر جنوب میں پناہ لینے پر مجبور ہوئے تھے لیکن احمد گجراتی نے کسی اقتصادی دباؤ یا تنگ دستی اور حسرت کی وجہ سے اپنے وطن گجرات کو خیر باد نہیں کہا تھا۔ شہزیادوں سے فریادیں مل رہی تھیں کہ وہ گجرات میں پرسکون اور خوش حالی زندگی بسر کر رہا تھا۔ شاعر کہتا ہے کہ میں تلاشی روزگار میں وارد دکن نہیں ہوا، بلکہ وطن میں خدا کی عنایت اور نعمت "کم" نہ تھی اور میں عزت کے ساتھ زندگی بسر کر رہا تھا۔

کجیں نعمت خدا کا کم نہ تھا مینج کدھیں روزی کے تیں کچھ غم نہ تھا مینج
نہ کد روزی کے تیں کوڑی ہنڈیا میں نکس دروازے جا حاجت دھنڈیا میں
سدا مینج کوں خدا عزت سول را کھیا جو عزت کوں مری کم کوئی ناتا کھیا

دلے میں شاہ کا گن سن لبید کر پتیا را را کھ کر شہبہ کے سبد پر
احمد گجراتی کہتا ہے کہ میں نے بادشاہ کی تعریف سن کر اہاس کے قول پر اعتماد کر کے سفر دکن اختیار کیا۔ یہاں کی آب و ہوا کی "خوبی" کا ذکر بھی سنا تھا اس لیے جلد ہی پایہ تخت پہنچ گیا۔ حقیقت یہ ہے کہ میں نے دکن کی جو تعریف سنی تھی اس سے اس کو سہا ہوا۔

ہوا پر اس ملک کے بھی ہوس را کھ

قوت اس تخت گے لگ انہڑیا مانا کھ

سنا تھا دور تھے کیرت سخی کی

ادک پایا اماں سیرت دکن کی

آگے چل کر احمد گجراتی کہتا ہے کہ بادشاہ کی علم پروری اور قدر دانی کی وجہ سے اس شہر میں
یہ شمار شاعر مقیم ہو گئے ہیں۔ دربار شاہی میں ایسے عظیم المرتبت شاعر موجود ہیں کہ کالی داس
بھی ان کا غلام بن جائے ان کی فصاحت و بلاغت "بے مثل ہے اور علم کا یہ حال ہے کہ منتی
فلک عطار دیکھ ان کے آگے زانوے ادب تہہ کرتا ہے۔ ممکن ہے یہاں شیخ احمد کا اشارہ
فیروز محمود اور دجہی وغیرہ کی طرف ہو۔ وہ کہتا ہے بادشاہ شعر و سخن کا دلدادہ ہے اور اس

کی ادب نمازی اور سرپرستی کی بدولت شعرا کی عزت و حرمت نصیب ہوتی ہے ع

نگر میں شاعران باہر گنت تھے کہہیں خانی نہیں شہر کی صفت تھے

عجب شاعر ملے ہیں شاہ کے پاس جو کالی داس انوں کا ہرے اپنی اس

انوں ب شاعران کو مانی دیوے ہوس رکھ شعر پر پھو دان دیوے

فصاحت میں رکھیں سبحان پر بول بلاغت میں رکھیں بی بھرنے کھول

سبہ بھاس انرا کوں جو علم بھاس سکھن ہا عطار د علم انوں پاس

جلت داتا راجا ات سبحانی جو ہے وہ بھوگنی سنیت ندھانی

احمد گجراتی کہتا ہے مجھ میں علمی استعداد اور شعر گوئی کا سلیقہ موجود تھا اس لئے ان جہرول

کو روئے کار لانے کے لیے میں بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں

جو استعداد آیا تھا مجھے جب

سولڈیا شاہ کے تیں خرچے ب

اب شمس اللہ قادری نے اردو کے قدیم میں فیروز اور محمود کو عہد محمد قلی کے شاعر لکھا ہے۔ ملاحظہ

میر تقی نے مکتوب بھیج کر احمد گجراتی کو دکن بلوایا ضرور تھا لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ
شاعر کے دکن پہنچنے کے بعد کچھ عرصے تک بادشاہ کے دربار میں اس نے کوئی اہم مقام حاصل
نہیں کیا تھا۔ احمد کہتا ہے کہ بادشاہ کی "درگاہ" اور "خانہ" (جنت آسمان) ہے اور یہاں ہر کسی
دناکس کی باریابی ممکن نہیں۔ میں بادشاہ کی مدح میں شعر کہنا چاہتا ہوں تاکہ کوئی سلطان
مکے سامنے میرا ذکر کرے اور وہ میری طرف توجہ دے

دلے درگاہ شہہ کا دریاںچ انبہر سو کیوں ہوتے ہر کب کون ہمارا
جوشہہ کی مدح میں ہے فکر سیری شہنشاہ کسے کن ذکر میرا
احمد گجراتی کہتا ہے کہ میں بادشاہ کی خدمت میں کم عاجز ہوں۔ بادشاہ نے میرے شعر کم سنے
ہیں لیکن میرا شعر سنی کر وہ اس کی قدر و قیمت کو کم نہیں سمجھتے۔
سہاس سے شعر میرا کم سنے شاہ
ولیکن جب سنے کم ناگئے شاہ
شاعر کہتا ہے کہ میری شاعرانہ عظمت اور نکتہ دانی مجھے شاہی عنایات کا مستحق بنا دے گی۔
میں بادشاہ کے لیے اپنے اشعار کو مختلف اغانے زینت بخشنا چاہتا ہوں تاکہ وہ مجھے
"کسوت" سے سوارے میں "قیامت" تک بادشاہ کی مدح کرتا رہوں اور وہ مجھے ایسی ہیبت
(دولت) سے مالا مال کر دے جو "قیامت" تک ختم نہ ہو اور

جو سرتھے پاؤں منج ڈوبے کنگ سات
بادشاہ شاہی کسوتوں سے بھرا ہوا ایسا صندوق مجھے عطا کرے جو آسمان سے زیادہ بڑا ہو
میر تقی کی سخاوت کے آگے تمام دنیا "پھر" کے ایک پر کی حیثیت رکھتی ہے۔
بہو تیک مان سوں دے گا دیا دان کریں مان پنج شاعر نکت مان

.....
سنگاروں شعر شہہ کے تیں بہو تیک سنگارے شہہ پنج کسوت سونگا

سے کچھ ایسا ہی مفہوم واضح ہوتا ہے۔ شاہی انتہات کی کمی پر یا فنانے کی ناقدری بہر حال نقد فر
 احمد گجراتی کی پریشان حالی اور نا آسودگی میں اضافہ ہوتا گیا۔ "یوسف زلیخا" میں احمد نے اپنی اہم
 بخش اقتصادی حالت کا ذکر کیا ہے۔ اور اپنی خوش نصیبی پر غماز ہے۔ لیکن "یسی بھنڈ" میں وہ
 "پریشانی روزگار" سے شاکی اور انقلاب زمانہ کا ستیا بر اشاعر نظر آتا ہے۔ اس نے ہزار
 کیا ہے کہ نامساعد حالات کی وجہ سے وہ روزگار فراہم کرنے مختلف شعبوں میں سرگرداں
 رہا ہے۔

بہو تیک پریشانی روزگار اگرچہ منجھے ہے طاعت سو بار
 بہو تیک شغلاں سیتی رات ہردن نہ تھی منجھ کوں فرست بھلا لیکن
 ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بالآخر قتل قطب شاہ نے احمد گجراتی کو اپنے لطف سے
 سے سرفراز فرمایا اور اسے دربار میں "یاد" کر کے "غم" سے "آزاد" کر دیا۔ بادشاہ کی رحمت اور
 عزت افزائی کا ثبوت اس سے ملتا ہے کہ اس نے احمد گجراتی کو یاد فرمایا اور مثنوی "یسی بھنڈ"
 لکھنے کا حکم دیا۔ مثنوی "یسی بھنڈ" میں شاعر کہتا ہے۔

جو منج بخت کو تسخیر یاد ہوا سو منج بخت کا سیوک انبر ہوا
 جو خندہ آپ تھے آپ مجھے یاد کر بنج غم کی بندگی تھے آزاد کر
 دیئے امر اعلیٰ کہ یو باغ لافں جو بالوں اُسے شاہ امریت نافں
 جو میں شاہ کا امر سر پر لیا تر ت باغ لانے ششک بی کیتا

شادی اور اولاد :-

شیخ احمد گجراتی نے سنت تزویج کی تکمیل کی تھی اور اپنی بنت عم سے جو فاضل عبد اللہ
 کی صاحبزادی تھیں شادی کی تھی لہٰذا شیخ احمد کے کتنے لڑکے اور کتنے لڑکیاں تھیں اس کا پتہ
 نہ ہو ابراہیم زبیر رحمہ اللہ کا وہی (مترجم) روضۃ الاولیاء بجا پور۔ صفحہ ۲۲

”ملکہ شہزادی“ اور قصہ ملیکا“ تحریر کیا گیا ہے۔ اس شتوی کا نام ”قصہ فیروزہ“ بھی بتایا گیا ہے۔ اسی طرح شاعر کا نام سید محمد عاجز، سید محمود عاجز، اور محمد علی عاجز بتایا گیا ہے۔ بقول شمس اللہ قادری ملکہ مصر ۱۱۰۰ھ مطابق ۱۶۸۹ء کی شعری تخلیق ہے ان کی تاریخ وفات ۱۱۰۸ھ مطابق ۱۶۹۷ء ہے۔ ”قصہ ملکہ مصر“ کا ایک نسخہ انڈیا آفس کے کتب خانہ میں محفوظ ہے یہ بلوم ہارٹ نے بھی اپنے کینٹاگ میں اس شتوی کی تاریخ تصنیف ۱۱ صفر سنہ ۱۱۰۸ھ درج کی ہے۔ کچھ جیسا کہ شتوی کے اشعار سے بھی ظاہر ہوتا ہے:

ایگا راتھے تاریخ ماہے مصر
سو بچنبہ کا روز تھا خوب تر
بنی کی جو ہجرت برس ایک ہزار
بوریک سو پر بولسا ہوں یو یادگار

سنہ تصنیف سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شیخ احمد کے فرزند محمد عاجز کی شتوی نہیں ہے۔ وہ عادل شاہی دور کے شاعر تھے اور قصہ ملکہ مصر کے شاعر کے پیش رو تھے ان کی شتویاں ”بلوسف زلیخا“ اور ”لیلی مجنون“ سنہ ۱۰۴۳ھ مطابق ۱۶۳۳ء اور سنہ ۱۰۴۶ھ مطابق ۱۶۳۶ء میں لکھی گئی تھیں جبکہ مذکورہ بالا شتوی ان کے بہت بعد یعنی سنہ ۱۱۰۰ھ میں مکمل ہوئی تھی۔ مختلف ادعا میں اس تخلص کے شاعر دکن میں منظر عام پاتے رہے ہیں۔ ابلیس نامہ کا مصنف عاجز بھی عہدِ مابعد سے تعلق رکھتا ہے۔ نصیر الدین ہاشمی لکھتے ہیں کہ یہ ۱۱۰۰ھ کے بعد کا نثر کا کتاب ہے۔ ”شتوی گل یا صنوبر“ کتب خانہ سالار جنگ کا مخزن ہے۔ اس کے شاعر کا تخلص بھی

ملہ شمس اللہ قادری۔ اردوئے قدیم۔ لمحات اردوئے قدیم صفحہ ۴۱
ملہ نصیر الدین ہاشمی۔ ریدپ میں دکنی مخطوطات۔ صفحہ ۲۲۵
” ” ” ” ”

عاجز ہی ہے۔ لیکن بقول نصیر الدین ہاشمی یہ سنہ سنہ کے بعد کی شتوی ہے۔ لہٰذا زمانے کے ایک اور شاعر عبد اللطیف عاجز ہیں جن کی شتوی ”جنگ نامہ“ کتب خانہ سالار جنگ میں موجود ہے۔ اپنے نام کے بارے میں خود شاعر کہتے ہیں:

وہ ہے طالیاں بیچ عبد اللطیف
غلاماں میں مولا کے عبد الضعیف

محمد نایک ایک اور شاعر قصہ بی بی مریم کا مصنف ہے لیکن اس کے نام کے ساتھ لفظ سید موجود ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ شیخ احمد کے فرزند نہیں۔ اس شتوی کی زبان بھی جدید ہے۔ اس شتوی کے دو نسخے کتب خانہ سالار جنگ میں موجود ہیں۔ اس دور سے کچھ آگے بڑھیں تو قصہ شاہ یمن کی شتوی کا شاعر ہمارے سامنے آتا ہے۔ یہ شتوی ۱۲۸۲ھ مطابق ۱۸۶۵ء میں لکھی گئی تھی۔ دکنی ادب میں آخری بار محمد آصفیہ میں مہاراجہ چند دلعش شاہاں کے زیر سرپرستی ابھرنے والے شاعروں میں نول سنگھ عاجز کا نام قابل ذکر ہے۔

ڈاکٹر غلام عمر خان نے محمد عاجز کی شتوی ”سیلیا مچھوں“ مرتب کی ہے۔ لیکن وہ اس حقیقت سے ناواقف ہیں کہ محمد عاجز شیخ احمد کے فرزند تھے۔ مرتب دیباچے میں زیر بحث شاعر کے حالات زندگی سے اپنی لاعلمی کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

”سیلیا مچھوں کے مصنف عاجز کی زندگی پر گہری تاریکی کا پردہ پڑا ہوا ہے۔“

آگے چل کر قمر طراز ہیں:

۱۔ نصیر الدین ہاشمی۔ وضاحتی فہرست کتب خانہ سالار جنگ۔ صفحہ ۶۹۳

۲۔ کتب خانہ سالار جنگ۔ مخطوطہ نمبر ۳۵۹

۳۔ غلام عمر خان۔ شتوی ”سیلیا مچھوں“۔ قدیم آئندہ۔ جلد دوم۔ صفحہ ۱۶۶

عاجز کے حالات زندگی کے متعلق کوئی تیاں آسانی نہ مل سکی
اور اچھے ہوئے اشرافوں کی مدد سے مل سکی ہے جو خدا کی شہادت میں
ملے ہیں۔

انھوں نے عاجز کی شہادتیں "لیلیٰ محزون" کے مندرجہ ذیل اشعار سے نہ جانے کس
طرح یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ محمد عاجز سید تھے۔ اشعار یہ ہیں :

حسن شاہ یا حسن احسن تمام حسی شاہ شہیدان میں عالی مقام

انوجہ برحق ہیں بار امام ہے پیری مریدی ان پر تمام

ہے عاجز اسی خاندان کا گلا ان دوستی جو کروں سب خدا

مندرجہ بالا اشعار میں شاعر نے حسین سے اپنی عقیدت کا اظہار کیا ہے اور کہتا ہے کہ بارہ
اماموں پر "پیری مریدی" تمام ہے۔ آخری شعر میں وہ خود کو اسی خاندان کا "گلا" بتاتا
ہے اور ان کی مودت پر زندگی گزارنے کی تمنا ظاہر کرتا ہے۔ ان اشعار سے شاعر کی سیار
کا اظہار کیسے ہو سکتا ہے؟ دیباچے میں مرتب نے ایک اور جگہ تحریر کیا ہے :-

"عاجز کو دربار شاہی سے کوئی واسطہ نہیں تھا"۔

حقیقت یہ ہے کہ عاجز نے اپنی شہادتیں "یوسف زلیخا" میں سلطان محمد عادل شاہ کی مدح میں
شعر کہے ہیں۔ جیل جالبی لکھتے ہیں "محمد عادل شاہ کی مدح سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دربار
میں پیش کی گئی تھی"۔ "شہادتیں لیلیٰ محزون" کے مرتب اس شہادت سے قطعاً ناواقف ہیں
دیباچے میں کہیں اسی کا ذکر نہیں۔ یہ اشعار ملاحظہ ہوں جن میں عاجز نے نہ صرف بادشاہ
کی مدح کی ہے بلکہ وزیر اعظم مصطفیٰ خان اور سپہ سالار رفیع کی بھی تعریف و توصیف

لے غلام عمر خاں۔ شہادتیں لیلیٰ محزون۔ قدیم اردو۔ جلد دوم۔ ۱۹۶۹ء صفحہ ۹۔

ندفہ ۱۳

لے جیل جالبی۔ تاریخ ادب اردو۔ جلد اول۔ صفحہ ۲۴۷

تو سلطان جہر سو عادل ہے شاہ تو حاکم ہے اسلام کا دیں پناہ
 تو خوش خلق ہے انبیاءِ اقصیا اسم یا سبھی دیا تجسہ دیا
 بزرگی سیلیاں کوں حاکم تھے تھا سخاوت میں ختم خاتم تھے تھا
 سخاوت میں مصطفیٰ خاں تمام شجاعت میں زندلا سا نظام

پہنچا دیا ہے میں مرتب نے ڈاکٹر نور کے اس بیان کی تردید کرنے کی کوشش کی ہے کہ عاجز
 بیجا پر کا شاعر تھا۔ وہ لکھتے ہیں :

"عاجز کی زبان اور اس کے ذخیرۃ الفاظ کے عام میلان سے اندازہ
 ہوتا ہے کہ وہ گو لکڑہا اکول کا شاعر ہوگا۔" لہ

محمد عاجز بیجا پر کا شاعر تھا اور اپنی مثنوی میں بیجا پر کے عادل شاہی سلطان کی مدح کے
 اس نے اس حقیقت پر صداقت کی ہر ثبوت کھدی ہے کہ گو لکڑہا سے اس کا کوئی تعلق
 نہیں تھا۔ "روضۃ الاولیاء بیجا پر" میں محمد ابراہیم زبیری کا یہ بیان قابلِ غور ہے کہ شیخ احمد
 کی اولاد بیجا پر میں سکونت پذیر تھی۔ جیل جالبی نے بھی تاریخ ادب اردو میں عاجز کو بیجا پر
 کا شاعر بتایا ہے۔ اور اس کی مثنوی "یوسف زلیخا" کے اشعار سے اس کی تصدیق کی ہے۔
 شیخ محمد عاجز اپنے والد کی طرح شاہ وجیہ الدین گجراتی سے عقیدت رکھتے تھے محمد ابراہیم زبیری نے
 "روضۃ الاولیاء بیجا پر" میں شاہ وجیہ الدین گجراتی کے خلفائے کی جو فہرست درج کی ہے اس
 میں تیسفیسوال نام^(۳۳) شیخ محمد کا ہے۔ نصیر خاں بن کامل قریشی خاں "مجموعہ حالات شاہ وجیہ
 الدین علوی گجراتی قدس اللہ سرہ العزیز" میں لکھتے ہیں کہ انھیں تصوف اور مذہبی امور سے
 غیر معمولی دل چسپی تھی اور وہ "اسماء عظام کی دعوت" میں موجود رہا کرتے تھے لہ غلام عمر خاں

۱۔ غلام عمر خاں۔ مثنوی لیلیٰ مجنوں۔ قہرم اردو۔ جلد دوم ۱۹۶۷ء، صفحہ ۱۳، ۱۴۔
 ۲۔ نصیر خاں بن کامل قریشی خاں۔ "مجموعہ حالات وجیہ الدین علوی گجراتی قدس اللہ سرہ العزیز" صفحہ ۳۱۔

محمد عاجز اور ان کے حالات زندگی کے متعلق حسب ذیل حقائق سے ناواقف ہیں :-

- (۱) عاجز کا نام شیخ محمد شریف تھا اور وہ سید نہیں شیخ تھے۔
- (۲) عاجز مثنوی "یوسف زلیخا" اور "لیلیٰ مجنوں" کے شاعر شیخ احمد شریف گجراتی کے فرزند تھے۔

(۳) عاجز مشہور عالم شاہ دیہہ الدین گجراتی کے مرید تھے۔

(۴) عاجز کی ایک اور مثنوی یوسف زلیخا ہے

(۵) عاجز کا گوشت کھانے سے کوئی تعلق نہیں تھا وہ بجا پور کے شاعر تھے۔

(۶) عاجز کا مزار بجا پور میں واقع ہے۔

عاجز نے اپنے والد کی طرح شہرہ آفاق رومانی قصوں سے دل چسپی لی اور "یوسف زلیخا" اور "لیلیٰ مجنوں" کی حکایتیں نظم کی ہیں۔ محمد عاجز نے اپنے والد احمد گجراتی کی مثنویوں سے استفادہ کیا ہے۔ لیکن فرق یہ ہے کہ احمد کی مثنویاں طویل و بسیط ہیں اور عاجز کی مختصر۔ ان میں کہیں کہیں منظر کشی اور جزئیات نگاری موجود ضرور ہے لیکن شاعری بہت اختصار سے کام لیا ہے۔ یہ عظیم اہل ہندی کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ محمد عاجز بجا پور میں مقیم رہے اور یہیں ہی زندہ خاک۔ ان کا مزار بجا پور میں حصار کے باہر واقع ہے۔

تصانیف

عید نامے اور قصیدے : شیخ احمد گجراتی نے دو مثنویوں "یوسف زلیخا" اور "لیلیٰ مجنوں" کے علاوہ کئی غزلیں، قصیدے اور عید نامے کہے تھے چنانچہ وہ اپنی مثنوی

لے جمل جالبی - تاریخ ادب اردو - جلد اول - صفحہ ۲۴۷
سید مخی الدین ابن سید محمود قادری - اکبر الدین صدیقی (مترجم) - صفحہ اہل ہندی - صفحہ

”یوسف زلیخا“ میں کہتا ہے ع

کہتا بہر عید نامے ہر قصیدے

جو ہیں وہ سب کت مارگ میں میدے

شاعر کہتا ہے کہ میں نے بہت سے عید نامے اور قصیدے کہے ہیں اور یہ سب شاعری کے اعلیٰ معیار پر پورے اترتے ہیں۔ اپنی مثنویوں میں احمد گجراتی محمد قلی قطب شاہ کی مدح کرتا ہے ممکن ہے کہ اسی بادشاہ کی تعریف و توصیف میں اس نے قصیدے کہے ہوں لیکن وہ امتداد زمانہ کی وجہ سے ہم تک نہ پہنچ سکے ہوں۔ مثنوی میں ایک جگہ شاعر کہتا ہے کہ میں مختلف اصناف سخن میں شعر کہنے پر قادر ہوں ع

جسے اصناف ہوں گے شعر کیرے

کبھی مشکل نہیں نزدیک میرے

شاعر کے اس بیان سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس نے مثنوی، غزل، قصیدے اور عید نامے کے علاوہ ممکن ہے دوسری اصناف سخن میں بھی طبع آزمائی کی ہو۔

مثنوی لیلیٰ مجنوں :

احمد گجراتی کی دوسری مثنوی ”لیلیٰ مجنوں“ ہے جس کے انچاس (۴۹) منتشر اوراق پروفیسر عبدالقادر کوٹاریہ کی کتب کی تلاش کے سلسلے میں دستیاب ہوئے تھے۔ اور جو انھوں نے حافظ محمود شیرانی کو بطور تحفہ دیئے تھے احمد گجراتی کی اس مثنوی کو سب سے پہلے محمود شیرانی نومبر ۱۹۲۵ء میں ”آرٹھل کالج میگزین“ میں اپنے مضمون ”مثنوی لیلیٰ مجنوں از احمد گجراتی“ کے ذریعے سے روشناس کرایا تھا۔ اس میں چودہ تصویریں موجود تھیں۔ یہ مثنوی خط نسخ میں لکھی گئی ہے۔ اور اس کی تقطیع ۵ $\frac{1}{4}$ x ۹ ہے اور ہر صفحے پر گیارہ اشعار تحریر کیے گئے ہیں۔

یہ شہزی بقول محمود شیرانی "مہر قلی قلب شاہ مکنہ" لکھی گئی ہے۔ اس نے بادشاہ کے نام سے اپنی شہزی کی ایک سرخی کو مزین کیا ہے اور اسی کی عظمت کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے

مہر قلی قلب شاہ ہے شہاں

۴۷

جسے چوں میوک شاہاں جہاں

شہزی کے اشعار سے پتہ چلتا ہے کہ یہ شہزی مہر قلی قلب کی فرمائش پر لکھی گئی تھی۔

دیتے امرا حسی کہ یہ باغ لاؤں

جو پاؤں اسے شہہ امریت ناؤں

جو میں شاہ کا امر سر پر لیتا

توت باغ لانے شتابی گیتا

دلے اس دھر شہہ کے فرمان پر

لگیا قسنگاروں بہمان دھر

دھنی باغ کا شہد میں باغبان

بھنور باغ کا کیوں نہ ہوئے آسمان

آخر میں بادشاہ کو دعا دیتا ہے

سو کچ شہہ کوں یہ بن مبارک دھو

جو اس بن تھے ہر روز تو روز ہو

دھنی باغ کا باغبان کوں نواز

بھو مرحت کوں کرے سر فراز

چونکہ اس شہزی کے منتشر ادراک محمود شیرانی کو دستیاب ہوئے تھے اس لیے ان سے شہزی

کے قصے پر پوری طرح روشنی نہیں پڑتی۔ چند جدیدہ جدیدہ اشعار احمد گجراتی کے طرزِ ادا و شغلی
میں ان کی قصہ گوئی کا اندازہ کرنے کے لیے ذیل میں درج کیے جاتے ہیں۔ یہ مثنوی چونکہ نایاب
ہے اس لیے اس کا ایک مختصر جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔ مثنوی "سلی مجنوں" کا آغاز ان اشعار
سے ہوتا ہے ع

اس اللہ کے نالوں میں سب جگت جو دانی دیا دنت اس کی صفت
سرباناسب اللہ کو جم قرار جو جگ کا دھنی ہو پروردگار
جو دنیا میں کا فر مسلمان کون مٹے میں سو بختے بہو مان موں
شاعر نے حمد کے بعد میں مناجاتیں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ ہر مناجات کا پہلا شعر
یہ ہے ع

(۱) الہی جو میں داس ہوں تولد دھنی سدا میں گدا ہو تو ہے غنی
(۲) دھمی سو رحمت کرے سو رحیم کریمی کے سب گنی دھرے سو کریم
(۲) جگت کا دھنی سب سکت کا دھنی جو اس کو ہے کبریا ہو دمنی
(۱) مجنوں کا باپ اولاد سے محروم ہے اس لیے دنیا سے اس کا دل سرد ہو چکا ہے۔
ایک بزرگ اُسے راضی برضا رہنے کی تلقین کرتے ہوئے تسلی دیتے ہیں کہ انسان کو خدا کی
رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ ع

خداوند جم کا کریم و رحیم بکچ دین حکمت سودے دو حکیم
جے کچ حکمت اس کا تقاضا کرے سودہ چھوڑ کس نہا تھ دو جا کے
نہیں باج حکمت کچ اس کا کیا نہ بن مصلحت کچ کیا ہو دیا
بہتیک مرداں نہوے رحمت سو اس میں اچھیں خیر ہو مصلحت
(۲) مجنوں کی ولادت کا حال احمد گجراتی نے اس طرح بیان کیا ہے ع
ہونا موں گوں چوراں چاند ہونے ارکھایا اجالا کیتا جگ دوئے

نکھاکھ مبارک دیکھی دانی جب سو فیس ثوبی سر تھے پلک لب
 لے دای پھل نیرسوں سر نہلا قے اے کنک ان سوکسیں نہائی
 بچھائی اڈڑای امولک حریر کیستی دانی کد ماں دے کر گنہیر
 مجنوں سحرانوردی کرتا ہے اور جب باپ کو اس کے حال زار کی خبر ہوتی ہے تودہ
 اس کو سمجھانے کی اس طرح کوشش کرتا ہے :

لیا پوت کا سیکھ دکھن آس سوں رہیا پوت کے دکھ سوں نراس
 تری آگ تھے جو میرا جلے تری آہ تھے موم ہوتن گلے
 کیسا توں جلے ہو رہا لے بنے تیرا کیا گلے ہو رہا لے بنے
 میرا جیو ہے تدر میرے لاڈلے جلے جو جس کا سو کیوں نہ بچے
 جمیل جالبی اس ثنوی کے بارے میں رقمطراز ہیں کہ اس کے صرف پانچ سو چالیس اشعار
 منظر عام پر آچکے ہیں۔ ڈاکٹر زور زور بھی علی گڑھ تاریخ ادب اردو میں اہم کی ثنوی میل مجنوں
 کے منتشر اوراق میں اشعار کی تعداد پانچ سو چالیس بتائی ہے۔

غزلیں :

جمیل جالبی نے احمد گجراتی کی سیغ غزلیں انجی ترقی اردو پاکستان کی قلمی بیاضوں سے
 نفل کی ہیں جو درج ذیل ہیں :

- (۱) بیٹھے کچن ترے سی تاباں کر کے بھیا شیریں لبوں پر ترے جوں ثبات گلے بھیا
 والا ہر با جو بن پر دانی دیکھ کریں امرت چھلاں پہ گولیاں بات کے بھیا

بستاں میں ہے نکلے سر پہ زندہ کا اُٹھل
بھلا کاٹ دیک کہ کاتب برات کر لکھیا
احمد دکن کے خواباں ہوتیاں میں پُرملاحت
تو توں دکن کو اپنا گجرات کر کے سمجھیا

(۷)
لکھو نکلے جب زرد زری کھڑے ہوئی (ڈال) کر نکلے
مقابل ہوتے ناہر گز اگر سو رہا جسے نکلے
عجب کل رات دھن سوں (میں) نوایک معجزہ دکھا
کہ سارے چاند دو نزل سو یک چوٹی بھینتر نکلے
چنچل کی جیب صفت لکھنے قلم میں ہاتھ تین لیتا
ایک ایک ہاتھ میں میرے قلم ہونیش کر نکلے
میں کے غم سوں گل گل کر نہیں سوں ات دن میرے
کر پانی ہو کے تجھ سارا کلیجہ ہو دھبہ کر نکلے

(۳)
مدح ملک در پھوڑ کر دل میں بچو کوئی بھائے ہیں
کیا شعر کے مضمون میں نا کارا حجت پائے ہیں
نا چال پر اپنی نظر کر عیب دسریاں کے چنواں
بی بی کی مسند کے اوپر باندی کوں کوئی بسلانے ہیں
لیتے ہزاراں کی متاع نا جان کر اصراف مول
در عیش و عشرت میں جتا ڈالیاں گں سب مل کھائے ہیں

کینچی نمی سب تھا سوتن اس کون نا کر ملک جتن
 پیوستہ قہبایاں سوں ہر ملت اپس کھلے ہیں
 تابو لٹاں تھا شعریو کوئی دن بھی کیسا آئے گا
 تاجق اپس کون جگ منے بدنام کر دکھائے ہیں
 حق منک کا حق برحق حق میں کتا ہوں میں
 برائیاں کا اس نمکی بڑے باس نمک تو کھلے ہیں
 احمد توں چپ کے تیں اس پند سیتی کیا فرما
 کس کون روکھا کر بولنے تیرہ کد کئے فرمائے ہیں

مصیبت اہلبیت

نصیر الدین ہاشمی احمد کی تصانیف کے بارے میں لکھتے ہیں:

"احمد کی دو شتویں کا پتہ چلے ہے ایک تو یسلی مجنون اور دوسری مصیبت
 اہلبیت اول الذکر شتوی سلطان عبداللہ قطب شاہ کے ایام سے
 لکھی گئی ہے دوسری شتوی ہماری نظر سے نہیں گذری
 اس کا ایک نسخہ انڈیا آفس لندن کے کتب خانے میں رکھا گیا ہے۔"

نصیر الدین ہاشمی کا شتوی "یسلی مجنون" کے بارے میں یہ کہنا کہ وہ عبداللہ قطب شاہ کی ایما
 پر لکھی گئی تھی درست نہیں۔ محمد شیرانی نے اس شتوی پر جو مضمون لکھا ہے اس میں ائمہ کے جو
 اشارے بطور نمونہ دیے گئے ہیں ان میں احمد کا یہ شعر بھی شامل ہے:

نہر قلی قطب۔ شاہ شاہاں

جے چرن سیوک شاہاں جہاں

مرد شیرانی لکھتے ہیں کہ احمد نے ایک مستقل سرخی محمد قلی قطب شاہ کے نام پر لکھی ہے۔ اس سے قبل شاعر نے "یوسف زلیخا" لکھی تھی اس حثوی میں بھی "تعریف قطب شاہ محمد قلی" کا عنوان موجود ہے اور اس نے اس کے تحت کئی شعر سلطان کی مدح میں کہے ہیں۔ داخلہ شہزادوں کے پیش نظر احمد گجراتی کو عہد عبداللہ قطب شاہ کا شاعر سمجھتا درست نہیں ہے۔ اس نے "یوسف زلیخا" اور "سیلی جہنوں" عبداللہ قطب شاہ کی ایماء پر نہیں محمد قلی قطب شاہ کی فرمائش پر لکھی تھی۔

نصیر الدین ہاشمی نے "مصیبت اہلبیت" کو احمد گجراتی کی تصنیف بتایا ہے۔ کیونکہ اس کے مخطوطے میں شاعر کا یہی نام تحریر کیا گیا ہے۔ انھوں نے "دکن میں اردو" اور یورپ میں دکنی مخطوطات میں اس سے جو نوہ کلام پیش کیا ہے اس کی زبان احمد کی "مخصوص لفظیات" اس کے طرزِ ادا اور اس عہد کی زبان کی عمومی خصوصیات سے کوئی مناسبت نہیں رکھتی۔ لسانی اعتبار سے یہ دور مابعد کی کاوش معلوم ہوتی ہے۔ "ثنوی" مصیبت اہلبیت کے یہ اشعار ملاحظہ ہوں ع

سنو قصہ مصطفیٰ کا جو ہے سرور انبیا جسکے واسطے پیدا ہوا دونوں عالم دیں دنیا
حق کا ناقول ہے عرش اور بدعت اللعالمی اول ان کو پیدا کر کے بعد از کیا دنیا دیں
شمال کے طور پر ان دونوں اشعار میں لفظ "پیدا" دو جگہ آیا ہے۔ احمد کی زبان قدیم تہ ہے
اس نے اپنی مثنویوں میں "پیدا" کے بجائے اس لفظ کا قدیم مترادف "آج" اکثر جگہ استعمال کیا
ہے مثلاً:

میرہ خاک میں تھے جو اپنے بہتال

دنا کے گلے پھول پھول ڈال ڈال (دیل' بھٹوں)

پو ترنس تھے میرا تو اچھ ہوئے نہ پنج تھے بی پو تر ہودیک ہوئے
(یوسف زینبا)

نہ ہنس کی اندسی تھے کاگ لپچے
نہ کد کو لے تھے بلوند باگ اچھے
(یوسف زینبا)
ڈاکٹر زور "علی گڑھ تاریخ ادب اردو" میں لکھتے ہیں کہ مثنوی "مصبیت اہلیت"
بہت بعد کی تصنیف ہے۔ "اور یہ کہ" مثنوی اہلیت کو محمد قلی قطب شاہ کے ہم عصر شاعر
احمد سے منسوب کرنا درست نہیں معلوم ہوتا ہے۔

رباعی

سناوت مرزا اور مشفق خواجہ نے "تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان دہند" میں کسی شاعر وحد
کا ذکر کیا ہے جو بارہویں صدی کا سخن گو ہے۔ اس نے "وفات نامہ حضرت فاطمہ" میں جو انجمن ترقی اُردو
پاکستان کے کتب خانہ خاص میں موجود ہے۔ اپنی اس مثنوی کے سنہ تصنیف پر یوں روشنی ڈالی ہے
اتھا خوشی یہ ماہ محرم تمام مرتب ہوا یو قصے کا تمام
سنہ یک ہزار ایک سو تیس سات کہا ہوں سال میں یو وفات ہے

اس سے پتہ چلتا ہے کہ احمد نے "مثنوی وفات نامہ حضرت فاطمہ" ۱۱۳۷ھ مطابق ۱۷۲۳ء میں مکمل
کی تھی اس شاعر کا نام بھی احمد ہے اور گجرات کا باشندہ ہونے کی وجہ سے نام کے آخر میں گجراتی
کا لاحقہ بھی موجود ہے۔ لیکن یہ شیخ احمد گجراتی سے مختلف شاعر ہے اور عہد مابعد سے تعلق رکھتا ہے
سناوت مرزا اور مشفق خواجہ نے اس شاعر کی بعض غزلوں کی نشاندہی بھی کی ہے جو قدیم بیاضوں
میں محفوظ ہیں۔ انہوں نے ایک قدیم بیاض سے احمد گجراتی کی ایک مثنوی کو بھی نقل کیا ہے۔

۱۔ سناوت مرزا یا مشترک مشفق خواجہ تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان دہند۔ سوال باب دہم صفحہ ۱۱۲
صفحہ ۳۸۲

تن سستی سکی اچھلی گوری ہے پڑتی ہے اچھل چھند بھری چھوری ہے
ہت سٹتے میں یوں بولتی تو بار خدا اُدیح کر دلات یو کیا زوری ہے

جن احمد کا مذکورہ بالا مصنفین نے ذکر کیا ہے وہ ^{۱۴۲۳ھ} ۱۹۰۶ء اور اس کے عہد مابعد کے شاعر ہیں اور اس رباعی کی زبان قدیم تر معلوم ہوتی ہے۔ ممکن ہے یہ رباعی شیخ احمد شریف گجراتی کی ہو جو مثنوی "یوسف زلیخا" میں اپنی شعر گوئی کے بارے میں کہتا ہے کہ کسی بھی صنف سخن میں شعر کہنا اس کے لیے مشکل نہیں ہے۔ پھر بھی ہم یقین کے ساتھ یہ نہیں کہہ سکتے کہ مذکورہ بالا مثنوی شیخ احمد شریف گجراتی ہی کی ہے۔

احمد کی مرثیہ نگاری

جیسا کہ اس سے قبل بتایا جا چکا ہے شیخ احمد گجراتی مثنوی "یوسف زلیخا" میں کہتا ہے کہ اس نے بہت سے قصیدے اور عید نامے لکھے ہیں اور کسی صنف سخن میں شعر کہنا اس کے لیے مشکل نہیں ہے۔ شاعر کے اس بیان سے مترشح ہوتا ہے کہ اس نے مثنوی کے علاوہ دیگر اصناف میں بھی طبع آزمائی کی ہے۔ شیخ احمد کی مثنویاں اور غزلیں دستیاب ہو چکی ہیں۔ ایک قدیم دکنی بیاض میں احمد کا مرثیہ بھی موجود ہے۔ ڈاکٹر زور نے "اردو شہر پارے" میں یقیم احمد کے سات مراثنی کا ذکر کیا ہے وہ لکھتے ہیں کہ یہ شاعر برہان پور کا باشندہ تھا۔ نصیر الدین ہاشمی نے اس شاعر کے متعلق بتایا ہے کہ اس کے سات مرثیے کیمبرج یونیورسٹی کے ایک مخطوطے میں محفوظ ہیں۔ لیکن یقیم احمد برہان پوری، شیخ احمد شریف گجراتی سے مختلف شخصیت ہے۔ دونوں کے نام اور تخلص میں لفظ احمد مشترک ضرور ہے لیکن یہہ دونوں مختلف شاعر ہیں۔

۱۔ محافوت مرزا باشراف مشفق خواجہ تاجرباخ ادبیات مسلمان پاکستان دہنہ۔ سوال باب (ب) صفحہ ۵۱۲

۲۔ ڈاکٹر زور۔ اردو شہر پارے۔ صفحہ ۱۴۲

۳۔ نصیر الدین ہاشمی۔ یورپ میں دکنی مخطوطات۔ صفحہ ۶۵۳

بہت ممکن ہے "درباری شاعر" ہونے کی حیثیت سے بھی احمد نے بادشاہ کے تہن میں مرثیے کہے ہوں۔ تا حال سوائے شیخ احمد گجراتی کے اس تخلص کے کسی اور ایسے شاعر کا پتہ نہیں چلا ہے جو مثنوی یوسف زلیخا اور ملی مجنوں کے شاعر کی طرح استاد سخن اور قادر الکلام شاعر ہو۔ بعض وقت زبان کی کوئی خاص ترکیب یا کسی مخصوص لفظ کا محل استعمال اور اس کی تکرار، شاعر کے منفرد طرزِ ادا کی پہچان بن جاتے ہیں۔ احمد گجراتی نے اپنے کلام میں لفظ "جنگ" بار بار استعمال کیا ہے۔ جان ٹی پلاٹس (John T. Platts) نے اس لفظ کے حسب ذیل معنی بتلائے ہیں۔

(۱) خالق (۲) والد (۳) متصلا کا ایک مشہور راجا (۴) سیتا جی کے والد کا نام "ناندہ دشتال شہد ساگرا" اور دوسری ہندی لغات میں اس لفظ کے معنی "باپ" اور "پتا" بھی بتائے گئے ہیں۔ متعلقہ میں بھی یہ لفظ مستقل ہے۔ سیتا جی کے والد کا نام جنگ تھا اور ان کے نام کی مناسبت سے ان کا دارالخلافہ "جنگ پور" کہلاتا تھا۔ راہبہ راجیشور راؤ صاحب نے "ہندی اردو لغت" میں لکھا ہے کہ سیتا جی کو جنگ تنیا، جنگ ستا اور جنگ کماری کہتے ہیں۔ اور اسی طرح جنگ نندنی اور جنگ دلاری کے ناموں سے بھی سیتا کو یاد کیا جاتا ہے۔ احمد گجراتی نے بھی اس اسم خاص کو کنایتہً والد یا پدر کے معنی میں برتے۔ چند مثالیں درج ذیل ہیں۔

لے شمس التقادری۔ اردوئے قدیم۔ صفحہ ۶۲

۱۔ ڈکشنری آف اردو کلاسیکل ہندی اینڈ انگریز "صفحہ ۳۹۱۔ پانچواں ایڈیشن۔
 ۲۔ آکسفورڈ یونیورسٹی پریس ۱۹۶۵ء سے شری نول جی صفحہ ۴۱۳ ۳۔ رام نائن لالی۔
 ۴۔ پرنٹنگ ڈکشنری۔ صفحہ ۴۹۸ ۵۔ راہبہ راجیشور راؤ صاحب۔ ہندی اردو لغت۔ صفحہ ۲۲۳۔ زندہ فلسفات فائن آرٹ پریس ۱۹۳۵ء

جنگ یہ بول سن اس کام کارن بلایا پاس بیٹی کو بھارن
 ادھر بیٹھے ہنسی میٹھا ہنسیوں جنگ کے من میں رتوں اٹھے توں
 جنگ کہیا نہ کر یو بات توں پھیر چپ اچھٹ سول نہ کر یو کٹ باہر
 جنگ کوں جم نہیں سیوا کرن مار جنگ تھے اُن ساپ سیوا منگن مار
 نفاق اپنے جنگ سول نہیں دھر کپٹ کر ڈانی سینے میں چھپا کر
 یہاں یہ نقطہ توجہ طلب ہے کہ احمد گجراتی کے بعض شعراء مثلاً محمد قلی و جہی اور غلامی وغیرہ
 نے کہیں یہ لفظ استعمال نہیں کیا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابلاغ و اظہار کا یہ پیکر
 احمد گجراتی سے مخصوص ہے۔ کتب خانہ سالار جنگ کی ایک بیاض میں احمد کا ایک طویل
 مرثیہ "قصہ حضرت علی اکبر" تحریر کیا ہوا ملتا ہے جس میں اس لفظ کو ان ہی معنی میں استعمال
 کیا گیا ہے جس سے ہم قیاس کر سکتے ہیں کہ یہ بلند پایہ مرثیہ احمد گجراتی کا نتیجہ فکر ہو گا۔
 اس مرثیہ کا یہ شعر ملاحظہ ہو ۷

کرو جنگ اپنے کوں یک پل درنگ
 کہ تاروں پہ جا کر میں تھیلوں ترنگ
 کتب خانہ سالار جنگ کی بعض بیاضوں میں کسی شاعر احمد کے چند مرثیے موجود ہیں۔
 بیاض نمبر ۲ میں ایک مرثیہ ع آقا غم میں مصطفیٰ بیٹھے ہیں نالاں دے دے
 تحریر کیا ہوا ملتا ہے۔ اور شاعر کا نام احمد خاں درج کیا گیا ہے۔ جس سے پتہ چلتا ہے
 کہ یہ کوئی اور احمد ہے اسی طرح پانچ اور مرثیے ہیں جن کا موضوع شہادت حسین ہے،
 احمد کے پائے احمدی تخلص موجود ہے جس کی وجہ سے یہ کہنا دشوار ہے کہ یہ احمد گجراتی
 ہی کے مرثیے ہیں۔ ڈاکٹر چراغ علی نے جو چند مرثیے کسی غیر معروف شاعر احمد سے منسوب کیے ہیں وہ
 ایک ہی شاعر کا کلام نہیں ہیں۔ یہاں انہیں تسامع ہوا ہے۔ ان بیاضوں میں صرف سات
 مرثیے ایسے ہیں جو احمد سے منسوب کیے جاسکتے ہیں۔

احمد کے مرثیے یہ ہیں :

- (۱) شاہ رسل کا دیکھو تاراج گھر ہوا ہے اس درد سوں بنیاں کا پر خوں جگر ہوا ہے
گلتے ہیں دل جگت کے ڈھلتے ہیں بندیں احمد ترا سخن یوں ہر دل اثر ہوا ہے
- (۲) آج ہے میدان کھتر کا یا حسین کرتوں سامان سفر کا یا حسین
جب منگیا احمد کہے غم کا خبر جیب لڑیا ہے خبر کا یا حسین

(۳) السلام اے شہواراں السلام اے شہواراں
کیئے ملک قطاراں السلام اے شہواراں
دو نوں پڑے تہان احمد کرے دل و جاں
پادگے اُن سوں ایماں السلام اے شہواراں

(۴) جب جفا شہہ پہیے حساب ہوا جب سوں عالم میں شور شاہ ہوا

(۵) غم سیتی جب سکیا نکل احمد گل کر شرموں سوں گل گلاب ہوا
احمد اگر ماہر ہو لڑاے تیں بیت گیا رو رو رہیا یا رسول

(۶) طیلے بچن کے کھولیا موتی سخن کے لولیا

احمد جنم یو بولیا صلوات پر محمد

(۷) کیوں کرے احمد ترا تم بیان

جل گئے معنی سخن میں یا حسین

ڈاکٹر چراغ علی نے احمد کے مرثیوں پر تبصرہ کرتے ہوئے ان کی قدرت بیان "صفہ از صبح
کے استعمال" ندرت و جدت "حسن بیان" نزاکت تخیل "ادبیت"، "تفسیہات و استعارات"
"مناکاری" اثر آفرینی "روانی اور" صوتی شیرینی "کو سراہا ہے۔

لہ ڈاکٹر چراغ علی۔ اردو مرثیے کا ارتقا۔ بیجا پور اور گولکنڈے میں منشاء تک۔ صفحہ ۱۶۴-۱۶۵

احمد کے ان مراثی کے بارے میں یہ کہنا دشوار ہے کہ یہ شیخ احمد شریف گجراتی کا کلام ہیں۔ بیاضوں میں مختلف دور کے شعراء کا کلام موجود ہوتا ہے اور ان پر سنجھی تحریر نہیں کیا جاتا۔ اس کے علاوہ الحاقی عنصر شامل ہونے کا احتمال بھی موجود ہوتا ہے۔ بیاضوں سے دستیاب ہونے والا کلام تحقیق کے نقطہ نظر سے زیادہ مستند اور قابل قبول نہیں سمجھا جاتا۔ راقمۃ الحروف کا خیال یہ ہے کہ سوائے "قصہ حضرت علی اکبر" کے کتب خانہ سالار جنگ کی بیاضوں میں صدمہ تمام مراثی جن میں احمد تخلص موجود ہے مشکوک ہیں۔ انھیں احمد گجراتی کی شعری تخلیقات قرار نہیں دیا جاسکتا۔ قبح ہے کہ سب مستند ادبی اعتبار سے دقیق مرثیہ کو ڈاکٹر چراغ علی نے کیسے نظر انداز کر دیا حالانکہ اپنی تصنیف میں انھوں نے اس بیاض کے دوسرے مرثیوں کا ذکر کیا ہے۔ اس کی وجہ ممکن ہے یہ ہو کہ احمد کا یہ مرثیہ مختلف صفحات پر تحریر کیا گیا ہے۔ یعنی اس کو مسلسل تحریر نہیں کیا گیا ہے غالباً ڈاکٹر چراغ علی نے اس طرف کوئی توجہ نہیں کی ہے۔

قصہ حضرت علی اکبر: یہ احمد گجراتی کا ایک طویل مرثیہ ہے جو دو سو تہتر (۲۷۳) اشعار پر مشتمل ہے۔ اس مرثیہ کا ایک وصف یہ بھی ہے کہ اس میں شہزادہ علی اکبر کی شہادت کا حال سلسلہ دار اور مفصل طور پر بیان کیا گیا ہے۔ یہ مرثیہ بھی بعض دوسرے دکنی مرثیوں کی طرح مثنوی کے فارم میں ہے۔ عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ اردو مرثیے میں سراپا رخصت، جزا اور رزم وغیرہ کے خدوخال مرثیہ نگاری کے ابتدائی دور کے بہت بعد ابھرے ہیں۔ لیکن احمد گجراتی کے اس طویل مرثیے میں صنف کے اجزائیں یاں طور پر موجود ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ مرثیہ کے اجزاء کا جو دراصل ہیرو کے مرتبہ شہادت پر فائز ہونے تک کے مختلف مراحل کے آئینہ دار ہیں ایک دھندلا خاکہ قدیم مرثیہ نگاروں کے ذہن میں ضرور موجود تھا یہ اشعار طالعہ ہوں

رخصت ہ علی اکبر اگر کہے ائے پدر نہ جاتوں رضا سے بے رلفا پر
دھرے سرچرچ پر کہتے نامدار مجھے چھوڑ ہونا کہ ہر توں سوار

کچھ جا کے ماروں گا میں دوندیاں
 چلاؤں گا ان کے لہوسوں ندیاں
 کچھ پھر کے اکبر نے فی التجا
 دیتے شاہ اور رو کے لڑن کی رضا
 رکھی دوڑا در نے یادوں پہ سر
 کبھی من میں رچیا نہیں ہے دھر
 محمد کیاں بیٹیاں کیاں غلبلا
 فرشتے مٹنے ہو رہے تمللا
 سراپا: حسین علی تب علی کے بدن
 پنائے بنی کا اول پیسہ بن
 عمامہ بھی سرور کا سر پر دھرے
 دو عالم کے افسر پر افسر دھرے
 پنائے سلج دو امام زمین
 کے دیکھ نوازیں د ز من
 اتھے چار زلفاں سو اس شاہ کول
 نہ تھا دیکھنے تاب اس ماہ کول
 مدینے کے لوگاں پہ غالب جد ہاں
 ہوئے شوق احمد کا دیکھیں تد ہاں
 محمد میں اس میں نہ کچھ فسوق تھا
 مشاہدہ دوا ز پائے تا فرق تھا
 عجب کیا شہنشاہ دھرے دو جمال
 اتھے جیو اس کے دو صاحب کمال
 کھڑ جا کے اس بھانت میدان ہیں
 اجالا پڑیا گھر کے ایوان میں
 رجز: سلوں اس وقت میں وہ میر عرب
 کچھ کہوں اپنا مبارک نسب
 میرا جد محمد خدا کا حبیب
 شفاعت سوا کی تمہن ہے نصیب
 کچھ جدہ میری ہے جان رسول
 میرا عم حسن شہدہ دو جگ کا امام
 مجھے باپ سو ہے حسین علی
 نہ کوئی ڈرسوں نکلیا سگاں نواہ
 منگے تب مبارز علی نامدار
 کیے شاہ حملہ سو بھاراں اُپر
 ترنگ کول سٹیا تب ہزاراں اُپر
 چھوٹے باد بھار اں کے جڑتے برگ
 غیناں پہ یوں جا بجائے کرنگ
 نہ میدان میں انکا دھیا کیس نشان
 گئے ٹھاٹ یکدھر تھے سب کا فراں

مصر کے کارزار میں علی اکبر نے جن نامی نبرد آزماؤں سے جنگ کی تھی ان کے نام احمد گجراتی نے طارق، عمر ابن طارق، مصراع اور نسیر بتائے ہیں اور علی اکبر کے گھوڑے کا نام عقاب بتاتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ رسول عربی کا خاص گھوڑا تھا۔

شہادت، ترنگ سوں شہنشاہ بیکی اُتر علی کا لیے سیس زانو اُپر
پشانی پر رک کر مبارک دہات کبھے جیو میری توں کچھ کر بھی بات
علی اس دقت میں اتھے بیخبر انکھیاں کھول دیکھے جمال پدر
کبھے باپ دیکھو عجب آج کھڑے ہیں میرے پاس شاہ عرب
بھرے سیر مائی دو زلفاں کھلے نین سوں انجھواں جوں قطراں چلے
..... علی نے کبھے شبہہ سوں اتنا سخن کیا روح فردوس ان کا وطن
شہادت علی اکبر نے کائنات میں جم تھلکے برپا کر دیا تھا اس کے بارے میں شاعر کہتا ہے
گنگن سات لہو ہو بر سننے لگے سینے قد سیاں کے ترخنے لگے
چوڑیاں پھوڑ حوریاں کیاں شورب ہوا ان کوں جنت سو جیوں گور سب
..... زمانے میں سالم اندھیا را ہوا زمین ہو رنگن پر پیکارا ہوا
..... جہاں پر کھڑیا سخت ماتم تمام کہوں حشر تک تانہ ہو دے تمام
ایک اور جگہ کہتے ہیں —

ملک دیک یو حال سب تلملی زمین و زماں سب دکھوں کھلبلی
پکھیر ورہے جگ کے پرداز سوں اماں زماں کی اس آواز سوں
ہر اک شئی پو پو درد نیا را ہوا سکل جل بمنہ را کا کھارا ہوا
شاعر کہتا ہے کہ میں نے اپنے "نامہ اعمال" کے گناہوں کو "دھونے" کے لیے یہ مرثیہ کہا ہے۔ میرا مقصد مرثیہ گوئی میں کمال دکھانا تھا بلکہ "دلونے میں جیو کھونا" تھا۔ درد کی آگن "سے" دردنا "اجل اٹھا ہے اور زبان پر بے ساختہ علی اکبر کا نام آ گیا ہے۔ میں نے

میں خودی کے عالم میں یہ مرثیہ لکھا ہے اور خود مجھے اس کا علم نہیں کہ میں نے کیا لکھا ہے۔ آخر میں شاعر قارئین سے التجا کرتا ہے کہ وہ یہ مرثیہ پڑھ کر اس کو یاد کریں تاکہ اس کی روح "شاد" ہو سکے۔

کہا ہو بہر حال رونے بدل گنہ کے میں تائے کون دھونے بدل
نہ مطلب مجھے شعر کہتا اچھے مجھے جیو رونے میں کھوتا اچھے
کہا لیک قصہ نہ تھا من میں ہوش نہ جانوں کہا کیا میں رو جوش جوش
درد کی آگ میں سوں دور تا جلا علی کی شہادت کہا تلملا
ستے سودا سوں کر دل محکوں یا کہ تار روح میرا ہو دے اس کو شاد

آخر میں "علی قاطمہ مہر اماں" اور ہفتاد دو "کی مدح کرتے ہوئے کہتا ہے ع
جنوں کا ہے احمد غلام غلام خدا کا ہے رحمت انوں پر تمام
دنیاں پرائوں کی خدا کا لحن جہنم انوں کا اچھو بہت دین
مجاں جتے مل کر دے دعا کہ تا ہو دے خوش ہو دے ہم سوں خدا

احمد کے اس مرثیے میں اندر سے تحلیل بھی ہے اور زور بیان بھی۔ اپنی روحانی دیے ساختگی اور دوسرے ادبی محاسن کے اعتبار سے احمد گجراتی کا یہ مرثیہ دکن کے قدیم مرثیوں میں ایک منفرد اہمیت کا حامل نظر آتا ہے۔
ہمعصر شعرا: شمس اللہ قادری نے "اردوئے قدیم" میں احمد کو فیروز اور محمود کا ہمعصر شاعر بنایا ہے۔ یہ خود محمد قلی قطب شاہ احمد گجراتی کا نو عمر معاصر تھا۔ محمد قلی نے اپنے ایک شعر میں محمود اور فیروز کو فارسی کے مایہ ناز شعرا ٹھہرا دی اور ان کا ہم رتبہ قرار دیا ہے اور کہتے ہیں ع
اگر محمود ہو فیروز تبے ہوش ہوئیں عجب کیلے ہوتے ع وصف ناکر سگ ٹھہر رہا رانوی ہے ہوش
ابن نسا علی ان شعرا کو خراج عقیدت ادا کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ کاش محمود اور فیروز بقید حیا ہوتے
وہ ایسے وسیع القلب راست گو، سخن فہم اور صاحب الرائے شاعر تھے کہ دودھ کو دودھ اور پانی کو پانی
کہتے تھے ع

ابہ صد حیف جو نہیں سید محمود کتے پانی کو پانی دود کوں دود

وجہی نے بھی قطب مشرقی میں ان کا ذکر کیا ہے ۴

کہ فیروز محمود اچھے جو آج
تو اس شعروں بہت ہوتا رواج
کہ نادر تھے دونوں بھی اکلام میں
کیا میں کیلئے بول اچھوٹا م میں

فیروز کا نام قطب الدین تھا۔ اپنے وطن بیدر کی مناسبت سے وہ فیروز بیدری مشہور ہوئے۔
خود شاعر کہتا ہے ۴

مجھے ناؤں ہے قطب الدین قاری
تخلص سو فیروز ہے بیدری

اردو شہسہ یارے "میں ڈاکٹر زور نے انھیں اپنے عہد کا ایک مسلم الثبوت استاد اور یا کماں
سنخوڑ بتایا ہے۔ فیروز کا "پرت نامہ" (قبل ۱۳۴۷ھ) کے دیباچے میں۔

پروفیسر مسعود حسین خاں فیروز کے بارے میں کہتے ہیں کہ وہ "سلسلہ قادریہ سے
نسبت رکھتا تھا" لے آگے چل کر تحریر فرماتے ہیں "فیروز سلطنت ہہنہ کا چراغ ٹمٹماتے دیکھ کر
سولھویں صدی کے وسط میں بیدر کی سکونت ترک کر کے گو لکھنؤ کے نئے علمی و ادبی
مرکز میں آ گیا ہوگا۔ اور ابراہیم قطب شاہ کی سخنی نوازی سے مستفید ہو کر بہت جلد دبستان
گو لکھنؤ کا استاد تسلیم کیا جانے لگا ہوگا۔"

وجہی نے نصف صدی بعد جب "قطب مشرقی" لکھی تو فیروز سے اپنی عقیدت
کا اس طرح اظہار کیا ۴

کہ فیروز آ خواب میں رات کوں
دعا دے کے چوے میرے ہات کوں

۱۶۶۵ء ص ۳۳ - پرت نامہ - قدیم اردو - جلد اول - ۳۳۴

ابن نشاطی نے "پھول بن" میں شیخ احمد کے ساتھ فیروذ کی عظمت کا بھی اعتراف کیا ہے اور کہتے ہیں ع

نہیں وہ کیا کروں فیروز استاد

جو دینے شاعری کا کچ میرے داد

احمد گجراتی کا ایک اور معاصر شاعر ملا خیالی تھا جس کے حالات زندگی پر کسی ادبی تاریخ یا تذکرے سے کوئی روشنی نہیں پڑتی۔ ابن نشاطی جہاں مثنوی "پھول بن" میں اپنے دوسرے پیشرو شعرا کو یاد کرتا ہے وہیں اس نے ملا خیالی کا بھی تذکرہ کیا ہے ع

اچھے تو دیکھتے ملا خیالی

یوں باندھیا ہوں مصاحب کمالی

احمد گجراتی کا ایک اور ہم عصر شاعر وجہی تھا۔ جو بقول ڈاکٹر ذورگو لکنڈے کا پہلا ملک اشعار تھا۔ اپنے نام اور تخلص کے بارے میں وہ کہتا ہے ع

اسم اسد اللہ وجہیہ است تخلص

آرائش دکا پنچہ ریا زار کلام است

وجہی نے طویل عمر پائی تھی اور گو لکنڈے کے چار بادشاہوں۔ ابراہیم قطب شاہ، محمد قلی قطب شاہ، محمد قطب شاہ اور عبداللہ قطب شاہ کا زمانہ دیکھا تھا۔ اس کی مشہور مثنوی قطب شتری^{۱۰۱۵} تصنیف ہے جس کا محمد قلی قطب شاہ کی بی بی زندگی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس کے بعد وجہی نے عبداللہ قطب شاہ کے عہد میں "سب رس" (مشکوٰۃ) لکھی جو ادبی اعتبار سے نئی نثر کا پہلا کامیاب نقش اور اہم کارنامہ ہے۔ کتب خانہ سالار جنگ میں وجہی کا فارسی

ڈاکٹر محمد الدین زور۔ دکنی ادب کی تاریخ صفحہ ۶۳ ملاحظہ ہو راقم الحروف کا مضمون ماگ مٹی اور اس کا نو دریا فت مبقرہ۔ "آج کل"۔ جولائی ۱۹۸۸ء

سنہ وفات

شیخ احمد گجراتی کے سنہ وفات سے ہم واقف نہیں ہیں۔ ابن نثا ملی نے جب اپنی
 "شعری" پھول بن "سنہ ۶۶۶ھ مطابق سنہ ۱۲۶۷ء میں مکمل کی تو وہ اس مار فانی سے کوچ کر
 چکے تھے چنانچہ شاعر کہتا ہے۔ ۴

نہیں اس وقت مجھ شیخ احمد
 سخن کا دیکھتے باندھیا ہوں

مزار:

معلوم ہوتا ہے کہ شیخ احمد اپنی وفات سے قبل تھمدقلی کے پایہ تخت سے ابراہیم عادل
 شاہ ثانی کے عہد (۹۸۸ھ تا ۱۰۳۷ھ) میں بیجاپور چلے آئے تھے۔ اگر احمد گجراتی کا سنہ
 ولادت ۹۳۶ھ تسلیم کر لیں تو ابراہیم عادل شاہ کی وفات کے وقت شاعر کی عمر کیا نوے
 (۹۱) برس قرار پاتی ہے۔ اس لیے ساتویں عادل شاہی حکمران محمد عادل شاہ (سنہ ۱۰۳۷ھ
 تا ۱۰۶۷ھ) کے عہد میں احمد گجراتی کے بقید حیات ہونے اور کبرسنی میں گو لکھنڈے سے بیجاپور
 ہجرت کرنے کا امکان کم معلوم ہوتا ہے۔ صحیفہ اہل ہدیٰ کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ شیخ
 احمد کا مزار بیجاپور میں حصار کے باہر ابراہیم لپہ کے دروازے کی طرف واقع ہے۔ یہ شیخ احمد
 کے بیجاپور میں مدفون ہونے کی تصدیق "روضۃ الاولیاء بیجاپور" کے اس بیان سے ہوتی ہے۔

۱۔ مخطوط نمبر ۵۱۱۔ ادبِ نظم فارسی۔ ۱۰ غزل نمبر ۲۲۵ مکتب خانہ سالار جنگ
 ۲۔ سید محی الدین بن سید محمود قادی۔ مترجم اکبر الدین صدیقی صفحہ ۱۵
 ۳۔ محمد ابراہیم زبیری۔ روضۃ الاولیاء بیجاپور صفحہ ۲۲۰۔

آپ کا مزار حضرت سید عبدالرحمن والد حضرت سید محمد مددس

کا مزار فتح دروازے کے باہر ایک ہی چوترے پر واقع ہے۔

ابراہیم زبیری اور سید محی الدین دونوں نے شیخ احمد گجراتی کا مزار بیکاپور میں بتایا ہے لیکن ان دونوں کے بیانات میں فرق یہ ہے کہ اول الذکر نے اس کا محل وقوع ابراہیم پور کے دروازے کی طرف اور موخر الذکر نے فتح دروازے کے باہر بتایا ہے۔

مثنوی یوسف زلیخا کا سنہ تصنیف :

مثنوی "یوسف زلیخا" کے مخطوطے پر کہیں سنہ تصنیف درج نہیں کیا گیا ہے۔ اس لیے مثنوی کی داخلی شہادتوں سے سنہ تصنیف کا تعین کرنا پڑتا ہے۔ اس مثنوی میں احمد گجراتی نے اپنے مرشد شاہ وحید الدین گجراتی سے اظہار عقیدت کرتے ہوئے ان کی مدح میں مسلسل چونتیس (۲۹) شعر کہے ہیں اور آخر میں خدا سے دعا کرتا ہے کہ ان کی ٹھنڈی چھاؤں جس میں ہزاروں لاکھوں بندگان خدا کو روحانی پناہ مل رہی ہے۔ قائم رہے ۴

ابھی چھاؤں اس کی جم ٹھنڈی راکھ
جو ہیں اس چھاؤں تل عالم سہیں لاکھ

شاہ وحید الدین گجراتی کے سنہ وفات کے بارے میں اختلاف آگیا ان کی رحلت کا سنہ ۹۹۸ھ ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مثنوی یوسف زلیخا ۹۹۸ھ سے قبل لکھی گئی تھی۔
محرر قطب شاہ جمعہ ۲۱ ربیع الثانی ۹۸۸ھ مطابق ۵ جون ۱۵۸۰ء میں سر

۱۔ محمد ابراہیم زبیری۔ مترجم سیف الدین قادری ص ۲۰۔
۲۔ جیسا کہ اس کے قبل حالات شاہ وحید الدین علوی کے قصص میں کہا جا چکا ہے۔ گجرات اور اس کے گرد و نواح میں ان کے علم اور فیوض و برکات سے استفادہ کرنے والے بے شمار افراد ہر جگہ موجود تھے۔

آرائے سلطنت ہوا تھا۔ اس لیے کہا جاسکتا ہے کہ احمد گجراتی نے مثنوی "یوسف زلیخا" ۹۸۸ھ اور ۹۹۸ھ کے درمیان عرصے میں لکھی تھی۔ تخت نشینی کے وقت محمد قلی کی عمر چودہ سال تھی۔ احمد گجراتی نے "یوسف زلیخا" میں تعریف قطب شاہ محمد قلی کی سرخی کے تحت جہاں یاد شاہ کا سراپا پیش کیا ہے۔ وہاں وہ اس کی نوعمری کے بارے میں کہتا ہے کہ یاد شاہ سبز آغاز تو جوان کا داس کی مسیں بھیگ رہی ہیں ۷

نویلے بال ٹھپے سوہنے یوں

سُورگی سبزے کے ٹکے ٹھٹھ ہے جوں

۲ گے چل کر نوجوان حکمران محمد قلی قطب شاہ کے بارے میں کہتا ہے ۷

جو سبز رنگ خط چھوٹا نویلا

سوجوں ریحان جنت کا چھبیللا

دونوں اشعار میں "نویلے" اور "نویلا" قابل غور ہے میں بھیگے کی عمر اگر چودہ تا انیس سال تصور کی جائے تو مندرجہ بالا اشعار سے اندازہ ہوتا ہے کہ غالباً ۹۸۸ھ تا ۹۹۳ھ ۱۵۸۰ء تا ۱۵۸۵ء میں اس نوجوان شاعر نے اپنی مثنوی "یوسف زلیخا" محمد قلی کے دربار میں پیش کی ہوگی۔ "مورڈیز ٹکسٹ بک آف میڈیکل جوہریز پروڈنسی اینڈ ٹاکرا کالوجی (MODIS)

TEXT BOOK OF MEDICAL JURIS PRUDENCE AND

(TOXICOLOGY) میں یہ بتایا گیا ہے کہ پندرہ سولہ سال کی عمر لڑکوں کا زمانہ بلوغ ہوتی ہے اور اسی عمر میں ان کے چہرے پر بال اُگلنے لگتے ہیں۔ انٹرنیشنل ڈسٹر ایسنڈ ٹریو انٹرنیشنل ویبسٹر نیو (INTERNATIONAL WEBSTER NEW

ENCYCLO PEDIA DICTONARY میں "اڈولنس اینڈ پورٹی"

(ADOLESCENCE & PUBERTY) کے زیر عنوان لکھا ہے کہ استوائی ممالک میں لڑکوں میں بلوغت کا آغاز گیارہ سال کی عمر سے ہوتا ہے اور انیس برس تک اس کی تکمیل ہو جاتی ہے۔ ان بیانات کو پیش نظر رکھیں تو قیاس کیا جاسکتا ہے کہ ثنوی یوسف زلیخا اس وقت لکھی گئی تھی جب محمد قلی قطب شاہ کی عمر زیادہ سے زیادہ انیس برس تھی یعنی یہ ثنوی ۹۹۲ھ مطابق ۱۵۸۵ء یا اس سے قبل لکھی گئی تھی۔ جیسا کہ اس سے قبل کہا جا چکا ہے محمد قلی قطب شاہ چودہ سال کی عمر میں ۹۸۸ھ میں تخت نشین ہوا تھا۔ اس لیے کہا جاسکتا ہے کہ ثنوی یوسف زلیخا ۹۸۸ھ اور ۹۹۳ھ ۱۵۸۰ء اور ۱۵۸۵ء کے درمیان لکھی گئی تھی۔

احمد گجراتی نے پہلے "یوسف زلیخا" اور اس کے بعد "علی مجنون" لکھی جیسا کہ ان ثنویوں کی داخلی شہادتوں سے پتہ چلتا ہے۔ جمیل حالی تحریر کرتے ہیں:-
 "اس کی ایک ثنوی جو علی مجنون سے پہلے لکھی گئی تھی "یوسف زلیخا" ہے۔"

مخطوطے کی خصوصیات

زیر نظر مخطوطہ مولوی عیدالحق کے ذاتی کتب خانہ کراچی پاکستان کا مخزون ہے۔ اور اس پران کی مہر موجود ہے۔ مخطوطے پر "یوسف زلیخا از شیخ احمد شریف" تحریر کیا ہوا ہے اور مخطوطے کے صفحہ اول پر بطور سرخی "نام این کتاب "یوسف زلیخا" تصنیف شیخ احمد شریف" لکھا گیا ہے۔ مخطوطے پر ایک قدیم مدور مہر ثبت ہے جس میں اوپر "یا سلطان" اور اس کے نیچے "میراں محی الدین" کندہ کیا گیا ہے۔ میراں محی الدین کے اطراف

میں جو نقش و نگار بنائے گئے ہیں ان میں یہ شعر درج ہے ۴

بندہ درگاہِ قادری شاہ حضرت قادری

یافت محی الدین میراں باطنی و ظاہری

مہر کے یہ الفاظ طاقتور محمد علی کی مدد سے پڑھے جاسکتے ہیں۔ اس مہر میں "یا سلطان میراں محی الدین" کے جو الفاظ کندہ کیے گئے ہیں، ان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سلطان میراں محی الدین قادری کے کسی مرید کی مہر ہے۔ اسٹیٹ لائبریری حیدرآباد کے ایک مخطوطے "رسالہ تصوف" میں میراں محی الدین قادری کا ذکر موجود ہے۔ یہ رسالہ غالباً میراں محی الدین کے کسی مرید کا ہے جس کے آغاز ہی میں اس نے اپنے مرشد کے خیالات سے اپنی خوشہ چینی کا اس طرح ذکر کیا ہے:-

"حضرت میراں محی الدین قدس سرہ العزیز روایت کیے سوسیان

بولیا جاتا ہے کہ رمز سوں راز دنیا کے باتاں ہو رکلمہ کے پچھانتاں

معلوم کرنے کی لوگاں سوں معلوم کرنا نہیں تو کلمہ کیا ظاہر ہے ہو

اس ظاہر کوں باطن میں ثابت کرنا بہت مشکل ہے" ۵

مہر سے اندازہ ہوتا ہے کہ احمد گجراتی کی ثنوی "یوسف زلیخا" حلقہ صوفیاء میں بھی مقبول

رہی ہوگی۔ ثنوی "یوسف زلیخا" کا یہ مخطوطہ دو سو باون (۲۵۲) صفحات پر مشتمل ہے اور اس کے

بعد ایک "کرفش نامہ" تحریر کیا گیا ہے جو پانچ صفحات پر لکھا گیا ہے۔ صفحہ ۲۵۲ پر ثنوی

کا یہ آخری شعر درج کیا گیا ہے ۴

دروداں مصطفیٰ پر جے کھیااد

کہ ہے حق کن عرش تل ایک دھن جو

کاتب :

اس شعر کے بعد "تمام شد شیطان غلام شد کارمن نظام شد" تحریر کیا گیا ہے اور اس کے نیچے "ایں کتاب حسن محمد جگ جوتی است ہر کہ دعویٰ کند دعویٰ او باطل است۔ کاتب الحروف فقیر الحقیر حسن محمد جگ جوتی" لکھا گیا ہے۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ اس مخطوطے کے کاتب حسن محمد جگ جوتی تھے۔ صفحہ دو سو تریں پر ایک اور مہر ثبت کی گئی ہے۔ ہر صفحہ پر پندرہ شعر لکھے گئے ہیں اور صفحہ کی سائز $5 \frac{1}{4} \times 8 \frac{1}{4}$ ہے۔

اشعار کی تعداد

جس جاہلی لکھتے ہیں :

"ثنوی یوسف زلیخا پونے چار ہزار اشعار پر مشتمل ہے یہ لیکن یہ درست نہیں ہے۔ ثنوی یوسف زلیخا میں تین ہزار سات سو نو اشعار موجود ہیں۔

کتابت :

(۱) دکن میں تلفظ کے مطابق اٹال لکھنے کا قاعدہ عام تھا یہ مخطوطہ بھی اس سے مستثنیٰ نہیں۔ مخطوطے میں اکثر جگہ عربی اور فارسی کے الفاظ اسی اصول کے تحت تحریر کئے گئے ہیں۔ مثلاً صبح کو صبا، طور کو تور نفع کو نفا دعویٰ کو دعوا، غصہ کو غصتا، چشمہ کو چشمادیر دانہ کو پر دانہ تحریر کیا گیا ہے۔

(۲) اس مخطوطے میں کتابت کی وہی خصوصیات موجود ہیں جو عام طور پر دوسرے دکنی مخطوطات میں پائی جاتی ہیں۔ مثلاً عربی اور فارسی کے "ہ" پر ختم ہونے والے الفاظ

۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷ اور ۲۵۰ پر کاتب نے سرخیوں کے لیے جگہ چھوڑی ضرور ہے لیکن غزل تحریر نہیں کی گئی ہیں۔

صفحہ ۳۶ پر اس صفحہ کے شعر نمبر ۵ کا مصرعہ ثانی حاشیے میں دوبارہ تحریر کیا گیا ہے۔ اسی طرح صفحہ ۱۱۸ پر ایک زائد شعر ع
زلیخا نین تھے آنجھو بھاوے
ولے یوسف جو آنجھو دور دھاوے
تحریر کیا گیا ہے۔

واحد نسخہ:

آخر میں شتوی "یوسف زلیخا" کے اس مخطوطے کے بارے میں یہ کہنا ہے کہ یہ نسخہ ہر طرح مکمل ہے اور یہ اس شتوی کا فاجہ نسخہ ہے بقول جمیل جالبی دنیا کے کسی کتب خانے میں اس کا کوئی دوسرا نسخہ دستیاب نہیں ہوتا۔ لہ

مخطوطے کی حالت :

یہ مخطوطہ کہیں کہیں آب خوردہ بھی ہے۔ صفحہ ۵۲ سے لے کر ۶۰ تک تمام صفحات آب خوردہ ہیں اور اس سے ان صفحات کا معتد بہ حصہ متاثر ہوا ہے۔ لیکن صفحہ ۱۰۰ سے لے کر ۲۵۲ تک صرف درمیان میں آب خوردگی کے آثار پائے جاتے ہیں۔ لیکن کوئی صفحہ ضائع نہیں ہوا ہے یا ناقابل قرات نہیں۔ سوائے صفحہ ۲۲۶ کے جہاں اس صفحہ پر تحریر کیے ہوئے آٹھ شعر پوری طرح قابل قرات نہیں لیکن شعر نمبر ۹ سے ۱۵ تک کے مصرعوں کی دو دو تین تین الفاظ آب خوردگی کے باعث مٹ گئے ہیں۔ اس جگہ غیر قلم سے یہ شعر جو شتوی کے قصے سے کوئی مناسبت نہیں رکھتا اور دوسری بحر میں ہے لکھ دیا گیا ہے۔ اس شعر کے

مصرعے اولیٰ کے آخری الفاظ نظر نہیں آتے۔ شعر یہ ہے۔

غرور دولت نظر میں دہر.....

حصارِ آہن اجل نہ ہو سی پرہیز شمشیر ہے زباں کا

صفحہ نمبر ۲۳۵ پر ایک ہی شعر اس طرح دوبار تحریر کیا گیا ہے کہ یہ سرخی کے لیے چھوڑی ہوئی جگہ کے اوپر بھی تحریر کیا گیا ہے اور نیچے شعر یہ ہے ع

کہاں ہوئے اس خوشی کوں جگ منے انت

جو عاشق سول رہے موہنت ہو کنت

ایڈیٹنگ

بقول جمیل جالبی اس مخطوطے کا صرف ایک ہی نسخہ دستیاب ہوتا ہے۔ اس لیے اس کا خیال رکھا گیا ہے کہ متن پوری صحت کے ساتھ صفحہ قرطاس پر آسکے۔ کاتب بہر حال انسان ہوتا ہے اور احتیاط کے باوجود کتاہت میں دو چار غلطیاں سرزد ہو جاتی ہیں۔ اس مخطوطے کے کاتب حسن محمد جگ جوتی نے بعض بعض جگہ الفاظ کے نیچے یا اوپر نقطے لگانے میں احتیاط نہیں برتی ہے۔ مثلاً صفحہ ۱۲۸ پر تحریر کیا ہوا مندرجہ ذیل شعر ملاحظہ ہو ع

جو پٹھوں میں سرگ بن ماں چل جائے

سرگ بنخ دل گیری دوزخ تھے چل جائے

اس شعر کے پہلے مصرعے میں لفظ بیٹھوں کے پہلے حرف میں ایک نقطہ زیادہ کر دیا گیا ہے جس کی وجہ سے شعر کے معنی معلوم ہوتا ہے۔ یہ لفظ بیٹھوں نہیں بیٹھوں ہے۔ تنزی میں زیما کہتی ہے کہ میرے سینے میں وہ سوز عشق پہنچا ہے کہ اگر میں جنت میں جا کے بیٹھوں تو وہ

آتش عشق کے باعث دوزخ میں تبدیل ہو جائے۔ اسی طرح صفحہ ۲۰۶ پر ایک شعر اس طرح تحریر کیا گیا ہے ع

کہ توں ہو گا معترب پھر شبہ ہوں
پلا گا خراول دھات شبہ کوں

اس شعر کے دوسرے مصرعے میں شبہ کی جگہ شبہ ہونا چاہیے۔ اس لیے متنی میں صحیح لفظ لکھ کر حاشیے میں اس کی وضاحت کر دی گئی ہے۔ راقمہ الحروف نے کاتب کی کورمانہ تقلید کرنے کے بجائے شعر کے مفہوم کو پیش نظر رکھتے ہوئے مخطوطے میں جہاں ایسے الفاظ آئے ہیں وہاں ان کی تصحیح کر کے صحیح لفظ متنی میں درج کر دیا ہے۔ اور فٹ نوٹ میں کاتب کے تحریر کیے ہوئے لفظ کی نشاندہی کر دی ہے۔

کہیں کہیں اشعار میں غلطی سے کوئی لفظ زائد بھی تحریر کر دیا گیا ہے جس کی وجہ سے شعری وزن بگڑ گیا ہے۔ ایسے زائد الفاظ جوں کے توں نقل نہیں کیے گئے ہیں بلکہ انہیں حذف کر دیا گیا ہے اور حاشیہ میں اس کی توضیح کر دی گئی ہے۔

ایک جگہ لفظ پاؤ (یاؤں) کو پاؤ تحریر کیا گیا ہے ع

منگے سجے اس کی یاد رکھے

ابھی ایک نقطے کی کمی کی وجہ سے شعر مبہم اور ناقابل فہم بن گیا تھا۔ اس لفظ کی جگہ صحیح لفظ تحریر کر کے اصل لفظ حاشیہ میں لکھ دیا گیا ہے۔ شہزادی کا یہ شعر ملاحظہ ہو ع

جودہ دم کھینچ کھینچ اس اوکس بھاوے

بچیں وہ باتش سکتی ہوئیں پاوے

دوسرے مصرعے کا آخری لفظ اگر پاوے پڑھا جائے تو شعر کا مطلب فوت ہو جاتا ہے۔ یہ لفظ پاوے نہیں پاوے ہے۔ جس سے مراد آدا ہے۔

مثنوی کی ادبی حیثیت

جب ہم مثنوی "یوسف زلیخا" کا مطالعہ کرتے ہیں تو بعض جگہ ردیف کی بے قاعدگی کا احساس ہوتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ شعرائے متقدمین کے اشعار میں اس کی مثالیں موجود تھیں جن کے پیش نظر حاتم نے "دیوان زادہ" کے دیباچے میں اس غلطی کی نشاندہی کرتے ہوئے تحریر کیا تھا کہ شعر میں ر اور ژ کا قافیہ جائز نہیں ہے۔

احمد گجراتی کی مثنوی میں بھی اس کی دو چار مثالیں موجود ہیں مثلاً ر اور ژ، ص اور س
ک اور گ با و پ اور اسی طرح ت اور ط کو ردیفوں میں ایک ہی حرف کی جگہ دی گئی ہے۔
یہ اشعار ملاحظہ ہوں :

رتق مائیک منے موتیاں منے ڈوب
لشکتی محصور جوں بہ رنگ اپروپ
سے کا ندھے تھے سارن اپنا ہمت
دیئے پتھراں میں ہو رکاشیاں منے سٹ
امول الماس شہہ کے پاس ہیں خاص
جو موتی ان بست گھرے مانگوں کس

جئے شہہ کو سرا یا سر تھے پالک
 سودیک اب شہہ تھے شکہ رائے تلک جگ
 نہ سرکنگی کوی نامنگ کا ڈی
 نہ کد چو نڈا کسی سورنگ ناری

مثنوی سے اندازہ ہوتا ہے کہ احمد گجراتی ایک قادر الکلام شاعر تھا زبان کے
 محدود لفظی سرمایے سے اس نے حیرت انگیز خوش اسلوبی کے ساتھ محام لیا ہے۔ مثنوی
 ”یوسف زلیخا میں اپنے کمال سخن اور شاعرانہ عظمت کے بارے میں اس کی یہ شاعرانہ تعلیٰ
 محض کھوکھلی خود فریبی نہیں معلوم ہوتی بلکہ ایک حقیقت بن کر ہمارے سامنے آتی ہے۔

بچی مانگ جو منہ درجگ تھے رولوں
 جگت سچکاراں کا ناقصیوں
 دلے جیتے دکھایا ہوں سو موتی
 جو سب جگ کوں دیپاؤں مار جوتی

اس مثنوی میں تو ضیح شاعری کے بہترین نمونے موجود ہیں۔ شاعر نے زلیخا کی خانقاہ،
 عزیز مصر کے محل، دانی کے تیار کردہ خانہ باغ، سات قطعات والے محل اور حضرت
 یوسف کے لیے تیار کیے ہوئے محل کی جیسی متحرک اور گویا تصویریں پیش کی ہیں وہ ان کے
 قدرت کلام، زور بیان اور شاعرانہ کمال کی ترجمان ہیں۔ دانی نے یوسف اور زلیخا
 کی رہائش کے لیے جو مخصوص محل تعمیر کروایا تھا اس کے لیے دور دورے جو ہنرمند کاریگر
 اور اہل کمال طلب کیے گئے تھے ”وہ علم ہیئت ہند سے“ بے بخوبی واقف تھے اور دائرے
 بنانے کے فن سے خوب آگاہ تھے۔ انھوں نے اینٹوں سے اس خوب صورتی کے ساتھ
 بلند عمارت بسائی کہ آسمان بھی اس کے سامنے پست نظر آنے لگا ”فر باد کے جیسے
 ہزاروں سنگ تراش جو اپنے فن میں ماہر تھے اس محل کی تعمیر پر مامور ہوئے تھے۔ انھوں

پتھروں سے ایسے پرندے تراشے کر انھیں دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ "بن پنکھ" پرندے
 ہوا میں مائل پر ہوا ہیں۔ محل میں سونے کے ایسے کھم تعمیر کئے گئے تھے جن پر جواہرات جڑے
 ہوئے تھے اور پرندوں کے نقش بنائے گئے تھے۔ جواہرات اور سونے سے تیار کیے ہوئے
 مورد مٹھائے رقص کرتے ہوئے نظر آتے تھے۔ اس کے علاوہ بھی اس محل میں طرح طرح
 کے نقش و نگار تھے۔ سونے اور چاندی کے دلکش درخت زمرہ اور کندن سے بنائے
 گئے تھے۔ ان کے پتوں پر اصلی پات کا گمان گذرتا تھا۔ اور ان کی شاخوں پر رنگ برنگ
 پرندے بکھائی دیئے تھے ان کا جسم سونے سے بال و پر زمرہ سے اور چمچ یا قوت سے تیار
 کی گئی تھی۔ احمد گجراتی کے الفاظ میں اس کی تفصیل ملاحظہ ہو:

کہ جب دہائی عمارت کا دھندلائی	سوکا رنگ ہنر منداں کوں دھند لیا
ہزاران اوچے بہو گولان کوں بچھیں	جو ہیئت مند سے انت ان کو سوچیں
جو اونچے استواری سوں بچھیں کا ند	تو جوں اینٹھ اس تلیں ہر کر ہے چاند
ہزاراں سنگ تراشاں جیسے فر باد	جو اس کے گھاؤ تھے پھیراں کو فریاد
پتھر ستیں پنکھی اس کو جو دیکھ لائیں	یوں پر جوں پنکھی بن پنکھ ارج بایں
سٹے کے تھانہ نورانی جرٹ کے	پنکھی اس پر جرٹ کندن گھڑت کے
سٹے کے مورانگی میں دنب اچس کر	رقن رنگ رنگ سوں نقشے سراسر
سٹے روپے کے پڑاں اور بھانٹے	امولک پانچ پات اُن سات کاٹھے
جو چھانٹاں پر نیلے پنکھی کھوٹے کھوٹے	زمرہ پر کندن تن چوہ یا قوت

احمد گجراتی کے یہ شاعرانہ بیانات قاری کے تخیل کو حسن و رنگ کی ایک طلسماتی فضا میں
 پہنچا دیتے ہیں۔ شاعر نے فطری مناظر کی عکاسی بھی بڑے پُر اثر اور فنکارانہ انداز سے کی
 ہے اور اس سے ان کے وسیع مشاہدے، باریک بینی اور شرف نگاہی کا اندازہ ہوتا ہے
 "یوسف زلیخا" میں بار بار اس کا احساس ہوتا ہے کہ اس شہنشاہی کا شاعر معمولی ذہانت اور

محمد و ادبی صلاحیتوں کا، مالک نہیں، شاعر کی زبان پر قدرت، اس کے وسیع مطالعے، فنی ذکاوت اور ادبی شعور سے ہم متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔

جہاں تک تو فیضی شاعری کا تعلق ہے احمد گجراتی و جہی اور خواجی کا ہم مرتبہ شاعر نظر آتا ہے۔ جمیل جالبی "تاریخ ادب اردو" میں احمد گجراتی کے بارے میں لکھتے ہیں:-

"شیخ احمد نے یوسف زلیخا میں اپنی شعر گوئی کی استعداد اور صلاحیت کا

بھرپور مظاہرہ کیا ہے اور اس دور میں ہم اُسے جہی، خواجی، مقیمی اور صفی کے ساتھ کھرا کر سکتے ہیں۔"

مرثیوں کے رزمیہ حصے میں جہاں جنگ کے مناظر کی مرقع کشی کی گئی ہے وہاں نہ صرف ہر وہ کام پایا پیش کیا گیا ہے بلکہ ان کے ہتھیاروں اور مرکبوں کی بھی بڑی خوب صورت تصویریں کھینچی گئی ہیں بشاعر کہتا ہے کہ یہ گھوڑے ہرن کی طرح تیز اور صبار قرار ہیں۔ جتنی مدت میں کہ انسانی نظر آسمان تک پہنچتی ہے، اتنے عرصے میں یہ گھوڑے زمین سے آسمان پہنچ کر پھر زمین پر لوٹ آتے ہیں۔ وہ چابک کی چھاؤں میں دیکھ لیں تو متحرک ہو جاتے ہیں۔ احمد گجراتی نے زلیخا کے جلوں کا جو نقشہ کھینچا ہے اس میں گھوڑے کی یہ تعریف و توصیف ملاحظہ ہو:

ترنگ ڈھاک ہرن جیسے ڈھلن ہار اچھل اڑتے پنکھر دسوں ملن ہار

نظر جو ایک حملے میں انبر جاے سو وہ اتنے میں انبر پھیر کر آے

جو دیکھے چھاؤں چابک کی نظرات اچھالی ایک سولانگے انبر سات

مہا گھٹ گھاٹ سم دھرتی پھرے سم سمندر مانہ ما پھی تا سیر کا سم

سوائے کئی سہس تیزے اتالے جرأت کندن کی اعلیٰ زمین گھالے

جب عزیز مصر سے زلیخا کی شادی ہوتی ہے تو طیموس بارات کے ساتھ اونٹ گھوڑے، خرباز، داسیاں اور غلام روانہ کرتا ہے۔ ان کی دلچسپ تصویریں دیکھئے :

ہزاراں داسیاں ہوتیک ہنرمند مہا گئی و نٹ مٹ بولیاں شکر خند

چھیاں لاکھاں منے مکے ملک کیاں ٹکٹاں سیہو تیاں سیوں ھلکتیاں
 پہنیاں اوڑیاں سوں تن پر زنگاری جرو زر زرینہ انگ بھاری
 ترک حبشی ہندو کئی لک غلاماں کھڑے سیوں چڑاہے چند داماں
 چتر بے ریش کنوے خرد سارے پھیلے روپ و نھے نیٹ دالے
 چٹکے او چاداں سوں لٹکے رتن لگیاں کلایاں سوں مٹکے
 نکٹ ریشم منے سب تن جھٹکے شتابی سات جوں عبلی چلے

احمد گجراتی نے شک پر مل، چند لبان عود اور کافور سے بھرے ہوئے صندوق سونے اور "مانیک رتن" سے بھر پور خزانوں، ہزاروں "باند بدوں"، "کلا دنتوں"، "روپ دنتوں"، "امریت گادول"، "جنتر کاروں"، رباب کے دلغریب صداؤں اور "میرزادیوں" کی مست اداؤں اور اس طرح کے رنگارنگ بیانات سے ماحول کی مرقع کشی، افراد کے تعارف اور قصے کی پیش کشی کو موثر اور دلنشیں بنا دیا ہے۔

احمد گجراتی کی شنوی میں محمد قلی قطب شاہ یوسف اور زلیخا کے جو سراپے پیش کیے گئے ہیں ان سے بھی شاعر کے زور کلام اور قابل تحسین شعری صلاحیتوں کا اظہار ہوتا ہے۔ لباس، زیورات، ضد و خال اور شمائل کی جیسی جامع اور حقیقی تصویریں شنوی یوسف زلیخا میں ابھرتی نظر آتی ہیں اس کی مثال دکنی شاعری میں شاد و نادر ملتی ہے۔ محمد قلی قطب شاہ کا سراپا احمد گجراتی نے مسلسل ایک سو پچیس (۱۶۳) اشعار میں پیش کیا ہے اور بادشاہ کی شخصیت کی جیسی مکمل عکاسی کی ہے اس پر دکنی شاعری بجا طور پر فخر کر سکتی ہے۔

یہ دھچکا کی قطب شنوی کے بارے میں ڈاکٹر نور، نصیر الدین ہاشمی، عبدالحق اور خان رشید کا خیال ہے کہ اس میں محمد قلی قطب شاہ کی داستان عشق بیان کی گئی ہے اور

اور اس کا ہیرو محمد قلی قطب شاہ ہے جسے شاعر نے "قطب" کے نام سے یاد کیا ہے بلکہ وہی نے قطب مشتری" میں "صفت شباب خہزادہ" کی سرخی کے تحت صرف دس شعر کہے ہیں۔ وہی کے ان تو مضمیمی بیانات کا جب ہم احمد گجراتی کے مذکور بالا سراپے سے موازنہ کرتے ہیں تو وہی کے اشعار احمد گجراتی کی بیہوشی کے سامنے کم مرتبہ اور زبان و بیان اور شاعرانہ خوبیوں کے اعتبار سے کم اہم نظر آتے ہیں :

محمد قلی قطب شاہ کا سراپا

احمد گجراتی

(یوسف زلیخا)

یہی اسی لال سر بند پرٹسدا یوں
کنارے پر شفیق کے سنبلا جیوں
پشانی جو دیسے سر بند نیچے
شفیق جوں اوہنم کے چند نیچے
سلوٹے تیں سُدھوں دُلی مار
جوہی مدیاں ات رنگوں کھلتا ر
کلی چھپنے کی دیک وہ ناک نیکی
رہے یتہ لائی پیسی ہوئے بھکی
جوڑے نیلم سننے کیاں پڑیاں پر
بھنور بیٹھے مکمل کے فیکھڑیاں پر

وہی

(قطب مشتری)

(۱) چھپا سوریوں اس کے مکھ فورانگے
کہ جیوں چاند چھپتا ہے سورانگے
زلف لام الف قد دہیں میم ہے
یو خوی سوا کیچ تقسیم ہے
اجالا پڑیا آج یوں فور کا
کہ حاجت نہیں چاند ہو سور کا
دو جگ آج فور علی نور ہے
زمین چاند آسمان سو سو ہے
یو ناداں یا لک نخصت لاڑ کا
نوا پھول ہے شاہ کے بھاڑ کا

لے راقمہ الحروف نے اپنے مضمون "بھلا گئی" اور اس کا نو دریافت مقبرہ "۔ آج کل - جولائی سن ۱۹۸۰ء میں اس کی تردید کی ہے۔

صفت شہاب شہزادہ
وجہی

بتاؤں تھا اس کے یک دستوں
اُچا کر بچاڑے مے بہت کوں
عجب جانِ مٹمت ماتا ہے دو
کہ ناگاں سوں پتھا ملاتا ہے دو
کرے زور تسلیم خانے مے
دو تنہا چ تھا اس زمانے مے

احمد گجراتی

مٹھے لب پر دمے ہریا خطا پر وہ
دیے راویں شکر میں چونچ سب ڈوب
کھڑا جوں خضر آ آ مریت جل پر
پھوٹیا جوں پاچ گردا گرد کوثر
مہا سہیل بہر بلو نہ را یا
جو کہ قاف کوں جوں نال اُچا

اچھوتی تشبیہات، تادراستعاروں، رنگینی، کلام اور زبان و بیان کے محاسن کے اعتبار سے احمد گجراتی کی پوری مثنوی "قطب مشتری" سے ادبی مرتبے میں بہت بلند نظر آتی ہے۔ جذبات نگاری میں بھی احمد گجراتی اپنے ہم عصر شعراء اور نو عمر معاصرین سے کسی طرح کم نہیں بلکہ ان پر سبقت لے جاتا ہے۔ احمد گجراتی نے ہجر یوسف میں زلیخا کی بے قراری کی برسی حقیقت پسندانہ فطری اور متاثر کن تصویریں کھینچی ہیں۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جذبات فراق کی ترجمانی میں شاعر نے بارہ ماسہ کی روایت سے بھی استفادہ کیا ہے۔ خوشی، غم، مایوسی، غصہ اور ندامت وغیرہ کے جذبات کی احمد گجراتی نے برسی خوش اسلوبی کے ساتھ مرتبہ کشی کی ہے۔

بھراں زدہ زلیخا کا یہ بیان ملاحظہ ہو

سینر دکھ بھارتل بتری اڑی تب
کیتا جوں پان پیل پت بھڑی کا
جو سیدی سرو قد حق سوخی نار
چی جوں نیریں مجھ تملاتی
جلیا رنگ روپ جگ روش کھے سو
دکھ چو نہ کسی سو رنگ ناری

زلیخا پر پڑیا یہ دکھ بڑا جب
اسے سکھ کا جو دکھ ہر ہری گھڑی کا
بہو تیک ڈھوے کراس دکھ کا بھار
سکی جو باغ سکتا باج پانی
سے سکھ کرا دھرا مت بھڑی سو
نہ سر کئی کوی نا مانگ گاڑی

سہے وہ بال بکھرے سو پریشاں
کہ رہے آپ بہو تیک ہو پریشاں
نہ دیکھی آرسی نامو کھڑا دھوتی
ولے انجھواں تھے وہ مکھ آرسی صوفی
پہنکے جس مکت تلتل رگت غانا
رہے تس مکھ پر کس دھات غازا
انجھو جس نیند کی کالک لجا دیں
سو کیوں وہ نین سڑے سوں سہا دیں

احمد گجراتی نے اپنے عہد کے تہذیبی مظاہر کو اپنی تنقوی میں ہمیشہ کے لیے محفوظ کر دیا ہے۔
مستورات کی پوشاکوں، ان کے گہنے اور آرائش، مردوں کے لباس اور ان کی زیبائش
کے بیانات میں عصری رنگ اور عصری تہذیب کا پرتو موجود ہے لباس، زیورات، طرز تعمیر،
رہن سہن اور مدباری تہذیب یہاں تک کے آس عہد کے آلات موسیقی سے بھی شاعر نے اپنے
قاری کو روشناس کروایا ہے۔ پارچوں میں نین سکھ ٹکٹ، دیبا، تافا، ریشم، طلسم
لیوں، زربینہ، حریر، زربفت اور قفل عطریات اور خوشبودار اشیاں میں کرم، اگر، کستری،
بھل نیر، مشک، چندن، بھو لیل، کافور، پرل اور لوبان، سنگار میں تنول، مہندی، ستر
کاجل، غانا، کنگھی اور شنگرف (سیندور) زیورات میں گرتھواریے، سر بند، تاج، کمر بند،
کنگھی، لٹکان، نودق، آرسی، پھندنے، بیچن، بھوے، لوزک، طره، انگرٹیاں
مانس اور لٹوں کے نام لیے گئے ہیں۔ محلات کے بعض خدمت گاروں کے نام
بھی احمد نے گناے ہیں۔ مثلاً حاجب، تسلیج خواں، بھالدار، ساقی، کنیز، میوکار یا
سیوک، داسی، غلام، دانی، بامچی، شمنہ اور کوتوال وغیرہ۔ احمد گجراتی نے عہد
محدث کی تہذیب و معاشرت کی بڑی کامیاب عکاسی کی ہے۔ یہ اشعار بلا حلف ہوں
جی میں اس زمانے کے بابوں مثلاً طبل، شنگ، بجنتر اور مارا وغیرہ کا شاعر نے ذکر کیا ہے۔
تقتر نادنگ میٹھی وین جسنتر کار
کہ جوں صر باں ستیں ذاکر کہیں ہار
رہا بی کا بڑا بھنکار اہنکار
دیکھیا فسریاد طہوری اچالے
کنٹھے سیدنگ ب تھے تقتر سار
کہ جوں صر باں ستیں ذاکر کہیں ہار
کہ بہو تیک گو شمال ان کو دیر لے

نوا چندا کماچی بات سوہے چندر دینی پنم چند دھات سوہے
 سلکھن میرزا دیاں مل پلا ویں کہیں شادی مبارک دف بجائیں
 طبل شہنائی سنک برغوم نفیری گنگی گنبد گھمن لاگی گھنیری
 چلے لشکر بجنتر سات بجتا چلے جوں ملک بادل تھے گرجتا
 حضرت یوسف کو نسوانی حسن سے مسحور کرنے کے لیے زلیخا جو باغ اور محل
 تیار کر دیا تھا اس میں رنگ برنگی اور خوش وضع لباس میں طبلوس کینڑوں کی چہل پل
 امدان کے ہوش ربا غزوں، سچ دھج اودارالش کا مفصل بیان مثنوی میں موجود
 ہے۔ ان تصویروں میں قطب شاہی عہد کے اوضاع و اطوار اور فحش کی جھلک دیکھی
 جاسکتی ہے۔ ۷

انگوٹھیاں چند کمال پنی یہو چند شہاب انگلیاں کول وہ ہیری نوے چند
 دیکھالے کھ کٹاری گو شوارے ملائی چاند سوں سوون ستارے
 کرے لگن کلائی لٹکنا سات دیس پے چاڈ ستیں لٹکنا سات
 جو پنی نورتن جگ دیپ مولک نہ پتچا ریکس کا جگ مولک
 چندا جسی ہے جھمکت ارسی بات دیکھے پھر پھر جھمکت مکہ بہ دھات

طبلوسات :-

طبلوسات کا ذکر کرتے ہوئے مثنوی میں ایک جگہ احمدمجراقی کہتے ہیں کہ کینڑوں
 نے خوب صورت اور خوش رنگ لباس زیب تن کیا ہے۔ ان کا "پرلوا" بہت ہی جاذب
 نظر اور ہے جس میں جا بجا موتی اور پیرے جڑے لگے ہیں۔ یہ لباس ایسے مہینے
 کپڑے کا بنا ہوا ہے کہ اگر "دوہری تھیری" "کسوت" نہ پہنی جائے تو اس سے ستر پوشی
 ممکن نہیں اس باریک لباس سے ان کے جسم کی جھلک نظر آتی ہے کیونکہ صاف و شفاف

پانی کنول کو چھپا نہیں سکتا۔ ان کے رنگ برنگی لباس انتہائی دلغریب اور محو کن ہیں
انہوں نے اپنے بلوسات کو خوشبو سے ایسا مہکا یا ہے کہ "سب جگ" مہک اٹھا ہے
ان کے خوب صورتی اور جامہ زیبی کو دیکھ کر آسمان کی عورتیں تمنا کر رہی ہیں کہ کاش ان
کا اتارا ہوا لباس ہی ہمیں مل جائے۔

جولائی اس جڑت مانک موٹک	جو بیٹی تن منے کسوت اموٹک
سورس پدروں تھے دیسے لنگا رنگ	جو دھری جہیری کسوت نا کرے انگ
سودج انبر تھے پرگٹ کیوں نہ دے	کمل کون نیرا چھے مانہ چھپے
منگے انگ سنگ پیہہ کابن پر بادا	پر بادا پیہہ رنگ انگ انگ سہاوا
سو جگ مہکارا انگ کی باس جگ جانی	سگند باس انگ کون پر مل سو مہکا کی
کہ بہت اترا پر بادا دے اپس کون	تیس اچھریاں سوگ کیاں اس ہوسوں

ہندوستانی عنصر:

احمد کی تنقوی میں ہندوستانی تہذیب، رسم و رواج، طرز فکر اور ہندوستانی
معاشرت کا عکس موجود ہے۔ اس تہذیب کا پر تو اس کی لفظیات (DICTION)
تشبیہات و استعارات، علامات اور تصورات میں اپنی جھلک دکھاتا رہتا ہے۔ محبوب کیلئے
اس نے لال، لالنا، لوت (للت) سمیت، من مت، متوا، سائیں، میت، پیا، بنی، موی
من مہانا اور پیو جیسے الفاظ استعمال کیے ہیں۔ یہ اشعار ملاحظہ ہوں۔

دھلکتے نیں متوا کے ڈھلکتے	جھمکتے جوں جھمک بجلیاں جھمکتے
جو موت تھے چکاوے دشمن ہوئیں	چلے نیتوں تھے توہی ہوئے کرمن
بھی یوسف کون بھی اے من مہانا	تیرے داری میسے تن می پمانا
کہ سچ بن لال جن کوئی ٹرگ جائے	سو وہ بن ٹرگ بھی دوزخ کے گنی پائے

جسے سائیں سبھی کی پیاس لائے سیت محمد درتھے پیاس اس کی نہ بھاگے
 اسی طرح احمد گجراتی نے ساقی کو کلال، منجے کو کلال بیٹے اور قوس قزح کو رنگوں ماما کہا
 ہے۔ زیلخا کا شاعر نے جو سراپا پیش کیا ہے۔ اس میں اس کی مانگ سیندور سے رنگیں نظر آتی
 ہے۔ سیندور کے لیے احمد گجراتی نے شکر دوف (شگرف) کا لفظ استعمال کیا ہے۔ ع

پتیاں کندہ پٹی پر مشک سطران

نشان شکر دوف تاڑی لال اس ماں

قوس قزح کے بارے میں شاعر کہتا ہے ع

رنگوں ماما چرا ہے رنگ دکھلائے

سو اس رنگ رنگ تھے وہ رنگ بھائے

احمد گجراتی نے اپنے عہد کی عورتوں کے لباس اداں کی آرائش و زیبائش ہی
 کے کامیاب نقش نہیں اُبھارے ہیں بلکہ ان کے جذبات و خیالات کی بھی اچھی مصوری
 کی ہے۔ مثنوی میں انھوں نے کہیں کہیں ہندوستانی عورت کے طرز فکر کی ترجمانی کی
 کوشش کی ہے۔ اس سلسلے میں ان کے بعض بیانات میر حسن کے مکالموں کی یاد دلاتے
 ہیں۔ دونوں مثنویوں میں اگرچہ مختلف موقعوں پر مندرجہ ذیل بیانی ہماری نظر سے گذرتا
 ہے، لیکن دونوں شاعروں نے ایشیائی اور بالخصوص ہندوستانی عورت کی ذہنیت
 پر روشنی ڈالی ہے۔ دونوں مثنویوں میں ہیر دئی سے قریبی ربط رکھنے والی خواتین قیاس
 آرائیاں کرتی ہیں۔ ع

احمد گجراتی

(یوسف زیلخا)

کہی لا گیا کہ یہ حالت عجب ہے
 نہ بوجی جائے اس کا کیا سبب ہے

میر حسن

(سحرالبیان)

(۱) کسی نے کہا کچھ نہ کچھ ہے بلا
 (۲) کسی نے کہا ہے پری یا کہ جی

(۱) بچی بہو تیک گماناں سوں کھی کی

اے شاید نظر لاگی کسی کی

(۲) کھی کوئی یہ جھڑپ ہے بت پئی کی

(۳) کوئی آکھی یہ نشانی سحر کی

(۳) کسی نے کہا کچھ یہ اسرار ہے

جائی کی "یوسف زلیخا" اور "مرحی" دو احمد گجراتی کی مثنویوں میں یہ بیانات مشترک نظر آتے ہیں۔ احمد کی تشبیہات و استعارات میں بھی ہندوستانی عنصر نمایاں ہے۔ تشبیہات میں احمد گجراتی کے مشبہ بہ ہندوستانی پرندے، ہندوستانی جانور، پھل، پھول وغیرہ ہیں۔ موگ، ناگ، زادیں (طوطا)، کنول، ہنس اور پھلی سے انہوں نے محبوب کے خام ناز، اس کی زلفوں اور اس کی زبان کو تشبیہ دی ہے۔ مندرجہ ذیل اشعار ملاحظہ ہوں ۷

پھبیل ناگ کھیلے دھن اُپر جوں

انگو میں مور جوں ہو سولشکتی

چھی آچھی سو اس میں وہ زباں ہے

کھل پر آ جھنور جا گالیے پھر

لشکتی لشجھیلی موکھ پر یوں

رنگا رنگ ہوے کسوت سوں مشکتی

نکھا امریت چشمادہ دہان ہے

نین رنگس نظر کا جل سیکتے پھر

مثنوی میں احمد گجراتی کے مختلف محاکمات اور مثال مقامی فضا اور ہندوستانی ماحول سے ماخوذ نظر آتے ہیں۔ مقامی رنگ (LOCAL COLOUR) نے مثنوی میں ایک مانوس فضا پیدا کر دی ہے۔ ایک جگہ شاعر کہتا ہے کہ اندھاؤ کی بل کو انگور نہیں لگے۔ اور دھتور کے پودے سے پھنس (کھٹل) حاصل نہیں ہو سکتا۔ ہنس سے کو آؤ کوے "سے" "باگ" پیدا نہیں ہو سکتا

نہیل اندھان کوں ہوئے ڈاک دانے نہ دھتورا پھنس پھل بار آنے

نہ ہنس کی اندری تھے کاگ اچھے نہ کد کوے تھے بلوند باگ اچھے

شاعر کی تشبیہات اور استعارات دکنے اور اس کی امیری ہندوستانی فضا اور ہندوستانی

ذہنیت کی غماز ہے۔ باغ میں درخت کی ڈالیاں انھیں زنا کی یاد دلاتی ہیں تو پیشانی
 "ادینم" کی اصطلاح میں سوچنے پر انھیں مالک کرتی ہے مجھ قلی کے حسن و جمال کی تعریف
 و توصیف کرتے ہوئے "میٹھے لب" "پر" ہر یا خطا پر وہ "کو شکر میں چوچ ڈالے ہوئے" رہے
 سے تشبیہ دیتے ہیں۔ یہ اشعار ملاحظہ ہوں ع

دیس وہ بھاڑ مل کر ڈال میں ڈال
 رہیں زنا رجوں مل یا نہہ گل ڈال
 پشانی جو دسے سر بند نیچے
 شفق جوں ادینم کے چند نیچے
 میٹھے لب پر دیسے ہر یا خطا پر وہ
 دیسے ما دیں شکر میں چوچ سب ڈوب

زلیخا جب سورج اپنا چھپائی کھل جوں باج سورج کھلائی
 ہندوستانی تہذیب کا پروردہ شاعری کوثر میں کھل کا حسن دیکھ سکتا ہے اور ارسیت جل
 پر اسے خضر کھڑے نظر آتے ہیں ع

سو کچ رنگ روپ تازا ہو کھلی نار
 جو کوثر میں کھل نہ ہوے اس ہمار
 کھڑا جوں خضر آرسیت جل پر
 پھر ثیا جوں باج گر داگرد کوثر

زلیخا کے رسم جلوہ کا بیان قطب شاہی عہد کی تقریبات بیاہ کی رقعہ کشی کرتا ہے اور اس
 میں بھی دو قوموں کی اس مشترکہ تہذیب کی عکاسی کی گئی ہے جو اس بادشاہ کے عہد میں عوام
 اور خاص دونوں کے لیے شائع کی گئی تھی۔ خود مجھ قلی قطب شاہ نے رسم جلوہ
 کے موضوع پر شعر کہے ہیں۔ احمد نجاتی نے اس کی اس طرح تصویر کشی کی ہے ع

عروصانی شہنائی تخت بسلائے سو شہبہ آدوس کون ان پر جو بسلائے
 لگیا جلوہ دیون سوون محل سب ہوا آدوس کا جلوہ دہاں سب
 جو جلوے سوں ڈولائی اس چادستیں ہلی جوں پھول ڈالی بادستیں
 سُننے کے پھول اور مانیک جوتی لگے اس پر کسٹن شہبہ ہو رگوتی
 جو شہبہ آدوس کون ہوئی کاج جلا بہہ جگ یائیں نعمت ہو رعلوا

احمد گجراتی اپنی مثنوی میں ایک بالغ نظر شاعر کی حیثیت سے ہمارے سامنے آتے ہیں۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ انھوں نے زندگی کے مزاج کو سمجھنے کی کوشش کی ہے اور اس کے نت نئے تجربات سے اپنی جھوٹی بھری ہے۔ "مثنوی یوسف زلیخا" میں جہاں موقع مل سکا ہے انھوں نے بصیرت افروز نکات اور خیال آفریں محاکمات سے قاری کو ایک نئی آگہی عطا کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس ضمن میں ان کے پیٹھے مدرسے کے تعاضلوں کو بھی ہم نظر انداز نہیں کر سکتے۔ جس کا مقصد علم و آگہی کی ترسیل ہے۔ احمد نے اپنی مثنوی میں حکیمانہ اور اخلاقی مطالب بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ بیان کیے ہیں۔ مثنوی کے آخری حصے میں زلیخا کی بے پردہ سامانی، حسن کے زوال، مادی آسائشوں کی بے ثباتی اور ناپائیداری پر پرے پڑا نازناں دوشنی ڈالی ہے جب زلیخا حضرت یوسف کے سامنے حاضر کی جاتی ہے تو یہ تضاد اور بھی عبرت انگیز محسوس ہوتا ہے۔ زلیخا کا کثیف لباس اور اس کی خستہ حالی کے مقابلے میں حضرت یوسف کے زرق برقلبوسات، شامانہ تمکنت اور وقار و ہڈیخا کے تکبر و غرور کے مقابلے میں اس کی عاجزی و بے بسی قاری کو دعوت فکر دیتی ہے۔ احمد گجراتی کے فکر انگیز و پند آمیز بیانات سے قاری متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ مثلاً اس نکتے کے بارے میں کہ اپنے راز کو افشا کر نامادانی ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ بات جوں ہی ہونٹوں سے باہر نکلتی ہے تمام دنیا میں اس کا چرچا ہونے لگتا ہے۔ جس طرح پیچھے سے نکلا ہوا پرندہ دوبارہ پیچھے سے واپس نہیں آتا اسی طرح ایک مرتبہ راز افشا ہو جائے تو پھر اس کو چھپانا ناممکن ہو جاتا ہے۔

کٹھاں چھوٹا ہوتا ہے اس کا منہ ڈھانکا جاسکتا ہے۔ لیکن سمندر کو نہیں ڈھانکا جاسکتا ع

بڑے بولے کہ جے کٹ دو منیں آئے تو تل میں ہوئے پرکٹ جگ سن جائے
 و لے اس دوی کوں دو ہونٹ کرجان کہ یوں بولے حکیم جان سب جان
 جے کچ کٹ دوی ہونٹاں تھے بہرہوئے نلا کے بار کچ سنتیں ٹٹے کوئے
 پتکھر دینگرے میں تھے جھٹے جب پکڑ سکیں جو اس کو شش کریں ب
 و لے منہ تھے پٹے جے کٹ باہر نہ سکیں کوئی چھپا لیون اُسے پھیر
 جو یک منہ تھے پٹسی جگ منہ میں جے باٹ کو اکھل ایک جوں سمندر ہوئے سات
 سکیں ڈھانپیں کوئے کا منہ سبھہ کوئی نہ سمدر کھ بندھن کوں سکت ہوئی
 کچھ یوں سب بڑے انتر بچارک جو سر لوڑے سلامت کٹ ٹھپا رک

اسی طرح تسلیم درضا کی اہمیت، صبر کی تعریف، زمانے کی بے ثباتی، حوض کی بربادی،
 متکبر سے پرہیز اور دشمن سے غافل نہ رہنے کی تلقین اور تزکیہ نفس کے موضوع پر شاعر نے
 فکر انگیز اور بصیرت افروز باتیں بیان کی ہیں۔

مثنوی کی ابتدا میں شاعر اپنے کمال فن کے بارے میں کہتا ہے کہ میں شعر میں صنائع
 اور بدائع کے استعمال پر قدرت رکھتا ہوں اور میرا طرزِ ادا خاص اور منفرد ہے ع

خیال و خاص طرزاں خاص لیا دوں

غرائب ہو ر بدائع لیا دیکھیا دوں

حقیقت یہ ہے کہ مثنوی "یوسف زلیخا" میں نہ صرف تادرتشبیہات و استعارات سے کلام
 کو زینت بخشی گئی ہے بلکہ دوسرے شعری محاسن بھی مثنوی کے صورتی حسن میں اضافہ کرتے
 ہیں۔ مبالغہ، حسن تعلیل، مراعاة النظیر، ایہام، تضاد اور تعبیر کے برجستہ استعمال
 سے شاعر کی استادی کا ثبوت ملتا ہے۔ چند شعر یہ ہیں ع

تضاد :

لگیا سینہ جو تیرے دکھ تھے در زور
 مٹھے لب سوں نہ اس پر توں سٹے شور
 تر تے جے یک نیوالا کوئی دیا وئے
 بھلا جے باڑ لا پورت کھلا وے
 جو دیرا منج ست کا نور اُجالا
 نہ کر پھر جھوٹ سوں اندھکار کالا
 کیتا توں منج بھلائی پر بُرائی
 سو کھوں پاگا بُرائی کر بھلائی
 عزیز اس جھوٹ چندی کو بجا جب
 پیٹ کو پوں تھے جوں سورج جلیات

مراعاة النظیر :

سواں سمدور میں کاڑی ہوئے تیرتی
 ملن پندر کوں لاگن ہو س دھرتی
 جو دیا جھوٹ کا روشنی کیتی تار
 نایا ہے تیل بن جھوٹی آنجھو دھار

تجنیس :

جگت اس دشت تل کم ایک تل تھے
 نہ بوجے دجی بن یک بات دل تھے
 (تجنیس ناقص)

کہ کیوں نہ اس سزا کا ہوئے سزا دار

(تجنیس زائد)

دھن کی مشرم پر بے کوئی اٹھن ہار

بہو تیک آس را کھی اپنی چت میں

(تجنیس ناقص)

کہ اس تدبیر تھے مُتِ نرم ہوئے مُتِ

جو ہوئیں گرم تو بھیل دیں سرد

(تجنیس خطی)

نہ دکھیں باؤ ان کی پاؤ کی گرد

مبالغہ:

ندی ہو اس کٹک کی غلبی مٹی

چمکتی گائے بہو دھرتی تلے مٹی

کیئے آپار بے جگ میں کندوری

نہ ہوئی سفر اچھا دن دھرت پوری

احمد گجراتی اپنے کلام کے معنی آفرینی کے بارے میں کہتا ہے۔ میرے معنی کی بلندی کے سامنے
نوا کا س" بھی لپست معلوم ہوتے ہیں۔ ع

بہہ معنی میرے بھی ادنیٰ اچکل

جو نوا کا س دیں نوح اہل تل

حقیقت یہ ہے کہ احمد ایک بلند مرتبہ شاعر ہے اس کے یہاں قدرت، خیال معنی آفرینی
اور رفعت نخل موجود ہے۔ احمد گجراتی کی انفرادیت اور "طرز خاص" کا ان کی انوکھی اور
نادر تشبیہات سے بھی پتہ چلتا ہے۔ جھوٹ کو بدر کامل سے اور سچ کو ہلال سے تعبیر کیلئے
جس کے پیچھے یہ تصور پوشیدہ ہے کہ جھوٹ سے پہلے ہل لوگ متاثر ہوتے ہیں لیکن رفتہ
رفتہ اس کا اثر کم ہونے لگتا ہے اور بالآخر لوگ اصل حقیقت سے آگاہ ہو جاتے ہیں۔
سچ سے بالعموم لوگ متاثر نہیں ہوتے لیکن جوں جوں وقت گزرتا جاتا ہے اس کی

صداقت واضح ہوتی جاتی ہے اور اس کی اہمیت میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ ع

کبہیں جگ بھوٹ کو جوں چودداں چند
جو اول جوت دے دن دن ہوئے مند
نوے چند سوں کوئی سچ کوں نسبت
جو دن دن جوت اُجالا دے زیادت

اسی طرح کمر خدیہ زلیخا کو پہنچے، "تاریک کنوئیں کو کافر کی قبر بیا دوزخ کی کھڑکی سے،
ادمنوں کے پاؤں کے نشانات کو مہ کامل سے، گھوڑے کے سموں کے نشانوں کو ہلال
سے اور ہجران زدہ زلیخا کی بے تابی کو ہوا سے ہلنے والے پتے سے تشبیہ دی ہے۔ اُردو
ادب کے ابتدائی دور کی تشبیہات اکثر نیچر سے قریب نظر آتی ہیں۔ ان شعراء کا طرزِ ادا
اور طرزِ فکر تصنع اور ملمع کاری سے پاک دکھائی دیتا ہے۔ احمد گجراتی کے کلام میں نصیحت
نمایاں ہے۔ زلیخا کے بڑھاپے کی جو تصویر احمد گجراتی نے کھینچی ہے وہ مثال میں پیش
کی جاسکتی ہے۔ زلیخا کے سیاہ بالوں کے سفید ہونے کو شاعر نے ایک نادر تشبیہ سے
واضح کیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ قصا کے تیر سے کو ا ختم ہو گیا اور اس کی جگہ بگلا آ بیٹھا۔ سنبل
کیوڑا بن گیا۔ مشک نے کافور کا رنگ اختیار کر لیا اور نلیم بلور میں تبدیل ہو گیا۔ ع

اندھاری رات تھے جو کیس کالے
سواو مل ہو رہے جوں دیس اُجالے
عجب جے پھیر سنبل کیوڑا ہوئے
قصا کے تیر تھے اڑ کر گئے لگ
سوان کا تھا دل آ کر پکڑے ہگ
نہ دیکھا نا سنیا بہہ دن بڑھا کوئے
جو نلیم پھیر کر بلور ہوا ہوئے

احمد گجراتی کے چند استعارے یہ ہیں جن کے مستعار منہ بھی ان کی اکثر تشبیہات کے مشابہہ کی طرح فطرت سے ماخوذ دکھائی دیتے ہیں۔

دس ہیریاں سول مانیک ہونٹ پھٹے
 کھجور، انار دانیوں سات توڑے
 برہ دو کال تھے میں بھوک مرقی
 کرم کر جیو کا بھوجن ادھر تھے
 ادک گن چاند توں کس برج میں ہے
 رتن اہول توں کس درج میں ہے
 صبا لگ دوئیں سوال اپنے
 چرای اُس کلمہ کے سنگار بن میں

ثنوی "یوسف زینبا" میں منظر کشی کی اچھی مثالیں موجود ہیں۔ احمد گجراتی نے محلات اور باغات کی ایسی خوب صورت اور گویا تصویریں پیش کی ہیں جن کی نظیر دکنی شاعری میں وہی نصرتی اور غواصی کے سوا کہیں اور نہیں ملتی۔ بلخ زینبا کی یہ تصویر کشی ملاحظہ ہو جس میں احمد نے زگس، سوسن، بید نہشتہ، چنبیلی، موتیا، کنول، موگرا، شمشاد اور کلی سے انسانی افعال منسوب کر کے اپنے بیان کو پُر لطف اور دلکش بنانے کی کوشش کی ہے :

جو پھولے پھول سورنگ روپ سنگات	کرے زگس نظر بازی انوسات
دیکھیا سوسن کہ زگس شوخ دیدا	ہو اس مارنے لے ہانگ پیدا
سو اس آذا ہوا نخل عنبرانا	سو زگس بید کن لے گئی کڑا حانا
لگیا سوسن سول اس جھگڑا بھوتیک	لگے بالکاں رن ایکس ستیں ایک
بنفشہ کوپ سوں شمشاد سنگات	لکھے ہیں لام الف جوں خوب خط رما

سونیلا ہو رہی لاجوں تھے وہ جب کلی برقع اچا دیک سہنس پڑیا تب
کسی خاص خیال یا واقعے پر زور دینے کے لیے احمد نے اشعار میں الفاظ کی تکرار سے کام لیا ہے۔
یہ ان کے طرزِ ادا کی ایک خصوصیت ہے مثلاً

چڑھائے پھیر پھیر انگ انگ رنگ لال چڑے مت ہمت اس رنگ تھے سوزِ رنگ لال
نہ منج کون بول بول اس کے پتیا کر نہ میں لالیوں بول ایسا خطا کر
میری شک شک اُسے جانی جو جانے تو ادے سیس سو پھر نا اچا دے
پر دوا میں رنگ رنگ انگ سہا دا منگے انگ سنگ پیہ کا بن یر دوا

شعوی یوسف زلیخا میں صوتی تکرار *alliteration* کی اچھی مثالیں بھی موجود
ہیں اور شاعر اکثر ہم قافیہ الفاظ استعمال کر کے بھی شعر میں صوتی لطف پیدا کرنے کی کوشش
کرتا ہے جیسا کہ مندرجہ ذیل اشعار سے معلوم ہوتا ہے :

تکرار صوتی: زمیں رنگ لیا کی رنگ کھندی

ہندی جب گوں پر ہوئی جگندی

جگے جگ دیپ کچھ جب جگے سات

سو دیوے دیس دیو لائی پٹن رات

مدن ادبالت تھے بہتیک ابل کر

البتی سوا پنچہ آویں نکل کر

اچھے اچھاات آپھے جیوتھے دوتن

سواچھا کیوں نہ یوں آپھے یوجیوں

نواں جلنے سول جاہل مانہہ ٹھوں

سکے جل جل جو ہو را انجھواں نہ یوں

جرم جلتی سودہ جلتی بھی جلتی

کیوں اس کوں نیر تھے تدیر جلتی

ہم قافیہ الفاظ: مکمل کھیل دیکھت آوت مکمل میت

سپن والے اٹھتے سب جوں چلی ریت

کہیں جگہ دل کو پہنل کی طرف باٹ

نڈاڑا ہوتے کچل لٹوٹ کھٹ کھاٹ

سُمت مت جے رہے مت تھے دوچت مت

نہ چینی چت میں مت کوں بن سُچت مت

نئی ترکیبیں :-

(۱) احمد گجراتی کی مخصوص لفظیات (Diction) سے بھی ان کی انفرادیت کا پتہ چلتا ہے۔ انہوں نے اپنی
فہمی میں نئی نئی اور بلیغ ترکیبیں استعمال کر کے اپنے مافی الضمیر کو واضح کرنے کی کوشش کی ہے احمد کی چند محاورے
نیں بھادون، جگہ دین، نیندالے نین، میا سیگھن، جگہ دیپ مانک، دیا شٹی،
برہ بس، دکھ ہرنت، جگہ بھلائی، جگہ اٹھا دل، کستوری سہاما، مکمل دیہہ، گن سندر
پاپ ناس، اوپر نہت، بچتے نہیں، جیو پانی، مکھ چتر، نیہ لانی مکھ، ندنیل، دکھ دھوپ،
من دشت، پھل نیر، چمن چت، برہ نس، دکھ سدور، مدروپ، مدپرست، دیا کیسی، پارڈنگر
سودن سین اور جگہ مہکی وغیرہ ۷

جواں دوز جگہ مہکی پھول پگ تھے بندہ خانہ ہوا سوگند سرگ تھے

جو بہر دن برہ بس بھید یا تیرے می دیتا امرت میلا وہ برہ بھنجی

دیا دشتی سوں اس واسی کوں چک دیک جوتی دیکھن تھے دشتی کھوی دکھ دیک

جتا کچ نین بھسا ون روپ دھر سوں نہ دیکھی نین سوں تو کای کر سوں

دھرے تو جگہ بھلائی بنو جوانی سہانی جیو لانی من لیجانی

کرتوں مدروپ کا سد متوالا پلاما منج پیرت کا پیالا

۱۲ احمد گجراتی نے عربی اور فارسی الفاظ کے ساتھ ہندی لفظوں کی پیوند کاری بھی ترکیبیں وضع کی ہیں مثلاً آگِ غیرت، پیشانی دکھ، سرو پھل بار، کاھری پر بار، نبت دکھ، نیں زگس، حسرت بس، منگنی سرو، خوب روپ، توحید بن، میگہ رحمت، ب، دکھ رنگ اور پادیم وغیرہ

کھیا یوسف سوں جویوں روپ کیرت	جو جاگے می میں شہہ کوں آگِ غیرت
ایوں دھا کوں پیشانی، دکھ تھے	پیشانی سوں میٹھی ڈگمگ تھے
ادھر امرت شربت ناپیلا دے	ولے تلّ حسرت بس کھلا دے
رکھے اس مانہہ یوسف پادیم جب	محل پہکے قدم تھے بھر کرم ب
پڑی اس ہول تھے وہ سرو پھیل بار	بہو خاری سوں بھوئیں پر چھاؤں کی ما
رہیاں جوں لبلاں توحید بن میں	ہزاراں ناؤں اس بلیں کے می میں
سکوں جوں قوط میں بن سوکھ کر جائے	تو کاہے میگہ رحمت توں نہ برائے

شاعر کا مرغوب لفظ "امرت":

"نورس" ابراہیم عادل شاد ثانی (۱۹۸۸ء-۲۰۲۶ء) کا پسندیدہ لفظ تھا اور کے دور میں کئی چیزیں اسی نام سے موسوم ہوئیں لفظ "نورس" شراب، نغمہ، پرچم، عید، سکے، ناٹھی اور شہر وغیرہ کے نام کے لیے استعمال کیا گیا ہے۔ اسی طرح "امرت" احمد دب لفظ ہے جو اس کے کلام میں بار بار شاہد ہے میں آتا ہے۔ شاعر یا ادیب کی تخلیقات صوص الفاظ کی تکرار اور کثرت اس کے جذبات اور اس کی نفسیات کی غمازی کرتی لفظ "امرت" احمد کے کلام میں بار بار اپنی جھلک دکھاتا رہتا ہے۔ اور اس لفظ سے نے مختلف ترکیبیں بھی بنائی ہیں مثلاً امرت ہوا، امرت باس، امرت گئی، امرت قدم، امرت مرت بل، امرت بات، امرت جواب، امرت بچن، امرت ادھر، امرت سمد ملن امرت

امرت گا دلی امرت تھیری اور امرت ملاو وغیرہ ۴

جو بند کے لوگ وہ امرت ہوا پائے
اس امرت نیرستی سر نہلا کر
جے کچ پوچھا جو اُس بھوپال راجا
ادھر امرت کچن امرت گن امریت
منگے امرت ادھر دیاں پیوں
ادھر امرت ادھر کی چھال پڑ کر
جو کئی دن برہ بس تھا منج چارا
سو دس دن دیس امرت پیل دہ پیل
سبہ نہ جو تھے سو جو نزا پائے
سنگا روتا ج کون اس سس لا کر
اس امرت گن تھے امرت حجاب پایا
گن امرت نیر کی تا ہوئے ایو ریت
سہا دن سیل انگ سنگ لیوں
ہوا وہ نیر سب جل شہد فکر
ملن امرت پائی اس کا اتارا
جو میٹا لال مل دے برہ بس میل

محاورے :-

اتحاد گجراتی نے فتویٰ دیا "میں اپنے عہد کا مردِ روزمرہ اور محاورے جا بجا استعمال کیے ہیں۔ مثلاً ہونٹوں میں دل آنا (ہمیت نہ ہونا) باٹ آنا (دماغ ماست پرانا) سیار کھنا (مہربان ہونا) دشت اچانا (فطری چپانا) دشت بھانا (نظر ڈالنا) کان دینا (دکان کرنا) توجہ سے سننا (پاپ لانا) گناہ کرنا (صبری پکڑنا) صبر کرنا (آسوں رہنا) امید پر جینا (گناہ کا سود لینا) گناہ کا کفارہ ادا کرنا (جیو کا مان کرنا) جان تلف کرنا (بد بکڑنا) عقل سے کام لینا (خیند کر موی کرنا) خیند میں خلل ڈالنا (باور دھرنا) یقین کرنا (کوپوں سے جلنا) آگ لگوا ہونا (تلا جی کرنا) بے حیائی سے کام لینا (شرم کھینچنا) شرم محسوس کرنا (دھیر کرنا) ہمت ہارنا (شور لانا، شور اچانا) غل کرنا (آس کا ٹٹا) نا امید ہونا (نیہ لانا) عیش کرنا (چٹ پٹنا) بے تاب ہونا (فریاد اچانا) فریاد کرنا (بال ہکے کرنا) (بال نوچنا) آس پانی میں بہہ جانا (مالو س اور نا امید ہونا) رشک لانا (دشک کرنا) ٹھٹھن پکڑنا (قرار پانا) میرزا نیان

گناہ (دعوتیں کرنا) بختاں کی سستی (بد نصیبی) سرکلانا (سر مونڈنا) اور جیو کر ڈا کرنا (درنجیہ ہونا)

وغیرہ ع

یتا دھیرک نہ سٹ چکھ دھسیر ہورہ

جو یہ پانی میری یاد نہ دھسری

بچار اناج کے جو یوسف کان کیٹے

کہ میں کافی اپنی ہو آپنی اس

سو اس یادوں جو اس سوں نیہ لادے

یتا کیا چٹ پٹاوے ایک تل میں

نیٹ بے صبر ہونے یاد اچائی

جو کی دو دن صیوری نا پکڑتا

بندی خانہ مولایا رشک انبرسات

سو میری اس سب پانی میں بہہ گی

سو یوں کاندھے پر اس کو سرکلا کر

پھر اسے شہر میں یوں شور اچا کر

زمین اس کے کہے پر کان دیتا

زبان کی قدامت :-

حجر گجراتی کی زبان پر قدامت کی چھاپ خاصی گہری ہے۔ الفاظ، محاورے اور تراکیب کے استعمال میں بھی اس کا عکس دیکھا جاسکتا ہے۔ مختلف اشیاء اور مختلف جذبات و تجربات کا ترجمانی کے لیے احمد نے اپنے عہد کے جو مخصوص الفاظ برتے ہیں۔ جب ہم ان کا موجودہ زمانہ ان کے جدید مترادفات سے مقابلہ کرتے ہیں تو دونوں میں نمایاں فرق نظر آتا ہے مثال کے

طور پر انسانی جسم کے مختلف اعضاء کے جو نام احمد نے مثنوی "یوسف زلیخا" میں استعمال کیے ہیں وہ درج ذیل ہیں :-

دیبہ (جسم) سیس (سر) کیس (بال) کنٹھ (گردن) نین (لوہ) ، چک (آنکھ) آذر (لب) دسی (دانت) کالج (یکجہ) چت ، من ، ہر دے (دل) پگ ، چرن (پاؤں) اور نکھ (ناخن) وغیرہ۔

صرفی تجزیہ

(۱) احمد گجراتی نے دکن کے عام قاعدے کے مطابق لفظ کے آخر میں لف اور نون کا اضافہ کر کے جمع بنائی ہے۔ مثلاً کتاب کی جمع کتاباں، پتھر کی جمع پتھراں، تارے کی جمع تاراں، سطر کی جمع سطراں، گمان کی جمع گماناں، جدول کی جمع جدولاں، بخت کی جمع بختاں، پیڑ کی جمع پیڑاں، ہزار کی جمع ہزاراں، ہونٹ کی جمع ہونٹاں وغیرہ

اگر خسرو نظامی کیاں کہتا یاں
لیکن بہو تیک گماناں سو کھی کی
سٹی بختاں سول جاگ اس مل نہ بیٹھی
ہزاراں داسریاں بہو تیک ہنرمند

نہ آگ کی جمع آگوں، پیاس کی جمع پیاسوں اور آس کی جمع آسوں بنائی ہے ع
جو اس آگوں تھے سب جاگ جلتا ہوئے
سودہ کیوں رہ سکے آنکھیں کی آسوں

کہ جو یہاں سول تھے اور تباہ ہو گیا ہو

(۲) احمد گجراتی کی زبان میں ضمیر کا بڑا تنوع نظر آتا ہے۔ انھوں نے برج بھاشا کے ضار بھی برتے ہیں اور دکن میں مروجہ ضمیروں سے بھی استفادہ کیا ہے۔ مثلاً میں انوں، امیوں (ان) کنوں (کن) تمہیں (تم) تھی (وہ) اپوں (آپ خود) جن (جو) رکن (کون) اے (یوہ) انت (اُن) ہمیں (ہم) اُن (وہ) تھیں (تو) اے (خود) یوہ (جو) استعمال کیے گئے ہیں۔ مثلاً:

زلیخا جب انوں تھے یہ خبر پائی

توں کون درس اس کا دکھلا دے

تو وہ ہمیں استیں سرکار لا کر

ہیں اچھتیں زلیخا کس گنت مانہ

بڑائی سب شہیداں میں دھرے تیں

الہی جے بخشش نا تھیں ج

فرشتاں تھے زیادت نورانت کا

جے کچ فدا مان اس کا سر چڑاوی

احمد کی مثنوی میں ضمیر کی جمع کی صورتیں بھی موجود ہیں مثلاً:

کنوں گن پارلا گے سو لگا اب

جناں کچ جانتی تھی او تنیاں بھی

اسی تل ہور کتنیاں تیں سزا دے

ہیں ایساں سول جے یک تل میلے گا

دتیائ یا نا ہر میں اپنے گھر گیاں

چنا جیساں نچل نزل تہیاں

(۲) دوسرے دکنی شعرا کی طرح احمد گجراتی نے بھی حرف اضافت کی جمع بنائی ہے

بھنٹی سن کیاں ذریاں کیاں کنواریاں

زینچا ہورہم سن کیاں ہیلیاں

اصیلاں مصر کیاں بیساں چھیلیاں

کیتاں ابلیس کیاں انکھیاں کواندھلیاں

احمد نے حرفِ اعجاز کا کی کے کی شکلیں کیرا کیری اور کیرے بکثرت استعمال کی ہیں
مثلاً

سو گت دیاس انگ کیرا میل کر دور

جورج اس بات کیری یاٹ دیکھلائی

نہ یک ذرے کیرے مولوں لکاویں

(۳) احمد گجراتی نے اسمِ صفت کی جمع اس طرح بنائی ہے

دسیاں گایاں جو موٹیاں سال مکال

دسیاں دلیاں سوئیں وہ سال دکال

تیکے بھانگے جو کونیاں انگلیاں جوں

نکے اس لال تازیاں کونیاں جوں

(۵) دکنی میں فعل کی جمع بنانے کا یہ طریقہ رائج ہے کہ فاعل جمع ہونٹ ہو تو اس کی مناسبت سے فعل کی بھی جمع بنائی جاتی ہے۔ احمد گجراتی کے کلام میں اس کی دلچسپ مثالیں موجود ہیں

کھڑیاں یک پاؤں پر جوں سرو اچھوب

پہنیاں اوڑیاں سوں تن پر زرنگاری

کلیاں تازیاں کھلیاں جب سیج گھالے

اٹھے مشتاق بیٹھیاں بے اٹھے کب

سُنے کیاں پتلیاں جیساں کھڑیاں سو

(۵) دکنی میں فعل ناقص کی جمع بنانے کا عام دستور ہے۔ تھی کی جمع تھیاں اور اٹھی کی جمع اٹھیاں کی مثالیں نظم و نثر میں اکثر جگہ نظر آتی ہیں۔ مثلاً "یوسف زلیخا" میں بھی شاعر نے انھیں بکثرت استعمال کیا ہے۔ مثلاً

وے جب دین نا ہیں بوجتیاں تھیاں

سو پتیاں ہوی پتیاں بوجتیاں تھیاں

(۶) احمد گجراتی کے کلام میں علامت فاعل "نے" کہیں نظر نہیں آتی فاعل علی

حالت میں یہ علامت حذف کر دی گئی ہے۔ دتھی کی "سب رس" میں علامت فاعل موجود ہے اور اس نے اس کا استعمال دکنی قواعد کے مطابق کیا ہے۔

(۷) ماضی مطلق میں دکنی کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ ایسے افعال مجہول پر ختم ہوتے ہیں۔

انھیں ماضی مطلق بنانے کے لیے مصدر کا ناگرا کر "یا" لگا دیا جاتا ہے۔ مثلاً "یوسف زلیخا" کے تمام ماضی مطلق افعال اسی قاعدے کے تحت آتے ہیں۔ مثلاً

مگر ہو دھیاں اُس کھ کار کھیا جت

رھیا ہے تن یہاں ہے جو اُس کمی

تیرے وعدے اُپر لے اُس باندھیا

زلیخا کوں بھریا دھن مال سنیت

اول تاکید سول یہ پسند بولیا

پچھیں تعبیرے کچ ہے سو کھولیا

خوشی سودھن پراں اول لوشیا

مناجات اس بندے کا جب قبولیا

(۸) اسم فاعل کی چند مثالیں یہ ہیں ع

سکھیا ارا عطارد علم اُنوں پاس

سو کیوں نا تلمیے اس پر جلی مار
 کہ چون ضرباں ستیں ذا کر کہن مار
 نہ کچ فرمان تھے اس کے پھرن مار
 پھیلے لوگ جے تھے بہر بوجھن مار
 مہا ہیبت سیتی جھل کر مرن مار
 سبہر جگ جاگتیں جے کچ کرن مار
 سدا یک دشت تھے سب جگ دیکھن مار

(۹) جنس : دکنی میں بہت سے الفاظ کے لیے جواب مذکر استعمال ہوتے ہیں صیغہ
 مونث لایا گیا ہے اور اسی طرح مونث کے بجائے مذکر مستعمل ہے۔ احمد کی مفتوی میں بھی اس
 کی مثالیں نظر آتی ہیں۔

کلی برقع اچا دیک ہنس پڑا تب	(کلی = مذکر)
زلیخا کوں بی صورت خوب اگر تھا	(صورت = مذکر)
نظر کہ دیک اس کی پیرہن پر	(پیرہن = مونث)
کرے تعبیر اس کا بے کچ ہوئے	(تعبیر = مذکر)
زیادت شاعری کا فن دکھاؤں	(فن = مونث)
ہنیں اس روپ کی سنگار کا حد	(حد = مونث)
اسی بے رنگ کی رنگ جگ ماں اچھے رنگ	(رنگ = مونث)
شہنشاہ کی کرے کن ذکر میری	(ذکر = مونث)

(۱۰) حروف میں پو (پی) مانہ، مے، مین، ماں (میں) کہیں (کبھی) ایساں (یہاں)
 اوں (وہاں) اتال (اب) جاں (جہاں) کال (کہاں) جدوں (جب)
 تدهاں (تب) انگے انگیں اگلے (آگے) بھتر بھیترا (اندرا) بھار، بھرا (باہر)

بچھیں (پچھے) (بعد) اُپر (اوپر) تل تلیں (نیچے) لیرا (کا) کیری (کی) کیرے (کے)
تھے تے سوں ستیں، سئی (سے) سنگات سنگ سنگات (ساتھ) لگ لگوں (لگ) کئے
(پاس) ہور (اور) نکو، ناہیں، نئیں (نہیں) اور بن باج انیر، وغیرہ صفت عددی (بہت)
(بہت) بھی احمد نے اکثر جگہ استعمال کیا ہے۔

(۱۱) اردو میں بالعموم لفظ کی ابتداء میں الف کا اضافہ کرنے سے صفات کی
نفی ہوتی ہے۔ یہ طریقہ ہندی میں بھی رائج ہے۔ مثلاً اٹل، انجان، ان پڑا، اور
انہل وغیرہ۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ لفظ سے پہلے صرف "ن" کا اضافہ کیا جاتا ہے جیسے
نڈر، نہتا وغیرہ ہندی میں "ن" اور "ر" نامہ کم کے بھی متضاد معنی پیدا کیے جاتے ہیں۔
مثلاً نرگن، نزل اور نر آسا وغیرہ۔ احمد کے یہاں اس کی مثالیں یہ ہیں ۴

ست = اوست

آس = نراس

جو = زرجو

نیلند = افیند

بھادتی = ان بھادتی

لاجی = نلاجی

جوت = زرجوت

بھاگتی = زبھاگتی

گن = ادگن

دیکھے = ادیکھے

بھاگی = ابھاگی

سیا = ان سیا

نہاں (۱)

جرٹ - اجرٹ

گیان : اگیان

پندے - ان پندے

یہ مصرعے ملاحظہ ہوں ع

جو سادا ان سیا پیتا پر صاوا

جو تھے بہہ دیں تیرے تین ترجموت

نلا جی کیوں ہے یوں توں آج کئی

جوانِ تاج کوں نیٹ ان بھاوتی ہوئی

الف ثانیہ کے بارے میں شوکت سبزواری اردو زبان کا ارتقاء " میں رقمطراز

ہیں کہ یہ سفسکت سے ماخوذ ہیں اور "ان" کا محقق ہے لہ

لہ شوکت سبزواری - اردو زبان کا ارتقاء - صفحہ ۱۴۸۔

لسانی تجزیہ

قدیم دکنی شعراء نے اپنی زبان کو کبھی "ہندی" کبھی "ہندوی" کبھی "گجری" اور کبھی "گجری" وغیرہ ناموں سے تعبیر کیا ہے۔ احمد اپنی زبان کو "ہندوی" کہتا ہے اور اس پر تانا ہے۔ ع

سو کیسا ابتدا ہندوی زبان سوں

بہو چند بندایم صنعتاں سوں

آگے چل کر اپنی زبان کے بارے میں کہتا ہے کہ اس میں عربی اور فارسی الفاظ کی آمیزش بہت کم ہے ع

عرب الفاظ اس میں کم ملاؤں

نہ عربی فارسی بہو تنیک ملاؤں

جب ہم احمد گجراتی کی مثنوی کا لسانی تجزیہ کرتے ہیں تو اس کے اس بیان کی صداقت ہم پر واضح ہو جاتی ہے۔ جمیل جالبی، احمد گجراتی کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ان کی زبان بجا پرانا اسلوب سے قریب تھی اور گو لکھنؤ میں نیا لسانی رجحان فارسی اور عربی روایات سے اثر پذیریری کی صورت میں رونما ہو چکا تھا اس لئے احمد کو قطب شاہی دربار میں

زیادہ مقبولیت حاصل نہ ہو سکی۔ انھوں نے تحریر کیا ہے :

"یہ گجری اُردو کی بنیادی خصوصیت رہی ہے کہ اس نے ایسے الفاظ کو کثرت سے اپنے دامن میں جگہ دی۔ سارے قدیم گجراتی شعرا ہی زبان و بیان کے ترجمان ہیں۔ اس اعتبار سے یہ مثنوی گجری اُردو کے ترقی یافتہ زبان و بیان کا قابل ذکر نمونہ ہے.....
فارسی رنگ سخی اس دور کا جدید اسلوب تھا اور احمد نے قدیم اسلوب میں طبع آزمائی کی ہے۔" لہ

محمود شیرانی نے یہ ثابت کرنے کے لیے کہ اُردو پنجابی سے نکلی ہے۔ اپنی تعریف "پنجاب میں اُردو" میں قدیم دکنی شعراء کے کلام سے مثالیں پیش کی ہیں۔ دکنی شاعری کا ایک بہت قدیم نمونہ جواہر حسن دستیاب ہوا تھا وہ احمد گجراتی کی مثنوی لیلیٰ مجنوں، تھی جواہر حسن نے "یوسف زلیخا" کے بعد لکھی تھی۔ محمود شیرانی نے پنجابی اور دکنی کی مماثلت واضح کرنے کے لیے ہر جگہ احمد گجراتی کی مثنوی "لیلیٰ مجنوں" اداسی کی مثنوی "یوسف زلیخا" کے اشعار سے مثالیں دی ہیں۔ محمود شیرانی نے احمد کی مثنوی کے صر فی اور نحو اور لسانی پہلو پر روشنی ڈالتے ہوئے جو نتائج اخذ کیے ہیں ان کا بیان یہاں بے محل نہ ہوگا :

(۱) پنجابی میں صفت اور موصوف اس طرح متحد ہوتے ہیں کہ موصوف واحد ہو تو صفت بھی اس کے مطابق ہوگی اور اسی طرح جمع کی صورت میں جمع لائی جاتی ہے۔ محمود شیرانی کا خیال ہے کہ دکنی نے یہ قاعدہ پنجابی سے اخذ کیا ہے۔ مثال میں انھوں نے احمد گجراتی کا یہ شعر پیش کیا ہے :

موجا دوں سے پامیاں سوں بالیاں نکھیاں
وفا شرم انوں تھے سکیاں سب سگیاں

محمد شیرانی تحریر کرتے ہیں : —

"جس موقع پر اردو میں مذکور اور نہ جانکی کہیں گے اس جگہ پنجابی
ناکرد اور ناجاد کہیں گے....."

گویا تا زیادہ تر تاکید کے لیے آتا ہے۔ دکنی میں بھی ناموجود ہے۔
احمد دکنی قطب شاہی ع

جو بندیاں تھے ناہوئے گنہ کا ظہور
تو کس دھات ہوئے نام تیرا غفور

(۳) پروفیسر شیرانی لکھتے ہیں : —

جمع کا اثر تمام جملے پر محیط ہے۔ وہ نہ صرف جملہ کے فاعل بلکہ اس کے
متعلقات یعنی اسمائے صفات، اضافات، ضمائر افعال اور ان کے
توابعات تک پر آمر ہوتا ہے۔" ۱۰

اس قاعدے کی مثال احمد گجراتی کے مندرجہ ذیل شعرے پیش کی گئی ہے ع

بوہو ڈال کوئل سو کوئلا نہباں
سو کوئلیاں کلیاں لگ کھلیاں اشکال

(۴) مصنف نے یہ بتاتے ہوئے کہ پنجابی میں بعض مصادر کی ماضی خلاف قاعدہ قاتی

مثلاً "کرنے، لینے اور دینے کے بجائے کرنا، لینا اور دینا وغیرہ" احمد کا حسب ذیل شعر

۱۰ پروفیسر محمد شیرانی - پنجاب میں اردو " صفحہ ۹۸

مشال میں درج کیا ہے ع

اگیا فی دیئے گیاں سیتی جواب
دینا ہور کھیٹا ادب سوں خطاب

(۵) محمود شیرانی لکھتے ہیں :

”پنجابی میں قاعدہ ہے کہ غیر زبان کے الفاظ کے آخر میں
اکثر یائے زائدہ اضافہ کر دیتے ہیں جس کے لفظ ہر کوئی ’معنی ہتس‘ ہوتے
جیسے نظر سے نظری حیات سے حیاتی“..... دکنی میں بھی یہی دستور
موجود ہے۔ لہ

پہلے محمد قلی قطب شاہ کا ایک شعر مشال میں پیش کیا گیا ہے اس کے بعد احمد دکنی قطب شاہی
شاعر دربار محمد قلی قطب شاہ ”کا یہ شعر درج کیا گیا ہے۔

تجے نت من مت سوں شادی شراب
رہ گئی خماری تھے میں سو خراب

(۶) ”پنجاب میں اردو“ کے مصنف لکھتے ہیں :

”بعض خلاف قیاس جمع دکنی میں ملتی ہے جو پنجابی کے بہت مطابق ہے
مثلاً سات کی جمع ستیس دو کی جمع دوہوں احمد دکنی جو محمد

قلی قطب شاہ کے دربار کے شاعر ہیں لکھتے ہیں : ع

جواھر کرے اس دہر میں سنگار
سوا ب شہ تھے پائے سیکل سنگار

مگر ع

رتن شعر کے ہیں دوہوں جگ امول

دوہوں جگ چھپاؤں رتن اول لاول^۱

اگے چل کر محمود شیرانی نے پنجابی کے ایسے بہت سے الفاظ کی جوانی کے خیال میں صرف دہنی میں ملتے ہیں۔ مثالیں دی ہیں الفاظ درج ذیل ہیں :

لوڑنا، انیرٹا، لانا (بمعنی لگانا) لوڑنا (سانپ کا ڈستا) کاں (واسطے لیم)
چیکڑ (کچڑ) منگنا (مانگنا) پی (بمعنی تختی اور لوح) ڈینا (دہنا) اور لوک (لوگ)۔
انہوں نے احمد گجراتی کے حسب ذیل شعر بطور مثال پیش کئے ہیں :

(۱) کرے ایک نیکی تو دے دس ثواب

جو لوڑے زیادہ پے دے بے حساب

(۲) جو قاصد کیرے ماتھ نام چڑیا

جو نفل کے نیڑے قمرت انیرٹا

(۳) بہو دن کے ناموس کو آگ لائی

سہن برس کا مسگ مانی ٹلائی

(۴) جسے کیس کالے سپوے لڑے

نہ اترے سببہ جگ منتر پڑے

(۵) سو کچھ مان مانس کوں کیتا عطا

جو سب کچھ اسی کاں پیدا کیا

(۶) پچھاڑی جو کہا کراچی بی پڑیا

کٹ ہو ر مانی چیکڑ میں پڑیا

(۷) سرفراز کرتے منگیا توں منجے

خداوند اس کا جزا دے تجھے

(۸) پرت حرف تین تن سبہ کر پٹی

کہا گود میں دھڑکے وہ پٹی

(۹) جو ڈوبتا مگلتا دیسے جگ میں سور

سومشتری پھرا ہو دیں نزدیک دور

(۱۰) جو لیلیٰ کے لوکاں سنتے یہ خبر

سنوائے صدا ترست سنگار گھر

پنجابی کا اثر: "تنوئی" یوسف زلیخا" میں احمد نے دوسرے دکنی شعراء کے برخلاف پنجابی

لفظ آکھا آکھی اور آکھے (کہا کہی اور کہے) کثرت سے استعمال کیے ہیں ع

عزیز اس بات کو شہ سات آکھیا

کوئی آکھی ریشانی ستر کی

عزیز مصر کر منج آکھتے ہیں

بنی ہوئے باب جب مرسل آکھوں

نہ شہہ کا شکر میں یک تل سکوں آکھ

(۲) پنجابی میں یہ صوتی رجحان اپنی جھلک دکھاتا رہتا ہے کہ "ب" کے تلفظ کی جگہ

"نے" لے لی ہے۔ مثلاً "بڑائی" و "ڈائی"، "یگاڑو گاڑ" بس "وس"، بال وال اور پرف ورف

نا گیا ہے۔ احمد کی زبان کا تحریر یہ کریں تو پتہ چلتا ہے کہ ان کے یہاں یہ رجحان موجود

ہے اور انھوں نے کہیں کہیں الفاظ کے پنجابی تلفظ کو ترجیح دی ہے۔ مثلاً "باز آئی کو

زائی" بیراگ کو دیراگ، بن باس کو نو اس، "میز بانی کو میز دانی بنایا گیا ہے ع

جو جھاڑے جھاڑ پھر پھر واز آئی نہ کس رکھتے جو بن دکھ پھل کھائی

بہو دیتاگ کی ویراگ سیتی کیلئے بدن لاک جنگل میں رہی تھی

دکھوں و نو اس لے جنگل میں پھری دے یک تل برہ بھڑکا نہ پھری

(۳) پنجابی میں "ڑ" کا تلفظ "ڈ" سے بدل جاتا ہے۔ یہ صورت احمد گجراتی کی زبان

میں بھی اکثر جگہ دکھائی دیتی ہے مثلاً بڑھاوے کو بڑھاوے۔ بڑھائی کو بڑھائی
(بوڑھے) کو بڑھے، چڑائی کو چڈائی اور بوڑھی کو بڑھی سے تبدیل کر دیا گیا ہے ع

کہیں جے مصر میں تھی سو بڑھی ایک

جو اس نہہ تھے پریشاں ہوئی ہوتیک

گھڈائی ازکر اور تاج امولک

چڈائی جگ دین مانک مولک

جولادے من میرے کرنور کی ڈال

بڑھاوے جیو پانی گھال کر پال

کھی بھدی یہی بسندا جو لیا کر

بڑھایا سپار سوں توں پنکڑا کر

ماضی مطلق کی شکل کیسا اور فعل بڑے دکنی شعراء کے کلام میں بار بار استعمال ہوتے ہیں
احمد گجراتی نے بھی انھیں ذریعہ اظہار بتایا ہے۔ اسی طرح لفظ ٹوڑنا، ٹوڑے، کدھیں،
سوں (قسم) بہر (باہر) اور بدل (بادل) نے احمد کے ذخیرہ الفاظ میں جگہ پائی ہے۔

(۴) پنجابی میں فعل مستقبل کے لیے گائی گے کے علاوہ "سی" بھی لایا جاتا ہے۔ احمد
گجراتی نے بے تکان اس کا استعمال کیا ہے اور مثنوی یوسف زلیخا میں اس کی کئی مثالیں
موجود ہیں مثلاً

جو چاکھے پر نہ یک تل تاج گذری

جو وہ لذت ناپا سی تل میں مرسی

تو یک ایسی کلی دھات کمرسی

نہ کھل تاج گو دین گلاں بھر سی

نہ چل ہی راجہ ارجیاں کا بچہ بلج

نہ حاجت پادسی بنی بارت محنت

جواس داسی کھینے تھے نہ آسے

جو کچھ وہ جو ترے دل کو نہ بھاسی

جو یہ پاکی سیری بادرنہ دھری

سواب خاطر تیرا بے کچ کر سی

و جہی نے بھی 'سب رس' میں کہیں کہیں اس کا استعمال کیا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ احمد گجراتی کی زبان سے نہ صرف پنجابی کی جزوی متلڑوں کا پتہ چلتا ہے بلکہ وہ برج بھاشا کے اثرات کا بھی ترجمان نظر آتی ہے۔ مراہٹی کے الفاظ کو بھی اس نے جگہ دیا ہے اور دکنی کے مخصوص صوتیے اور املے بھی استعمال کیے ہیں۔ "مقدمہ تاریخ زبان اردو میں مسعود حسین خاں نے لکھا ہے :

"ممکن ہے دکن میں بھی شمالی ہند کی ایک بولی نہ گئی ہو بلکہ کئی بولیاں پہنچی ہوں جن کی آمیزش سے بعد کو دجہی اور قلی قطب شاہ کی معیاری دکنی متشکل ہوئی لیکن یہ امر یقینی ہے کہ یہ تمام بولیاں نواح دہلی ہی سے تعلق رکھتی ہیں۔"

آگے چل کر قحطراز ہیں :-

"دکن میں یہ بولیاں زبان دہلوی کی ایک ایسی شکل میں پہنچی ہیں جب وہ "سیال" تھی اور اس پر مختلف لسانی اثرات کا فرما کرتے ہیں۔"

”یہ مختلف لسانی اثرات“ احمد گجراتی کی زبان میں اپنی جھلک دکھاتے رہتے ہیں۔ ذرا

میں ان کا تجربہ کیا گیا ہے :-

مراہٹی کا اثر: احمد گجراتی کے ذخیرہ الفاظ میں مراہٹی لغات بھی موجود ہیں مثلاً چا (خواہش) بیک (فصل) کتیک (کتنے) سکل (سب) آگل (آگے) سر دنگ (تمام) بکو (آپے) ٹی (رہبت) سیوٹ (مراہٹی شیوٹ - انتہا - حد) اور آتھرا (پھیلا ہوا وسیع) مراہٹی سے مستعار ایک لفظ جو کئی تخلیقات میں بار بار استعمال ہوا ہے ”نکو“ ہے اس لفظ کا استعمال احمد کے یہاں نہ ہونے کے برابر ہے۔ مراہٹی کا لفظ ”نکو“ سنسکرت نہ کھل اور پراکرت نکھو سے مشتق ہے۔ نکو اور نکو حرف انکار نا اور نہیں کے معنی میں دکن میں مستعمل ہے۔ مراہٹی کا ایک اور لفظ جو کئی میں کلیدی حیثیت رکھتا ہے ”چ“ تاکیدی ہے یہ لاحقہ دکنی نے مراہٹی سے مستعار لیا ہے۔ مراہٹی میں یہ سنسکرت کے (چ + الو) سے ماخوذ ہے۔ یہ بات حیرت انگیز ہے کہ اس حرف تحصیل کو احمد گجراتی نے بہت کم برتا ہے۔ یہ غنوی میں شاذ و نا در نظر آتا ہے :

(۱) ڈریں دیکھتیچ روپ ان کا ڈر آویں

(۲) ایتا لیچ دیکھتا اس کان تدبیر

(۳) کہ وہ بھوتیچ خھنا تھا جو کئی دن

گجراتی کے الفاظ بے (جو) مانیہ اور پونگڑا (لو کا، بچہ) شہری برف زینیا میں باہارنفا سے گذرتے ہیں مثلاً،

جے کوئی شہہ کا مخالف ہوئے کراتے

جے کوئی چک جاگتے کرتے گدائی

جے کچ یہ پیشا سکی برہ کی

جے کوئی می بھاؤ پیوسوں می جو باندے

عزیز آہیں منج پنکڑا کر آکھا
جو جگ میں منج نہیں پنکڑا تین سلکھ
سبہہ پنکڑیاں تھے موندھیا نہیں کی دار
جو تلس ہوئے سب پنکڑے آدیکھے

گجرات احمد کا وطن تھا اس لیے ان کے کلام میں گجراتی الفاظ کی موجودگی کوئی
تعجب چیز بات نہیں معلوم ہوتی۔

(۱) احمد گجراتی کی زبان پر کسی اور زبان سے زیادہ برج بھاشا کا اثر
برج بھاشا: محسوس ہوتا ہے۔ انھوں نے برج بھاشا در متا تراستھال کیے ہیں اور
برج بھاشا در افعال سے ان کی زبان غیر معمولی طور پر متاثر نظر آتی ہے۔ نکلی، گر جی،
گاؤں، برسن، ڈھونڈن، دیوں، لجاؤں، رہن، مانگی، توڑن، چھوڑن، بولن، کرن
ڈالن۔ راکھن، دیکھن، ٹکالوں، سنگارن، جھکی۔ سہاؤن۔ ڈرن، رہن اور مرن
جیسے بے شمار مصادر متغوی میں جا بجا موجود ہیں ع

جنا کچ ہوئے ٹکالوں سنگارن
لگی زاری کرن کرتا در گاہ
لگے یوسف دعا مانگی خدا پاس
منگے اتنے تھے من پھل پھول توڑن
لگے اتنے تھے دکھ دہ باغ چھوڑن
لگیا برسن جو لکھ تھے نور پر نور
چلے کر کرن یوسف کے تیل گھا
لگے بولن میٹھے ہونٹاں تھے میرے
کہی اس کا لجاؤں منج نہ بھارے

کرے کرتار توں جے کو جے بھارت
 دیکھت اس ہوئے پانی جو پتھر ہوئے
 نہ ہو ہے کت دیکھت وہ روپ یعقوب
 کہ جاگت روپ پی کا دیکھتی ہوں
 کمل کھیل دیکھت آد کمل میت
 جو نیکی نگہ جھکت انگلیاں پر
 بہر کوئی دانت سیتی گانٹھ کھولت

(۵) ضامن کے استعمال میں بھی احمد گراتی نے کہیں کہیں برج بھاشا کی پیروی کی ہے۔ برج
 میں واحد مشکل کے لئے میں "اور ہوں دونوں متصل ہیں۔ احمد نے بعض جگہ میں کے بجائے ہوں
 استعمال کیا ہے مثلاً،

تردد دل میں تھا بہو تیک منہ یوں
 کہ بولوں نظم ستیں کیا کتاب ہوں

برج بھاشا کے بعض طور ضامن متنوی "یوسف زلیخا" میں موجود ہیں۔ مثال کے طور پر
 دن اور سو ہیں (سوہی) تاہم وغیرہ ۴

چلی دل باغ سوں اس باغ کو دین
 جو ناہیں ملک ایکس سوں یک پرت میں
 جو کچھ لے سو دیے لال سو ہی

(۶) حروف استفہام میں کاے (کا ہے) اور کافی بھی استعمال کیا گیا ہے مثلاً،

جو پچھی دانی وہ توں کافی جلتی
 کہ کا ہے دند کر کیتی دو جا بند

دکنی میں برج بھاشا کے اثر پر روشنی ڈالتے ہوئے ڈاکٹر زور ہندوستانی لسانیات میں

لکھتے ہیں:

”دکنی شاعرین کے کلام میں برج بھاشا کے ایسے ایسے الفاظ اور ترکیبیں مستعمل ہونے لگیں کہ سرسری نظر ڈالنے والا یہ مشکل کہہ سکیگا کہ دکنی اردو سو سال تک برج کے اثر سے محفوظ رہ چکی ہے۔“ ۱

احمد کا کلام بھی برج بھاشا کے الفاظ اور برج زبان کے اثر سے محفوظ نہیں رہ سکا ہے۔ برج بھاشا کا قدیم نام گوالیار ہی ہے۔ یہ سکندر لودھی کے عہد سے لے کر شاہ جہاں کے زمانہ حکومت تک آگرمہ جو برج بھاشا کا مرکز تھا حکومت کا پایہ تخت رہا اور اس طرح ایک عرصہ دراز تک لودھی، سوری اور مغل حکمرانوں کا پایہ تخت برج بھاشا کا علاقہ رہا جس کی وجہ سے دو سو سال کے عرصے میں اس زبان نے خاطر خواہ ترقی کی بقول پروفیسر مسعود حسین خاں ”دکن کے مصنفین بھی اس کے دائرہ اثر سے باہر نہیں تھے۔“ ۲ حقیقت یہ ہے کہ دہلی نے جب ”سب رس“ جیسی بلند پایہ ادبی تخلیق پیش کی تھی تو گوالیار کے چاتران ہی سے اپنی انشا پردازی کی ماد طلب کی تھی۔ محمد قلی قطب شاہ کی گیت نما غزلیں اس زبان سے اثر پذیر کی ترجمان ہیں۔ دکن میں برج بھاشا کی پذیرائی کا ایک سبب بھگتی تحریک اور موسیقی بھی تھی۔ مختصر یہ کہ گجرات کا خطہ ہریادکن کا علاقہ، برج بھاشا کے اثر سے بچ نہیں سکا تھا۔ اس لسانی پس منظر میں جب ہم احمد گجراتی کی زبان پر جہاں تہاں گوالیار کی ہلکی سی چھاپ دیکھتے ہیں تو یہ کوئی تعجب خیز امر نہیں معلوم ہوتا۔ لسانی اعتبار سے احمد کی مثنوی ”یوسف زلیخا“ ادبی زبان کے تدریجی ارتقاء کی ایک اہم کڑی معلوم

۱۔ ڈاکٹر محمد الدین قادری زور۔ ہندوستانی لسانیات۔ صفحہ ۱۱۰۔

۲۔ پروفیسر محمد شیرانی۔ پنجاب میں اردو۔ ۱۳۶۔

۳۔ پروفیسر مسعود حسین خاں۔ مقدمہ تاریخ زبان اردو۔ صفحہ ۲۶۱۔

مہتی ہے۔ اور اس کا مطالعہ دلچسپی سے خالی نہیں۔

(۱) دوسرے دکنی شعراء کی طرح اکثر جگہ مہمتوں میں "ہ" کی تخفیف کا ردِ مشاہدے میں آتا ہے۔ مثلاً اچنے کو اچنے، بھی کو بی، سُدھ کو سُد، کھو جتی کو کوجتی ساتھ کو سات، ہاتھ کو ہات، پھیل کو پھل چھتے کو چتے، سیرٹھیاں کو سیرٹیاں، دور کو دور، گواہ کو گوا دیکھ کو دیک، رکھ کو رک، اٹھ کو اٹ، کچھ کو کچ اور تخت گاہ کو تخت گاہ کہا گیا ہے اس طرح کے غیر مکاری تلفظ کی بہت سی مثالیں مثنوی یوسف میں موجود ہیں۔

زلیخا کو بی صورت خوب اگر تھا
گوا ہونا گئے انا ہیں تو سو گنت
چھنے کانٹے جو چیرے گئے سو پک مائیں
دسوچی اس کہ اس کا کیا سبب ہے
سو آخرب میلے اس سات یوسف
جو بھیجی دانی کول یہ بات سکلائی
کہیا میں روتا یہ ڈر حیا رک

(۲) اس کے برخلاف مہمتوں میں ہائے نامہ کا استعمال بھی دکنی کی ایک سادہ خصوصیت ہے اس کی بہت سی مثالیں مثنوی یوسف زلیخا میں نظر آتی ہیں مثلاً
کھان (کھان) پکھا (پکھا) پک (پک کی جمع) پاکھ (پاک) کھانٹے
(کانٹے) اینٹھ (اینٹ) الٹھے (الٹے) پیٹھا (پیٹا) پھٹھیں (پھٹیں) استعمال کیا گیا ہے
دکنی کا یہ ایک عام رجحان ہے کہ اس میں غیر نفسی "ٹ" اکثر "ٹھ" سے بدل جاتی ہے۔

نیکے مکھ پر جو الٹھے بات ماریں
نیں پکھاں سول پیہ کی پٹھہ جھاری

تیرا من صیت نت مندھیر تیری

(۳) ۱۔۲۔ احمد کی زبان میں تخفیف مصوٰتہ کا رجحان بھی موجود ہے۔ مثلاً یاد دل کو بل کا پنہ کو کھنے، ہند کو بند، تیرتی کو ترقی، آسمان کو اسمان، پاتاں کو پتال سونے کو سُنے، آنکں کو انگن، پھول کو پھل، ٹوٹتی کو ٹٹی۔ بھوکے کو بھکے، پاتالوں کو پتالوں، دیپ کو دپ، غوطے کو غطے، سوکھی کو سُکی، سوتا کو سُتا، باہر کو بھر، پھوٹ کو پھٹ، جھوٹ کو جھٹ اور ڈوبے کو ڈبے بنا دیا گیا ہے ۴

جو ہر گھر توئے اسمان کی دھات

سُننے کے مور انگن میں دم اُچا کر

جو چھاؤں اس کی سورج دپ کو چمکائے

بے کج کٹ دوی ہونٹاں تھے بھر ہوئے

(ب) تخفیف صوت کے ساتھ احمد کی زبان میں مصمتوں کی آواز کو طویل کرنے کا

رجحان بھی نمایاں طور پر موجود ہے الفاظ کے درمیان اکثر نیم مصوتوں مثلاً و (۱۱)

ادری (نو) کا اضافہ کیا گیا ہے۔ اویہ رجحان احمد گجراتی کی زبان کا غالب میلان نظر

آتا ہے۔ انھوں نے نس کے بجائے نیس، سُننے کے بجائے سونے، ملے کے بجائے میلے،

بکھرے کے بجائے بکھیرے پکارے کے بجائے پوکارے، نت کے بجائے نیت سلگائے

کے بجائے سلیگائے، نکلی کے بجائے نیکی، چپ کے بجائے چوپ، تچ کے بجائے توج

بچھڑے کے بجائے پچھڑے، مکھڑا کے بجائے موکھڑا سن کی بجائے سین، چنے کی بجائے

بیونے، گندن کی بجائے گوندن بسر کے بجائے بسیر سکھ کی بجائے سوکھ، ٹڈھال کے بجائے

نڈھال اور مکھ کے بجائے موکھ استعمال کیا ہے ۴

سدا وہ کل سو منکر سوکھ کے ہیں

بہہ وہ بائیں یوسف تائیں چوئے

نپٹ بکس کئے یوسف جو سولے
 نہ سولے وہ جتا پوکار باریں
 انجھوا ڈھال لگی نیڈ حال ہر ہو
 سو کیا گئی میلے دن ہو ر راتی
 گنگی بھبر جون نکھیر بکھرے میں
 دوی پردے تھے باہر نیکی تھی

(۴) لفظوں کا غیر انفی تلفظ بھی اپنی جھلک دکھاتا دہتا ہے۔ احمد گجراتی نے چنت (نکلم)
 کو چنت ڈانٹی کو ڈانٹی، انگلیٹی کوا گلیٹی اور کنٹاں گکھاہ کنٹاں کو کول، نکھاہ،

جویوں باتاں میں ڈانٹی گئی متر تھے
 نپٹ اس تھے جگائی عشق انگلیٹی
 کوا کھل ایک جہل سمدور ہو جائے
 کھلیا جوں کول کیئے پھاڑ کپڑے
 نہ کھیلے کول جب سورج نہ پھرنے

(۵) شوقی یوسف زلیخا میں جہاں غیر انفی تلفظ کی مثالیں موجود ہیں انہی تلفظ کا رجحان
 بھی ہمارے سامنے آتا ہے۔ احمد گجراتی نے بچے کو باپنے، دنیا کو دنیاں سنا کو سناٹا
 ٹھیکرا کو ٹھینکرا جیت کو جنیت، سامیا کو سامیاں، چشما چشماں کو چشماں، آگے
 کو اننگے، لاگے کو لانگے، برسات کو برسات، سیپیاں کو سینپیاں اور جانے کو جانے
 استعمال کیے ہیں

نہ کوئی دنیا کے داواں سوں سکے جینت
 جوئے حال آئے جس عاشق کے آننگے
 نپٹ معشوق کی دھڑا تھے لانگے

نوابزجک دریا میں سینیاں ہیں

(۶۱) دکنی میں اکثر یہ مشاہدے میں آتا ہے کہ ایک لفظ میں اگر دو کوڑی آوازیں ہوں تو پہلے کوڑی آواز دندانی سے بدل جاتی ہے عام بول چال میں بھی یہی طریقہ رائج ہے۔ احمد گجراتی کی ثنوی میں اس کی مثالیں یہ ہیں ۷

تئی مانتیاپ ہور سارے جگت تھے

ولی ناہیں تئی تیری پرست تھے

جو تیج بن منج کو تھنڈیک ناہیں

زلینا کوں سواس تھنڈی پون تھے

تھنڈی بٹول نورانی ستارا

(۶۲) کلام میں زور پیدا کرنے کے لیے اکثر الفاظ کی تکرار سے بھی کام لیا جاتا ہے۔ مثلاً
مثلاً گھر گھر ادروم روم وغیرہ۔ دکنی میں بالعموم لفظ کی تکرار کی صورت میں پہلے لفظ میں یا تے معروف کا اضافہ کر دیا جاتا ہے مثلاً گھر گھر کے بجائے گھرے گھر اس کی مثالیں احمد گجراتی کی ثنوی میں بھی ملتی ہیں ۷

جو بھیدا لال یا لے بال اُس تن

نیرے سے برس یوں قحطوں سکا مار

جو جیساں ہوئیں بالے بال سب تن

سٹے پٹھے پٹھہ اس اچھے لگوں تل

چینیاں لا کھاں منے کھٹے ٹک کیاں

جو پھانسیاں پر نیکی لکھی کھوٹے کھوٹ

(۸) تلفظ میں اصوات کا اپنی اصلی جگہ بدل دینا بھی ایک طرح کا عمل تقلیب ہے۔ اس طرح کے تبدیل مقام (Transposition) کی مثالیں احمد کی زبان میں بھی پائی

جاتی ہیں۔ قفل کو کلف، پلیٹے کا پلیٹ، ننھی کو ننھی، کچڑ کو چکڑ، پنکھڑیاں کو پھینکڑیاں
پتھر کو پتھر اور کٹھن کٹھن کہنا حروف کے مقدم و موخر ہونے کی مثالیں ہیں ۷

کلف الماس پر وہ کیوں چلے گی

پنم چند جوں بھٹنا ہوئے بھٹنا پھیر

سر یا چکڑ گندا پانی بہو دھات

کسل کی پھینکڑی ہے جیب امول

نظامی کی کدم راؤ پدم راؤ اور قریشی کی "بھوک بل" میں لفظ پلیٹ، لپیٹ کے بجائے
استعمال ہوا ہے۔ ۷

کہ جس بھینٹ تھیں راج سب لے پلیٹ
(کدم راؤ پدم راؤ) ۷

(۷) اعداد:

احمد گجراتی کی ثنوی یوسف ترلینا "میں حسب ذیل اعداد ملتے ہیں:

ایکس، یکٹ، ایکن، یکا، یکن = ایک

یکھا دا = ایک آدھا

دول، دھول، دوہ - دوے = دو

سپت = سات

آٹھ = آٹھ

یکادس (دس + دس) = گیارہ

چودھاں = چودھواں

= چالیس

= ہزار

= لاکھ

چالیس

سہس، سھس
لک، لکھ، لکھتر

حسب ذیل اشعار ملاحظہ ہوں ع

- (۱) ہمیں ہر ایک خوبی میں لیکٹ ہیں (۲) ہزاراں ناؤں اس ایکس کے من میں
 (۳) دھول جگ میں بس اس کی چھاؤں تنہا
 (۴) سوچ اس میں تھے اچھے دوے موتی (۵) نہ کر دوہ تھاؤں میں دکھ کا زیاں کار
 (۶) جو اس کے نام پر دوں جگ فرمان
 (۷) جلیں تارے سپت آکاش سوں مل
 (۸) پتا یوسف یکادس پتر اس کوں
 (۹) جو چالیس برس کی رہی تھی چتر نار
 (۱۰) اس تھی ہو ر کو ت بولوں سہس لک

متنفس صوتیے

دکئی کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس میں کچھ ایسے صوتیے (Phonemes) موجود ہیں جو جدید اردو میں نہیں پائے جاتے مثلاً "لھ" (lh) "نھ" (nh) "رھ" (Rh) "دھ" (dh) "پھ" (ph) اور "مھ" (Mh) یہ متنفس آوازیں ایک طرح سے دکئی کی پہچان بن گئی ہیں احمد گجراتی کی شہزادی یوسف زلیخا سے ان کی چند مثالیں ذیل میں صبح کی جاتی ہیں:-

(۱) لھ (lh)

وے اس ہوس تھے وہ دل ٹھوہرے
غریبی تھے یکجا پھٹ کہ ٹھوہرے ہوئی
دیس اس پر سو لھڑاں ہو ہو یک ٹھار

(۲) نہ (nh) یہ متنفس صوتیہ دکئی میں بکثرت مستعمل ہے۔ احمد کی شہزادی میں بھی یہ

بار بار آیا ہے

سوٹھالی چو بتیں مت انپرٹے ڈک
اٹھی سو دیک کر ٹھٹھا جوڈر کر
کہ سب جگ روتی اس گوں ٹھٹھائی

سواس تھے جو اس کا ناگیا نھاس

(۳) دھ (Rh) یہ صوتیہ بھی مثنوی "یوسف زلیخا" میں اکثر جگہ اپنا روپ دکھاتا رہا ہے ع

کئی اس کی پائنتی جاگت رھیا ہوئے

رھیا ہے میں کمل تنگ ہو کلی سار

تیرے فرماں میں رھوں جب تلک جوں

سو بسزائی میں رھیا جوں مشک کا ناگ

(م) مھ (Mh) مھ کا صوتیہ مثنوی "یوسف زلیخا" میں زیادہ مستقل نہیں ہوا ہے۔ کہیں

کہیں احمد گجراتی نے اس سے کام لیا ہے مثلاً ع

لٹکی مھور جوں بہ رنگ اپروپ

جگت مھکار اس کی باس امریت

جو مھیندی سوں لکھوں کوں رنگ دیوے

(د) دھ (dh) احمد نے صوتیہ دھ (dh) سے بھی کام لیا ہے۔ مثالیں درج ذیل

ہیں ع

نہ دو جا کوئی وہاں پیچھے نہ آگے

ولیاں کوں سب وہی بختے ولایت

امالے

(Diphthongs)

جدید اردو میں دو امالے (au) اور (me) مستعمل ہیں۔ مثلاً :

(۱) کون :- کون ہوتا ہے حریفِ مے مرگ انگلی عشق

(غالب)

ہے کمر لبِ ساقی پہ صد میرے بعد

(۲) کئی :- قیس پیغام ہی کہتا ہوا اللہ کے شوق

(ناصح)

ساتھ قاصد کے گیا تھا کئی منزلِ دُعا

لیکن دکنی میں کچھ اور امالے بھی موجود ہیں جیسے (me)، (me)، (oe)، (oe)

(نہجہ) دکنی میں بالعموم یہ صوتی رجحان پایا جاتا ہے کہ دو مصوتوں کا تلفظ ایک ار کی طرح کیا جاتا ہے مثلاً ہوئی (me + oe)

جو بادیں بکھوے تھے نارِ پچ ہوئی

پر ت پیاں سوں گذرا فی جو ہوئی رین

دلے انجھواں تھے وہ مکھ آر سی ہوئی

نہ ہوئی اس دھات بن کا فری کیری گور

رہی اچھری انھی بھوئیں کی پٹی پر

(۲) دکھا کا ایک اور امالہ (o نہ) ہے جو "o" اور "e" کی آوازوں سے مل کر بنتا ہے
ادغام کی یہ صورت اس وقت ظاہر ہوتی ہے جب دو امالے تلفظ میں متصل واقع ہوتے ہیں ج

جے کوئی من بھاؤ پیوسوں من جو باندھے
سودر گند باس اس تھے کیوں دیکھے کوئی
نہ دیکھیا نہ سنیا یہ دن بڑھائی کوئی
سویا نویں تھے سیدھا پن کیوں دیکھے کوئی

(۳) e یہ امالہ o اور e کے اتصال سے بنتا ہے۔ احمد کی تثنوی سے یہ مثالیں ملاحظہ

ہوں ۴

کہ ہوئے اس کے خدیواراں میں منہ نام
جو ہوئے اُس انگ تھے یک بال کا تار
دکھوں جن دھول میں لڑتی پڑی ہوئے
سو کیوں وہ ریشمی خضلی اپر سوئے

(۳) (a) جب o اور نہ کسی لفظ میں متصل ہوتے ہیں تو اس امالے کی تشکیل عمل میں آتی ہے

جو بیسی گئی سیدتی بھار سیبتی
سو آخر کئی دگدسوں پائی اس میں
یہی تھا کئی برس لگ حال اس کا
جو کئی دن بھاگ سوں میں پائی خاری
کہ بہت اُس سے وراسی گئی اُسی تل

مثنوی کا قصہ

قصہ یوسف زلیخا ایک مشہور و مقبول قصہ ہے۔ اس کی ہمہ گیر مقبولیت کا ثبوت، عالمی ادب میں اس کی پذیرائی سے بھی مل سکتا ہے۔ یہ داستان مختلف زبانوں کے بلند پایہ فن کاروں کی توجہ کا مرکز بنی رہی ہے۔ فارسی میں ابوالموید بلخی، بختیاری اور پھر فردوسی نے اس قصے کو موضوعِ سخن بنایا تھا۔ اہد جاتی نے اس کی دلکشی سے متاثر ہو کر اسے مثنوی کے شعری پیکر میں ڈھالا تھا۔ جرمن زبان میں روزن نے Rosen weigh نے اس قصے کو بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ پیش کیا ہے آرتی۔ ایچ گرافٹ R.T.H. Griffith آئلے راجہ I.A. ROGER نے بھی اس قصے سے دل چسپی لی اور اسے انگریزی ادب کا جزو بنا دیا۔ فردوسی کی "یوسف زلیخا" کا ترجمہ ویانا سے ۱۸۸۹ء میں ہڈن جی ٹیچر نان (Helden gedich von) نے اور فلک پریس (Felix Parles) نے ۱۹۰۱ء میں برلن سے کیا۔ دکن میں اہد شریف بمبائی وہ پہلا شاعر ہے جسے قصہ یوسف زلیخا کو نظم کرنے کا شرف حاصل ہوا ہے۔ اس کے بعد متعدد بار قصہ یوسف زلیخا دکنی مثنویوں کا موضوع بنتا رہا لیکن اولیت اور ادبی عظمت کے اعتبار سے اہد شریف کی مثنوی سب پر سبقت لے جاتی ہے۔

حضرت یوسف کے زمانے میں مصر پر جس خاندان کی حکومت تھی وہ تاریخ میں "چرواہے بادشاہوں" (Hyksos Kings) کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ یہ لوگ عربی النسل تھے اور دو ہزار سال قبل مسیح کے لگ بھگ فلسطین و شام سے مصر جا کر مصر پر قابض ہو گئے تھے۔ عرب مورخین اور مفسرین نے ان کے لیے "عمالین" کا نام تحریر کیا ہے۔ پندرھویں صدی قبل مسیح کے اواخر تک یہ خاندان مصر پر قابض رہا اور ان کے زمانے میں مصر کا اقتدار عملاً بنی اسرائیل کے ہاتھ میں رہا۔ اس دور کی طرف سورہ مائدہ (آیت ۲۰) میں اشارہ کیا گیا ہے۔ اس کے بعد مصر میں قوم پرست تحریک نے زور پکڑا اور ایک دوسرا خاندان برسر اقتدار آیا اور اس نے ڈھائی لاکھ عمالقہ کو ملک سے باہر نکال دیا اور بنی اسرائیل پر ان مظالم کا سلسلہ شروع کیا جن کا ذکر حضرت موسیٰ کے ضمن میں آتا ہے۔

مصری تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ ان چرواہے بادشاہوں نے مصری دیوتاؤں کو تسلیم نہیں کیا تھا اور اپنے دیوتا شام سے ساتھ لائے تھے۔ ان کی کوشش یہ تھی کہ مصر میں ان کا مذہب رائج ہو۔ موجودہ زمانے کے محقق نے بائبل اور مصری تاریخ کا تقابل کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ چرواہے بادشاہوں میں جس فرمانروا کا آپوفس (Apophis) ہے وہی حضرت یوسف کا ہم عصر تھا۔ اس زمانے میں مصر کا دارالخلافہ ممفس تھا جس کے کھنڈر قاہرہ کے جنوب میں چودہ میل کے فاصلے پر اب بھی موجود ہیں۔

قرآن میں یوسف اور زلیخا کے قصے کو "احسن القصص" کہا گیا ہے۔ عبد الماجد دریا بادی لکھتے ہیں :-

”احسن القصص تقریباً ایک مسلسل قصہ پر مشتمل ہے اسے بہترین قصہ کیوں کہا گیا ہے۔ قصے سے بہترین اخلاقی سبقوں کا نکلنا تو ظاہر ہی ہے..... عجب نہیں جو بڑی وجہ یہ ہو کہ جو متعدد مختلف بصیرتی مختلف قصوں سے مقصود تھیں وہ سب اس میں یکجا کر دی گئی ہوں اور یہ تو بہر حال واقعہ ہے کہ فطرت بشری کی کار فرمایوں اور اس کے جتنے حقائق و اسرار اس ایک صمدت میں اکٹھے مل جاتے ہیں۔ ان کے لحاظ سے یہ صمدت بس اپنی نظیر آپ ہے۔“

علامہ عبداللہ یوسف علی اس قصے کو ”احسن القصص“ سے تعبیر کرنے کی وجوہات پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ قرآن کا سب سے مفصل قصہ ہے۔ دوسرے یہ کہ اس کی بنیاد انسان کے لطیف جذبات پر رکھی گئی ہے۔ تیسرے یہ کہ گونا گوں تجربات کی اس میں بڑی اچھی ترجمانی کی گئی ہے۔ علامہ عبداللہ یوسف علی بائبل کے قصے سے اس کا مقابلہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ بائبل میں حضرت یوسف کی جو سرگزشت بیان کی گئی ہے اس کی حیثیت ایک ایسی لوک کہانی کی سی ہے جس میں اس کے اخلاق اور روحانی پہلو سے سروکار نہیں رکھا گیا ہے جب کہ قرآن میں اسی پر زور دیا گیا ہے۔ قصے کے آخر میں یہ ارشاد کہ لَقَدْ كَانَ فِي قَصصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ مَا كَانَ خَلِيدًا يَفْتَرِي وَلَكِنْ تَصْدِيقُ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيلُ كُلِّ شَيْءٍ۔ بھی اس قصے کے ”احسن القصص“ ہونے کی دلیل ہے۔ اس قصے کو ”احسن القصص“

فرمانے کی وجہ بیان کرتے ہوئے مولانا اشرف علی تھانوی نے "روح المعانی" کے حوالے سے تحریر کیا ہے کہ اس سورے میں چونکہ حاسد و محسود، مالک و مملوک، شاہد و مشہود، عاشق و معشوق، ذنب و عفو، حل و ارتحال، ذل و عز کی بصیرت موجود ہے اور قضا و قدر کے اٹل ہونے کا بیان ہے اس لیے اس بصیرت افروز قصہ کو احسن القصص سے موسوم کیا گیا ہے۔ انھوں نے جلال سیوطی کے حوالے سے لکھا ہے کہ قرآن کے دوسرے قصے مختصر ہیں اور انھیں اشاروں اور کنایوں میں بیان کیا گیا جبکہ قصہ یوسفؑ بالاستیعاب "ترقیم ہوا ہے۔"

مقبول احمد نے اپنے ترجمہ قرآن میں "تفسیر ضافی" کے حوالے سے لکھا ہے :-

"حضرت یوسف علیہ السلام کے قصے کو سب سے اچھا قصہ اس لیے فرمایا ہے کہ اس میں بہت ہی عجیب اور حکمت و عبرت کی باتیں صحیح واقعات کے ساتھ عمدہ پیرائے میں بہت خوبی سے بیان کی گئی ہیں۔"

فرمان علی لکھتے ہیں کہ بعض مفسرین نے سورہ یوسف کو "احسن القصص" کہنے کی تین سوچیں بیان کی ہیں۔ "۱۔ تفسیر القرآن میں سورہ یوسف کی حکمت کے بارے میں سرسید نے اس خیال کا اظہار کیا ہے کہ سورہ یوسف میں ایک طویل قصے کو بڑی جامعیت اور بلاغت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ دوسری خوبی یہ ہے کہ اس سے "انسانی جذبات کا نقشہ آنکھوں کے سامنے بندھ جاتا ہے اور واقعات دل میں اثر کرتے ہیں۔"

۱۔ شاہ محمد اشرف تھانوی۔ بیان القرآن بارہواں پارہ۔ صفحہ ۴۶۔ مقبول احمد ترجمہ قرآن جلد پنجم۔
۲۔ فرمان علی۔ ترجمہ قرآن۔ بارہواں پارہ۔ صفحہ ۴۵۔
۳۔ سرسید احمد خاں۔ تفسیر القرآن۔ جلد پنجم۔ صفحہ ۱۲۷۔

سورہ یوسف مکی ہے اور یہ ایک سو گیارہ آیتوں (۱۱۱) بارہ رکوع، ایک ہزار نو سو چھیانوے کلمات اور سات ہزار ایک سو پچھتر حروف پر مشتمل ہے۔ ابن عباس اور قتادہ کا خیال ہے کہ چار آیات کے علاوہ باقی سب آیتیں مکی ہیں۔ حافظ قرطبی، ابن کثیر مفسر سراج اور دیگر مکی مفسرین نے کل سورت کو مکی قرار دیا ہے۔ اہل خاں نے ترتیب نزول قرآن مجید میں سورہ یوسف کی ترتیب نزول کے بارے میں لکھا ہے کہ ابن عباس نے باؤں، نعمان بن بشیر نے پانچ سو پانچ اور سورہ نوبل ٹیکے اور راؤول نے ستہتر (۷۷) بتائی ہے۔ اور خود اہل خاں نے چوہتر (۷۴) بتائی ہے۔

سورہ یوسف کی شان نزول کے بارے میں عبدالحق حقانی لکھتے ہیں کہ اکثر مفسرین اس بات پر متفق ہیں کہ مکے کے کفار سے یہود نے یہ کھلا بھیجا کہ محمدؐ عا د و ثمود کے واقعات بیان کرتے ہیں، یہ کچھ خشک امر نہیں ہے کیونکہ یہ عرب میں زبان زد خاص و عام ہیں، ان سے دریافت کرو کہ یعقوب کی اولاد مصر کیوں گئی تھی یوسف اور ان کے بھائیوں کا قصہ کیا ہے۔ چنانچہ اہل مکہ نے حضرت سے سوال کیا جس پر یہ سورت نازل ہوئی ہے۔ مولانا اشرف علی تھانوی سورہ یوسف کی شان نزول کے بارے میں تحریر کرتے ہیں:

”کفار کی مخالفت کی وجہ سے جو آپ کو غم تھا اس کے ازالہ و تسلی کے لیے یہ قصہ بیان کیا گیا ہے کہ یوسف علیہ السلام کمان کے اخوان کی مخالفت سے کوئی ضرر نہیں پہنچا بلکہ انجام کار وہی ترقی کا

۱۔ سید عبد الدائم جلالی۔ بیان السبحان۔ صفحہ ۱۱۳۰۔

۲۔ محمد اہل خاں۔ ترتیب نزول قرآن مجید صفحہ ۳۸۔

۳۔ عبدالحق حقانی۔ تفسیر حقانی صفحہ ۲۵۔

سبب ہو گیا۔ اسی طرح آپ کو بھی آپ کی قوم کی مخالفت مغفرت ہو گئی
 محدث دکن مولانا عبداللہ شاہ "یوسف نامہ" میں اس سورہ کی شان نزول کے بارے میں
 رقمطراز ہیں :-

"ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امام حسن و حسین کو گود میں لیے
 خوش خوش بیٹھے تھے کہ حضرت کی گود کو کس برج سے تعبیر کروں کہ
 چاند اور سورج اس میں چمک رہے تھے..... کہ جبرائیل نے اگر عرض
 کی کہ حسن کو زہر پلایا جائے گا اور حسین تلوار سے شہید ہوں گے تو
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رونے لگے۔ یہ پیغام آیا۔ مَحْضُ نَقْصٍ
 عَلَيْكَ الْحَسَنِ الْقَصَصُ" آپ کی تسلی کے لیے بہترین قصہ آتا رہے
 ہیں۔"

سورہ یوسف کے بارے میں ام پکھال (M. Pickthall) لکھتے ہیں کہ
 اس کا امتیازی وصف یہ ہے کہ اس میں شروع سے آخر تک ایک ہی پیغمبر کی سرگذشت
 بیان کی گئی ہے۔ اس سورے کو ہجرت سے دو سال قبل سید المرسلین نے یثرب والوں
 کو سنایا تھا۔

"قصص القرآن" میں محمد حفیظ الرحمن تحریر کرتے ہیں کہ قرآن مجید میں چھپیس (۲۶) تہ
 حضرت یوسف کا ذکر آیا ہے۔ چوبیس (۲۴) مرتبہ سورہ یوسف میں اور ایک بار سورہ انعام اور ایک
 بار سورہ نازع میں خدا نے آپ کا ذکر کیا ہے۔

۱۔ شاہ محمد اشرف تھانوی۔ بیان القرآن۔ بارہواں پارہ۔ صفحہ ۴۶۔

۲۔ عبداللہ شاہ یوسف نامہ۔ صفحہ ۱۷۔

۳۔ محمد پکھال۔ مترجم۔ فتح محمد جالندھری۔ صفحہ ۲۵۱۔

۴۔ محمد حفیظ الرحمن۔ قصص القرآن۔ صفحہ ۲۵۸۔

احمد شریف گجراتی کی مثنوی یوسف زلیخا "میں قصے کی ابتداء "پیدا شدن آدم پیغمبر
 السلام" کی سرخی سے ہوتی ہے جس میں شاعر کہتا ہے کہ جب خدا نے حضرت آدم کو خلق کیا
 تو انھیں ان کی اولاد اپنی اصلی شکل و صورت کے ساتھ دکھائی گئی۔ سامنے انبیاء کی صف
 تھی اس کے پیچھے اولیاء و صغیاء کی قطار۔ دوسری طرف بادشاہوں کی صف تھی جس میں
 وہ اپنے سروں پر تلخ پہنے استادہ تھے۔ "باقی خلافت" نے اپنی حیثیت اور درجے کے اعتبار
 سے مقام پایا تھا۔ جب حضرت آدم نے یوسف پر نظر ڈالی تو ان کی نگاہیں جمال یوسف سے
 خیرہ ہو گئیں اور انہوں نے خدا سے سوال کیا :

کہ یارب کس چمن کا بھول ہے یہ نہیں پستی کسی ہو کر رہے یہ

خدا نے جواب دیا کہ یوسف حیرتی اولاد میں سے ہے۔ یہ یعقوب کا دلہند اور زمیں مصر کا فرمانبردار
 ہے۔ احمد شریف گجراتی کہتا ہے کہ حسن کے تین حصوں میں سے دو حصے یوسف کو خدا نے
 عطا کیے تھے اور تمام خلقت کے لیے باقی ایک حصہ "گلزار طریقت" میں عبد اللہ شاہ حضرت
 یوسف کے حسن کے بارے میں تحریر کرتے ہیں کہ آپ کے روئے منور کے سامنے چاند اور
 سورج بھی بیچ نظر آتے تھے۔ عمر ابن کثیر قرطبی "تفسیر ابن کثیر" میں لکھتے ہیں کہ حضرت
 یوسف کا چہرہ بجلی کی طرح چمکتا تھا اور یہ کہ حسن کے تین حصے کیے گئے تھے۔ روئے زمیں
 کی تمام مخلوق میں ایک تہائی حسن تقسیم ہوا اور دو تہائی حضرت یوسف اور ان کی والدہ
 کے حصے میں آیا۔ احمد شریف یوسف کی پیدائش کے بارے میں لکھتے ہیں :

پچھیں یعقوب کی نوبت جو آئی کیا انہراں امانتِ خدائی
 دی اسحاق ابراہیم نندن جو مرسل تھے خدا تھے خلق کرد
 گنت تھے ملک چیلیاں باہو کس پتا یوسف لکا دس پتلاں کس

حضرت یعقوب کا دوسرا نام اسرائیل بھی تھا۔ آپ کے بیٹوں کی تعداد اکثر مفسرین نے بارہ بتائی ہے چنانچہ محمد باقر مجلسی کی کتاب "حیات القلوب" کے مترجم و اجد علی شاہ اختر لکھتے ہیں:

اور یعقوب کے بارہ اسباط تھے

ابوالکلام آزاد نے یعقوب کی چار بیویوں کا ذکر کیا ہے اور ترجمان القرآن میں لکھتے ہیں۔ کہ انھیں لیاہ سے چھ فرزند روبن، شمعون، لادکی، یہوداہ، اشکار اور زبلون تولد ہوئے، دوسری زوجہ بلہا سے دو لڑکے وان اور نفتالی پیدا ہوئے۔ تیسری سے دو صاحبزادے جدا و آخرا در داخل کے بطن سے یوسف اور ان کے چھوٹے بھائی بن یہیں تھے۔ علامہ علی شاہ اختر محمد باقر مجلسی کی تصنیف "حیات القلوب" کے ترجمے "ریاض القلوب" میں لکھتے ہیں کہ حضرت یوسف کے بھائیوں کے فرزند بھی اسباط کہلاتے تھے۔

"یوسف عبرانی زبان کا لفظ ہے جس کا مترادف عربی میں "مزید" ہے۔ ایک روایت سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت یوسف کی ولادت کے وقت ان کی والدہ راحل نے "یوسف" کہا تھا۔ جس سے مراد یہ تھی کہ اللہ انہیں ایک اور فرزند عطا کرے۔ الجہاں والکمال" میں محمد سلیمان سلمان نے اس پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔

احمد شریف کہتا ہے کہ حضرت یعقوب، یوسف کو اپنے سب بیٹوں سے زیادہ عزیز رکھتے تھے۔ جمالی یوسف، یعقوب کے "نین" کا "آجالا" اور "خیالی یوسف"

۱۔ محمد باقر مجلسی حیات القلوب۔ جلد اول۔ مترجم و اجد علی شاہ اختر مخطوطہ ریاض القلوب۔ ورق ۱۲۲۔ کتاب نمبر ۱۔ داخل نمبر ۶۶۵۔ کتب خانہ سالار جنگ۔ حیدرآباد۔

۲۔ ابوالکلام آزاد۔ ترجمان القرآن۔ جلد دوم۔ صفحہ ۲۱۹۔

۳۔ محمد سلیمان سلمان۔ الجہاں والکمال۔ صفحہ ۱۸۔

یعقوب کے "جیت کا تھالا" تھا۔ تفسروں میں لکھا ہے کہ یوسف دو سال کی عمر میں ماں کی شفقت سے محروم ہو گئے تھے اور صغیر سنی میں انہیں ماں کی جدائی کا صدمہ برداشت کرنا پڑا تھا۔ بعض مفسرین کا خیال ہے کہ یوسف کے بھائی بن یمن کی ولادت کے کچھ عرصہ بعد آپ کی مادر گرامی نے اس دار فانی سے کوچ کیا۔ حضرت یوسف کی والدہ کا نام راجیل، راجیل اور داخل بتایا گیا ہے بیان السبحان میں عبد اللہ المجلانی نے راجیل اور ابن کثیر نے سارہ بھی بتلایا ہے۔ حضرت یعقوب نے راجیل کی رحلت کے بعد اس کم سن لڑکے کو دیکھ بھال اور پرورش کے لیے اپنی بہن کے حوالے کر دیا۔ بھوپھی بھی یوسف سے انتہائی محبت کرتی تھیں۔ احمد شریف کہتا ہے ۴

پھپی کن پرورش جب پائے یوسف چلن بولی لگت سب پائے یوسف
پھپی یوں جو پر توں سوں دیوانی جو دو جا جو اس کہ دجانی
جو سنی سودنا اس لاگ چھاتی جو کھلی کھیلنا اس ہوسنگاتی

مقبول احمد نے ترجمہ قرآن میں لکھا ہے کہ حضرت یوسف کی پرورش ان کی خالہ نے کی تھی۔
لیکن یعقوب پر یوسف کی جدائی شاق گذرتی تھی۔ انھوں نے اپنی بہن سے کہا ہے
مائی منمت "حق تو یہ ہے کہ تو نے یوسف کو ماں کی طرح پالا پوسا ہے۔ لیکن اب اس کے فراق
میں میری جان پرین گئی ہے مگر تو یوسف کو مجھ سے دور رکھے گی اور اسے میرے "مسند ہیز"
نہ بھیجے گی تو سمجھ لے کہ تیرے بھائی کی قضا دور نہیں۔ یہ سن کر بہن نے پہلے تو غصہ ظاہر ہی

کی اور کہی "حیلے" کیے بالاخر اس نے حضرت اسحاق کا کمر بند جو گھر میں موجود تھا یوسف کی کمر میں کپڑوں کے نیچے چھپا کر باندھ دیا اور شور مچانے لگی کہ کسی نے میرا کمر بند چالیا ہے۔ اور اس کی تلاش میں یوسف کے قریب آئی اور ان کی کمر سے اپنا کمر بند برآمد کیا۔ اشرف تھانوی "در نشور کے حوالے سے لکھتے ہیں :-

"اس زمانے کی شریعت کے قانون کے مطابق ان کو پھوٹھی کے قبضے میں رہنا پڑا۔ یہاں تک کہ ان پھوٹھی نے وفات پائی۔"

ابن کثیر نے اسے ملت ابراہیمی کا قانون قرار دیا ہے۔ احمد شریف کہتے ہیں عہد ہاں یوں حکم شرعی تھا "نوں پر جو عہد جس کا چڑاے اُس ہوتے داسر سواں بھانے لے گئی یوسف کوں اپ گھر جھوٹیں چوری سستی بدنام کر کر "قصص الانبیاء" میں لکھا ہے کہ اس واقعے کے دو سال بعد حضرت یعقوب کی بہن نے انتقال کیا۔ پھوٹھی کے انتقال کے بعد یوسف اپنے والد کے گھر واپس آئے۔ عبد الماجد دریا بادی حضرت یعقوب اور ان کے مولد مسکن کے بارے میں تحریر کرتے ہیں :

"یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم کا زمانہ ۱۹۱ ق۔ م تا ۱۸۱ ق۔ م تھا۔ آپ کا وطن ارض فلسطین میں وادی جرون تھا۔ جسے اب تحلیل بھی کہتے ہیں اور یہ یرشلیم سے اٹھارہ میل جنوب مغرب میں واقع ہے۔"

"تفسیر حقائق" میں عبدالحق حقانی رقمطراز ہیں کہ حضرت ابراہیم حاران سے کوچ کر کے ملک کنعان چلے آئے تھے اور ان کی بود و باش خیموں میں تھی۔ انھوں نے جبریل

۱۔ شاہ محمد اشرف علی تھانوی۔ بیان القرآن۔ بارہواں پارہ۔ صفحہ ۱۲۔

۲۔ مترجم غلام نبی ابن عنایت اللہ۔ قصص الانبیاء۔ صفحہ ۹۱۔

۳۔ عبد الماجد دریا بادی۔ تفسیر ماجدی۔ جلد سوم۔ صفحہ ۳۸۵۔

میں زندگی بسر کی اور اسحاق بھی ان کے ساتھ ہے۔ ان کے بڑے بیٹے عیص نے کوہ خیر کے پہاڑی علاقے کو اپنے لیے منتخب کیا اور یعقوب نے اپنے ماں باپ کی وصیت کے مطابق حاماں کا رخ کیا، جہاں ان کے ماموں خود کے بیٹے لابن سکوت پذیر تھے۔ یہاں سات سال تک ان کی بکریاں چراتے رہے اور بالاخر ان کی خوب صورت بیٹی راحیل سے شادی کی۔ واجد علی شاہ اختر نے محمد باقر مجلسی کی "حیات القلوب" کے ترجمے "ریاض القلوب" میں لکھا ہے "یعقوب کی نبوت زمیں کنہاں پر تھی دہاں سے مصر میں جا کر رحلت کی اور ان کی لاش پھر کنہان میں لا کر دفن کی گئی"۔^۱

احمد شریف نے یہاں قصے کو ایک نیا موڑ دیا ہے اور یوسف کی سرگزشت ختم کر کے "در ولایت مغرب بادشاہ نام اولیوس زلیخا دختر اوبود" کے زیر عنوان زلیخا کے کردار کو قاری سے متعارف کروایا ہے اور اس کی پیدائش سے لے کر سب شعور کو پہنچنے تک کے حالات مفصل بیان کیے ہیں۔ انسائیکلو پیڈیا آف اسلام "میں زلیخا کا نام" راحیل "زلیخا" اور "زلیخا" بتایا گیا ہے۔^۲

"تفسیر عمدة البیان" میں عمار علی کہتے ہیں،

راحیل جس کو زلیخا بھی کہتے ہیں طیروس بادشاہ مغرب کی بیٹی تھی۔^۳

ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں زلیخا کو مصر کے بادشاہ ریان بن لید کی بیانی بتایا کہ مکمل

۱۔ واجد علی شاہ اختر مخطوطہ ریاض القلوب ترجمہ حیات القلوب، جلد اول از محمد باقر مجلسی

دوق ۱۲۲۔ مخطوطہ نمبر ۱۔ داخلہ نمبر ۶۶۵۔ کتب خانہ سالار جنگ، حیدرآباد۔

۲۔ انسائیکلو پیڈیا آف اسلام۔ ایچ آر اے گیس اینڈ بی ایچ کریس صفحہ ۶۴، دوق ۹۲۲۔ مخطوطہ نمبر ۱۔ داخلہ نمبر ۶۶۵۔ کتب خانہ سالار جنگ، حیدرآباد۔

۳۔ عمار علی تفسیر عمدة البیان، صفحہ ۱۰۰۔

نام اچھے خیال میں راعیل تھا۔ اور اس کی ماں رعاہیل مشہور تھیں۔ زلیخا کے نام کے بارے میں بھی مفسرین میں اختلاف رائے پایا جاتا ہے۔ عبد المجید دریا بادی اُسے رعاہیل کی بیٹی بتاتے ہوئے لکھتے ہیں کہ توریت میں عزیز کی بیوی کا نام نہیں بتایا گیا ہے۔ البتہ روایت یہودیہ میں زوجہ عزیز کا نام زلیخا موجود ہے اور مسلمانوں نے یہیں سے یہ نام اخذ کیا ہے۔ "ترجمان القرآن" کے مصنف امراء العزیز کے نام کے بارے میں لکھتے ہیں کہ توریت میں عزیز مصر کا نام تحریر کیا ہوا ملتا ہے۔ لیکن اس کی بیوی کا نام کہیں درج نہیں کیا گیا ہے۔ اُن کا بیان ہے :-

"نہیں معلوم ہمارے مفسرین نے کہاں سے یہ بات معلوم کر لی کہ اس کا نام زلیخا تھا؟ بہر حال اس کی کوئی قابل اعتبار اصلیت پائی نہیں جاتی" ۱۷

۱۸ "تثنوی" یوسف زلیخا کا قصہ اس طرح آگے بڑھتا ہے کہ ایک رات زلیخا اپنی تحریری سیج پر جو "کدم پرل اور پھولوں" کی خوشبو سے مہک رہی تھی سوئی ہوئی تھی۔ اس نے یوسف کو خواب میں دیکھا کہ ایک ایسا بیکر نور سامنے اسٹا رہا ہے جس کی مثال "بنی آدم تو کیا فرشتوں میں بھی نظر نہ آئے" ۱۹

بنیاد میں نہ اُس چپاں دیکھا کوئی فرشتیاں میں نہ اس صورت پر کوئی زلیخا نے یوسف کو خواب میں دیکھا تو اس کی آنکھیں "نیہہ سمدرد" میں ڈوب گئیں اور "من" میں "بیرت" کا شعلہ بھڑک اٹھا۔ "احمد شریف" نے "زلیخا در خواب یوسف را دید و بر صورت او بستہ مبتلا شد" کا عنوان قائم کرتے ہوئے زلیخا کے خواب کی تفصیل بیان کی ہے۔ تثنوی کے اس حصے میں حضرت یوسف کا ایک پُر اثر سراپا بھی پیش کیا گیا۔ خواب میں یوسف کو دیکھا کہ زلیخا کے مبتلائے عشق ہونے کا حال احمد نے اس طرح بیان کیا ہے :-

دیکھی وہ جگ دیپا دل کھ کا دلوا سٹی پروانہ کرا اُس جوت پر جیوا

دیکھت جوں چاند آدھارہ پیشانی رکھی جوں چاند اب گھٹ سیں نشانی

اُجال اس کا ادک سورج تھے دیٹی سورج کوں دیکھ شہرک ہوئے میٹی

رکھی دہ روپ جو میں جو کر مان پریم پیالے لیتی سنپور مد بان

منشی "یوسف زلیخا" کے قصے میں ایک خامی یہ نظر آتی ہے کہ واقعات قصہ کی ترتیب میں عنوانات کے اعتبار سے تقدیم و تاخیر موجود ہے۔ مثلاً یہ کہ منشی میں جہاں زلیخا کے دوسری مرتبہ یوسف کو خواب میں دیکھنے کا ذکر ہے، وہاں اس سرخی کے تحت جو اشعار پیش کیے گئے ہیں ان میں خواب کا کہیں ذکر نہیں اس کے بجائے زلیخا کی بے قراری دے باقی کا حال لکھا گیا ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ "ہاں" جو ایک کاہنہ تھی اور جس نے اسے بچپن سے بلا پوسا تھا، اس کی اس حالت زار پر تاسف کرتی ہے اور اسے یقین دلاتی ہے کہ اس کے محبوب کو اگر وہ "آسمان کا فرشتہ" بھی ہو تو "آٹھویں آسمان" پر سے دھرتی پر لا سکتی ہے۔ دایہ کہتی ہے اگر وہ کسی پہاڑ میں چھپا ہوا ہے تو میرا کمر دہاں بھی لے چیں نہ لینے دے گا اور اُسے "شیٹے" میں اتار لوں گی۔ تو اس کا نام اور پتہ بتا دے۔ دانی کی اس غمگساری کے جواب میں زلیخا نے آہ سرد بھری اور کہا کہ جس ہستی نے مجھے دیا نہ بنا رکھا ہے میں اس کی نادر نشانی سے آگاہ نہیں۔ اگر اس کا نام معلوم ہوتا تو میں رات دن اس کی مالا جیتی دانی کی گفتگو نے زلیخا کے دل میں اپنے محبوب کا نام معلوم کرنے کی خواہش پیدا کر دی کہ کاش دو سری مرتبہ خواب میں وہی خوب صورت پیکر نظر آئے اور وہ اس کا نام دریافت کرے لیکن زلیخا کی بے خواب آنکھوں میں غنڈ کہاں ؟

نہ سوئی نہیں سوتے بخت لیائے جو دیکھت سپں سو دن دپائے

..... بخی بخت کی کیا کردں عرصہ جو سون چکھ نہ دیوے نی کو قرض

اسی اضطراب میں زلیخا نے بھال تباہ ایک سال گزار دیا اور شدت غم سے وہ بنم چندا جو تھی سو ہوئی نہ اچند۔ احمد بکھراؤ نے "زلیخا عاشق چناں شد کہ شرم از خلق نماشت" کے

زیر عنوان زلیخا کے عشق یوسف میں از خود رفته ہونے کی روداد بیان کی ہے۔ زلیخا کا باپ اس کی حالت زار کو دیکھ کر پریشان ہو گیا اور "سُنگیان" لوگوں سے صلاح لی لیکن کوئی تدبیر کارگر نہ ہو سکی اور دن بدن زلیخا کی وارفتگی میں اضافہ ہونے لگا۔ ثنوی میں ایک نئے عنوان "زلیخا یک شب بسیار خوش شدن از صورت سخن کردن" کے تحت زلیخا کے دوبارہ یوسف کو خواب میں دیکھنے کا واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ کس طرح ایک رات جب زلیخا پر بے ہوشی طاری ہو گئی تو اس نے یوسف کو عالم رویا میں دیکھا اور ان کے قدم پر سر رکھ کر اپنی سرگزشت عشق بیاں کی ۷

لگی ساین سستی دکھ بین بولن کروں قربان تج پر جو ہو رتن
دیتا غم ہو ر غم غماری نہ کیستا لیتا دل ہو ردلداری نہ کیستا
نہ بوجھوں ناو تیرا جو کروں درد نہ یادں ٹھاؤں تیرا جو پھڑکد

جب زلیخا نے اس منت و سماجت سے یوسف کا نام دریافت کیا تو انھوں نے جواب دیا میں مصر کی سلطنت کا حکمران ہوں۔ مجھے "عزیز مصر" کہتے ہیں اور لوگ مجھے بہت عزیز رکھتے ہیں۔ سرزمین مصر عجیب اٹھکا نہ ہے اور میں تخت و تاج کا مالک ہوں۔ اشرف تھانوی نے بعض قدیم تفاسیر کے حوالے سے لکھا ہے کہ حضرت یوسف "عزیز مصر کہلاتے تھے" ۸ "عمدة البیان" کے مفسر نے زلیخا کے دو خوابوں کا ذکر کیا ہے اور تحریر کرتے ہیں "دومرتبہ اس نے اپنے باپ کے گھر میں حضرت یوسف کو خواب میں دیکھا تھا اور ان کے جمال کی عاشق ہو گئی تھی" ۹۔ حضرت یوسف کے زلیخا سے ہم کلام ہونے کا تفسیروں میں کہیں ذکر نہیں۔

۷ مصر کے بارے میں الجال والکمال کے مصنف لکھتے ہیں "اسکا نام سام بن نوح علیہ السلام کے نام پر رکھا گیا تھا کیونکہ تقسیم میں یہ ملک ان ہی کے حصے میں آیا تھا" سلمان سلیمان صفحہ ۵۰۔
۸ علامہ محمد اشرف تھانوی۔ بیان القرآن۔ بارہواں پارہ صفحہ ۲۲۔ علامہ علی عمدة البیان صفحہ ۱۰۔

شاعر نے ابتداء ہی میں اپنی مثنوی کے متعلق یہ نکتہ واضح کر دیا ہے کہ اس نے کہیں روایت کی پابندی کی ہے اور کہیں ان سے انحراف کیا ہے۔

مثنوی میں قصے کا سر رشتہ یوں جوڑا گیا ہے کہ زلیخا جب خواب سے بیدار ہوئی تو اپنی "داسیوں" کو بلا کر یہ خوشخبری سنائی اور باپ کے پاس احوال کہلا بھیجا۔ شاہ طیموس جو ایک عرصے سے اپنی بیٹی کی وجہ فکر مند اور غم زدہ تھا۔ خواب کی حقیقت کس کر نہایت مسرور ہوا اور ملک میں ہر طرف جشن منعقد کرنے اور ضیافتوں کا انتظام کرنے کا حکم دیا۔ زلیخا کے حسن و جمال کی شہرت سن کر کئی ملکوں کے بادشاہ اور شہزادے اس سے شادی کے خواہش مند تھے اور قیمتی تحائف اور بڑی بڑی سلطنتوں کے پیش کش کے ساتھ حاضر ہوئے تھے۔ لیکن ان میں عزیز مصر کا کوئی فرستادہ موجود نہیں تھا۔ طیموس نے ناچار ان سب کو غدر خواہی کے رخصت کر دیا۔ چند روز بعد بادشاہ نے اپنے "حاجب" کو مصر روانہ کیا اور جب عزیز مصر نے بادشاہ مغرب کے اس حاجب سے گفتگو کی تو اس کی حیرت اور خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی اور اس نے جواب دیا

کہا اس کا پرت بیخ کوں سدا تھا کہ کیرت اس کیری ہیو تک سنیا تھا
ولے بیخ کیا مجال اس مانگے کوں کہ میں بندہ کیمنہ شاہ کا ہوں
اگر اس شہہ کی داسی آئے بیخ لگ نین دو سات رگڑوں ہی کیسے پگ
کنہاری رائے کی جب منج مانی تو میں ہوں سیوک اس وہ بیخ مانی

جب شاہ طیموس کا حاجب مصر سے واپس آیا اور عزیز مصر کا پیغام سنایا تو مملکت میں خوشی کی لہر دوڑ گئی اور اس بے پایاں مسرت کا مزہ سن کر زلیخا بے ہوش ہو گئی۔ طیموس نے ہزاروں خوش ادا کینز دل اور بے شمار مستعد غلاموں کو قیمتی لباس اور زیورات سے مزین کر کے زلیخا کے ساتھ روانہ کیا۔ کئی اعلیٰ نسل کے بیش قیمت گھوڑے اور زرد جواہر سے لہے ہوئے ہزاروں ادٹ اس کے جلوس کی زینت بنے۔ طبل و علم کے ساتھ سلطنت کے

مصر نیز ایک بھاری لشکر لے کر زیح کے ساتھ مصر کو روانہ ہوئے۔ عزیز مصر کے متعلق تفسیر ماجدی میں عبد الماجد دریابادی لکھتے ہیں کہ ”وہ حکومت مصر کا ایک بیٹا عہدہ دار تھا توریت میں اسی عہدہ دار کو نوطیفار کہا گیا ہے اور قرآن مجید نے آگے چل کر اسی کو عربی زبان میں عزیز سے تعبیر کیا ہے۔“ ۱۰

تفسیر حقانی میں عبدالحق حقانی نے عزیز مصر کا نام نوطیفار یا بوتیمار بتاتے ہوئے اسے فرعون کا امیر اور لشکر کا سردار کہا ہے ۱۱۔ ”بیان القرآن“ میں اشرف تھانوی ابن عباس کے حوالے سے لکھتے ہیں: ”عزیز مصر سلطنت مصر کے دارالہمام کا لقب ہوتا تھا اور نام اس شخص کا قطیفریہ“ ۱۲۔ ”بیان السجنان“ میں عبدالمائم جلالی تحریر کرتے ہیں: ”بوتیمار امیر کبیر اور مصر کی حکومت کا وزیر اعظم تھا اسی کا لقب عزیز تھا۔“ ۱۳۔ اس کے برخلاف ابو الکلام آزاد نے ترجمان القرآن میں لکھا ہے: ”عزیز مصر کا نام فوطی قار تھا اور فرعون کا ایک امیر اور سردار فوج تھا۔ قرآن نے بھی اسے آگے چل کر عزیز کہا ہے یعنی ایسا آدمی جو ملک میں بڑی جگہ رکھتا تھا۔“ ۱۴۔ عمار علی عزیز مصر کے بارے میں لکھتے ہیں: ”وزیر بادشاہ کا یوسف کے زمانے میں مصر میں قطیفریا طیفرنام کا ایک شخص تھا۔ اس کو عزیز مصر کہتے تھے۔“ ۱۵۔ ابن کثیر نے

۱۰ تفسیر ماجدی۔ جلد سوم صفحہ ۳۸۸۔

۱۱ عبدالحق حقانی۔ تفسیر حقانی۔ صفحہ ۲۸۔

۱۲ شاہ محمد اشرف تھانوی۔ بیان القرآن۔ بارہوا پارہ۔ صفحہ ۵۷۔

۱۳ عبدالمائم جلالی۔ بیان السجنان۔ صفحہ ۱۱۳۲۔

۱۴ ابو الکلام آزاد۔ ترجمان القرآن۔ صفحہ ۲۲۳۔

۱۵ عمار علی۔ عمدۃ البیان۔ صفحہ ۱۰۰۔

اپنی تفسیر میں عزیز کا نام قطیف یا اظیفرتا ہے ہوئے اس کے والد کا نام دوحیب تحریر کیا ہے اور لکھتے ہیں کہ وہ مصر کے خزانوں کا داروغہ تھا۔^۱ انسائیکلو پیڈیا آف اسلام میں لفظ عزیز کے بارے میں تحریر کیا گیا ہے کہ یہ لفظ کسی مخصوص شخص کا نام ہے۔ اور یہ کہ عزیز مصر کا نام کتفر، اظفر، قطیفرا اور قطیفن بتایا جاتا ہے۔ پکھال نے بھی عزیز مصر کا نام قطیفرا اور اظیفرتا یا ہے۔ اور وہ اس کو مصر کے حاکم دیان بن ولید کا وزیر تحریر کرتے ہیں۔^۲ مولانا مودودی رقمطراز ہیں۔^۳ یہ شخص مصر میں کوئی بڑا عہدہ دار یا صاحب منصب شخص تھا کیونکہ عزیز کے معنی بااقتدار شخص کے ہیں۔ جس کی مزاحمت نہ کی جاسکتی ہو۔ بائبل اور تلمود کا بیان ہے کہ وہ شاہی جلو داروں (ریاضی گارڈ) کا افسر تھا اور ابن جریر، عبد اللہ ابن حباس سے روایت کرتے ہیں کہ وہ شاہی خزانے کا افسر تھا۔^۴

ثنوی یوسف زلیخا کا قصا اس طرح آگے بڑھتا ہے کہ عزیز مصر کو زلیخا کی آمد کی اطلاع ملی تو وہ اپنے لشکارا و امراء کے ساتھ اس کے استقبال کو نکلا۔ جب عزیز مصر زلیخا کی عمارت کے قریب پہنچا تو زلیخا نے حافی سے کہا :

کتاب منج میں نہ رہی کچھ صوری کہ ہوئی ات شوق تھے بے تاب پوری

سیہ تھے شوق دل کا تب ادک ہوئے کہ اپنا من مہانا جب نہ یکہ ہوئے

ترت تدبیر کراس کوئی دیکھا منج کہ آئے لاک شکل جو نا منج

لیکن خب زلیخا نے عزیز مصر کا چہرہ دیکھا تو ناامیدی اور صدمے سے اس کا حال غیر ہونے لگا۔ یہ وہ عزیز مصر نہیں تھا جسے اس نے خواب میں دیکھا تھا اور جس کا عشق اس کے دل میں

۱۔ مترجم نمون ابراہیم۔ بار صلا پارہ۔ صفحہ ۳۹۔

۲۔ صفحہ ۶۳۷۔ ۳۔ بولی قرآن۔ فتح محمد جالندھری (مترجم) صفحہ ۸۳۔

۴۔ ابوالاعلیٰ مودودی۔ تفسیر القرآن۔ جلد دوم

گھر کر چکا تھا۔ زلیخا اپنی "بدبختی کی سختی" سے ہلساں ہو گئی اور "جگ میت" جگ پالیں ہلڑ
سے دعا کی ع

اچھوتی راہنی تیں جس دے منج کہ اپنے پیوستیں عہد ہے منج
نہ دک بھوں جال منج بے دوس پا کون نہ دے منج دھن تلک دست اڑھا کون
کہ میں مردھن سدھن اس جگ مائیں جو منج را کھیا امانت پیو اپ تائیں
زلیخا گریہ دزاری میں مصروف تھی کہ "جگ سائیں میا دنت" اور "دیا دنت" کی طرف سے آواز
غیبی نے بشارت دی ع۔

عزیز مصر پرچے دل نہیں تج میں اس مقصود بھی حاصل نہیں تج
..... نہیں کچ ڈرتے اس سنگ راہن اچھوتا رہے اس تھے ترا دھن
جب عزیز مصر زلیخا کو لے کر مصر پہنچا تو ہر طرف شہتائیاں بجنے لگیں۔ "اور کلا دنت" "سہیلا"
گاکر میار کیا دینے لگے۔ عزیز مصر کے محل میں ہر طرح کا عیش و آرام موجود تھا، مال و دولت
کی فراوانی تھی۔ سینکڑوں ملازم اور خدمت گار موجود تھے۔ بہشتیں سہیلیاں اور میرزا دیاں
زلیخا کی دلجوئی کے لیے موجود تھیں۔ لیکن غیر متوقع ناکامی اور مایوسی نے زلیخا کو زندہ درگور
کر دیا تھا ع

زلیخا سو دکھوں روتی پلاتی دکھ بھیر بکھتا تلچھاتی
بھریا سینا دکھ دکھ سات سکلا سادون سکھ نہیں ٹھا دن اگلا
"الجمال والکمال" میں محمد سلیمان سلیمان لکھتے ہیں :-

"زلیخا کے متعلق یہ قصہ کہ وہ کسی شاہی خاندان کی لڑکی تھی اس نے قبل
از شادی یوسف علیہ السلام کو خواب میں دیکھا اور مصر کا پتہ معلوم کر کے
مصر میں شادی کرائی بالکل قسائہ اور لغو ہے۔" لہ

”ہمہ بی بیان مصر بہرہ زلیخا نشید“ کے زیر عنوان احمد گجراتی نے زنان مصر کے لباس اور ان کی آرائش و زیبائش کی اچھی مرقع کشی کی ہے اور بتایا ہے کہ زلیخا ان سب عورتوں کی دلچسپ باتیں سنتی لیکن زبان سے خود کچھ نہ کہتی اور یہ خیال اسے ہمیشہ بے چین رکھتا کہ خواب کے پیکر نے خود کو عزیز مصر بتا کر اس پر بڑا ظلم کیا ہے۔ عزیز مصر کے محل میں زلیخا نے جوں توں ایک طویل عرصہ گزار دیا لیکن عشق کی وہ شمع جو خواب کی شبیہ نے اس کے دل میں فروزاں کر دی تھی بجھنے نہ پائی تھی۔ زلیخا کو عزیز مصر کے محل میں جھوڑ کر شاعر نے قصہ کا رخ حضرت یوسف کی سرگزشت کی طرف موڑ دیا ہے اور کہتا ہے کہ جوں جوں یوسف پر دان چڑھے یعقوب کے دل پر ان کی محبت کا نقش گہرا ہوتا گیا۔ ابوالاعلیٰ مودودی کہتے ہیں کہ یعقوب کے اس غیر معمولی لگاؤ کا سبب ایک تو یہ تھا کہ یوسف اپنی والدہ کی محبت سے بھلی میں محروم ہو گئے تھے اور دوسرے یہ کہ ان میں حضرت یعقوب کو ”آثار رشد و سعادت نظر آتے تھے“ لہٰذا کہتے ہیں کہ یعقوب کے ”آننگ“ میں ایک ”رشک طوبی“ تھا جب یعقوب کے گھر فرزند تولد ہوتا تو اس درخت میں ایک نئی شاخ کا اضافہ ہوتا اور لڑکے کے ساتھ یہ شاخ بھی نشوونما پاتی یہاں تک کہ جب فرزند سن شعور کو پہنچا تو حضرت یعقوب اس کا عصا بنا کر فرزند کے ہاتھ میں دے دیتے لیکن جب یوسف تولد ہوئے تو اس درخت میں نئی شاخ نمودار نہیں ہوئی۔ جب یوسف نے عورتوں سے بھاگنا تو انھوں نے اپنے والد سے کہا کہ آپ خدا سے دعا کریں کہ جنت سے میرے لیے عصا بھیجا جائے۔ ابھی یعقوب کی دعا پوری بھی نہیں ہوئی تھی کہ صدر سے ایک فرشتے نے آکر یعقوب کو زبرد کا عصا عطا فرمایا اور کہا کہ ”تیشہ“ اور ”آدے“ کا بھی اس پر کوئی اثر نہیں ہو سکے گا، اور اس کو ہاتھ میں رکھنے والا خطرات سے محفوظ رہے گا۔ اکثر مفسرین نے

حضرت یوسف کو جنت سے عصا عطا ہونے کے اس واقعے کی طرف اشارہ کیا ہے۔
 ”گلزار طریقت“ میں عبداللہ شاہ نے اس کی تفصیل بیان کی ہے۔

شاعر کہتا ہے کہ ایک رات یوسف ”میٹھی نیند“ سو رہے تھے اور حضرت یعقوب کی نظر ان کے چہرے پر تھی۔ یعقوب نے دیکھا کہ یوسف نیند میں مہنس رہے ہیں۔ جب وہ بیدار ہوئے تو یعقوب نے اس کا سبب دریافت کیا۔ یوسف نے جواب دیا۔ ع
 کہیا سونے دیکھیا تارے ایگیا را سورج ہو چاند تیں ایک بار
 جو وہ سجدہ کیے سب مل کر منج کیے تغیم آپیں سر دھرت منج
 احمد گجراتی نے یہاں قرآن حکیم کی کہیت

”اِذْ قَالَ يَوْسُفُ لِیِ اٰمِیْ یَا اَبَتِیْ اِنِّیْ رَاٰتُ اَحَدَ عَشَرَ
 کَوْکَبًا وَّ الشَّمْسَ وَّ الْقَمَرَ لَا یَتَّخِذُوْنِیْ سِجْدِیْنَ“

سے مکمل استفادہ کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔

گیارہ ستاروں کے سیدہ کرنے کی تفصیل پر روشنی ڈالتے ہوئے اہل کثیران
 ستاروں کے یہ نام بنائے ہیں (۱) جہیان (۲) طابق (۳) ذیال (۴) ذوالکھنیں (۵)
 قابس (۶) دثاب (۷) عمودان (۸) قلیق (۹) مصب (۱۰) فردح اور (۱۱) قرغ لیکن بعض
 تفاسیر میں ان کے نام مختلف بنائے گئے ہیں اور تین ستاروں قبریاں، فردح اور قرغ
 کے بجائے حمدان، صدوح اور ذوالفرح کا ذکر کیا گیا ہے۔ شاہ عباس منصوری خراسانی
 لکھتے ہیں ”نور عظیم کی تفسیر سلطنت عظمیٰ ہے، نورانی پوشاک سے نبوت اور دنیا میں عزت“
 سورج حضرت یعقوب، چاند سے حضرت یوسف کی ماں (راحیل) گیارہ ستاروں سے

بھائی مراد ہیں۔“ لے

سر سید احمد خاں تفسیر القرآن میں لکھتے ہیں :-

”ان (حضرت یوسف) کے دل میں یہ بات بیٹھی ہوئی تھی کہ ماں باپ اور بھائی سب میرے تابع و فرماں بردار ہیں اور میری منزلت و قدر کرتے ہیں۔ یہ کیفیت جو ان کے دماغ میں منقش تھی اس کو متعبد نے سورج اور چاند ستاروں کی شکل میں جن کو وہ ہمیشہ دیکھتے تھے اور ان کا تفاوت درجات بھی ان کے خیال میں متمکن تھا متشکل کیا اور انھوں نے خواب میں دیکھا کہ گیارہ ستارے اور سورج اور چاند مجھ کو سجدہ کرتے ہیں لے

جابر بن عبد اللہ انصاری سے روایت ہے کہ ایک یہودی نشان نے سید المرسلین سے یوسف کو خواب میں نظر آنے والے ستاروں کے نام دریافت کیے تھے جس پر وحی نازل ہوئی اور گیارہ ستاروں کے نام بتائے گئے تھے واجد علی شاہ اختر ”ریاض القلوب“ میں حجر باقر جلی کی تصنیف ”حیات القلوب“ جلد اول کا ترجمہ ہے لکھا ہے :-

”جو خواب حضرت یعقوب نے دیکھا کہ گیارہ ستارے اور سورج اور چاند انھیں سجدہ کر رہے ہیں۔ یہ ابتداء ان کی نبوت کی زمیں مصر پر تھی۔“ لے

”الجمال والکمال“ میں حضرت یوسف کے خواب اور اس کی تعبیر پر

لے شاہ عباس منصور ری خراسانی - خود آموز ترجمان القرآن - جلد بارہ صفحہ ۲۶۳۸ -

لے سر سید احمد خاں - تفسیر القرآن - جلد پنجم - صفحہ ۸۲ لے عمار علی - عمدۃ البیان صفحہ ۸۵ -

لے واجد علی شاہ اختر - مخطوطہ ریاض القلوب - ترجمہ ”حیات القلوب“ جلد اول - ورق ۱۲۲ مخطوطہ نمبر ۱ - داخلہ نمبر ۶۶۵ - کتب خانہ سالار جنگ حیدرآباد -

پتھر کر کے ہوئے مصنف لکھتے ہیں کہ حضرت یوسف کا خواب ہر طرح حیرت انگیز تھا۔ انھوں نے تحریر کیا ہے:-

"یہ نظارہ اس لیے عجیب تھا کہ سورج کی موجودگی میں کوئی ستارہ نظر نہیں آیا کرتا۔ اس لیے بھی عجیب تھا کہ آسمان کے لاکھوں تاروں سے صرف گیارہ ہی نظر آئے تھے۔ شاعر کہتا ہے کہ حضرت یعقوب نے یوسف کو تاکید کر دی کہ وہ اپنے بھائیوں سے اس کا ذکر نہ کریں اور پھر خواب کی یہ تعبیر بتائی تھی ۴

کہ دے گا فضل سون تج رب عزت سچا تعبیر خواب ہو در بھاگ دولت
ایکبار بھائی ہو رہا ناپ تاج کوں کر یں سجدہ خدا گیری رضا سوں
تفسیر سورہ یوسف میں عبداللہ شاہ نے "تفسیر عرائس" کے حوالے سے لکھا ہے: "جو
تجلی الہی آدم علیہ السلام پر ہوئی تھی وہی تجلی یوسف علیہ السلام پر ہوئی اس لیے جیسے ادھر
فرشتے سجدے میں گرے تھے ویسے ہی ادھر یعقوب اور اولاد یعقوب سجدے میں گرے ہیں۔
ابراہیم آزاد لکھتے ہیں کہ مصر بابل ایران اور سلاطین بنی اسرائیل کے یہاں تعظیم و احترام
کا یہی طریقہ رائج تھا وہ سجدے کو تکریم کی علامت سمجھتے تھے لیکہ مولانا مودودی تحریر کرتے ہیں کہ
لفظ سجدے کو موجودہ اسلامی اصطلاح کا ہم معنی سمجھ لیا گیا ہے حالانکہ سجدے کے اصل معنی
محض جھکنے کے ہیں۔ مقبول احمد اپنے ترجمہ قرآن میں لکھتے ہیں: یعقوب علیہ السلام اور گیارہ
ستاروں سے مراد ان کے گیارہ بھائی تھے۔ چنانچہ جب انھوں نے حضرت یوسف کو دیکھا تو
یہ سب خدا کا شکر ادا کرنے کے لیے سجدے میں گر پڑے" ۵

۴ سید سلیمان سلمان۔ الجہل الکمال۔ صفحہ ۵۸

۵ عبداللہ شاہ۔ یوسف نامہ۔ صفحہ ۲۸ لکھ ابراہیم آزاد۔ ترجمان القرآن۔ جلد

دوم۔ صفحہ ۲۴۶ مقبول احمد۔ ترجمہ قرآن۔ بارہواں پارہ۔ صفحہ ۳۷۵۔

احمد گجراتی کہتے ہیں کہ یوسف نے اپنے ایک بھائی سے اپنے جواب کا ذکر کر دیا اور اس نے دوسرے بھائیوں کو اس کی تفصیل سنائی تو ان بھائیوں کے دل میں حسد کی آگ بھڑک اٹھی اور وہ یوسف کو گزند پہنچانے اور انھیں باپ سے جدا کرنے کے منصوبے باندھنے لگے۔
 ابوالکلام آزاد رقمطراز ہیں کہ والد ماجد کی نصیحت سے قبل ہی یوسف نے اپنے بھائیوں سے اپنا خواب بیان کر دیا تھا۔ ابوالاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں کہ بائبل اور تلمود کے بیانات قرآنی قصص سے مختلف ہیں۔ ان میں یہ کہا گیا ہے کہ جب یعقوب نے یوسف کا خواب سنا تو انہیں تنبیہ کی کہ اب تو اپنے ماں باپ سے بھی اپنی تعظیم کر دانے کا نما ہاں ہے۔
 احمد گجراتی کہتا ہے کہ برادران یوسف آپس میں مشورہ کرنے لگے کہ یوسف سے نجات پانے کا کون سا طریقہ اختیار کریں۔ ایک نے کہا یوسف کو کسی بے آب و گیاہ صحرا میں تنہا چھوڑ دیا جائے جہاں کی سوائے "انجھواں" کے "پانی" نہ ملے اور "اجت" (سورج) کے سوار وٹی کی شکل بددیکھ سکے اور اس پر سب نے اتفاق کیا۔ تو ریت میں اس بھائی کا نام روبن بتایا گیا ہے۔
 ایک دن برادرانی یوسف اپنے والد کے پاس آئے اور ادب سے ان کے قریب بیٹھ گئے اور عرض کی کہ آپ اجازت دیں تو ہم سیر و تفریح کی خاطر کچھ وقت جنگل میں گھوم کر دل بہلائیں اور یوسف کو بھی اپنے ساتھ لے جائیں اس نے ابھی تک گھر سے باہر قدم نہیں نکالا ہے اور گھر میں "بند" رہنے سے "تنگ دل" ہو گیا ہے۔ ہم اُسے میدانوں اور اونچے پہاڑوں کی سیر کرائیں گے، بیکری کا دودھ پلائیں گے اور اس کے گلے میں لال بھولوں کا ہار ڈالیں گے لیکن حضرت یعقوب رضامند نہیں ہوئے اور کہا:

کہے اس کا لجاؤں منج نہ بھاؤں سے کہ بھوتیک ہو اندیشہ حج ڈرائے

کہ اس جنگل میں ہی جبرتاں بہوتیک ننھے کون دیک کر کھائیں لکا ایک
 تمیں سکے سو ہوئیں کھیل کی خام تمن انجان تھے ہو جائے یہ کام
 عبدالماجد دیابادی نے انسائیکلو پیڈیا برٹیکا کے حوالے سے تحریر کیا ہے کہ اُس زمانے
 میں فلسطین کے جنگل میں کثرت سے بھیرٹے موجود تھے۔ مختصر یہ کہ حضرت یعقوب سے
 یہ سن کر دس بھائیوں نے جواب دیا کہ ہم شیر سے زیادہ طاقتور ہیں اور ہماری زور آوری
 کے سامنے شیر کا بازو "بھی" تنکے سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا اور کوئی جانور یوسف
 کے قریب بھی نہیں آسکے گا۔ یعقوب نے یہ سن کر بادل نا خواستہ اپنے بیٹوں کو مہارت دید
 دوسرے دن فرزندان یعقوب اپنے گھر سے روانہ ہوئے یعقوب نے یوسف کو تنہا لال کے ساتھ
 رخصت کیا اور حد نظر تک انھیں جاتا ہوا دیکھتے رہے۔ تفسیروں میں لکھا ہے کہ یوسف
 کے بازو پر حضرت یعقوب نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا وہ پیر بن تعویذ کے طور پر
 باندھ دیا تھا جو اپنے آتش مزد میں ڈالے جانے کے وقت زب: بن کیا تھا۔ حضرت اسماعیل کا
 عمامہ سر پر رکھا تھا اور پاؤں میں نعلین آدم پہنائے تھے۔ اور عصائے نوح ان کے سپرد کیا
 تھا۔ شہر کنعان کی سرحد پر ایک سایہ دار درخت تھا جسے "شجرہ الوداع" کہتے تھے اور جب
 کوئی کنعانی سفر پر روانہ ہوتا تو اس کے خویش و آشنا شجرہ الوداع تک اسے چھوڑ آتے تھے۔
 تفسیروں میں لکھا ہے کہ حضرت یعقوب نے بھی اسی درخت کے نیچے کھڑے ہو کر یوسف
 کو وداع کیا تھا اور یہ کہ یوسف کی حقیقی بہن دنیا بھی اپنے بھائی سے آخری ملاقات کے
 اس شجر تک آئی تھی۔ احمد گجراتی کی تنوی میں اس کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ
 یوسف کے بڑے بھائی کبھی ان کو گود میں اٹھا لیتے تھے اور کبھی انتہائی محبت سے
 کاندھے پر بٹھا لیتے، کبھی "پیشانی" میں اور ادھر "چوستے تو کبھی اُن کے پاؤں آنکھوں

بھری سب جو کہ سینڈک گھینکریاں سات

سٹریا چیکر گنداپانی بہودھات

عمار علی نے اس چاہ کا نام "غیاہ" تحریر کیا ہے۔ یہ شاعر کہتا ہے کہ جب بھائیوں نے یوسف کو کنوئیں میں پھینکنے کا ارادہ کیا تو وہ گریہ و زاری کرنے لگے۔ لیکن انہوں نے ایک نہانی اور یوسف کی کمر میں رسی باندھ کر انھیں کنوئیں میں اتار دیا۔ اس کنوئیں میں سطح آب کے اوپر ایک پتھر باہر نکلا ہوا تھا۔ یوسف اس پر بیٹھ گئے۔ احمد گجراتی کہتا ہے کہ یوسف کے نور سے گویا کنوئیں میں سورج طلوع ہو گیا۔ ہر طرف مشک کی خوشبو پھیلنے لگی اور اس بادلی کا پانی شہد کی طرح صاف اور میٹھا بن گیا۔ عمار علی اپنی تفسیر میں رقمطراز ہیں "کوئی کہتا ہے کہ بیت المقدس کا کنواں تھا اور زیادہ مشہور یہ ہے کہ وہ کنواں کنعاں سے تین فرسخ تھا اور بعض کہتے ہیں کہ اس کو شادانے بنایا تھا"۔

مولانا مودودی لکھتے ہیں بائبل اور تلمود کی روایات کے مطابق سکم کے شمال میں دوتن (موجودہ دثان) کے قریب یہ کنواں واقع تھا۔ لیکن عبداللہ شاہ کا بیان ہے کہ یہ کنواں کنعاں سے چار کوکس دور تھا۔

احمد گجراتی کہتا ہے کہ جب حضرت یوسف کنوئیں میں انتہائی سراسیمگی کے عالم میں بیٹھے ہوئے تھے تو جبرئیل چاہ میں اترے اور انھوں نے یوسف کو دلا سے دیا۔ حضرت یعقوب نے رخصت کے وقت یوسف کے بازو پر جس "پیرہن بر قلموں" کو تعویذی طلسم

۱۔ عمار علی۔ عمدۃ البیان۔ صفحہ ۸۹

۲۔ عمار علی۔ عمدۃ البیان۔ صفحہ ۹۲

۳۔ ابوالاعلیٰ مودودی۔ تفسیر القرآن۔ جلد دوم۔ صفحہ ۳۸۱

۴۔ عبداللہ شاہ۔ یوسف نامہ۔ صفحہ ۵۴

باندھ دیا تھا اور جس نے ابراہیم کو نارِ غمرد سے نجات دلائی تھی اُسے جبرئیل نے یوسف کو پہنا دیا کیونکہ بھائیوں نے ان کا پیر بن اتار لیا تھا۔ جبرئیل نے انھیں بشارت دی کہ ان کا مستقبل درختوں میں ہے۔ کنوئیں میں یوسف نے تین دن گزارے اور جبرئیل کی صحبت میں انھیں تنہائی کا مطلق احساس نہ رہا۔ اس نے کثیرہ بن اسحاق کے حوالے سے لکھا ہے کہ فرزند ان یعقوب یوسف کو چاہ میں گرانے کے بعد ان کا انجام دیکھنے کنوئیں کے قریب ہی ادھر ادھر پھر رہے تھے یہ

احمد گجراتی کہتے ہیں کہ چوتھے دن مدینے کے بڑے سوداگر وٹل کا قافلہ جب اس کنوئیں کے قریب سے گذرا تو ایک شخص نے پانی لینے کی عرض سے باڈی میں اپنا ڈول ڈال دیا۔ جبرئیل نے حضرت یوسف کو ہدایت کی کہ وہ اس میں بیٹھ جائیں "قصص القرآن" میں محمد حفظ الرحمن لکھتے ہیں :-

"بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ یوسف کو خور و برادران یوسف نے ہی کنوئیں سے نکال کر اسما جیلیوں کے قافلے میں فروخت کر دیا تھا....
.... مگر مفسرین کے اس قول کی نہ تو رات ممانعت کرتی ہے اور نہ
تعدا بن عزیز بلکہ دونوں سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ قافلہ
دالوں نے ہی یوسف کو کنوئیں سے نکالا اور اپنا غلام بنالیا۔" ۲۷

مولانا مودودی کا خیال ہے کہ جس قافلے نے یوسف کو کنوئیں سے نکالا وہ جلعاد (شرق اردن)

سے آ رہا تھا اور مصر کی طرف غازم سفر تھا۔

تفسیر حقایق میں بھی اس قافلے کو اسماعیلیوں کا قافلہ بتایا گیا ہے اور یہ لکھا گیا ہے کہ یہ لوگ گرم مصالح، عنبر اور روغن بلسان اونٹوں پر مصر لے جایا کرتے تھے۔ محمد اللہ صلی علیہ نے اس قافلے کو "نامعلوم لوگوں کا قافلہ" کہا ہے اور لکھتے ہیں کہ یہ لوگ مدائن سے مصر کی جانب سفر کر رہے تھے۔ علیہ عبداللہ المجلانی کا خیال ہے کہ یہ قافلہ طبعاً دسے میثہ بغرض تجارت مصر جایا کرتا تھا۔ احمد گجراتی لکھتے ہیں کہ ایک قافلہ والے نے جب ریل اوپر کھینچا تو یوسف کو اس ڈول میں بیٹھا ہوا دیکھ کر اسے انتہائی تعجب ہوا۔ بعض سرین نے اس شخص کو قافلے والوں کا سقدہ اور بعض نے اسے ایک سوداگر بتایا ہے۔ رعلی نے قمری کی تفسیر کے حوالے سے لکھا ہے کہ مدائن کا ایک قافلہ راستہ بھول کر کنوئیں کے قریب آنکلا تھا اور اس قافلے کا ایک شخص جس کا نام مالک بن زعر خزاعی کنوئیں پر پانی بھرنے گیا تھا اے احمد گجراتی نے بھی اس شخص کا نام مالک بتایا ہے اور

تے ہیں ع

ہوایوسف کے تئیں دے دام مالک سو تھا اس تئیں جگت میں نام مالک
عرنے بتایا ہے کہ جب پانی بھرنے والے شخص نے یوسف کو ڈول میں بیٹھا ہوا دیکھا تو
فی متعجب ہوا ع

ابوالاعلیٰ مودودی۔ تفسیر القرآن۔ جلد دوم۔ صفحہ ۳۸۱

عبدالحمید حقایق۔ تفسیر حقایق۔ صفحہ ۲۸۔

عبداللہ یوسف علی۔ دی ہونی قرآن۔ صفحہ ۵۵۳

عبداللہ المجلانی۔ بیان السبعین۔ صفحہ ۱۱۴۱

عمار علی۔ عمدۃ البیان۔ صفحہ ۵۷

جو کاٹیا ڈول اس بائیں منے تھے لگے دیدے پھر ان اس دیکھنے تھے

دیکھت کچھ یا "بشری" کہہ اٹھیا۔ خوشی سوں دھن پران امول لوٹیا

"بشری" کا ترجمہ بعض تفسیروں میں "خوشخبری" کیا گیا ہے۔ ابوالکلام آزاد لکھتے ہیں "وہ

پکارا اٹھا کیا خوشی کی بات ہے" لیکن عمار علی رقم طراز ہیں "بشری کو اہل کوفہ نے الف سے

پڑھا ہے بغیر یا کے اور حمزہ بعض کہتے ہیں کہ رئیس قافلے کا تھا۔ اور اس کے

در غلام تھے بشیر اور بشری" لہ ابن کثیر لکھتے ہیں "بشری" سقے کو بھیجنے والے کا نام بھی تھا

اس نے اس کا نام لے کر پکار کر خبر کی کہ میرے ڈول میں تو ایک بچہ آیا ہے لیکن سدی کا یہ

قول غریب ہے۔" لہ احمد گجراتی لکھتے ہیں کہ برادران یوسف نے جب دیکھا کہ یوسف کو چچا

سے نکالا گیا ہے تو وہ قافلہ والوں کے پاس پہنچے اور ان سے کہا یہ ہمارا غلام ہے اور

انتہائی مسست اور کاہل لڑکا ہے۔ ہمیشہ محنت سے گریز کرتا ہے اسی لیے بھاگ کر کنوئیں

میں چھپ گیا ہے۔ اس کی اصلاح ممکن نہیں ہم اسے فروخت کر دینا

چاہتے ہیں۔ تم چاہو تو کم داموں میں اسے خرید لو مالک نے جب برادران یوسف

کی بات سنی تو اسے یہ سودا بہت نفع بخش معلوم ہوا اس نے چند درہموں

کے عوض یوسف کو خرید لیا۔ مقبول احمد نے ترجمہ قرآن میں تحریر کیا ہے کہ یوسف علیہ السلام

کو بیس (۲۰) درہم میں فروخت کیا گیا تھا۔ علامہ عبداللہ یوسف علی لکھتے ہیں کہ درہم یونانی

لفظ "ڈراچما" سے ماخوذ ہے جو ایک چھوٹا سا چاندی کا سکہ ہوتا تھا۔ اس کی قیمت چار آنے

لہ عمار علی۔ عمدۃ البیان۔ صفحہ ۹۷

محمد بن ابراہیم (مترجم) بارہواں پارہ۔ صفحہ ۳۸ لہ مقبول احمد۔ ترجمہ قرآن۔ بارہواں پارہ صفحہ ۳۷

سے اٹھ آنے کے درمیان ہوتی تھی۔ بقول شاہ عبدالقادر ابنائے یعقوب نے یوسف کو سترہ یا بیس (۱۶) درہم میں فروخت کر ڈالا تھا ہر بھائی کے حصے میں دو دو درہم آئے تھے اور یہودانے رقم لینے سے انکار کیا تھا۔ مالک بہت خوش تھا۔ اُسے امید تھی کہ مصر میں (جو بردہ فروشی کا مرکز تھا) اس خوب صورت لڑکے کے اچھے دام وصول ہوں گے۔ وہ تیزی سے منزلیں طے کرتا ہوا مصر پہنچا۔ حضرت یوسف کے حسن کا شہرہ ان سے پہلے مصر پہنچ چکا تھا۔ بادشاہ نے عزیز مصر کو حکم دیا کہ وہ خود جا کر یوسف کو دیکھے اور اُسے بادشاہ کے حضور میں پیش کرے۔ اس بادشاہ مصر کے بارے میں مولانا فرمان علی لکھتے ہیں کہ مصر کے دوسرے بادشاہوں کی طرح اس کا لقب بھی فرعون تھا اور اصلی نام ریان تھا اسی کا پوتا ولید بن مصعب بن ریان حضرت موسیٰ کے زمانے میں مصر کا بادشاہ یا فرعون تھا۔ واجد علی شاہ اختر ریاض القلوب میں جو محمد باقر مجلسی کی کتاب "حیات القلوب" جلد اول کا ترجمہ ہے لکھا ہے "اور یوسف سے موسیٰ علیہ السلام تک دس نفر بغیر ہوئے ہیں"۔
جب عزیز مصر نے مالک سے ملاقات کی تو اس نے تین چار دن کی مہلت مانگی تاکہ تھکن دور کر کے بادشاہ کے دربار میں حاضر ہو سکے۔ چوتھے دن حسب وعدہ مالک نے یوسف کو دریائے نیل میں غسل کروایا اور پہننے کے لئے عمدہ لباس مہیا کیا۔ زلیخا مصر میں

۱۔ عبداللہ یوسف علی۔ دی ہولی قرآن۔ صفحہ ۵۵۵۔

۲۔ شاہ عبدالقادر بر موضع القرآن۔ صفحہ ۸۶۔

۳۔ سید فرمان علی۔ ترجمہ قرآن۔ صفحہ ۳۸۳۔

۴۔ واجد علی شاہ اختر۔ مخطوطہ ریاض القلوب ترجمہ حیات القلوب جلد اول از محمد باقر مجلسی۔ ج ۱۹۔ مخطوطہ
داخلہ نمبر ۶۶ کتب خانہ سالار جنگ حیدرآباد۔

یوسف کی آمد سے بے خبر تھی۔ قراق کی ستائی ہوئی زلیخا جنگل میں اپنا غم غلط کرنے اِدھر اُدھر گھوم رہی تھی۔ جب یہاں بھی دل نہ لگا تو وہ ہودج میں سوار ہوئی اور اونٹ کا رخ گھر کی جانب موڑ دیا۔ جب زلیخا شہر میں داخل ہوئی اور بادشاہ کے چھپے کے سامنے گزری تو اس نے دیکھا کہ یہاں ایک ہنگامہ برپا ہے۔ پردہ ہٹا کر جھانکا تو یوسف کے چہرے پر نظر پڑی اور وہ بے ہوش ہو کر گر پڑی۔ جب دانی نے یہ حالت دیکھی تو اسے وارفتگی کا سبب دریافت کیا زلیخا نے جواب دیا

یہیں میں میں جو دیکھی سو یہی ہے قسمت بہت کر جو دیکھی سو یہی ہے
دھروں تن تاپ من بھٹاپ اسی تھے غریبی لی سٹی مایا پ اسی تھے
اسی تھے جیوتی مرنی رہی ہوں اسی کی آس سے یہ دکھ سہی نہیں
مصر کے تمام باشندے یوسف کی صورت پر فریفتہ ہو گئے اور ہر ایک کی دلی تمنا تھی کہ یوسف ان کے ہاتھ لگے۔ کہتے ہیں کہ مصر میں ایک بڑھیا رہتی تھی۔ وہ بھی یوسف کو حاصل کرنے کی خواہش مند تھی احمد گجراتی کہتے ہیں۔

نہ سکی تھانہ اپنے دل کی کلکوت سولے کر آئی واں لٹیک پنجنے سوت
نہ اس کی مول پورت کچ دھروں میں دے کلکوت اپنے تیں کردوں میں
کہ ہوئے اسکے خریداروں میں ناؤں یہی بس منج جو رہے سفیت اسوں پاؤں
احمد گجراتی نے بازار مصر میں یوسف کے فروخت ہونے کے واقعے کو بڑے ڈرامائی انداز میں پیش کیا ہے۔ یوسف کے خریداروں میں ایک شخص نے قیمتی مشک دو سو روپے نے شرفیوں اور تھیسرے نے یوسف کے وزن کے برابر "رتن مانیک" کا پیش کش کیا۔ زلیخا نے عزیز مصر سے کہا کہ میرے جہیز میں جو خزانے اور زر و جواہر آئے ہیں ان سب کو دے کر یوسف کو خریدے۔ لیکن خود بادشاہ یوسف کو حاصل کرنے کا آرزو مند تھا۔ زلیخا کے سمجھانے پر عزیز مصر نے بادشاہ سے عرض کی کہ وہ لاؤد ہے اور یوسف کو اپنا بیٹا بنا کر اپنے محل کو

روٹی بھننا چاہتا ہے۔ بادشاہ نے عزیز مصر کی درخواست قبول کی اور یوسف بڑی عزت و توقیر کے ساتھ عزیز کے محل میں قدم رنجا ہوئے اور زلیخا کو گویا دولت کو نین مل گئی۔ زلیخا نے یوسف کے لیے کئی قیمتی پوشاکیں، زیورات اور آرام دہ سانس کے تمام سامان ہینا کر دیئے۔ وہ دن رات یوسف کی خدمت اور دلجوئی میں لگی رہتی۔ زلیخا کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا لیکن رفتہ رفتہ اس کی امید مایوسی میں تبدیل ہونے لگی۔ یوسف کبھی اس کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھتے بھی نہ تھے۔

زلیخا دشت اس ٹکھ پر دیکھن مار دے یوسف سوچک اپنے دیکھن مار
..... زردن فتنے کیرے وہ مکھ نہ دیکھے نین فتنے سو دھن کے چک نہ دیکھے
پہلے تو زلیخا نے یوسف کے اس رویے کو ادائے محبوبیت پر محمول کیا لیکن آہستہ آہستہ اسے احساس ہونے لگا کہ یوسف کو اپنی طرف مائل کرنا آسان نہیں ہے۔ اس صدمے نے زلیخا کی حالت تباہ کر دی۔ اس نے کھانا پینا، ہنستا بولنا چھوڑ دیا اور سارے سنگار ترک کر دیئے۔ دانی نے جب اس کا یہ حال دیکھا تو فکر و تردد کی وجہ دریافت کی زلیخا نے جواب دیا یوسف "میری چھاؤں" سے بھی بیزار ہے۔ میں اس کو جتنا رجھانے کی کوشش کرتی ہوں وہ مجھ سے اتنا ہی گریزاں ہے تو یوسف کو جا کر میرے حال زار کی خبر سنا اور اس سے رحم کی درخواست کر۔ دانی نے یوسف کو زلیخا کا پیغام سنایا تو انھوں نے جواب دیا۔

زلیخا دام دے لی سو بنداہوں بہوت اس کے کرم کا شرمندہاں ہوں
میرا تن من پران اس کا سپنت ہے سیت دھاتوں نے اس کا پرت ہے
ملے ملے پیارا جیو میرا نہ ان بھاتا کردوں کو تار کسیرا
..... عزیز آپیں منجے پنکڑا کر آکھیا پیتا کر اپنے گھر ماں را کھیا
نظر اس کے تنگ پر کیوں نہ را کھوں اسی کی شرم لیون کیوں نہ دھاکوں
یوسف نے دانی کو سمجھایا اور کہا کہ میں پیغمبروں کی نسل سے ہوں۔ میں یعقوب بن اسحاق بن

ابراہیم ہوں، لہذا ان کی روش چھوڑ کر محصیت سے اپنا رشتہ نہیں جوڑ سکتا۔ اندران کی بیل میں انگور نہیں لگتے اور دھتورے کا پودا۔۔۔ پھٹس پیدا نہیں کر سکتا۔ میرے سینے میں جبرئیل کا علم اور عزرائیل کی حکمت پوشیدہ ہے اور ع

نہیں لائق زلیخا کوں بھی یہ بات جو یوں چوری کرے اپنے دھنی سا
اُسے کہہ جے رہے اس فکر سے دور رکھے اس بات تھے منج کوں بھی مخدو
علامہ محمد باقر مجلسی نے "حیات القلوب" جلد اول میں حضرت یوسف کے متعلق لکھا ہے کہ آدم
نوح، صالح، شعیب ابراہیم، اسحاق اور یعقوب سے حضرت یوسف تک نبوت کا
سلسلہ پہنچا ہے (۱)

جب دائی نے یوسف کا یہ جواب زلیخا کو سنایا تو اس کا "کلیجہ" "غم" سے پھٹ
گیا اور وہ خود بے قرار ہو کر یوسف کے پاس پہنچی اور اپنی روداد محبت سنائی۔ یوسف زار و
قطار رونے لگے اور کہا کہ افسوس کسی کی محبت مجھے واس نہیں آتی۔ میری بھوپھی مجھے جان
سے زیادہ عزیز رکھتی تھی۔ لیکن اس نے چوری کا الزام لگا کر مجھے رسوا کیا پھر میرے باپ
یعقوب نے مجھے چالاک تو میرے بھائی میرے دشمن بن گئے۔ اب نہ جانے تیری محبت مجھے
کس مصیبت میں مبتلا کرے۔

زلیخا نے یوسف کا دل بہلانے کے لیے ایک پُر فضا باغ کی تیاری کا حکم دیا اس
میں خوب صورت "داسیوں" کو یوسف کی خدمت کے لیے متعین کیا اور انھیں تاکید کی
بہوشوخی سوں شوخی سیکلاؤ۔ بہو چھند بند کر اس کو دیکھلاؤ۔

۱۔ واجد علی شاہ اختر۔ مخطوطہ ریاض القلوب ترجمہ حیات القلوب جلد اول از محمد
باقر مجلسی ورق ۸ اب مخطوطہ نمبر ۱۔ داخلہ نمبر ۶۶۵ کتب خانہ سالار جنگ۔
حیدرآباد۔

دلے جس پر جو اس رغبت کرے گا جسوں مل سونے نفس چت دھرے گا

تو اول وہ خبر منج پاس لیا دُ تروت وہ بات آرمج کوں سنا دُ

زلیخا کی حسین و جمیل کینیزی یوسف کی توجہ اپنی طرف منعطف کرنے سے قاصر رہیں یوسف نے
”ہیوں“ کو وحدانیت اور حقانیت کا درس دیا اور انھیں بت پرستی سے منع کیا۔ خدا
کی عظمت و جبروت کے راز سمجھائے اور گناہ سے دور رہنے کی تلقین کی جب زلیخا کی یہ

تدبیر بھی کارگر نہ ہو سکی تو اس نے پھر دانی سے صلاح کی کہ یوسف کو کس طرح ر ا م

کروں۔ دانی نے بڑے غور و فکر کے بعد جواب دیا ”میں یہ کام کر سکتی ہوں مگر اس کے لیے

تجھے اپنے خزانے خالی کرنے پڑیں گے۔ میں ایک ایسی عمارت تعمیر کرواؤں گی جو اپنے نخل

واقع اور خوب صورتی میں بے مثل ہوگی۔ دلکش باغات سے گھری ہوئی اس عمارت کے

درو دیوار، فرش اور چھتوں پر ہر جگہ یوسف و زلیخا کی عربیاں تصویریں کھینچی جائیں گی اور

اور اس میں یوسف کی رہائش کا انتظام ہوگا اس تدبیر سے یوسف کے دل میں محبت کا

تلاطم اور اس کے جذبات میں ہیجان پیدا کرنا ممکن ہوگا۔ جب یہ خوب صورت اور عالی شان

عمارت تیار ہوگئی جس میں ”سات گھر“ اور سات دروازے تھے تو زلیخا نے ایک دن یوسف کو

یہاں بلوایا اور یکے بعد دیگرے تمام گھروں سے گزرتی ہوئی اور ہر گھر کے دروازے کو

مقل کرتی ہوئی ساتویں گھر میں پہنچی۔ زلیخا کی نفس پرستی اور جسارت کا جو نقشہ

یہاں احمد گجراتی نے کھینچا ہے وہ وہی ہے جو قرآن میں بیان کیا گیا ہے۔ شاعر کہتا ہے

کہ جب زلیخا نے یوسف کو مادی آسائشوں کی ترغیب دی تو انھوں نے کہا

قیامت میں خدا کے قہر مل اٹھد یکھلا ہوں بیڑیاں تھے اپنے تھد

عزیز مصر سوں کیوں بے وفا ہوں خدا کے قہر تھے کیوں نہ بھیسا ہوں

زلیخا نے جواب دیا میں عزیز مصر کی شراب میں زہر ملا کر اُسے اپنے راستے سے ہٹا دوں گی۔

میرے پاس مال و دولت کی کمی نہیں میں غریبا اور مساکین میں زرد و جاہرات تقسیم کر کے

بڑی آسانی سے اس گناہ کا کفارہ ادا کر دوں گی۔ یوسف نے جواب دیا "میری خاطر کسی کو اپنی زندگی سے کیوں ہاتھ دھوڑنا پڑے۔ میرا خدا دلوں کا حال جانتا ہے اور اس کے قہر سے دنیا کی کوئی طاقت نجات نہیں دلا سکتی۔"

عمار علی "مصباح القلوب" میں ابن عباس کی روایت کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس واقعے کے بارے میں لکھتے ہیں :-

"زلیخا نے ایک مکان شیشے کا بنوایا تھا اور صورت اپنی اور یوسف کی اس میں منقش کروائی تھی اس طرح تھے کہ دونوں آپس میں بغلیگیر ہو رہے تھے۔ یوسف کو زلیخا نے حکم دیا کہ اس گھر میں جا کہ کبھی ایسا مکان نہیں دیکھا ہوگا۔ یوسف بموجب اس کے کہنے کے اندر گئے اور پچھلے سے زلیخا پہنچی اور دروازے اس کے بند کر دیئے کہ اس کے بھی سات دروازے تھے۔ زلیخا نے کہا میرے پاس مال بہت ہے کفارہ دیدوں گی تاکہ اس گناہ سے پاک ہو جائیں اور اگر تجھ کو عزیز کا قوف ہے تو میں اس کو زہر دے کر ہلاک کرتی ہوں۔"

احمد گجراتی نے یہاں حضرت یوسف کا یہ بیان پیش کیا ہے

خدا معصوم کر پید کیا منہ

خطا کیوں آئے عصمت عطا منہ

سورہ یوسف کی تفسیر میں اس موقع پر عمار علی نے امام رضا علیہ السلام کا قول نقل کیا ہے کہ "فرمایا ہے کہ یوسف معصوم تھا اور معصوم قصہ گستاہ کا نہیں کرتا"

اور نہ مرتکب گناہ کا ہوتا ہے۔

ابوالاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں: "مہذب مصر میں یا عموم اور اس کے اونچے طبقے میں بالخصوص صنفی آزادی قریب قریب اسی پیمانے پر تھی جس پر ہم اپنے زمانے میں اہل مغرب اور مغرب زدہ طبقے کو فائز پارہے ہیں۔"

احمد گجراتی لکھتے ہیں کہ یوسف کو جب زلیخا نے اپنے دام میں گر خوار کرنا چاہا تو ان کی نظر ایک خوب صورت پردے پر پڑی انھوں نے سوال کیا کہ اس پردے کے پیچھے کون ہے زلیخا نے جواب دیا: "اس کے پیچھے وہ سونے کا بت ہے جس میں قیمتی جواہرات جڑے ہوئے ہیں۔ میں اس کو اپنا خدا مانتی ہوں اور اس وقت میں نے اس لیے اس پر پردہ ڈال دیا ہے کہ وہ میری اس نازیبا حرکت کو نہ دیکھ سکے۔ یوسف نے برجستہ جواب دیا:

سو یوسف کہہ اٹھے ترت یہ سنے جوں کہ جب بز جیوتھے توں لاجتی یوں

جودہ نا سونت نا دیکھتا ہے نہ غیبی نہ برائی لیکھتا ہے

سو میرا تو خدا سب پر سکں ہار سدا اک دیشٹ سہل سب جگے دیکھن ہار

سو میں ایسے دھنی سے کیوں ڈھا کو شرم ان دیکھنے پر کیوں نہ لیا کوں

شاہ عبدالقادر کے "موضع القرآن" سے احمد گجراتی کے اس بیان کی تصدیق ہوتی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"حضرت یوسف نے دیکھا کہ اب بڑی خرابی ہوئی اور کہا جلدی نہ کر جو

تو کچھ کی سو کر دل گا۔ سامنے ایک پردہ لٹکتا تھا حضرت یوسف نے

پوچھا کہ اے زلیخا اس پردے کے پیچھے کیا ہے۔ اس نے کہا کہ ایک

مورت ہے کہ جس کی میں پوجا کرتی ہوں اس وقت شرم سے اس کے آگے پردہ ڈالا نہیں لے
شاعر کہتا ہے کہ یوسف نے اپنے آپ کو زلیخا کی گرفت سے اس طرح آزاد کیا جیسے ہرن بچھڑا توڑ کر نکل
بھاگتا ہے۔ وہ جس دروازے کو انکلی دکھاتے کھل جاتا تھا۔ زلیخا دوڑتی ہوئی برابر بچھے آ رہی تھی اور ع
جوابات اس پرستی را کھن پکڑ کر پچھیں تھے پیر ہن پچھاٹا سنیر مکر

جب یوسف زلیخا سے دامن چھڑا کے محل سے باہر نکلے تو عزیز مصر سے مدبھیر ہو گئی زلیخا
نے جب معاملہ بگڑتے دیکھا تو اپنے شوہر سے کہنے لگی کہ یوسف نے ہتک حرمت کی کوشش
کی ہے اس کو سخت سزا ملنی چاہیے۔ عزیز مصر یہ سن کر "غصے" سے کانپنے "لگا اور کہا" میں
نے تجھے اپنے فرزند کی طرح پالا تھا۔ تجھے تجھ سے ایسی بے وفائی کی امید نہ تھی۔ یوسف
نے عزیز مصر کو سارا قصہ کہہ سنایا اور زلیخا اپنی پاک بازی جتانے کے لیے قسمیں کھانے
لگی کہ یہ من گھڑت قصہ ہے۔ بالآخر عزیز مصر نے "بندی خانے" کے "نشتے" کو بلا بھیجا کہ
وہ یوسف کو گرفتار کر کے زنداں میں بند کر دے۔ یوسف نے اپنے "گھٹ تجھیں ہارے
گسائیں" سے دعا کی کہ اے خدا تو میری بے گناہی ثابت کر دے۔ زلیخا کی ایک سہیلی
جو اس کی رشتہ دارا درہم نشین تھی ہمیشہ اس کے ساتھ رہا کرتی تھی۔ اس وقت بھی وہ
وہاں موجود تھی اور اس کی گود میں اس کا شیر خوار بچہ تھا جس کی عمر تین مہینے سے زیادہ نہ
تھی۔ اس نے خدا کے حکم سے عزیز مصر کو آواز دی میں گواہی دیتا ہوں کہ یوسف بے گناہ ہے اوج

دے تج کوں کہوں گا یک نشانی جو توں اس تھے مجھے بے ہوئی کہانی

نظر کر دیکھ اس کے پسہ ہن پر کہ پچھاٹا کس طرف تھے اس کے تن پر

اگر آگے تھے پچھاٹا ہوئے پیر ہن اچھے بے شک زلیخا پاک دامن

..... جو پچھاٹا ہوئے پچھیں تھے پیر ہن اس کا اچھے اس تھے پوتر دامن اس کا

عزیز مصر نے جب پیر ہن یوسف پر نظر ڈالی تو اس پر حقیقت منکشف ہو گئی کہ اقدام یوسف
کی جانب سے نہیں تھا۔ احمد گجراتی نے یہاں زلیخا کی رشتہ دار عورت کے شیر خوار بچے کو

یوسفؑ کو گواہ بتلایا ہے لیکن تفسیر میں یوسف کے گواہ کی حیثیت سے مختلف اشخاص کو پیش کیا جاتا ہے۔ ابوالکلام آزاد لکھتے ہیں کہ قرآن گنے گواہ کی تصریح نہیں کی ہے۔ حضرت یوسفؑ کی راست گئی اور زہد و تقویٰ نے گھر کے تمام افراد کو ان کا معتقد بنا دیا تھا۔ "حتیٰ کہ خود عورت کے ایک رشتہ دار نے اپنی رشتہ داری کا لحاظ نہیں کیا، یوسفؑ کی حمایت میں سچائی ظاہر کر دی۔" ۱؎ عبدالماجد دریا بادی لکھتے ہیں کہ بہت سے ائمہ تفسیر نے اس گواہ کو زلیخا کا چچا نادبھائی اور حکیم وقت "بتلایا ہے اور لکھتے ہیں کہ اس شخص کو تقرب سلطانی حاصل تھا۔ ابن کثیر نے ابن عباس سے رعایت نقل کی ہے کہ یوسفؑ کی مصمت و نراہت کی گواہی فرعون کی لڑکی کی مشاطہ کے لئے کی گئی تھی۔ اور عمار علی کا خیال ہے کہ گواہ زلیخا کے چچا یا اس کی خالہ کا بیٹا تھا۔ فرمان علیؑ نے گواہ کو زلیخا کا مامل یا خالہ زاد بھائی بتایا ہے اور اس کی عمر چار ماہ بتاتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ یہ بچہ اس وقت اپنے گہوارے میں تھا اور اس کا نام خلیخا رکھا گیا تھا اور یہ کہ حضرت یوسفؑ نے مصر کی عمان حکومت ہاتھ میں لینے کے بعد اس کو اپنا دزیر مقرر کیا تھا۔ ۲؎ مولانا مودودی نے اس خیال کا اظہار کیا ہے کہ شیر خوار بچے کی شہادت کا قصہ دراصل یہودی روایات سے آیا ہے وہ رقمطراز ہیں: "اس معاملے میں خواہ مخواہ معجزے سے مدد لینے کی کوئی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔"

۱؎ ابوالکلام آزاد۔ ترجمان القرآن۔ جلد دوم۔ صفحہ ۲۲۶۔

۲؎ عبدالماجد دریا بادی۔ تفسیر ماجدی جلد سوم۔ صفحہ ۴۹۰۔

۳؎ محمد ابراہیم (مترجم) بارہواں پارہ۔ صفحہ ۴۲۔

۴؎ عمار علی۔ عمدۃ البیان۔ صفحہ ۱۰۵۔

۵؎ فرمان علی۔ ترجمہ فرمان بارہواں پارہ۔ صفحہ ۳۷۹۔

۶؎ ابوالاعلیٰ مودودی۔ تفسیر القرآن۔ جلد دوم۔ صفحہ ۳۹۳۔

انھوں نے گو ابی دینے والے شخص کے بارے میں یہ بتایا ہے کہ وہ زلیخا کے بھائی بندوں میں سے تھا۔ یہ شخص ایک معاملہ فہم اور جہاں ندیدہ آدمی تھا۔ جو صورت معاملہ سامنے تھی اس کی تہہ کو پہنچ گیا بعید نہیں کہ کوئی حج یا محسّر ٹیٹ ہو^۱ مختصر یہ کہ تفسیر میں اس گواہ کے متعلق بیانات میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ عوفی اسے طفل شیر خوار کہتے ہیں حکومت نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ وہ کوئی معمر^۲ دارھی والا شخص تھا۔ "سدی اور ابن اسحاق بھی اس سے متفق ہیں۔ لیکن ابن اسلم اور سدی نے گواہ کو امراۃ العزیز کا چچا زاد بھائی بتاتا ہے^۳ احمد گجراتی کہتے ہیں کہ جب زنانِ مصر نے یہ واقعہ سنا تو وہ زلیخا کو طعنہ دینے لگیں کہ تو ایک عبرانی غلام کے عشق میں مبتلا ہے۔ زلیخا انھیں یہ دکھا دیتا چاہتی تھی کہ یوسف کا حسن کتنا ہوش ربا اور مسحور کن ہے۔ اس نے ایک شاندار صیافت کا اہتمام کر کے مصر کی معزز خواتین کو مدعو کیا۔ عمار علی تحریر کرتے ہیں کہ زلیخا نے مصر کے طبقہ امراء کی چالیس معتبر خواتین کو مدعو کیا تھا۔^۴ زنانِ مصر کی اس دعوت کے بارے میں سر سید اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ جب "عزیز مصر کی عورت" نے خواتینِ مصر کی چہ میگوئیوں کے بارے میں سنا تو یہ ثابت کرنے کے لیے کہ اگر وہ یوسف جیسے حسین شخص کے عشق میں گرفتار ہے تو اس کو مورد الزام ٹھیرانا غلط ہے کیونکہ یوسف کا حسن ایسا مسحراںگیز ہے کہ اس سے غیر متاثر رہنا ممکن نہیں، انھیں مدعو کیا تھا اور جمالِ یوسف کی ایک جھلک دکھائی تھی۔ احمد گجراتی لکھتے ہیں کہ اس دعوت میں زلیخا نے ہر ایک کے ہاتھ میں ایک "ترنج" اور سونے کی چھری^۵

^۱ ابو الاعلیٰ مودودی - تفہیم القرآن - جلد دوم صفحہ ۴۹۵

^۲ سلیمان سلمان - الجہال والکمال صفحہ ۹۶

^۳ عمار علی - عمدۃ البیان - بارہواں پارہ - صفحہ ۱۰۶

^۴ سر سید احمد خاں - تفسیر القرآن - جلد پنجم صفحہ ۹۷

رے دی اور کافی کو بھج کر یوسف کو بلوایا۔ جب مصر کی عورتوں نے حضرت یوسف کو دیکھا تو

ہیبت و جلال اور رعیب حسن سے ہوش و حواس کھو بیٹھیں ع

جو بے ہوش ہو ترنج کاٹن کیا سب

سوہات اپنے ننگ کاٹن لگیاں سب

بعض عورتوں نے اپنی انگلیاں قلم کر لیں، بعض کی ہتیلیوں میں چاقو اتر گیا اور بعض بے ہوش ہو کر گر پڑیں۔ ابن کثیر نے زید بن اسلم کے حوالے سے لکھا ہے کہ باقاعدہ ضیافت تو پہلے ہو چکی تھی اب صرف میوے سے تواضع ہو رہی تھی۔ سرسید لکھتے ہیں کہ ان عورتوں نے حضرت یوسف کو مبتلائے مصیبت کرنے کے لیے اپنے ہاتھ کاٹ لیے تھے :

”ان عورتوں نے صرف حضرت یوسف کو جرم میں بھنسانے کے لیے خود

دانتہ اپنے ہاتھ کاٹ لئے اور اسی جرم کے اہتمام میں ان کو قید خانہ

میں بھیجا۔“ لہ

شاعر کہتا ہے کہ زلیخا نے مصر کی بیبیوں سے کہا کہ جلال یوسف کی ایک جھلک نے جب تم کو ایسا بے خود کر دیا ہے تو میرے دل کی حالت کا اندازہ کر سکتی ہو جبکہ پیش نظر ہر وقت جن یوسف رہتا ہے تم لوگ میری ہمدرد اور غم گار ہو یوسف کو سمجھاؤ کہ وہ مجھ سے بے اعتنائی نہ کرے۔ زنان مصر نے یوسف کو بہت سمجھایا۔ لیکن ان کی طہارت فکر کو متاثر نہ کر سکیں حضرت یوسف نے خدائے پاک سے دعا کی کہ تو مجھے ان شیطانی ترغیبات سے بچا ع

جے گنج منج تھے اتوں کا منگتا ہے

بندی خانہ مجھے اس تھے بھلا ہے

یہاں احمد گجراتی نے رَبِّ السَّجْنِ أَحَبُّ إِلَيَّ عَايِدُ عُونَتِي إِلَيْنَا کا ترجمہ پیش کیا ہے۔

مصر کی عورتوں نے زلیخا سے کہا کہ یوسف جتنا ”روپ و نسا“ ہے اتنا ہی ”مکرش“

جی ہے ہم اُسے رضا مند کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکی ہیں۔ زلیخا نے عزیز کو سمجھایا کہ یوسف

کی وجہ سے میری رسوائی ہو رہی ہے۔ اس صورت میں یہی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کو قید کر دیا جائے۔ عبداللہ شاہ لکھتے ہیں کہ مصر میں تین قسم کے قید خانے تھے۔ ”سجن لقیں“ جو چالیس گز گہرا تھا اور تہہ تک پہنچنے پہنچتے قیدی مر جاتا تھا۔ ”سجن العذاب“ اس میں سانپ بچھو اور تار کی کی ازیت تھی اور ”سجن العافیہ“ زمین کے اوپر تھا اور عزیز کے محل کے قریب واقع تھا۔ جب کسی پر بادشاہ کا معمولی عتاب نازل ہوتا تو اس کو یہاں بند کر دیا جاتا تھا۔ یوسف اسی میں قید کیے گئے تھے۔^{۱۶}

جب یوسف ”بندی خانے“ میں پہنچے تو زلیخا نے زندان کے داروغہ سے کہا کہ یوسف کو دوسرے قیدیوں کی طرح پایہ زنجیر نہ کرنا اور طوق و بیڑی کی تکلیف نہ دینا۔ اس کے لیے ”ریشمی کسوت“ اور ”حریری سیج“ کا انتظام کیا جائے۔ جب یوسف اس گوشہ عافیت میں پہنچے تو خدا کا شکر ادا کیا۔ اسے سازش کرنے والوں کے کمرے انھیں محفوظ رکھا اور وہ حسب عادت عبادت میں مشغول ہو گئے۔ یوسف کے قید ہونے کے بعد زلیخا غم و اندوہ سے بے تاب ہو گئی۔ وہ اپنی ناشائستہ حرکت پر پشیمان بھی تھی اور یوسف کی جدائی سے دل شکستہ بھی۔ یوسف محل میں موجود نہ تھے۔ لیکن ان کا تاج، کمر بند، قبا اور کفش رکھے ہوئے تھے۔ وہ انھیں دیکھ دیکھ کر آنسو بہاتی۔ ایک رات اس نے دانی کو بلایا اور کہا یوسف کے فراق نے مجھے دیوانہ کر دیا ہے۔ ہم تاریکی شب میں سب کی نظروں سے بچ کر بندی خانہ جائیں گے اور وہاں میں درسے یوسف کا دیدار کروں گی۔ جب رات کی خاموشی اور سہلے میں یہ دونوں کسی طرح زندان کے احاطے میں داخل ہوئے تو یوسف کو مصلے پر رونق افروز دیکھا۔ درو دیوار سے نور ساطع ہو رہا تھا۔ مصلے پر سجدے میں جھکے ہوئے یوسف پر آسمان کے ہلال کا گمان گذرتا تھا۔ عبداللہ

دریابادی توریت کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ یوسف "خوب صورت" اور "نور پیکر" تھے اور تقویٰ و عفاف میں اپنی مثال آپ تھے۔ یوسف قید خانے میں آئے تھے، ان کے "قدم" سے "بندی خانہ" "سرگ بن" میں تبدیل ہو گیا تھا۔ اور قیدیوں کو طوق و زنجیر جنت کا زیور معلوم ہونے لگے تھے۔ اگر کوئی قیدی بیمار ہو جاتا تو یوسف کی دعا سے صحت یاب ہوتا اور ہر قیدی کی آرزو پوری ہوتی تھی۔ وہ خوابوں کی سچی تعبیر بیان کرتے اور انھیں ہر طرح دلا سے دینے کی کوشش کرتے تھے۔ نذیر احمد اپنے ترجمہ قرآن میں رقمطراز ہیں: "قیدیوں نے حضرت یوسف کے جہرے کی نورانیت کو دیکھ کر یہ سمجھا ہو گا کہ یہ شخص عالم قدس کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔" اور اسی لیے وہ یوسف سے اپنے خوابوں کی تعبیر دریافت کرتے تھے۔ یہ بادشاہ مصر ۱۶۱۱ء کے "دو مقرب" بھی سزا کی پاداش میں گرفتار ہو کر اسی قید خانے میں مقید تھے۔ ابوالکلام آزاد توریت کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ ان میں سے ایک بادشاہ کے ساتھیوں کا سردار اور دوسرا نان بائی تھا اور بادشاہ نے کسی بات پر ناراض ہو کر ان دونوں کو قید کی سزا دی تھی۔ "بیان القرآن" میں اشرف تھانوی تحریر کرتے ہیں:-

"یوسف علیہ السلام کے ساتھ یعنی اسی زمانے میں اور بھی دو غلام

(بادشاہ کے) جیل خانہ میں داخل ہوئے۔ جن میں سے ایک ساقی

تھا دوسرا اخبار اور ان کے قید ہونے کا سبب یہ تھا کہ ان کی نسبت

شبہ ہوا تھا کہ انھوں نے کھانے میں اور شراب میں زہر ملا کر بادشاہ

کو دیا ہے سو مقدمہ زیر تحقیق تھا اور یہ دونوں جیل میں بھیج دیئے گئے تھے۔

ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں ساقی کا نام ہندار اور باورچی کا بجلت بتایا ہے اور فرمان علی د

عمار علی نے بادشاہ مصر کے ساتھی کا نام یونان لکھا ہے۔ عمار علی طباطبائی کا نام حمیلہ اور

ابو عبد اللہ ماجد دریابادی۔ تفسیر ماجدی۔ جلد سوم۔ صفحہ ۳۹۱۔ دہلی نذیر احمد۔ قرآن مجید مترجم د

وباحمد مع نوامیۃ ص ۳۳۳۔ ابوالکلام آزاد ترجمان القرآن۔ جلد دوم۔ صفحہ ۲۲۸۔ بادشاہ محمد اشرف

تھانوی۔ بیان القرآن۔ جلد دوم۔ بارہواں پار۔ صفحہ ۶۰۔ محمد بن ابی ایوب (مترجم) بارہواں پار۔ صفحہ ۴۴

فرمان علی حمیلہ بتاتے ہوئے لکھتے ہیں کہ دونوں بادشاہ کو نہ ہر دینے کے شے میں قید کیے گئے تھے۔ اس کے برخلاف شاہ عبدالقادر نے اپنی تفسیر میں ایک کو "آباد" اور دوسرے کو بادرجی بتایا ہے۔ یہ تفسیر ماجدی میں عبدالمجاہد دریا بادی نے دونوں قیدیوں کو فرعون وقت کے سردار تحریر کیا ہے اور لکھتے ہیں کہ ان میں سے ایک سنا قیوں کا صدر تھا اور دوسرا نانا پیڑوں کا داروغہ تھا۔ یہ دونوں کسی عام قید خانے میں نہیں رکھے گئے تھے بلکہ "جلو داروں کے سردار کے گھر" میں بند کر دیے گئے تھے۔ انسائیکلو پیڈیا آف اسلام "میں ریان بن ولید بادشاہ مصر کے ساتھی کا نام نابو (NABU) اور نانا بانی کا نام مودیلب (Mudililb) بتایا گیا ہے۔ مولانا مودودی کا بیان ان سب بیانات سے مختلف ہے وہ لکھتے ہیں کہ بادشاہ نے بادرجی کو اس لیے قید کیا تھا کہ ایک دعوت کے موقع پر "روٹیوں" میں کچھ "کرکرہٹ" پائی گئی تھی اور شراب کے ایک جام میں مکھی نکل آئی تھی۔ احمد گجراتی نے نہ ان کے نام ظاہر کیے ہیں اور نہ انھیں شاہی خدمت گار بنایا ہے۔ وہ انھیں "مغرب" کہتے ہیں۔ شتوی کا قصہ اس طرح آگے بڑھتا ہے کہ ان دونوں قیدیوں نے دو خواب دیکھے تھے۔ ایک نے عالم رویا میں خود کو انگور سے شراب پختہ دیکھا تھا اور دوسرے نے خواب میں یہ دیکھا تھا کہ وہ اپنے سر پر روٹیاں اٹھائے ہوئے ہے اور پر بند انھیں کھا رہے ہیں۔ جب ان دونوں نے حضرت

۱۔ فرمان علی ترجمہ قرآن صفحہ ۳۸۰۔ ۲۔ شاہ عبدالقادر موضح القرآن۔ بارہاں پارہ صفحہ ۶۵
 ۳۔ عبدالمجاہد دریا بادی۔ تفسیر ماجدی۔ جلد سوم۔ صفحہ ۴۹۲
 ۴۔ ابوالاعلیٰ مودودی۔ تفہیم القرآن۔ جلد دوم۔ صفحہ ۴۰۰

سے تعبیر دریافت کی تو آپ نے ساقی سے فرمایا کہ تو دوبارہ بادشاہ کا مصاحب بنے گا اور اس کو شراب پیش کرے گا اور دوسرے سے ارشاد فرمایا کہ تجھے سوئی پر چڑھایا جائے گا اور پرندے تیرے سر کے مغز سے شکم سیر ہوں گے۔ یہ حضرت یوسف نے ساقی سے کہا کہ جب تجھے قریب سلطان نصیب ہوگا تو بادشاہ کو میرے حال سے آگاہ کرنا لیکن وہ قید سے رہا ہوا اور بادشاہ کا مقرب بن گیا تو شیطان نے حضرت یوسف کا خیال کے دل سے محو کر دیا۔ ابوالکلام آزاد لکھتے ہیں کہ تیسرے دن فرعون کی سالگرہ تھی "سردار قی" کو بجالا کر دیا گیا مگر ان پرزوں کے سردار کے لیے سزائے موت تجویز ہوئی "یہ شاہ بالقادر" موضع القرآن میں لکھتے ہیں "آیدار نے حقیقت میں خواب دیکھا تھا لیکن شاہی بیچی نے محض حضرت یوسف کی صداقت کا امتحان لینے کے لیے دل سے خواب بنا کر آڈانے واسطے کہا تھا"۔

احمد گجراتی کہتے ہیں کہ کئی سال "تک یوسف قید خانے میں محبوس رہے۔ قید میں نرت یوسف کے قیام کی مدت ابوالکلام آزاد نے گجراتی کی طرح "کئی سال" بتائی ہے لیکن الماجد دریا بادی لکھتے ہیں کہ قرآن میں جو "بضع سنین" کے الفاظ آئے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت یوسف کا زمانہ قید تین سے نو سال پر محیط ہوگا کیونکہ عربی میں "بضع سنین" اطلاق انہیں اعداد پر ہوتا ہے۔ یہ کثیر اپنی تفسیر میں تحریر کرتے ہیں کہ حضرت یوسف

مقبول احمد نے ترجمہ قرآن میں تفسیر قی کے ۱۷ لے لکھا ہے کہ باورچی نے خواب نہیں دیکھا تھا اور

محض مجھ کو بولا تھا" صفحہ ۲۸۲

۹ ابوالکلام آزاد - ترجمان القرآن - جلد دوم - صفحہ ۲۳۰ -

۱۰ شاہ عبدالقادر - موضع القرآن - صفحہ ۹۵

۱۱ عبدالماجد دریا بادی تفسیر ماجدی - جلد سوم - صفحہ ۹۴

سات سال تک قید خانے میں مقیم رہے۔ ابن عباس نے اس کی مدت بارہ اور عجاک نے چودہ برس بتائی ہے۔ اشرف تھانوی نے اس خیال کا اظہار کیا ہے کہ "بضع کا اطلاق عربی میں تین سے دس تک آتا ہے۔ پس اس کے درمیان جتنے عدد ہیں ہر عدد کا آیت میں احتمال ہے۔" انسائیکلو پیڈیا آف اسلام میں بھی یوسف کی مدت قید سات سال لکھی گئی ہے۔ عمار علی حضرت یوسف کے قید کا عرصہ سات برس بتاتے ہوئے تحریر کرتے ہیں کہ جعفر صادق علیہ السلام کے ارشاد سے اس کی تصدیق ہوتی ہے۔

بالا خر خدا نے حضرت یوسف کی رہائی کا سامان کیا اور ریاں نے خواب میں دیکھا ع
 سو ریا مصر کا سہنے میں یک رات دیکھا جے سات گایاں تازگی سات
 یکس تھے یک موٹیاں ہو خوش رنگ جو پھلیں بات جے راکیں چک اُن انگ
 پچھیں تھے ہو رسات آیاں جو ہر ایک یکس تھے یک دیسیں دہلی بہو تیک
 سو دلیاں سات موٹیاں سات کولابی سہہ کھائیں ہری جوں گھانس پوسی
 دیکھا بھی اس پچھیں بھڑے ہرے سات جو نینوں سکھ پڑے چکھ دیکھنے سات
 سکے بھی سات اگر اس ہریاں سات پلٹے جاسکائے اپنی دھات

صبح بادشاہ مصر نے "حکیموں" کو بلایا اور اپنے خواب کی تعبیر دریافت کی۔ کاہنوں اور نوجو میوں نے جواب دیا کہ یہ "خواب پریشان خیالی کا" پس ہے اور اس کی سچی تعبیر بتانی مشکل ہے۔ اس وقت دربار میں ساقوں کا وہ سردار بھی موجود تھا جس کے خواب کی یوسف نے سچی تعبیر بتائی

۱۔ محمد بن ابوالہیثم مترجم ہارہواں پارہ۔ صفحہ ۴۷

۲۔ شاہ محمد اشرف تھانوی۔ بیان القرآن۔ ہارہواں پارہ۔ صفحہ ۶۲

۳۔ انسائیکلو پیڈیا آف اسلام۔ صفحہ ۶۳۷

۴۔ عمار علی۔ عمدۃ بیان۔ ہارہواں پارہ۔ صفحہ ۱۱۲

تھی تفسیر سورہ یوسف میں عبدالحی فاروقی نے لکھا ہے کہ یوسف کا لقب "صدیق" تھا۔ اور اس صادق القول کی باتیں مستقبل میں تمام کی تمام سچ ثابت ہوتی تھیں لہٰذا ہی ساقی کو یکا یک حضرت یوسف کا خیال آیا اور اس نے بادشاہ سے عرض کی کہ قید خانے میں ایک "روشن دل حیاں" ایسا قید ہے کہ اس کے علم و دانش کا کوئی ذی روح مقابلہ نہیں کر سکتا۔ خواب کی حقیقی تعبیر سے آگہی حاصل کرنے کے لیے اس روشن دل سے رجوع کیا جائے۔

مقرب شاہی بادشاہ کے حکم پر چرب زنداں پہنچا تو حضرت یوسف نے بادشاہ کے خواب کی یہ تعبیر بتائی کہ سات سال مصر میں فصل اسی اچھی ہوگی کہ اناج کے ڈھیر لگ جائیں گے اور اس کے بعد کے سات سال قحط سالی کے ہوں گے اور آسمان سے پانی کے بجائے "دھوپ" "برسے" گی۔ جب شاہی ساقی نے یہ تعبیر سنی تو درڑا ہوا بادشاہ کے پاس پہنچا اور تعبیر خواب بیان کر دی۔ بادشاہ حضرت یوسف کی غیب دانی اور فراست و دانائی سے بہت خوش ہوا۔ اور انھیں دوبار میں حاضر کرنے کا حکم دیا۔ جب ساقی رملی کی خوش خبری لے کر زندان پہنچا تو حضرت یوسف سے ہمراہ چلنے کی درخواست کی تو انھوں نے انکار کر دیا اور کہا کہ اگر بادشاہ مجھے رہا کرنا چاہتا ہے تو ان زنانِ مصر سے میری بے گناہی کی حقیقت دریافت کرے جنھوں نے مجھے دیکھ کر اپنے ہاتھ کاٹ لیے تھے۔ مثنوی کے اس حصے میں شاعر نے قصے کو بڑی تیز رفتاری کے ساتھ آگے بڑھایا ہے اور صرف چند بیتوں میں ایک طویل قصے کا لب لباب سمودیا ہے

احمد گجراتی کہتے ہیں کہ بادشاہ مصر کے دریافت کرنے پر مصر کی عورتوں نے سارا قصہ سچ سچ سنا دیا اور کہا کہ یوسف ایک فرشتہ صفت انسان ہیں۔ ان سے شیطانی صفات منسوب کرنا بھی گناہ ہے۔ زلیخا بھی موجود تھی۔ احمد گجراتی کہتے ہیں کہ اس عرصہ میں وہ آداب عشق سے واقف ہو چکی تھی اور اس کی محبت نے "پختگی" کی منزلیں طے کر لی تھیں۔ اس نے بے تامل

اپنی خطا کا اقرار کر لیا۔ ریان نے حکم دیا کہ یوسف کو فوراً آزاد کر کے انھیں انتہائی عزت و تکریم کے ساتھ دربار میں لے آئیں۔

کردوں میں بخشش اس کوں تخت ہوتا ج

نہ ساجے راج کو بن بخت ہو رتاج

دربار میں حضرت یوسف کی آمد سے بادشاہ کی عزت افزائی ہوئی اور جب اس نے ان سے گفتگو کی تو اس کے دل پر ان کے علم و فطانت اور تقدس کا سکہ بیٹھ گیا۔ بادشاہ نے دریافت کیا کہ جب سات سال تک بارانِ رحمت کے باعث اناج کی فراوانی ہوگی تو اس کی حفاظت کس طرح کی جائے۔ آپ نے فرمایا کہ دانوں کو علیحدہ کیے بغیر اناج رکھا جائے تو وہ محفوظ رہ سکتا ہے۔ یوسف نے فرمایا:

کرے یہ کام توں میرے حوالے

تو جگ سب قحط میں جاویں سلجھالے

سرسید احمد خاں نے اپنی تفسیر میں اس قحط کے بارے میں تحریر کیا ہے کہ یہ قحط آفریقہ کے اکثر حصوں میں اور بالخصوص یمن میں اور تمام فلسطین میں نہایت شدید تھا۔ انھوں نے "عری توریت" کے حساب سے اس قحط کا سنہ ۲۲۹۹ء دینا دی یعنی ۱۷۰۰ء قبل مسیح بتایا ہے اور لکھتے ہیں کہ یہ قحط سنہ ۲۳۰۲ء دینا دی یعنی ۱۷۰۲ء ق مسیح میں ختم ہوا۔

عبدالماجد دریا بادی تحریر کرتے ہیں :-

"یہ قحط عالم کی تاریخ قحط میں ایک اہم مقام رکھتا ہے۔ آگے چل کر یہ حدود مصر تک محدود نہیں رہا بلکہ حجاز فلسطین شام اور تمام ممالک ملحقہ میں اس کی شدت محسوس ہوئی۔ بلکہ توریت میں تو یہاں تک درج ہے کہ یہ قحط عالم گیر تھا۔"

احمد گجراتی کہتے ہیں کہ بادشاہ مصر نے یوسف کو شاہی لشکر، خزانے اور اقتدار سے

نوازا اور عزیز مصر کے خطاب سے سرفراز کیا۔ کیونکہ اس اثنا میں عزیز مصر کا انتقال ہو چکا۔
 مولانا مودودی نے لکھا ہے کہ زمانہ قحط میں حضرت یوسف کی بہترین کارکردگی کو دیکھ کر بادشاہ
 مصر نے آپ کا نام ”صغنتا فعتیح“ دنیا کا نجات دہندہ رکھا تھا۔^۱

ڈپٹی نذیر احمد ”ترجمہ قرآن مجید مترجم و باحاورہ مع قواعد نامقہ“ میں لکھا ہے کہ مصر
 میں حضرت یوسف نے یہ اختتام کیا تھا کہ قحط کے لیے غلہ جمع کر رکھا تھا اور بادشاہ کی طرف
 سے اپنے اہتمام میں اس کو بکواتے تھے مگر لوگوں کو ضرورت سے زیادہ غلہ نہ دیتے تھے کہ ہیں
 جمع نہ کر رکھیں یا تجارت نہ کریں۔^۲

حضرت یوسف کو کس عمر میں مصر کی سلطنت کے اختیارات ملے تھے اس کے بارے
 میں مفسرین میں اختلاف رائے ہے۔ ابن عباس، مجاہد اور قتادہ نے تینتیس (۳۳) سال صغاک
 نے بیس (۳۰) سال عکرمہ نے پچیس (۲۵) سال حسن بصری نے چالیس (۴۰) سال اور سدی نے تیس سال بتائی
 ہے۔ ابو الکلام آزاد نے تورات کے حوالے سے تحریر کیا ہے کہ اس وقت آپ کی
 عمر تیس سال تھی۔ عبدالحی تفسیر سورہ یوسف میں لکھتے ہیں کہ حضرت یوسف
 کا بن شریف بائیس، تیس سال سے زیادہ نہ تھا۔^۳

احمد گجراتی کہتے ہیں کہ یوسف مصر میں اطمینان اور آرام سے زندگی بسر کرنے لگے زلیخا کا حال یہ تھا کہ
 اسے دولت و ثروت اور شہرت و نیک نامی سے اٹھ دھونا پڑا تھا۔ غم دوراں نے اسے گوشہ نشین بنادیا تھا۔

۱۔ ابوالاعلیٰ مودودی۔ تفہیم القرآن۔ جلد دوم۔ صفحہ ۴۱۲

۲۔ ڈپٹی نذیر احمد۔ ترجمہ قرآن مجید۔ صفحہ ۳۸۷

۳۔ عبدالحق حقانی۔ تفسیر حقانی۔ صفحہ ۱۱۵۶۔

۴۔ ابوالکلام آزاد۔ ترجمان القرآن۔ جلد دوم۔ صفحہ ۲۲۵

۵۔ عبدالحق فاروقی۔ تفسیر سورہ یوسف۔ صفحہ ۳۴

احمد گجراتی نے زلیخا کے خزانے خالی ہونے کی وجہ یہ بتائی ہے کہ جب کوئی شخص اسے یوسف کی خبر سنا تا تو وہ خوش ہو کر اسے مالا مال کر دیتی اور اس طرح چند برسوں میں اس کے سارے خزانے خالی ہو گئے۔ شاعر کہتا ہے کہ جب زلیخا کو غربت نے اکھیرا تو وہ یوسف کی روگد پذیر گھانٹ چھوٹنے کی جھونپڑی میں رہنے لگی جس وقت یوسف اپنے گھوڑے پر اس راستے سے گذرتے تو شاہی نقیب حاجب اور چوہداران کے آگے پیچھے موجود ہوتے اور جس طرف سے اُن کی سواری گذرنے والی ہوتی وہاں ہٹو بچو کا غل برپا ہوتا اور لشکر کی گندگاہ پر لوگوں کا ہجوم ہوتا۔ قصص الانبیاء میں لکھا ہے کہ یوسف کی حسرت اور اُن کے دیدار کا یہ عالم تھا کہ جب وہ راستے سے گذر تو چالیس ہزار جوان مسلح پوش اور چار ہزار جوان با کمر بند زین اور ایک ہزار حاجب ہوش مند ہمراہ چلتے۔

جب یوسف کی سواری گذرتی تو ہنگامہ اور شہدہ علی بن کر زلیخا بھی اپنی جھونپڑی سے باہر نکل آتی تاکہ "مت" کے راستے کی دھول "اس پر پڑے۔ لڑکے زلیخا کو ستایا کرتے تھے۔ جس وقت لشکر میں یوسف موجود نہ ہوتے۔ وہ چلا چلا کر زلیخا سے کہتے تھے کہ یوسف کی سواری آ رہی ہے جھونپڑی سے جلد باہر نکل آ لیکن زلیخا لڑکوں کے اس مذاق سے بدل نہ ہوتی اور جواب دیتی تھی کہ یوسف کی خوشبو خود مجھے بتا دے گی کہ وہ راستے سے گذر رہا ہے یا نہیں۔ شب دروڑ اسی طرح گذرتے رہے اور زلیخا کے بالوں میں چاندی چمکنے لگی اور اس کی کمر خمیدہ ہوتی گئی۔ ایک دن جب یوسف کی سواری راستے سے گذری تو زلیخا مداخلت کی طرح رہ گدز پر کھڑی ہو گئی اور فریاد کرنے لگی لیکن ٹاپوں کی آواز اور لشکر کے ہنگامے میں اس کی صدا دُوب کر رہ گئی وہ غم و غصے سے بھری ہوئی۔ اپنی جھونپڑی میں گئی اور اس پستی کو جس کی وہ پرستش کیا کرتی تھی مٹا کر کے بُرا بھلا کہا اور ع

مسلمان ہو سٹی بہت ہو زنا ر

زلیخانے خدا سے دعا کی کہ وہ اس کے بے قرار دل کو سکون عطا فرمائے اور اس کی بے نور آنکھوں کو بینائی دے تاکہ وہ دیدارِ یوسف سے محروم نہ رہے جب یوسف راستے سے گزرتا تو زلیخانے کہا بے شک خدائے عزوجل کی شانِ نرالی ہے۔ وہ جسے چاہے تخت و تاج عطا کرتا ہے اور جسے چاہے دولت و ثروت اور جاہ و تجل سے محروم بھی کر سکتا ہے۔ اہم کجراتی نے یہاں اس قرآنی آیت سے استفادہ کیا ہے:-

"سُبْحَانَ مَنْ جَعَلَ الْمُلُوكَ عِبِدَ بِالْمَعْصِيَةِ وَجَعَلَ الْعَبْدَ مُلُوكًا عَلَى الطَّاعَةِ"

(پاک ہے وہ ذات جس نے بادشاہوں کو غلام بنایا گنہگاری کے سبب اور غلاموں کو بادشاہ بنایا اپنی طاعت اور تابعداری کے سبب سے)

جب یوسف نے یہ کلمات سنے تو "بھالدار" کو حکم دیا کہ وہ "تبیخ خواں" کو ان کے محل میں لے آئے۔ جب یوسف اپنے محل میں پہنچے اور اپنے فرائض سے فراغت حاصل کی تو حاجب نے بڑھیا کو حاضر کیا۔ یوسف اُسے پہچان نہ سکے اور اس کا نام اور پتہ دریافت کیا۔ زلیخانے جواب دیا میں وہی ہوں جس نے خواب میں تجھے دیکھ کر تجھ سے محبت کی اور تیرے لیے اپنا سب کچھ لٹا دیا۔ جب یوسف نے زلیخانے باتیں سنی تو رونے لگے اور اس کی حاجت دریافت کی۔ زلیخانے جواب دیا ۴

کبھی اول جوانی روپ اچکل پھر ان منج کول دیا جیسی تھی اول
دلا اُس بعد نینوں نور منج کول جو دیکھیں دو نین بھر پور تیج کول

حضرت یوسف نے خدا سے زلیخانے کے لیے دعا کی اور اس کی جوانی لوٹ آئی اور بے نور آنکھیں روشن ہو گئیں۔ اب زلیخانے اپنی آخری خواہش کا اظہار کیا اور کہا۔ تیری سالہا سال کی مفارقت کو مزدہ وصال سے بدل دے۔ یوسف نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا اور حکم الہی

کا انتظار کرنے لگے۔ اتنے میں جبرئیل آئے اور تحفہ درد و سلام کے بعد خدا کا حکم سنایا۔

کہ ہم دیکھے زلیخا کی جو زاری تیری پیرت منے بھوتیک خواری

سو تڑت اس کو ہمیں من آس دیتے اسی تج سوں عرش پر عقد کیے

سو توں بھی عقد کر مل رہ اسوں جم من بیلا س بھوتیک جھوگ سوں گم

میتیں جوں دور تن دونوں میلے چلے اولاد جگ میں ہو ر تن سر

تغذی میں یہاں شاعر نے جو واقعات بیان کیے ہیں سورہ یوسف میں کہیں ان کا ذکر موجود نہیں ہے۔ "بیان السبحان" کے مصنف عبداللہ مہملی لکھتے ہیں :-

زلیخا کے متعلق آسمانی کتب خاموش ہیں مگر اہل سیرت نے لکھا ہے کہ یوسف کی شادی زلیخا سے ہوئی تھی دو بیٹے اور ایک بیٹی بھی پیدا ہوئی، "لہ محمد باقر مجلسی نے حیات القلوب" جلد اول میں حضرت یوسف کے فرزند کا نام "شہریا" بتلایا ہے۔

"تفسیر حقانی" میں عبدالحق حقانی لکھتے ہیں "زلیخا جو عزیز مصر کی بیوی حضرت پرمعاش تھی۔ اس کا باقی حصہ قرآن نے بیان کیا ہے نہ تو ریت میں موجود ہے مگر اہل سیرت نے لکھا ہے کہ اس سے شادی ہوئی اور دو بیٹے اور ایک بیٹی پیدا ہوئی۔" اشرف تھانی نے درمشورہ کے محالے سے لکھا ہے کہ عزیز مصر کے انتقال کے بعد زلیخا سے یوسف کا نکاح ہوا تھا۔ ابوالاعلیٰ مودودی کا خیال ہے کہ زلیخا سے یوسف کا نکاح نہیں ہوا تھا۔ "ایک من گھڑت قصہ" ہے جس کی نہ قرآن سے تصدیق ہوتی ہے اور نہ اسرائیلی تاریخ سے وہ

۱۔ عبداللہ مہملی - بیان السبحان - صفحہ ۱۳۷

۲۔ واحد علی شاہ اختر مخطوطہ ریاض القلوب ترجمہ حیات القلوب جلد اول از محمد باقر مجلسی مخطوطہ نمبر ۶۶۵ - ورق ۱۸ - ب کتب خانہ سالار جنگ - حیدرآباد۔

۳۔ عبدالحق حقانی - تفسیر حقانی - صفحہ ۱۲ - لکھ بیان القرآن - تیرھواں پارہ صفحہ ۴

تحریر کرتے ہیں "ایک بچہ کے مرتبے سے یہ بات بہت فروتر ہے کہ وہ کسی ایسی عورت سے نکاح کرے جس کی بد چلیی کا اس کو ذاتی تجربہ ہو چکا ہو۔ آگے چل کر وہ لکھتے ہیں کہ قرآن میں کہا گیا ہے کہ "بری عورتیں برے مردوں کے لیے ہیں اور پاک عورتیں پاک مردوں کے لیے"۔ عبد الماجد دریا بادی یوسف اور زلیخا کے عقد کے بارے میں رقمطراز ہیں۔

"مشہور یہ ہے کہ یہ (زلیخا) بعد کو حضرت یوسف کے نکاح میں آ گئی تھیں لیکن اس کی سند نہ قرآن مجید سے ملتی ہے نہ حدیث صحیح سے نہ تورات سے۔" لہ

احمد گجراتی کہتا ہے کہ کئی سال تک زلیخا اور یوسف پرمسرت ازدواجی زندگی گزارتے رہے اور بالاخر زلیخا کا دل دنیا سے اچاٹ ہو گیا۔ اس نے زندگی کے ایسے نشیب و فراز دیکھے تھے کہ مادی آسائشوں اور دنیوی معاملات سے اُسے کوئی دل چسپی باقی نہیں رہی تھی۔ شاعر کے الفاظ میں اس نے "دوی کے پردے" سے باہر نکل کر "ہدایت کے آنکھ" میں قدم رکھا تھا۔

دوی پر دے تھے باہر نیکی تھی سودِ حدت کے آنکھ میں نے چلی تھی

دوی سب دور ہو یک نور دیکھی چھٹک پھر جا دریا کی پور دیکھی

عبادت بندگی میں ایک چت ہو مُمت ہو مُت سستیں آپ مت ہو

جب یوسف نے زلیخا کا یہ حال دیکھا تو بڑے اہتمام کے ساتھ اس کے لیے ایک خانقاہ تیار کروائی۔ زلیخا اس میں بیٹھ کر رات دن ذکر الہی کرنے لگی۔ ایک رات حضرت یوسف اپنے لہجہ خواب میں دیکھا کہ وہ ان کی جدائی سے بہت بے چین ہیں اور ملاقات کے مشتاق ہیں۔ یوسف جب صبح اٹھے تو دنیا دل سرد ہو چکا تھا خدا سے لوٹ گئی تھی اور والدین کی زیارت کے لیے

بے چین تھے۔ یوسف نے حسب معمول شانہ لباس زیب تن کیا اور رکاب میں قدم رکھا ہی تھا جبریل اُسے اور یوسف سے کہلا

ترے تن کی نگر میں جو جو ہے راج

نکلتا ہے سحاری دور کی آج

یہ سن کر یوسف خوشی سے پھولے نہ سہائے اور تخت پر اپنے جانشین کو بٹھا کر آخری ملاقات کے لیے زلیخا کو طلب فرمایا۔ اشرف تھانوی تحریر کرتے ہیں کہ حضرت یوسف کی وفات کے بعد سلطنت مصر سلاطین مصر کی طرف منتقل ہو گئی۔ اگرچہ مصر کے حکمران بیان نے سلطنت کے اختیارات حضرت یوسف کے سپرد کر دیئے تھے مگر باضابطہ طور پر سلطنت الٰہی کے حوالے کر کے انھیں تخت نشین نہیں کیا گیا تھا۔ اسی لیے حضرت یوسف بادشاہ مصر نہیں "عزیم مصر" کہلاتے تھے۔ "تفسیر حقانی" کے مفسر نے بھی اسی خیال کا اظہار کیا ہے اور لکھتے ہیں کہ فرعون دقت نے یوسف کو اپنی تمام رعیت "اور سلطنت پر اختیار دیا" اپنی انگشتی پہنائی تھی اور تخت نشینی کے سوا تمام مراعات دیئے تھے۔^{۲۲}

اتمد گجراتی نے اپنی مثنوی میں حضرت یوسف کی وفات کا حال بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ جبریل کے پاس جنت کا ایک سیب تھا۔ حضرت یوسف نے جیسے ہی اُسے ہونگھا ان کی روح نے جنت کی طرف پرواز کی۔ عبداللہ شاہ نے بھی "یوسف نامہ" میں حضرت یوسف کی وفات کے متعلق یہی لکھا ہے۔^{۲۳}

۲۲۔ شاہ محمد اشرف تھانوی۔ بیان القرآن۔ تیرھواں پارہ۔ صفحہ ۲۲

۲۳۔ عبدالحق حقانی تفسیر حقانی۔ صفحہ ۲۹۷

۲۴۔ عبداللہ شاہ۔ یوسف نامہ۔ صفحہ ۳۷۲

عمار علی لکھتے ہیں کہ جب حضرت یوسف نے وفات پائی تو مصری سردار آپس میں جھگڑا کرنے لگے ہر سردار یہ چاہتا تھا کہ اس کے خاص خطے میں یوسف کا تابوت رکھا جائے تاکہ اس کا علاقہ بلاؤں سے محفوظ رہے اور اُسے خیر و برکت نصیب ہو۔ بالآخر یہ طے پایا کہ پتھر کے صندوق میں لاش کو محفوظ کر کے رودنیل میں دفن کر دیں تاکہ اس پر سے پانی گزرے تو مصر کے تمام علاقوں تک خیر و برکت ساتھ لے جائے۔ ابوالکلام آزاد رقمطراز ہیں کہ مصریوں کے رواج کے مطابق حضرت یوسف کی نعش "مٹی کر کے رکھی گئی تھی"۔^۱

شاعر شبنوی میں یہ بتایا ہے کہ زلیخا یوسف کے انتقال کی خبر سن کر بے ہوش ہو گئی تھی۔ تین دن بعد جب اُسے ہوش آیا تو وہ عماری میں سوار ہو کر حضرت یوسف کے مزار پر پہنچی اور نالہ و فغاں کرتے کرتے وہیں اس نے جان دیدی زلیخا کو غسل دے کر یوسف کی "بگڑی" کا ٹکڑی دیا گیا اور مرقد یوسف کے پہلو میں اسے دفن کیا گیا۔ حضرت یوسف کا مزار دریائے نیل کے کنارے واقع تھا۔ دریائے نیل کی طغیانی کی وجہ سے یہ مقام محفوظ نہ تھا اس لیے پتھر کے ایک صندوق میں حضرت یوسف کی لاش رکھی گئی اور اسے دلوں سے ہٹا دیا گیا اور اس طرح یوسف اور زلیخا پھر بعد مرگ ایک دوسرے سے بچر گئے۔ ہشرف شاہوی کہتے ہیں کہ حضرت یوسف نے اپنے بھائیوں کو وصیت کی تھی کہ جب وہ مصر کا وطن ترک کر کے اپنے آبائی وطن شام کو واپس جائیں تو اُن کی لاش بھی ہمراہ لیتے جائیں۔ چنانچہ جب حضرت موسیٰ نے مصر سے کوچ کیا تھا تو حضرت یوسف کی نعش کا صندوق بھی ساتھ رکھا تھا۔ تفسیر حقائق کے مفسر نے لکھا ہے چار سو سال بعد حضرت موسیٰ سنگ مرمر کا وہ صندوق جس میں خوشبودار سالہ بھر کر حضرت یوسف کی لاش رکھی گئی تھی ساتھ لیکر مصر سے روانہ ہوئے تھے لیکن راستے میں آپ فوت ہو گئے تھے اور بعد میں بنی اسرائیل نے حضرت یوسف کو کنعان میں میں بہرام نابلس دفن کیا تھا۔^۲

۱۔ ابوالکلام آزاد۔ ترجمان القرآن۔ جلد دوم۔ صفحہ ۲۶۷۔ ۲۔ عبدالحق حقائق۔ تفسیر حقائق۔ صفحہ ۲۶۷۔

عمار علی نے لکھا ہے کہ حضرت جعفر صادق سے روایت ہے کہ حضرت موسیٰ پرچی نازل ہوئی تھی کہ وہ یوسف علیہ السلام کی نعش کے صندوق کو روڈ نیل سے نکال کر شام لے جائیں۔ کہتے ہیں کہ انھیں بیت المقدس میں ان کے آبائی قبرستان میں دفن کیا گیا تھا۔^{۱۹} "انجمال والکمال" کے مصنف محمد سلیمان سلمان کا خیال ہے کہ یوشع نے حضرت یوسف کے تابوت کو ان کے جدی گورستان میں لا کے رکھا تھا۔^{۲۰}

احمد گجراتی کی مثنوی میں برادرانِ یوسف کے زمانہ قحط میں واردِ مصر ہونے کے بیان اور اس سلسلے کی ضروری تفصیلات مثلاً حضرت یعقوب کا اپنے قبیلے کے ساتھ کنعان سے مصر کو کوچ کرنا اور قصہ یوسف زلیخا کی بعض دوسری جزئیات سے شاعر نے کوئی سروکار نہیں رکھا ہے۔ قصے کے اس حصے کو حذف کر دیا گیا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ احمد گجراتی نے قصہ یوسف کے مذہبی اور اخلاقی پہلو سے زیادہ اس داستان کی رومانی فضا اور رومانی مزاج کی مناسبت سے اپنی مثنوی کے واقعات کا انتخاب کیا ہے۔ وہ اس مثنوی کو ایک ایسے بادشاہ کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا تھا جو رنگین مزاج اور عشق پیشہ شخص تھا، ناہ خشک نہ تھا۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ حکمرانِ وقت کی بھانجی مرغ اور سراپا رہن عشق "فطرت اور اس کی زندہ دلی و دارقہ مزاجی کو پیش نظر رکھتے ہوئے قصہ یوسف کو ایک خالص عشقیہ کہانی کی حیثیت دی گئی ہے اور "احسن القصص" کے اُن حصوں سے جہاں رومانی لطف اندوزی کی گنجائش تھی احمد گجراتی نے پورا پورا استفادہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ احمد گجراتی کے اس قصے کی تانِ تصوف پر کیوں ٹوٹی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ احمد گجراتی نے قصہ کی پیش کشی کے ضمن میں جماعتی کی مثنوی کا تعلق کیا

تھا۔ جامی کے یہاں قصہ یوسف زلیخا میں زلیخا کا یہی انجام بتایا گیا ہے اور چونکہ شاعر کے پیش نظر یہی شہنوی تھی اس لیے فطری طور پر انھوں نے آخر تک اس کی پیروی کی ہے۔ دوسرے یہ کہ احمد گجراتی شاہ وجیہ الدین گجراتی کے مرید خاص اور خلیفہ تھے۔ ان کی زندگی کا بڑا حصہ خالق ہوں اور نیکیوں میں گذرا تھا۔ اہل محمد علی کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے اس نے قصے کے رومانی پہلو پر زور دیا تھا۔ لیکن قصے کے اختتام تک پہنچتے پہنچتے یہ طبع کاری بھکی پڑنے لگتی ہے اور آخر میں احمد گجراتی شاہ وجیہ الدین کے خلیفہ اور مرید بن کر ہمارے سامنے جلوہ گر ہوتے ہیں اور عشق مجازی کو قنطرۃ الحقیقت ثابت کرنے پر مصراں آتے ہیں۔

آخر میں قصہ یوسف زلیخا کے بارے میں یہ کہنا ہے کہ بعض دکنی شاعروں نے "احسن انقصص" سے اپنی شہنویوں کو مزین کیا ہے۔ ہاشمی (۱۰۹۹ھ) ابن (۱۱۰۹ھ) معتبر خاں عمر (۱۲۰۱ھ) اور فگار (۱۲۱۲ھ) وغیرہ نے اس مشہور قصے سے دلچسپی لی ہے۔ لیکن ان سب پر احمد گجراتی کو ادلیت اور تقدم حاصل ہے۔ انھوں نے پہلی بار اس کو پیش کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔

لے ملاحظہ ہو "مجموعہ حالات شاہ وجیہ الدین علوی گجراتی قدس اللہ سرہ العزیز" از نصیر خاں بن کمال خاں قریشی۔

جامی اور احمد گجراتی کی مثنویاں

احمد گجراتی اپنی مثنوی کی ابتداء میں کہتا ہے کہ میں محمد قلی قطب شاہ کی خدمت میں کوئی نمایاں شعری کارنامہ پیش کرنا چاہتا تھا۔ لیکن رہبری اور رہنمائی کے لیے میرے پاس کوئی اچھی کتاب موجود نہیں تھی۔ میں نے اپنے دوستوں کے پاس ایسے "نسخے" تلاش کیے جن سے استفادہ کر سکتا تھا۔ میری خواہش تھی کہ فارسی کی کوئی گرانقدر کتاب دستیاب ہو جائے۔ اگر خسرو اور نظامی کی کتابیں ہاتھ آئیں تو انھیں ہندوی زبان میں منتقل کروں۔ کئی دن بعد میرے ایک برادر نے مجھے یوسف زلیخا دی

دلے منج کن نہ ہو دے تھی کتاب یک حوادث ہور واقع تھے بہوتیک
 کیا بھوتیک نفخص داستان کن کہ کچے نسخے مناسب ہوئیں اُنو کن
 اگر خسرو نظامی کیاں کستا باں جو بات آویں کرد ہندوی شباں
 سو کئی دن بعد منج کو یک برادر دیتا یوسف زلیخاں عاریت کر
 یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ احمد گجراتی نے اپنے قصے کے ماخذ کی بڑی صاف گوئی اور ادبی دیانت داری کے ساتھ نشان دہی کر دی ہے اور کھلے الفاظ میں جامی کی یوسف زلیخا سے اپنی خوشہ چینی کا ذکر کیا ہے۔
 جامی کی مثنوی "یوسف زلیخا" فارسی ادب میں اپنا ایک منفرد مقام رکھتی ہے۔

ردوسی نے بھی آلی بویہ کے بہار الدین دہلوی کے عہد میں اس کے وزیر اعلیٰ حسن موثق کی
 رہائش پر مثنوی "یوسف زلیخا" بغداد میں ۳۸۴ھ کے قریب لکھی تھی۔ اس کا ماخذ قرآن مجید
 سورہ یوسف اور یہودیوں کی کتابیں ہیں۔ بعض محققین مثنوی "یوسف زلیخا" کو فردوسی
 کی تصنیف قرار نہیں دیتے۔ نوح زادہ شفق نے اپنی تصنیف "تاریخ ادبیات ایران"
 میں اس سے بحث کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ ایک ایرانی محقق نے "یوسف زلیخا" کے ایک ایسے
 ہی نسخے کا پتہ چلا یا ہے جس کے مقدمے کے اشعار سے یہ پتہ چلتا ہے کہ شہری الکتاب سلطان
 ملک شاہ سلجوقی (۴۶۵ھ - ۴۸۵ھ) کے عہد کے ایک مصنف نے اس کے بھائی طغان
 شاہ بن الہ ارسلان کے نام سے پیش کیا تھا۔ فردوسی سے منسوب یہ مثنوی شاہنامے کے
 زین پر لکھی گئی ہے۔

محمد شیرانی اپنے مضمون "یوسف زلیخا" فردوسی" میں لکھتے ہیں کہ جامی کی
 "یوسف زلیخا" سے فردوسی کی "یوسف زلیخا" کا مرتبہ بلند ہے۔ لیکن بہت زیادہ مقبولیت جامی
 مثنوی ہی کو حاصل ہوئی۔

"یوسف زلیخا" سے جامی اس قدر مشہور ہے کہ بچے سے لے کر بوڑھے تک
 سب اس کو جانتے ہیں۔ حالانکہ تاریخی حیثیت سے دیکھتے ہوئے خواہ
 یا اعتبار قداست خواہ یہ لحاظ روایت قصہ یوسف زلیخا سے فردوسی
 نہایت مستند اور یوسف زلیخا سے جامی اس کے مقابلے میں بالکل بے قدر
 ہے۔" ۲۴

نور الدین جامی نویں صدی ہجری کے معروف شاعر ہیں اور فارسی کے
 بلند پایہ ادبی شخصیتوں میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ ان کی ولادت ۸۱۳ھ مطابق

۱۳۱۳ھ میں قصبہ جام میں ہوئی اور چونکہ انھیں شیخ احمد جام سے غیر معمولی عقیدت تھی اسی بنا پر انھوں نے جامی تخلص اختیار کیا تھا۔ چنانچہ خود کہتے ہیں ع

مولد م جام در شمعہ تسلیم جرمہ جام شیخ الاسلامیت
زاں سیب در جریدہ اشعار بد معنی تخلص جامیت

جامی نے نظامی کی مثنوی "خسر و شیریں" کے جواب میں مثنوی یوسف زلیخا "لکھی تھی" ڈاکٹر زہرا خان لری (کیا) کے خیال میں جامی کی ساتوں مثنویاں نظامی گنجوی کے تتبع میں کہی گئی ہیں اور انھیں "ہفت اورنگ" کہا جاتا ہے۔ جامی نے ۸۹۸ھ مطابق ۱۴۹۲ء میں بمقام ہرات وفات پائی۔ نظام الدین میر علی شیر نے جو جامی کے معتقدین میں سے تھے ان کی تاریخ وفات اس طرح پیش کی ہے۔ ع

کاشف سرا الہی بود بے شک ناں سبب
گفت تاریخ وفاتش "کاشف سرا"

جیسا کہ اس سے قبل کہا جا چکا ہے۔ یوسف زلیخا کے قصے نے دنیا کے بہت سے نامور شاعروں کو اپنی طرف متوجہ کیا ہے۔ یوں تو مختلف زبانوں کے کئی عظیم شاعروں نے اس قصے سے دل چسپی لی اور اس کو اپنے انداز میں پیش کیا ہے۔ لیکن بقول عبداللہ یوسف علی جامی کی مثنوی "یوسف زلیخا" کو ادبیات عالم میں ایک شاہکار کی حیثیت حاصل ہے۔ جہاں انگریزی میں گری فٹ (Griffith) نے جامی کی مثنوی پر اپنے ترجمے کی بنیاد رکھی ہے وہیں احمد گجراتی نے دکنی میں جامی کی اس معرکہ الاراء مثنوی سے استفادہ کیا ہے۔

۱۔ مبادئ الدین رفعت (مترجم) - رضا زادہ شفق - تاریخ ادبیات ایران صفحہ ۳۳۲
۲۔ ڈاکٹر نور الحسن انصاری (مترجم فارسی کی دلکش داستانیں - صفحہ ۲۳۰
۳۔ عبداللہ یوسف علی - دی ہونی ستران - صفحہ ۵۹۳۔

جامی کی مثنوی "یوسف زلیخا" کی ابتداء اس طرح ہوتی ہے کہ شاعر نے چودہ مہیدی اشعار کے بعد "افتتاح نامہ بنام نامی یگانہ" کی سرخی قائم کر کے حمد کے اشعار کہے ہیں اور پھر "ترتیب دلائل ہستی واجب تعالیٰ نمودن و ترغیب بتامل در اس فرمودن" کے تحت بھی حمد کے مضامین باندھے گئے ہیں اور اس کے بعد مناجات شروع کی ہے جو دو عنوانات پر محیط ہے۔ احمد گجراتی کی مثنوی "یوسف زلیخا" کی ابتداء دکن کی ادبی روایات کے مطابق حمد سے ہوتی ہے۔ لیکن حمد کے ضمن میں احمد گجراتی کے خیالات و افکار جامی کے تصورات کی آواز بازگشت نہیں۔ اس نے نئے نئے مضامین اور تصورات سے سروکار رکھا ہے اور یہاں اس کی انفرادیت کی جھلک دیکھی جاسکتی ہے۔ اس کے بعد دونوں مثنویوں میں مناجات نے جگہ پائی ہے۔ احمد نے اپنے نام کی رعایت سے نبی کریم سے دستگیری اور مغفرت کی التجا کی ہے۔ اس کے بعد دونوں شاعروں نے نعت پیش کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ نعت کے مضامین میں جامی اور احمد کے یہاں یکسانیت نظر آتی ہے۔ جامی نے نعت میں سرور کائنات کی مدح کہتے ہوئے لکھا ہے کہ آپ حضرت آدم، نوح، ابراہیم، عیسیٰ اور حضرت یوسف کے نجات دہندہ تھے۔ آنحضرت کے رحمت للعالمین ہونے کے بارے میں جامی کہتے ہیں ع

چو آدم در درہ ہستی قدم زد	زمہر روئے صبح آراش دم زد
ز جوش گریختی راہ مفتوح	بجودی کی رسیدی کشتی نوح
خلیل از دی نشی یافت کاتش	بروشد چو گلستان خرم و خوش
میخ از مقدم او مزہ گوئی	کلیم از مشعل او شعلہ جوئی
بمصر چاہش او کنعان رسیدہ	غلامی بود یوسف زر خریدہ

احمد گجراتی کہتے ہیں ع

مدد اس ناؤں نیلے گن جولیا یا	گنہ تھے بخشش آدم اس تھے پایا
جو اس تھے نوح کو ہوتی نہ پشتی	تو اس طوفان میں رہتی نہ کشتی

جو اس کی باس کی امرت پون تھے نکلا بن پائے ابراہیم اگنی تھے
 جیو روح اللہ جیو دیتے تھے دم تھے سودہ گن آئے اس امرت قدم تھے
 جو امرت روپ یوسف کا اوک تھا سو اس کے روپ نثر ورتھے چھٹک تھا

حضرت یوسف کے بارے میں یہاں جاتی اور احمد کے بیانات میں اختلاف نظر آتا ہے۔
 احمد نے ہر جگہ جامی کی کورانہ تقلید نہیں کی ہے۔ اس کے بعد دونوں مثنویوں میں ایک مشترک
 سرخی "معراج رسالت پناہ مشاہدے میں آتی ہے۔ اس سرخی کے تحت احمد نے زیادہ
 شعر کہے ہیں۔ لیکن جامی کی متعاقب سرخی "ضراعت پوشیدین و در اقباس شفاعت کو شید"
 احمد کی "یوسف زلیخا میں موجود نہیں ہے۔ اس نے اس کے بعد "مدح امیر المومنین علی
 ابن ابی طالب کرم اللہ کے تحت حضرت علی کے فضائل بیان کیے ہیں اور ان سے اپنی
 عقیدت کا اظہار کیلئے اور آخر میں دعا کی ہے کہ ان کی مودت سے میرا خانہ دل روشنی
 کرا اور ان کی پیروی کی توفیق عطا فرما۔ اس کے بعد پھر ایک بار دونوں مثنویوں میں مشترک
 موضوع کا احساس ہوتا ہے۔ جامی نے اپنے پیرومرشد خواجہ عبید اللہ احمار کی مدح و ثنا
 کی ہے اور ان سے اپنے دلی لگاؤ اور وابستگی کا اظہار کیا ہے تو احمد نے اپنے پیرومرشد
 الما قطاب شیخ وحیہ الدین کی تعریف و توصیف کی۔ جامی نے اپنے مرشد کی تعریف کرنے
 کے بعد سلطان حسین کے اوصاف حمیدہ اور ان کی پر عظمت شخصیت کی مدح کی ہے اور
 بادشاہ وقت کی تعریف میں رطب اللسان ہیں۔

"وہ بیان آنکھ ہر یک از جمال و عشق مرغیست از آشیانہ وحدت پریدہ
 در شاخار مظاہرت کثرت ارمیدہ" میں وحدۃ الوجود کے نظریے پر
 جامی نے اپنے مخصوص انداز میں روشنی ڈالی ہے۔ جامی فارسی کے
 سرآمد آرزوہ صوفی شعراء میں شمار کیے جاتے ہیں۔ بقول نیر انارکلی

ایران کے صوفی شعرا کا سلسلہ جاری پراگر ختم ہوتا ہے۔

شعوی کے اس حصے میں انھوں نے مسامک تصوف سے بحث کی ہے اور وحدت الوجود کے نظریے کو خوب صورت تمثیلوں کے ذریعے واضح کیا ہے۔ احمد گجراتی کی شعوی میں تعریف شاعر خود "کا عنوان قائم کر کے شاعر نے شاعرانہ تعلی سے کام لیتے ہوئے اپنی علمیت، ہمدانی ادب اپنی شاعرانہ صلاحیتوں کا ذکر کیا ہے۔ یہاں آٹھ گجراتی نے "بچن" کی اہمیت واضح کرتے ہوئے بتایا ہے کہ "بچن یا شاعری ہی سے ساری دنیا کی رونق ہے۔ جنت و دوزخ تھیر و ٹھہر" مصحف و پیغمبر "دیا" "دان" اور راجا دل کے راج "کا انحصار اسی پر ہے۔ اس کے بعد قصیدے کے گریز کی طرح شاعر اپنے مدعا کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ میں اپنی "زبان" اور "بچن" کے اعتماد پر بادشاہ وقت کی خدمت میں حاضر ہونے کا شرف حاصل کر رہا ہوں اور اُس بادشاہ کے در دولت پر حاضر ہوا ہوں جس کی تعریف کا کوئی شاعر حق ادا نہیں کر سکتا۔ اس سلسلے کی دوسری کڑی تعریف قطب شاہ محمد قلی ہے جس میں گو لکنڈے کے پانچویں حکمران سلطان محمد قلی قطب شاہ کا سراپا پیش کیا گیا ہے اور پھر اس کے اوصاف و فضائل کی مدح کی گئی ہے۔ جامی کی شعوی میں عشق کی تعریف اور پھر شغری کے سبب تالیف کی وضاحت کی گئی ہے۔ "برسبیل تمثیل" کے زیر عنوان ایک حکایت بھی بیان کی گئی ہے "دست گل از چین فضائل چیدن در شہ آتام نظم کتاب براں پیچیدن" میں جامی نے "سخن" کی لامحدود اثر آفرینی اور اس کی ہمہ گیر خوبیوں کو سراہا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ درمیان کی دوسر خریدار کو چھوڑ کر احمد نے "تعریف شاعر خود میں" بچن "کے سراہہ روز پرچم خیالات کا اظہار کیا ہے وہ جامی کے تتبع ہی کا نتیجہ ہیں۔ اس کے بعد کی سرخی اصل قصے کی طرف پہلا قدم معلوم ہوتی ہے اور اس میں "فریفتن آدم بر جمال یوسف"

کی تشریح کی گئی ہے کہ کس طرح حضرت آدم یوسف کے جمال کو دیکھ کر مبہوت رہ گئے تھے۔
 کی مثنوی میں ایک زائد سرخی "شاعر تعریف بخت خود گردند" ہے جس کے بعد اس نے جامی کی
 کی طرح "پیداشدن آدم پیغمبر علیہ السلام" کے زیر عنوان آدم کی پیدائش اور یوسف کے حسن
 دل افروز سے ان کے متاثر ہونے کا حال بیان کیا ہے۔ یہاں ایسا محسوس ہوتا ہے کہ
 احمد گجراتی نے جامی کی مثنوی کے اکثر اشعار کا آزاد ترجمہ پیش کر دیا ہے۔ جامی کے یہ اشعار
 ملاحظہ ہوں ۷

صفوف انبیاء یکجا پس و پیش	سادہ ہر صف برپا نہ خویش
صفوف اولیاء قائم دگر جمائی	نہادہ در مقام پیروی پائی
گردہ باشکوہ بادشاہی	بتاج شوکت شاہی مباہی
سادہ صف بصف دیگر خلعت	ہر تیب خوش و دستور لائی

احمد گجراتی کہتے ہیں ۷

مفاہ سب انبیاء کی یک طرف کو	پچھیں ان کے ولیاں نیکیاں کی صف کو
جماعت بادشاہاں کی دو جی دھر	کھڑے سب راج کیرا تاج دھر
کھڑے ہیں صف بصف باقی خلعت	کہ جوان ہر یکن کا ہوئے لائق

یہاں فرق صرف یہ ہے کہ جامی نے یوسف کے حسن کا مفصل سراپا پیش کیا ہے اور
 احمد دوچار اشعار کہہ کے آگے بڑھ گئے ہیں۔ جامی کی مثنوی میں اس کے بعد کی دو سرخیاں
 بھی اسی موضوع سے مربوط ہیں۔ حضرت آدم کا یوسف کو دیکھ کر تعب کے ساتھ ان کے بلے
 استفسار کرنا دونوں مثنویوں میں ایک ہی انداز سے پیش ہوا ہے۔ جامی اور احمد کے بیانات
 میں یہاں بھی یکسانیت نظر آتی ہے۔

جامی

انداں ماہ و جلال آدم عجیب ماند بہ عنوان تعجب زیر لب راند

کہ یارب این نہال از گلشنِ کسیت تما سنا گاہ چشمِ روشن کسیت
احمد

رہے بھوتیک عجیب اس دیک آدم لگے پوچھن عجب ستیں کہ ہر دم
کہ یارب کس چمن کا پھول ہے نیلی پتی کسی ہو کر رہے یہ

احمد گجراتی نے اپنی مثنوی میں اس موقع پر اختصار سے کام لیا ہے اور ایک دوسری
سرخی قائم کرنے کے بجائے اسی سرخی کے تحت حضرت یعقوب کے گھر، یوسف کی دلاوت
اور باپ بیٹے کی غیر معمولی محبت کا حال بیان کیا ہے۔ احمد گجراتی نے بعض اشعار میں جامی
کے بیانات کا چربہ ضرور اتارا ہے لیکن مجموعی طور پر ان کا طرز ادائپیشگی کا انداز اور
خیالات و افکار جامی کے تتبع کا نتیجہ نہیں معلوم ہوتے۔ انفرادی غور و فکر، شاعرانہ
محاسن اور قصہ گوئی کا اثر طرز احمد گجراتی کی مثنوی کی تقلیدی حیثیت سے زیادہ اس کی انفرادیت
کی ترجمانی کرتا ہے۔ اس کے بعد دونوں مثنویوں میں ایک اور مشترک بیان جو زلیخا اور اس
کے والد بادشاہ مغرب ملیوس سے متعلق ہے، ہماری نظر سے گذرتا ہے۔ یہاں دونوں
شاعروں نے زلیخا کے حسن و جمال کی تعریف و توصیف کی ہے۔ احمد نے تفصیل سے کام لیا
ہے اور جامی کا سہرا پانچ خط پر پیش کیا گیا ہے۔ دونوں شاعروں نے تشبیہات و استعارات
سے پیکر زلیخا کی تصویر کشی کی ہے۔ لیکن فرق یہ ہے کہ احمد گجراتی نے اپنی تشبیہات اور اپنے
استعارے اور کنا سے ہندوستانی معاشرت اور ہندوستانی تہذیب سے اخذ کیے
ہیں اور مثنوی میں قصے کی ابتدا، ہی سے ایک مانوس فضا تخلیق کی ہے۔ انھوں نے زلیخا کی
زلفوں کو ناگ اور کیس (بالوں) کو ہندو سحر سے جوڑے کے پھولوں کو سنبھل میں کیوڑے کی
”پھنکڑی“ سے، جیب کو کھول کی پنکھڑی سے آواز کو کوئل سے اور خرام ناز کو مور کی چال سے
تشبیہ دی ہے۔

اس کے بعد دونوں مثنویوں میں زلیخا کے خواب بیان کیے گئے ہیں کہ کس طرح

وہ حضرت یوسف کو خواب میں دیکھ کر ان کے عشق میں مبتلا ہو جاتی ہے اور کس طرح رفتہ رفتہ سوز عشق اس کے وجود کو بھسم کر ڈالتا ہے۔ محل کی کنیزیں اس کا یہ حال دیکھ کر پریشان ہو جاتی ہیں کوئی کنیز کہتی ہے کہ شاید اس کو کسی کی نظر لگ گئی ہے، کوئی اس کو بھوت، پری، آسیب اور جادہ کے اثر سے تعبیر کرتی ہے، لیکن ایک جو سب سے زیادہ دانا تھی اُسے "آثار محبت" بتلاتی ہے۔ جامی کہتے ہیں ع

یکی گفت کسی مثلش ندیدست ہماتا کہ کسی چشمش رسیدست

یکی گفتا ہمانا سحر سازی کہ سحرش بستہ دامن طرازی

یکی افتاد این معنی پسندش کہ از دیو پری آمد گزندش

یکی گفت اینہ آثار عشقست دلش بیشک بزمیر بار عشق است

جامی کے اس بیان سے احمد گجراتی کے مندرجہ اشعار کا موازنہ و مقابلہ کیجئے ع

یہی بھوتیک گماناں سوی کھی کی اسے شاید فطرت لگی کسی کی

کھی کوئی یہ جھڑپ ہے بت پری کی کوئی آنکھی یہ نشانی ہے سحر کی

کھی کوئی یوں کہ یہ آثار نہیہ کے جے کچ یہ چیشی سسکی برہ کے

پھر دای کے استعارات اور زلیخا کا حال دل بیان کرتا دونوں مثنویوں میں موجود ہے۔

یہاں ایک اور جگہ نے جامی کے اشعار سے براہ راست انداز میں استفادہ کیا ہے۔ اشعار

لاحظہ ہوں۔ دای زلیخا سے اس کے محبوب کا پتہ دریافت کرتی ہے۔ کہتی ہے ع

اگر بر آسماں باشد فرشتہ ز نور قدسیاں دانش سررشتہ

تسبیح و دعا خوانم چنانش کہ آدم بر زمیں از آسمانش

اگر باشد پری در کوہ دبیشہ عزائم خوانم کارست و پیشہ

احمد گجراتی کہتے ہیں ع

اگر ہوئے فرشتہ آسماں پر جو ہوئے نور سوں سر جیاسر اسر

و عاتسبح ایسا کر پڑوں میں جواٹھویں آسماں تھے اس صہرت میں

اگر جو گھاٹ ڈونگہ میں پڑے ہوئے تو میری مات بھی کچھ سحری ہوئے

غلاب میں حضرت یوسف کی زلیخا سے گفتگو، طیموس کا زلیخا کے عشق کی خبر پانا، مختلف ممالک کے شہزادوں کا زلیخا سے شاعری کی درخواست کرنا۔ طیموس کا اپنے حاجب کو مصر بھیجنا اور زلیخا کی مصر کو روانگی ایسے واقعات ہیں جو دونوں مثنویوں میں سلسلہ وار بیان کیے گئے ہیں اور دونوں مثنویوں میں ان سے متعلقہ سرخیوں کی ترتیب بھی وہی نظر آتی ہے۔ احمد گجراتی کی مثنوی کی تمام سرخیاں فارسی میں ہیں وہ چاہتے تو جامی کی سرخیوں کو اپنا سکتے تھے۔ لیکن انھوں نے قصے کو اسی سمت میں متحرک کرنے کے باوجود اپنے طور پر سرخیاں قائم کی ہیں۔ مثلاً زلیخا کے مصر پہنچنے پر عزیز مصر کو دیکھنے کے واقعے کی سرخی جامی کی سرخی "دیدن زلیخا عزیز مصر را از شکاف خیمہ در فریاد برداشتن کہ این آنکس کہ من اور ابغواب دیدہ بودم دساہا بہخت کشیدہ نیست" کی جگہ احمد نے "عزیز مصر جوں نزدیک آمدن زلیخا داعی را گفت کہ بنائید کی مختصر سرخی قائم کی ہے۔ اسی طرح بعد کا قصہ بھی واقعات کی یکساں کر دیوں کو جوڑتا ہوا دکھائی دیتا ہے لیکن احمد نے علیحدہ عنوانات قائم کیے ہیں اور اپنے طور پر اس قصے کو پیش کرنے کی کوشش ہے۔ جامی نے زلیخا کو عزیز مصر کے محل میں پہنچا کر مثنوی کے قصے کو اسی منزل کی طرف آگے بڑھانے کے بجائے اسے ایک نئے موڑ سے آشنا کیا ہے۔ اور ابنائے یعقوب کے حد کی داستان شروع کی ہے۔ ان ہی کی تقلید میں احمد نے اپنی مثنوی میں "داستان یوسف علیہ السلام قول شدہ پرورش یا قند کے زیر عنوان حضرت یوسف کے پرورش پانے اور یعقوب سے عصالے زبرد حاصل کرنے کی روئیداد بیان کی ہے۔ وہی واقعات بیان کرتے ہوئے احمد نے جامی کی سرخیوں کو نظر انداز کر کے اپنے طور پر نئے عنوانات قائم کیے ہیں مثلاً :

جامی۔ برون برادران یوسف را از پیش پدر و درجاہ افگندن

احمد۔ برادرانی یوسف را بردند و در چاه افتادند

جامی۔ باب نیل درآمدی یوسف و غبار سفر شفق و برہودج اعلیٰ نشستی۔

احمد۔ مالک بعد چہار روز یوسف را غسل دادند و در برائے رود نیل۔

جامی۔ بغرض بیح آمدن یوسف و خریدن زلیخا بہ قیمت دو چاند۔

احمد۔ در دربار بادشاہ آوردند یوسف را برائے خریدی بہا کردند

کہیں کہیں در میاں میں احمد نے نئی سرخیوں کا اضافہ کیا ہے مثلاً

”یوسف در چاہ سہ روز ماندہ بودند، جبرائیل ہمراہ او یوں دندیا“ مالک یوسف را در

چاہ بہرہ دیں کردند و در دیرۃ خود نہا دند

جامی کی مثنوی میں قصے کے سلسلے میں قائم کی ہوئی آخری سرخی ”وفات یافتہ“
حضرت یوسف دہلاک شدن زلیخا ازالم مفارقت آن حضرت ہے جس کے اختتام پہاڑوں نے
ایک حکایت نقل کی ہے کہ جب حضرت یوسف کا تابوت دریائے نیل کی لنگر بند کھا گیا تو دوسری چاب
علائکہ برکات سے محروم ہو گیا اور دہلاں مختلف قسم کی بلائیں لازم ہونے لگیں

بدنگیر جانبش قحط و وبا خاست

بجائے نعمت انواع بلا خاست

بالآخر مجبور ہو کر حضرت یوسف کے تابوت کو دریائے نیل کے درمیان ایک سنگ بستہ
تابوت میں رکھا گیا تاکہ اس پر سے گزرنے والا پانی دونوں کے خطوں کو اپنی برکات سے متغید
کرے اس کے بعد کے عنوان کے تحت ”فلک کج رفتار“ کی شکایت کی ہے۔ اس کتاب کا آخری
عنوان قائم کر کے شاعر نے اپنے فرزند کو مختلف کارائد نصیحتیں کی ہیں اور سب سے آخر میں
مثنوی کے ختم ہونے پر خدا کا شکر ادا کرتے ہوئے ”تاریخ اختتام“ پر روشنی ڈالی ہے۔ احمد
کی مثنوی کا اختتامی حصہ اس سے بالکل مختلف ہے یہاں اس نے اپنے عقائد کا اظہار کیا
ہے اور خود کو بادشاہ کے ہوا خواہوں میں بتاتے ہوئے اس کے دشمنوں کے لیے بددعا اور

دوستوں کے لیے دعا کر کے اپنی مثنوی ختم کی ہے۔

جیسا کہ اس سے قبل کہا جا چکا ہے احمد گجراتی نے اپنی مثنوی میں اختصار سے کام لیا ہے اور قصے کی جن جزئیات کو وہ غیر ضروری تصور کرتے تھے انھیں حذف کر دیا ہے۔ مثلاً جامی کی مثنوی میں قوم عاد کی ایک شہزادی بازغہ کا کردار بھی قصے کے درمیان میں ابھرتا نظر آتا ہے۔ اس کردار سے ہم بازار مصر میں یوسف کے داخلے کے وقت متعارف ہوتے ہیں۔ بازغہ کا کردار یکا یک اور بالکل غیر متوقعہ طور پر مثنوی کے قصے میں نمودار ہوتا ہے اور اپنا مختصر مبادلہ ادا کرنے کے بعد اسی تیزی کے ساتھ پوشش بھی ہو جاتا ہے۔ بازغہ کا عشق حقیقی کی طرف مائل ہونا، دنیائے ہنگاموں سے کنارہ کشی اختیار کرنا۔ اپنی دولت مساکین میں تقسیم کر کے یا د خدا میں مشغول ہونا اور دریائے نیل کے کنارے متکف ہونا، مثنوی کے اصل قصے کے انجام کی طرف ایک اشارہ معلوم ہوتا ہے۔ عبداللہ شاہ نے بازغہ کا نام بازغہ بتایا ہے اور لکھتے ہیں کہ وہ مصر کی ایک رئیس زادی تھی جو ایک ہزار خچر مال و دولت سے بھرے ہوئے لے کر حضرت یوسف کو خریدنے آئی تھی۔ شاہ صاحب رقمطراز ہیں کہ جب اس نے یوسف کو دیکھا تو اس کی آنکھیں خیر ہو گئیں، صنعت کو دیکھ کر اسے "صانع" کا خیال آیا۔ اس نے حضرت یوسف سے سوال کیا "آپ حسن کا مجسمہ ہیں آپ کو پیدا کرنے والا کون ہے؟" حضرت یوسف نے بڑے میلے لہجے خدا کی حقانیت اور وحدت کا وہ درس دیا جس نے اس کے تصورات کی کایا پلٹ دی

اور بول اٹھی ع جزاک اللہ کہ چشم باز کر دی

مرا با جاں جاں ہمراز کر دی

زمہر غیر گستی دل من

حریم وصل کر دی منزل من

عبداللہ شاہ صاحب اس کے انجام کے بارے میں لکھتے ہیں "سارا مال گھر دار خدگی راہ میں لٹا دیا۔ پھر وہ دریائے قلزم کے کنارے مکان بنا کر عبادت کرتے کرتے مر گئی"۔ احمد کی "یوسف زلیخا" میں کہیں بازو یا فارغہ کا کردار نظر نہیں آتا۔ چونکہ یوسف زلیخا کی داستان سے اس کے قصے کا براہ راست تعلق نہیں تھا اور یہ مثنوی کا ایک ذیلی قصہ تھا، غالباً اسی بنا پر احمد نے اسے نظر انداز کر دیا ہے۔ احمد نے غیر ضروری تفصیلات سے پرہیز کیا ہے مثلاً جامی اپنی مثنوی میں کہتے ہیں کہ زلیخا کے محل میں آنے کے بعد سے یوسف کا اس ماحول میں دل نہیں لگتا تھا انھوں نے زلیخا سے کہا۔ "میری خواہش ہے کہ میں اپنے آباء و اجداد کی طرح گلہ بانی میں وقت گزاروں"

زلیخا نے فوراً گڈریوں کو حکم دیا کہ یوسف کے لیے بھیدریوں کا ایک گلہ اکٹھا کریں اور خود دور سے نگرانی کرتے رہیں تاکہ یوسف کو کوئی جنگلی جانور گزندہ پہنچا سکے۔ جامی کے الفاظ میں حضرت یوسف جنگل میں بھیدریوں کو چراتے اور محل میں زلیخا کے دل پر حکمرانی کرتے تھے۔ جامی نے اس واقعے کو "تمنا کردا" یوسف شبانی راجکم آنکہ ہمیشہ پھر بنودہ است کہ شبانی نکرده" کی سرخی سے مزین کیا ہے۔ احمد گجراتی کی مثنوی میں اس کی طرف کوئی اشارہ موجود نہیں۔

اپنی قصہ گوئی کے بارے میں احمد کہتے ہیں کہ میں نے جامی کا "بتیخ" نہیں کیا ہے۔ کہیں "روایت" کی پیروی کی ہے اور کہیں اپنی ذاتی اپج، تخیل اور انفرادیت کو بروئے کار لا کر مثنوی میں واقعات کی کڑیاں جوڑی ہیں ۴

ناتایع ہوں جو جامی کا کدھیں میں

روایت میں کہیں تابیخ کہیں نہیں

آگے چل کر شاعر کہتا ہے کہ میں نے اپنی مثنوی میں شاعری کے فنی تقاضوں کو بطور خاص پیش نظر رکھا ہے اور جاتی سے زیادہ معانی و بیان کی طرف توجہ کر کے زور بیان اور محاسن کلام کو اپنی مثنوی میں جگہ دی ہے جس کی وجہ سے جاتی کی مثنوی میری مثنوی کے سامنے "سست" معلوم ہوتی ہے ع

جے کچ اس کا شعر ہوئے سولیاؤں زیادت شاعری کے فنی دیکھاؤں
معانی ہوئے عبارت کی توسیع ادک لیاؤں جے کچ لیا یا اچھے اُن
سو کچ باندھوں کوت پر زورات بل جو دیسے سست اس کا نظم اس تل
حقیقت یہ ہے کہ اگرچہ بعض جگہ احمد گجراتی کی مثنوی جاتی کی "یوسف زلیخا" کا چہرہ معلوم ہوتی ہے اور واقعات کی ترتیب میں تقلیدی عنصر کے باعث اکثر جگہ اشتراک مضامین اور قصے کی یکسانیت کا احساس بھی ہوتا ہے، لیکن یہ حیثیت مجموعی احمد گجراتی نے اپنی طبعی اور ذہانت سے قصے کو ایک نئی آب و تاب اور دل کشی عطا کی ہے۔ شاعر نے چونکہ ایک مشہور و معروف اور بار بار سنے ہوئے قصے کو اپنی مثنوی میں پیش کیا تھا اور چونکہ پلاٹ یا ترتیب واقعات میں کتریونت اور ندرت فکر کے انہار کی گنجائش کم تھی اس لیے اس نے اپنی بہترین شاعرانہ صلاحیتیں اور اپنی فن کاری کا سارا زور تازگی بیان اور طرز ادا کی اثر آفرینی، صنائع بدائع کی پر لطف پیش کشی اور صوری قدروں پر صرف کر دیا ہے۔ کیونکہ مثنوی میں یہی ایک ایسا پہلو تھا جس میں وہ اپنے انفرادی جوہروں کی داد پاسکتا تھا۔ دوسرا اہم نکتہ یہ تھا کہ احمد گجراتی نے جس قصے کا انتخاب کیا تھا وہ ایک معروف قرآنی قصہ تھا اور اس میں کہانی کی اٹھان سے تخیل پیدا کرنے یا محیر العقول بیانات سے دلچسپی بڑھانے، سحر و طلسم دیو، پری اور مافوق الفطرت اجزاء قصہ سے قاری کی توجہ اسیر کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ اس لیے طرز بیان اور صوری حسن ہی وہ واحد وسیلہ تھا جو تعریف و تحسین، اعتراف کمال اور بادشاہ

کی قدر افزائی کا سبب بن سکتا تھا۔ شاید یہی وجہ ہے کہ مثنوی میں جہاں جہاں شاعر کو موقع مل سکا ہے اس نے خوب صورت تشبیہات، اچھوتے استعاروں اور دلکش صنعتوں اور طرز ادا کے دیگر محاسن سے اپنے بیان کو پر نور و انگیزا فرمایا اور دل فریب بنانے کی کوشش کی ہے۔ اس کے بعد تک زبان نے زیادہ ترقی نہیں کی تھی۔ اس پس منظر میں شاعر کی یہ سعی حیرت انگیز اور قابل تعریف معلوم ہوتی ہے۔

یوسف زلیخا

نام ایس کتاب یوسف زلیخا تصنیف شیخ احمد شریف

پہلیں لمیوں اس اللہ کا ناؤں
سراؤں حمد سب اس کو سہاوے
اگر یوسف عزیز چھپیں دھوں ٹھار
اچکل روپ اگر یوسف کون دیتا
نوازیاسو بندہ یعقوب اگر بھتا
انوں دو نوں کوں بختا تھا بڑائی
جو کیے دھات دکھ خواری دکھایا
کیا ان کو ملامت کا نشانہ
نہ کچ پر وائے سب تھے غنی وہ
ہمارے سر ڈھولایا عشق کا بھار

جو رحمن و رحیم اس کی صفت پادش
جو وہ قدرت ستیں سب جگ پاک
کمینہ ایک بندہ اس کیرے دار
نکچ اس پر بلا تیں عار کیسا
زلیخا کوں بی صورت خوب اگر بھتا
سو آخر پھر کیا ایسی خدائی
دکھوں رولا رولا نینوں چھنایا
کرن ہار آپ تس پر لائے بھانہ
جکج لوڑے کرے سب کا دھنی وہ
جس انیر دھرتیرے ڈھونا سکں ہار

جو مانے جیو کہنا آپ راحت
 زیارت درد کے تنیں شوق کرتے
 سوسارے عاشقاں میں سرخرو ہوئے
 بڑائی سب شہیداں میں دھرے تن
 شہادت کی سہیلی اُس اُپر گائیں
 سکت یک دھات سب کچ پر کھن ہار
 نہ اس کا کام کس کی فہم میں آئے
 دوا دس نام دیتا یک چند رکوں
 سورج سوں دیں کوں سنگار دیتا
 ستاریاں سات سات انبر سنگا یا
 سدا مشغول ہے اس کی صفت میں
 دھرت کھن پات رکھ کاغذ کریں گے
 جو گھٹ گھٹ پھیر پھیر نیچے کہتے ہار
 سراون اُس سراون ناسکیں سب
 جگت بن کھیل بھول تازا کرے نگہ

دیتا عاشق کیرے دل کوں سو حالت
 دکھ بھرے دکھ مینن ذوق دھرتے
 رکت روجن لہو سوں ہو کھڑا دھوئے
 لہو گھٹ گھٹ کلیجا پھٹ کرے جن
 جسے سولی چڑاویں عاشقی مائیں
 جکچ لوڑے کرن اُس پر سکھ ہار
 نہ کس کا فہم اس کی ذات لگ جائے
 سنبھالے تھانہ کرین تھانہ انبر کوں
 چندر کو رات کا سنگار کیتا
 زمیں کو آدمیاں ستیں سنوار یا
 جکچ پیدا ہوا ہے سب جگت میں
 دھوں جگتینہ اگر مس کر بھریں گے
 قلم سب بات ہو رد وہ جگت کیر چھار
 فرشتے جن پری مانس لکھیں سب
 جو اُس کے لطف کا بار بار ہے چکھ

نہہ انبر کوں پتالوں سات جالے
 کہے ابلیس میں بی پاؤں قسمت
 جو بات اس قہر کی ان کو سناویں
 نہیں اس باج نس دن کوئی جاگا
 کہیں اس باج گنج ہستی کوں رچ ناہ
 کہ ہے سب روپ تیں نیروپ اسی کا
 نہ انت اس نعمتاں کیر اکھیا جائے
 جو وہ بھی نعمتاں میں پھر گنت آئے
 اُسوں بھی جے زنجیری شکر چوڑے
 سو کیوں ہوئے یہ زنجیری کو سر بھار
 نہیں اس کی نشانی بن کہیں کچ
 سو اُس کوں پو جھنے میں بے خبر ہیں
 صفت اسکی بھری ہے سب جگت میں
 نہ اس بن ہو ر کچ کوں کچ لیکھے
 سو وہ پردا اچا دن کیوں سکے کوئے

جو اس کا قہر یک بھڑکا دیکھالے
 جگت کوں بن لکھے بانٹے نعمت
 فرشتے عرش پر کے سد گنواویں
 نہ جاگا اُس نہ اس بن کوئی جاگا
 جکچ ہے سو وہی اس باج کچ ناہ
 نہیں اس روپ ہو سب روپ اُسی کا
 نہ شکر اُس نعمتاں کیر اکھیا جائے
 کہ جس کوں شکر کا توفیق بخشا
 سو اس نعمت اپن بھی شکر لوڑے
 تو بھی اُس پر سو لوڑے شکر نا چار
 نشاں اُس بے نشانی بن نہیں کچ
 فرشتے نور کے جے عرش پر ہیں
 نہیں بن عاجزی اس کی صفت میں
 نہ عارف کوئی اُس بن کچ دیکھے
 جو وہ اپنا اپیں پر داہوا ہوئے

جکچ دیکھے اسی دیکھے دیکھن
 جہاں جاوے جگت اس بن کچ پائے
 اپے بے رنگ ہو دیکھلائے یہ رنگ
 جو وہ یہ بھیس ہو یہ رنگ یہ روپ

نہیں بوجھا نہیں دیکھا اُسے کن
 دے باول ہوئے سب اس دھنڈا جائے
 اسی بے رنگ کی رنگ جگت چھٹنگ
 نہ لیکھیا جائے سو بہتر رہن چپ

مناجات باری تعالیٰ

الہی میں سدا تج سوں سرن سات
 سرن بن ہو ر خوبی نار کھوں میں
 الہی میں اگر بھو تیک براہوں
 الہی جو گتہ بندیاں تھے نائے
 سہے تج کوں جو پکڑے مہر سٹیش
 الہی میں گتہ جیتا کروں گا
 کہ جتنا پاپ مرا ہوئے زیادت
 میرے پاؤں کوں ہو ر حاجت کوں ہے ات
 الہی جے گناہاں کے پٹن سب

نہ آدے بن سرن ہو ر کچ میرے بات
 سرن بن تج لائق ناسکوں میں
 تو بھی ہر حال سوں بندہ تراہوں
 تو قہر و مہر تیرا کیوں بوجھا جائے
 سکے بخش جو لوڑی مہر سٹیش
 تو بھی اس اوتی اگلی دھروں گا
 سو کر حاجت تھے توں رحمت زیادت
 و لیکن نا تیری رحمت کوں ہے ات
 اچھیں چوڑے جتے چوڑے انبرب

تیری رحمت سمندر کی ہتک ہوئے
 الہی منج بن ہے تج بہوت کوئے
 ولے تج یا ج دو جا تج نا میں
 الہی جے بخشش نا تھیں منج
 جو چالے منج سہتے تج جے دھی توں
 الہی توں منجے بخشے تو منج لاب
 جو ناہیں نشت تج مچ فائدے ماں
 الہی تج رحیمیں سوں کر دں یار
 سو کر منج پر رحیمی کا تج سلا
 الہی منج سدا تج یاد میں راکھ
 نہ اپنے غیر پر میری نظر پاڑ
 الہی غیر پر کیوں نین کھولوں
 نہیں تج تھادوں ہو رہر تھادوں تج پاؤں
 الہی دے سعادت دو جہاں میں
 تھیں دیوے سعادت ہو رشقاوت

تو یک تل ماں نامے سب دھوئے
 جو تیرا قہراں ستین نکٹ ہوئے
 جو ہوئے منج بخشش ہار سائیں
 تو بخشش ہار کن مل سی کہیں منج
 جو بخشش کیا گھٹے موب تھے غمی توں
 کہ میرا لاب تج کو نشت کس باب
 سویوں کر جو منجے کچ نشت ہو ناں
 اسی یادوں سوں چت اپنا دھرو نشا
 رحیمیں سات دے منج من سلا
 میرا من راکھ دو جی یاد تھے پاکھ
 منجے اپنی خدی تھے تو بھر کاڑ
 جو لا موجود الا اللہ بولوں
 نہیں تج روپ ہو رہر روپ تج پاؤں
 نہ گن منج کوں شقی کہ دوزخیاں میں
 کرے کرتار توں جی کو بے بھادت

الہی منج کوں ایمان سوں مار
 شہاد سوں میریاں انگلیاں کھڑیاں کر
 الہی درد دکھ بھو تیک نہ صروں میں
 سو شکرانے کی بھی توفیق دی توں
 الہی منج جتا دیئے درد دکھ
 سو کچ منج اشت دکھ تھے دکھ روندھیا
 الہی دکھ میر اتوں خوش جو مانے
 جو کچ ان بھاؤتا میرا جو تچ بھائے
 الہی دکھ مہرا سکھ کا سبب کر
 سدا رہتے سو جگ میں منج نہ کر خوار
 الہی منج دنیا میں بخش توفیق
 ترا ان بھاؤتا کرنے نہ دے منج
 الہی کیوں سہوں تچ عدل کاڑا
 نہ دیکھلا عدل منج پر آخرت کوں
 الہی میں جکچ دل تھے منگوں گا
 نہ بن ایمان میری گنگ کر خوار
 شہیداں میں میریاں ہالال کھڑیاں کر
 دلے اس پر بھی شکرانا کردوں میں
 سو تیرا شکر کر گیس دھات سکسوں
 منج دے عاقبت اسکے بدل سکھ
 جواب نہ من تھے سکھ کی ارموندھیا
 تو دکھ منج خوش لگے جتنا رنجانے
 سو جے کچ بھاؤتا میرا سو منج بھائے
 نہ یہ دکھ عاقبت دکھ کا سبب کر
 نہ کر دوں تھاؤں بھی منج کوں نیاں کار
 جو سیدھی پنتھ چل تچ پاؤں تحقیق
 برائی پنتھ پگ دھرنے نہ دے منج
 نہیں تچ فضل کے تیں کوچ آڑا
 نہ کر بن فضل منج پر عاقبت کوں
 سولائی آپنے تجھ تھے منگیں گا

وے توں بخش اپ لایق کی بخشش
 الہی تج نبی احمد محمد
 سوا سکے ناؤں کے صدقے تھے منج ما
 الہی بھیج ان پر نیت لکھ بار
 جو ہے اس کی شفاعت کی منجے اس
 میرا مقصود سب دے باج کو بخش
 جو اس کا نام کاٹے ہوں میں احمد
 جو اس کے ناؤں پر دو جگ قرباں
 بہو سلوۃ تحفے دوں جگ بھا
 سودے اس کی شفاعت تھے منجے اس

نعت سید المرسلین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

محمد جو رسول اللہ ہے وہ
 وہ ہے راجا دھوں جگ لشکر اس کا
 جو اسکی چھاؤں تل ہے عرش کا تھاؤں
 جو وہ چھاؤں اس جگت ظاہر نہ پائے
 جو نیزے وار زجت بھیجے پکاوے
 اچھے اچھاات آچھے جیوتھے وہ تن
 دھوں جگ نور اسکے نور تھے ہوئے
 جو نور اپنا اندھارا سب کرے دور
 رسولان انبیاں کا شاہ ہے وہ
 چلے فرمان سارے جگ پر اس کا
 سودھرتی پر پڑے کس نہات وہ چھاؤں
 رکھیا ہے مت چھپا محشر کے دن چھائے
 سو تباہ امت کی سر وہ چھاؤں چھائے
 سو اچھا کیوں نہ یوں اچھے یو جیوں
 نہ دیکھے چھاؤں جگ میں نور تھے کوئے
 اندھارا چھاؤں کیوں دیوے سودہ نور

نہیں اس چھاول ہو بریاں چھاؤں تل جگ
 اگر چہ انا تھا اس ایک سبدا
 آپس کوں تر ت ٹکڑے دوئی کیتا
 جگت کرتا اس تیں جگ نیپا
 سپہ آکاش دھرتی کھان سمندر
 خدا بن اس نہ دو جا کوئی ساتی
 بڑا ہی اسکی امت کی جو بھوسوں
 جو اس کے پیرواں ہوئیں بغیر اسار
 سو کچ ہے مرتبا اس پیرواں کوں
 جکج بولیا آن اسکا سو بہہ ست
 جگت اس دشت تل کم ایک تل تھے
 کھیا سو ہے جی کچ کھیا خدا سو
 جسے مانیا تے مانیا خدا بھی
 جن اس کی کھوج پر سر را کھ چل سے
 جو آدم کی پیشانی میں نہسانی
 منگے چوں چھاؤں چھین اس پاؤں تل جگ
 تو کیوں اس کی اشارات سات چنڈا
 انبر تھے بھوئیں پر آپس سٹ بڑیتا
 دھوں جگ بادشاہی اس دیلایا
 نہیں جگ میں کچ اسکے حکم تھے و
 خدا اور ان یکس کے یک ساتی
 کیے موسیٰ اس کی امت ہوں
 سو اس کی قدر کوں کوں ہوئے مقداً
 جو ان کی ریس اچھے پیغمبراں کوں
 خدا کے اولیاں تیں ہوئے حجت
 نہ بولے وحی بن یک بات دل تھے
 نہ بولے کچ خدا تھے وہ جدا ہو
 جسے رانیا تے رانیا خدا بھی
 سو دہنتھی دھنی سوں جائے مل سے
 ملک اس نور کی دیکھے نشانی

بھو تعظیم کو سر بھوئیں رکھے اس
 مود اس ناؤں نیکی کرن جو لیا یا
 جو اس تھے نوح کوں ہوتی نہ پشتی
 جو اس کے پاس کی امرت پون تھی
 جو روح اللہ جیو دیتے تھے دم تھے
 جو امرت روپ یوسف کا ادک تھا
 دیا ڈول اُن جو بایں میں نہ بہتا
 نبی کر جن اسوں ایمان لیا وے
 جے کوئی فرمان اس کا سیس لیتا
 ادب سیتی جن اس کا نام لہوے
 وجود اس کا سبہہ عالم کوں رحمت
 جگت سمدر سب اسکے نور کا بند
 جیو احمد جیو سوں اس کا بند ہے
 گنہ میرے گن پلڑے نہ ما دیں
 وے امید اچھوں بھی ناستوں میں
 سبہہ جدے کے تیں قبلہ دیکھے اس
 گنہ تھے بخشش آدم اُس تھے پایا
 تو اس طوفان میں رہتی نہ کشتی
 پھلا بن پائے ابراہیم اگن تھے
 سو وہ گن آئے اس امرت قدم تھے
 سوا سکے روپ سمدر تھے چھٹک تھا
 اچھوں لگ یوسف اس بایں میں بہتا
 ولی ہو کر خدا کا قرب پاوے
 ملک اسکے چرن آپس لیتا
 سرگ بن سر پر اسکے پاؤں لمبے
 جگت سر جیا اُس را کھ محبت
 دیا سمندر سوں دوزخ کوں کرے کند
 درود اس کا سدا اسکوں دھندا ہے
 دھرت پر بت پٹوں تھے بھارا دیں
 کہ مت اسکی شفاعت سے چھٹوں میں

جددھاں اسکے کرم اندیش دیکھوں
 عجب کیا جو کرم سوں منج چھوڑا دے
 ابس کوں اولیاء کی سار لیکھوں
 جو اس اسکے کرم تھے جم نہ راکھوں
 خدا کے اولیاء ستیں ملاوے
 نہ ڈر ہووے منجے اں دوں جگ میں
 تو چھاتی پھٹ مروں پاؤں کے دھاگوں
 سدا اُس پر خدا تھے ہووے صلوٰۃ
 جو اسکا ناؤں کاٹے ہوں حکمت میں
 جو نا ہوئی اس گفت ہو را کوئی دھتا

صفت شب معراج رسول صلی اللہ علیہ وسلم

سلو فی سائنولی لکھی لکھن ریں
 سہاگن کیاں بیٹیاں کالیاں سہن ہاں
 سٹھا دین جس نگہ تیں سارگی نین
 سو اس میں مانگ سیدھی کہکشاں سار
 تھنڈا چند نا چندن سہاگ کلائے
 کھڑا اس پین گل لیکر حائل
 تواسن آئی تلوے مصطفیٰ پاس
 ولے بخت ہو زمین اسکا نہ کد سوئے
 جگت کرتار تھے صلوٰۃ انہڑائے
 کہ اڑ چل آتما شاعرش کا کر
 سلو فی سائنولی لکھی لکھن ریں
 سہاگن کیاں بیٹیاں کالیاں سہن ہاں
 سو اس مشکیں بیٹیاں میں مشک چھنکائے
 بھلیا چوزا دیکھت اس کے شامل
 سو جب وہ نار سائنولی ہوئے کرد اس
 سو سکھ کی نیند سوں موندے نین دوتے
 جواتے میں یکایک جبرئیل آئے
 کتے نبی بہو دھا توں سرا کر

جو شاہِ انبیاء اوٹھے اُتا دل
 جو سر تھے پاؤں سب تن نورِ نرمل
 نیچے دوین زہرِ امتری سار
 سو کچ نازک دیسے پشیم انگ پرکا
 سو کچ باریک ساقاں اس ترنگ کیاں
 سُم اس کے چار جیسے چودویں چاند
 سہادے دوم اس کی جب پھلاوے
 ترنگِ امول مانس مکھ مورت
 فرشتیاں سار اسے دو پنکھ نرمل
 دسن موتیاں کوں پانی دین ہارے
 سُرگِ امرت کا سبز اچر نہار
 جگت میدان اسے یک جھال تیں تنگ
 جو من جنتا انبر لا نکھن تہیں بار
 جو چنتا زدر سوں کئی برس دھاکے
 بہشتی باغ کیرا زین گھالے
 براق اس تیں کیتے جبریل آگل
 دیسیں گند اس کیرے تیزی سوں بجل
 جھمکتے تار جوں سورج کیرے تار
 جو ریشم سُرگ کا نا ہو دے سرکا
 جو انگلیاں ہوئیں حورانی سرک کیاں
 ہلال اُس تل دیکھا نعل اُس باند
 کہ جانوں حور کا جوڑا سہاوے
 بچن ہووے بد مانس سار پورت
 ایال اس بال پر حوراں کے بلبل
 ادھر کوثر تھے پانی لین ہارے
 فرشتے اہتمام اس کا کہ نہار
 اُس اگل فکر اندیشے کا ترنگ لنگ
 سودہ اتنے میں کئی پھیرے پھر نہا
 تو اس یک دُک کی پورت ناکھتاوے
 بہورنگ رنگ نقش اس پر دیکھا لے

رکھیاں دوی جوں دو نور کے طوق
 جو شاہِ انبیاء اُس پر چڑے تر ت
 وہاں کہتے دو گانے تئیں اقامت
 وہاں تھے اُڑ چلن لاگے ہو اپر
 اگن کا دائیہ نیرے جو آیا
 دلے اس کے قدم کی آس پر پھول
 وہاں تھے انبری پھیلی انبر پر
 دیتے بندگی کیرا داغ اُس پیشانی
 ہوا روشن دو جا سماں اُس تھے
 سو وہ اُپکار دیک لیتا قلم ہات
 چلایا جب ترنگ نیچے انبر پر
 سجن کے روپ کی اس پر پڑی چھاؤں
 جو دیتا نور سورج کی انبر کوں
 جو تھا سورج بھٹی ہو اُس پر م تھے
 جو کہتا پانچویں انبر اوپر عطار
 کرن گلی ہانس راکھے اچھریاں شوق
 سو جا بیت المقدس انپر تے تر ت
 کہتے سب انبیاں کے تئیں امامت
 ہوا ہو بادی اس کی ہوا دھر
 نبی کی نیہ میں ایسی کرم پایا
 اگن سب ہو رہیا گلزار کھل پھول
 کہتے روشن چند رکوں یک نظر کر
 سودیسے اُس پیشانی وہ نشانی
 عطا پایا عطار دگیان اُس تھے
 کہ جم اسکی صفت لکھے بہودھات
 سوز بہرا پا تری ناچے خوشاں کر
 سو اُس تھے پائیں سب چک روپ کا ناؤں
 سولیتا سور بھی نور اس نظر سوں
 ہوا امریت چشمیں اس قدم تھے
 کیا ار داتش سر بھویں دھر سلحدار

کہ منج منج کوں کیہتا قوی توں
 چھٹے ٹکھن پر چڑیا جب وہ پُر اُپکا
 جو اُس دوں جگ گردتھے لاب لیتا
 زحل کتوال انبرساتواں سب
 سو جب سب جائے کاشہ اُس پر آیا
 وہاں تھے روک سدے لگ آئے
 فرشتے سب وہاں کے ہوئے حاضر
 جو جبرائیل تھے سنگات واں لگ
 سوا کہے یا انخی جبرئیل منج کوں
 کہے جبرئیل جے آنکھیں رکھوں پاؤں
 سو میکائیل اس سنگات آئے
 دیکھائے سب سرگ بن ماں ہنڈ لائے
 جو گے زغرب مشرق ہو گزر کر
 وہاں تھے جب عرش پھیلا لائے
 نہ کچ اس ٹھاؤں عالم کی نشانی
 ہوس دیک چھوڑ کر دشمن قوی سوں
 سکیا آیوج قاضی علم آچار
 گرد ہو کر جگت کوں لاب دیتا
 ستکار یا جی رکھے شہ یک ہاں تب
 خبر اپنی نگر کی انپڑایا
 سو رحمت میگ ہواس کوں جیو آئے
 جلیح اموال واں کالیا ئے خاطر
 رہے اس ٹھاؤں آگل نارکھے پگ
 یہاں تھے کیوں بکیلا چھوڑتا توں
 تو نور غیب سوں سرگ جل جادوں
 وو آدس برج کی کھن پر چڑائے
 سرگ میں جاٹھاریاں کوں بھی دیکھلا
 سٹے لوح و قلم پر بھی نظر کر
 نہ دو جا کوئی واں پیچھے نہ آگے
 اشارت ہو نشان اس تھے برانی

نہ ٹھا دل ہے وہاں نااشٹِ دِکست
 جکچ ہے فکر اندیشے تھے ادک ہے
 بنی میں تھا جو مخلوقی کیرارنگ
 سودر یا خالقی میں نارہیا تنگ
 ہوا تھا جوں چھٹک سمندر تھے دور
 پڑے پھر جا چھٹک سمندر کی پور
 نیٹ رہیا دونی تھے ہوئے خالی
 نہ رہیا ہو ر کچ بن ایک جالی
 خدائی میں سو کچ کھویا خدائی
 خدائی بن نہیں گویا جسدائی
 جلاست کبریا پر دیا میں چھپ جائے
 بہتر لاہور رہا پرکٹ تھے باز آئے
 ازل میں تھا جکچ سو ہے ہوا پھر
 دیکھیں ہارا دین ہارا نہ بن ایک
 آپس سوں آپ بولیا ہو ر سنیا بھی
 جو باطن بھیس ظاہر کا لیتا پھیر
 سو بندگی سوں کھڑا ہو کر سرن سات
 جکچ اس وقت جو ماتکیا خدا تھے
 بہو تحفے لے کر آیا است کاں
 وہاں لگ جائے کیسا کام کیسا
 چھنا نا گرم اچھے لگ پھر کر آیا
 قدم امرت سوں دھرتی کوں جوایا
 کیسا امت کوں تختانے کے تئیں بات
 سبہہ حاصل ہوا اس کی دعا تھے
 لیتا امت کے تئیں منگان ہوداں
 تعظیم سوں بہو را جو لیتا
 قدم امرت سوں دھرتی کوں جوایا

جو ہوں اسکا ہو اسکی آل کا داس
 دھڑوں اس تھے ہو اسکی آل تھے اس
 الہی اس پر اس کی آل سنگات
 کرم کر باج لیکھے نیت صلوات

مدح امیر المومنین علی بن ابی طالب کرم اللہ

جیوؤں بھاؤں میں اس پریت بل جاؤں
 فرشتے ناؤں کوں اس کے کریں ورد
 وہی ہے مصطفیٰ کی ٹھکان ہونا
 علی ہو مصطفیٰ کوں دو دیکھے جن
 نبی بوئے تن اس کا اپنا تن
 مدینہ علم کا سو مصطفیٰ تھے
 خلیفہ مصطفیٰ کا سو وہی ہے
 جگت کوں روز محشر عیثیٰ ٹھانکن
 خدا کا پاک ناؤں اس کا خدا تھے
 ولیاں کو سب وہی بختے ولایت
 وہی ہے حوض کوثر کا دھنی سو
 علی المرتضیٰ جس کاں کہ ناؤں
 پھریں ہوں یا سباں اس گھر گیرے گرد
 دھوں جگ میں بس اسکی چھاؤں سہنا
 جو یک دو کر دیکھے دھیرا دیکھے تن
 سو یک تن کوں جدا کر دوے ناگن
 ولے دروازہ اس کے ترضی تھے
 دھنی صدر و صفا کا سو وہی ہے
 کرے بس ترضی کا پاک دامن
 سبہہ پر غالب اس نیچا خدا تھے
 بنیاں کوں پھیر پھیر اس کی حکایت
 وہی ہے فقر سوں سب تھے غنی سو

خدا کا دین کیسا آشکارا کیا اس کفرِ جگ میں تھے نوازا
 ہوا اس کی مدرسوں غالبِ اسلام نبی اس کی مدد سیتی کیسے کام
 جو کوئی دل سوں سدا اس دوست رکھے سدا بھوتیک خدا اس دوست رکھے
 جو کوئی اس دوستی میں ہوئے کامل سبہ مقصود اس کے ہوئے حاصل
 جو کوئی جو مرتضیٰ سوں ہوئے دشمن سودہ اپنے خدا سوں ہوئے دشمن
 جکوئی دشمن اچھیکا مرتضیٰ کا سودہ کیوں یار ہوئے مصطفیٰ کا
 جکوئی اس کوں نہ مانے دشمنی رکھ خدا تھے لعنت اس پرنت سہس لگ
 علی المرتضیٰ جس کوں قبولے خدا ہو مرتضیٰ تس کوں قبولے
 جکوئی مردود ہوئے مرتضیٰ کا سو مردود اُن خدا ہو مرتضیٰ کا
 جکوئی تعظیم رکھے مرتضیٰ کی بہو تعظیم پاوے اُن خدا تھے
 وہی ہے بوج ہو رگوں کے آگو پار جو اس میں دواں جگت گم ہیں چھٹک سا
 سو کچ اس میں تھے اُچھے دوئی موتی جو اُن پگ کے تھے ہوئے سور جیوتی
 نبی بولیا جنوں کوں کاج اپنا بھریا ان کی پریت سوں رُج راج اپنا
 بڈھے جی کوئی کی گود بھیتہر چڑھے کھاندے ہو اس کی پیٹ اپر
 خدا کی بن رضا کچ کیوں کریں وہ خدائے پاک تھے عصمت مصر یہ

انوں معصوم ہو کر فرزند انوں کے
 جگہ ان کی امامت کوں نہ مانے
 انوں کی پیروی جن سٹ چلے گا
 انوں کی بندگی منج بخش الہی
 انوں کی پیروی کر دین میرا
 بندا احمد سو کیا ان کوں سراوے
 سلام ان پر خدا کانت لکھ بار
 سدھی بپتہ پائیں اماں مہ جنوں کے
 خدا تھے ہوئے جوں ابلیس رائے
 سو جوں ابلیس دوزخ میں چلے گا
 جو پاؤں دوں جگت کی بادشاہی
 انوں میں تئیں قوی کر دین میرا
 بہو دھاتاں خدا ان کوں سراوے
 انوں پر کھول دے صلواہ کی دار

تعریف شیخ وجیہ الدین بر خود

جگہ جو فخرسموں دوجک کہے آج
 سہاڑے اس جو روح اللہ کہاڑے
 سد اسر دنگ حق کے نور میں غرق
 بنی جے نہ بنی جیسا توہے وہ
 خدا سوں جوں خلیل اللہ کیسا عبد
 جو خضر استاد تھے موسیٰ کیری تائیں
 بنی کا آل ہے دودھات سیتیں
 وجیہ الدین دنیاں کا اچھے آج
 کہ ہر دم کیے مرے جیو آوے
 بنیاں ہو ر اس مئے یک حرف کافرق
 نبیاں تھے بھی کرم پایا توہے وہ
 دفا میں جو خلیل اللہ رکھیا جہد
 سو حاضر ہوئیں اس کے مدرسے تائیں
 حسب کے ہم نسب کیرے سبب تھیں

سبہ علماء میں حاوی تفسیر سار
 شریعت ہووے طریقت کا ندھانی
 خطابِ غیب تاج الاولیاء اُس
 وہی ہے قطب اکبروں جگت میں
 جگت یک تل تھے اسکی دشت تلخوار
 چلنہارا نبی کی کھوج پر کھوج
 مسلم اس مقام استقامت
 قد اسکا دین کے گھر کوں رکھے تھاب
 جگہی اس کے پگ اپنے سیس لیسو
 جتنے ہیں بال بال اس انگ ماں میں
 اگرچہ وہ دھرت پر دیہہ سوں ہے
 دوی تھے دور اس کے پیرواں سب
 جو اس کے ناؤں کیرا کوئی کرے ورد
 گنگاران اُپر جی دشت بھانے
 جو ہے احمد کمینہ ایک بنڈا
 بہو تصنیف اس کے دوں جگت بھار
 وہی کھولے حقیقت کے معانی
 دیلائی کا سنگا سن زیر پا اس
 جگت حیران ہے اسکی صفت میں
 نہ وہ کرتا رہن ہووے کچ منگن ہار
 دیلائی کی دیلائی بختا بھوج
 دیکھئے معجزے اس کی کرامت
 وہی اسلام کوں اکھن سکے تھانہ
 سو اپنے پگ انبر کے سیس دیوے
 سبہ پیچ تیں لک لک زباں ہیں
 سدا معراج اس کی جیو کوں ہے
 دیکھیں یک نور اس کے پیرواں سب
 سو پائے آرزو جے کچ دھرے ہرد
 گنہ بخشا خدا کوں انیراوسے
 سونا میں پاپ بن اُس ہووے دھندا

ڈوبیا ہے پاپ سمدورمانہ سب تن
 رہیا دوسوں تھے تن من ہوئے کسمل
 جو جادو کسلی سوں اس نرگ مائیں
 سو وہ اپنے کرم ستیں دیا مان
 وہی ہے رحمۃ اللعالمیں اب
 کرامت منج کیا اپنی خلافت
 دھروں اسکی کرامت تھے بہو اس
 جسے ایسا (ٹھکانا) دوئے جگ میں
 جسے پیر دستگیر ایسا دھرے سو
 جو محشر مانہ نیزے دار آج آئے
 الہی چھاؤں اسکی جسم تھندی راکھ
 الہی منج رک اسکے پیرواں میں
 جو ناہیں کفھ تن کیوں پائے نکلن
 سونا ہوئے سات سمد رسات نرمل
 نرگ وہ نرگ کی سب لوک کندرائیں
 قبولیا منج مریداں میں جمع آن
 منج ایسے رحمت اس تھے پادے جب
 دیکھو اندیش کر اس کی کرامت
 جو رضواں ہوئے منج سیکے تیں داس
 اسے کون ہوئے سمکھا رے جگ میں
 پڑے کیوں پھر اطا د پر تھے گراؤ
 اسے کیا ڈر جو چھاؤں ایسی تھنڈی چھا
 جو ہیں اس چھاؤں تل عام سہس لاکھ
 منج اس کی پیروی دے دو جہاں میں

تعریف شاعر خود

کیا پھر جوش منج من سمد آ پار
 نوا انبر ہوا موتی سٹن ہار

جو مول اس ایک مٹی کا نہ پاوے
 بچن مانک جو مہنہ دو جگ تھے دلوں
 بچن کی دومی آچھر تھے دئے جگ ہوئے
 اچھوں بھی جی کریں اس اچھراں سات
 جو مانس کاڑنے دوں جگ نہ پاوے
 سبہہ برتن جگت میں بات تھے ہے
 سرگ دوزخ کریں سو بات پر تھے
 فرشتے مان دئے سجدہ جو کہتے
 کتاباں ہو مصحف بات تھے ہونی
 چلیا ہے دین سنت بات تھے سب
 جی کچھ ہے لیں دین اس دوی جگت ناں
 نہ چل سے راج راجیاں کلچن باج
 بچن تھے پائیں مسکیناں (ن) دیا دان
 سو بھوتیک ناں تیں ہو اس رکھ میں
 گرت مانیک اموک دوسے جگ ماں
 جو دوں جگ سار کیتے جگ نہ پاوے
 جگت سچکار اسکا نافتو لوں
 سو کیوں سچکار اس کا ہوئے جگ دئے
 انت آپار جگ ہوئیں دی جگ دھا
 سو مانس بات تھے مانس کہاوے
 بھی گن وگن جگت میں بات تھے
 انوں دوکھو بھریں سو بات پر تھے
 سو آدم بات پر تھے مان لیتے
 نہ پیغمبر کوں بوجھے بات بن کوئی
 دیسے ست ہو راوت بات تھے سب
 سبہہ ہرے بات تھے کچ بات ناں
 نہ حاجت پاوے سبے بن بات محتاج
 بچن تھے شاعراں کوں دیں شہاں ناں
 کروں کچ شاعری شاہ جہاں تیں
 جو جگ اسکے دلائے پاوے ناں

جو دیوے شاہ بھوتیک ماں پر توں
 جو جگ لہے ملک اہوں جگت میں
 نہ اس پگ کس کا جاگا رکھے سور
 سو کیا اس بنتھ کی سو کچھ دھڑے بنتھ
 ہوا اس کھوج پر گھٹ گھٹ ہر گیس
 تو اچھا دیسے انیس کے سر پر
 سرب دل کے سرب دل بھار پھوٹا
 تو جوں گرجن اتھے مرغ اڑاے
 مرے پس چڑ جو امرت پوئے لکھ بار
 تو ان کا ناؤں سن کر جل سمندر ہوئے
 جو تاہیں ملک یکس سوں یک پر ہیں
 نھنڈا دیوانہ ہوئے اس تھے ہلنہار
 سکیا وہ عدل تیری ادوری تھے
 اسے کھاں لاف اچھے تچ سروری کا
 نہ پاسنگ ہو سکے گا مشتری تب

سو مانیک شہ کی کیرت کال برتوں
 سو کیرت شاہ کا آکھوں جگت میں
 شمع جاگا رکھے جب سور ہوئے دور
 چلے رکھ پادیم جس بنتھ وہ کنٹھ
 چندا تیرے ترنگ کی کھوج لے پس
 تلنگ کر میں ترنگ کا نعل جھڑ کر
 نینوں تھے جب یک تیر چھوڑیں
 کھڑک بھیل ہنکارا مار جھمکائے
 جیسی کڑوی نظر دیکھے جو یکبار
 بکٹ فولاد کی پھیراں بلن ہوئے
 سوتوں کچ شاہ عادل ہے جگت میں
 جو ہوئے طوفاں یاں آچلن ہار
 کہیں سب عدل جگ میں شتری تھے
 سخاوت معتدل ہے مشتری کا
 تراز و دال کی توں رکھیے جب

اچکل روپ زہرا نارتب پائی
 کھیں جگ یوں جی کچ ہے روپ اگلا
 سہنا بازی خوشی خوشبو کی اسباب
 جتا کچ ہوئے مٹکاؤں سنگاؤں
 جو کچ ہے کوک ہو رکام آرتی سکھ
 جو کچ تاثیر دھرتا امرت نیر
 علم سرایہ تیری زر نگاری
 سو اس چھتری علم کی چھاؤں پڑ کر
 جگت میں راج تجھ سا کوئی کیوں لے
 سجن جگ میت جگ راجن جگت پال
 جگت کون قطب توں ہو قبیلہ گہ بھی
 خدا کی چھاؤں توں تج چھاؤں جگت
 سدا جگ راج تج تھے تج سدا راج
 پڑی جب چھاؤں تیری اس پر جانی
 سودہ تاثیر تھے زہرا کی سکلا
 سبہہ کچ ناچ گاؤں بھرت کی بات
 جی کچ چوسا رگی کوں ہوئے کارن
 نہیں تاثیر بن زہرا کیری چکھ
 سوچ بندگی تھے (دہ) پائے تاثیر
 سٹھے چھتری نکت سوں بھوسنگاری
 دیسے چندا سورج تاریاں سول نہر
 جو راج سیوک مہارایاں کوں ہیں رائے
 جگت آدھا جگ اکھ جو سنبھال
 تھیں مانیپ جگ کوں ہو رشبہ بھی
 خدا کی چھاؤں تج سر چھاؤں چھتر
 جرم تج کاج تھے جگ کوں خوشیاں کاج

جو شیخ احمد شریف اپنی زباں رکھ
 کہ جے سولا کھ دفتر ہور لکھے
 جتا بوہوں بھوتیک تچ کیرت
 ولے من سمد کوں بھر جوش آوے
 ولے بھی من میں راکھوں چھپالے
 انت موتی جو بھر دیسے نہ ماروں
 ولے جتنے دیکھا یا ہوں سو موتی
 نہ بن تیزی دیا کچ مول اپنوں کا
 سرن سستیں کروں تچ تیں عاب
 کہ جن راہی دعا گو ہو شہاں کاں
 جدھا لک چانداریاں ماں دستا
 جدھاں لگ دیس اجالا ہور ہے سور
 جدھاں لگ سمد رارے موج پر موج
 جدھاں لگ جل منکے بادل سمد پاس
 جدھاں لگ ہوئے جگ میں آس کا ناؤں
 سرن آیا سراون تچ ناسک
 تو بھی وہ گن نیکی لیکھن نہ سکے
 اچھے تھوڑا تیری کیرت کی نسبت
 کہ موتی بن لکھے باہر لیاوے
 کہ مت سب جگ سبکیں اس سمالے
 ڈروں جی مت جگت کچولے بھاؤں
 جو سب جگ کوں میاؤں ہار جوتی
 نہ بن تچ دان راکھے تول اپنوں کا
 کہوں تیری دعائیں روز ہور شب
 شہاں تھے پانی بھوتیکاں ہور دا
 رہے توں شاہ لشکر سات بستا
 سو تیرے موکھ تھے منگتا رہے نور
 ادک ہوئے تچے نت فوج پر فوج
 دے سمد تیری دان تھے پیاس
 خدا تھے پائے توں من آس ہر ٹھاوا

تعریف قطب شام محمد قلی

جو شہبہ کا یاد تل تل من بھرے منج
 بہو دھاتاں سرا یا شہ کوں اول
 بکھانوں سس تھے پگ لگ بہو دھاتا
 دیا ونا گسائیں روپ سو دھن
 جو درس باج موہے جگ تج کوں
 نین دیدار تج کوں دیکھن آئے
 توں اب کیوں بھئے وہ تج بندھن آلی
 نین جی کچ ہیں جو خوبصورت
 تیرے سر ہے سبہ کچ بھاگ دولت
 شہانی تاج جب تول سر چڑاوی
 لگیا جلوادیوں دیتا انو آس
 تو اپنے ہات تیرے کیس پر وار
 جوات نیکا سلکھن کیس موندائے
 سرائے باج یک تل نامرے منج
 سراؤں اب سخن کاروپ آچکل
 جو سر تھے پاؤں منج ڈوبے کنک سات
 جگت موہت تیرے توں جگت موہن
 دیکھت کیوں نا بھلے جیو لگ تج کوں
 نین منج سمد آ پار دیکھن آئے
 پائیں بھی تج روپوں درس آلی
 سو سیرا بھاگ ہے یوسف کی نسبت
 ہے سر تاج تج ہو راج شوکت
 ہے دنیاں عردسانی پر حاوی
 کہ جی آوے تیرے نزدیک اپیں داس
 لگا دے کیس اپنے لکھ لکھ باور
 روپے پیریاں تھے مشک چھو کر وچیا

جھمکتا اُسترا جیسا جھمک سُر
 سوچ برق اُسترے پانی دھرن ہار
 نہ کچ اس اُستریاں کی کند ہوئے تھَا
 نویلی بال پھٹتے سوکھے یوں
 جو میں تج کوں سراؤں بھاگ دلت
 سہے سر ترپٹ کا لال سر بند
 سہے اُس لال سر بند طرا یوں
 پشانی بی دیسے سر بند نیچے
 للاتی کر بیٹی کاچی سُننے کی
 کما نافع کیاں نیکیاں بھنواں دوسے
 جکونی ایسے چتر ہوئے کہاں دار
 سلونے نین سُد سوسوں، ڈلن ہار
 ڈھلکتے نین ڈھالے چھند سوں حب
 جو تھر کس نین جوں گوریاں حنچل
 ہرن مانس کوں جگ پاڑ د کرن ہار

دیکھائے دیس تھسے لے رین ہوئے نور
 جو نیلم پرا دک پر جون پھرن ہار
 جو کھوئے گے سہس نیلم کیرے تار
 سرگ سہزے کی مُلکے چھٹ رہے جون
 نہ کم ہے منج تیرا جو سر سلامت
 طرا مونیایں اُس پر دیسے چند
 کنارے پر شفق کے سنبل جوں
 شفق جوں اُدینم کے چند نیچے
 لکھی بات اس میں دوں جگ بھو گنے کی
 جو وہ تیراں کٹاری چھوڑتا ہوئے
 سو کیوں نا ہوئے جگ پاڑ د کرن ہار
 جو بن مد پان ات رنگوں کھلن ہار
 تو حیرانی میں گھالے جگ کوں سب
 تو باندھے جائیں کھنڈایتاں گل
 سودو لوین تیرے پھاندے دھرن ہار

تو سب جگہ شٹ تل اُن خوار لیکھے
 رہیا ہوں سب جگہ تھے دِشٹ اُجاگر
 جو سب جگہ اس مینیں تیکھے کم ہوئی
 جو اُس خوش خط تھے یا قوت لیکھے
 رہی نہ لائے پسلی ہوئے پھینکی
 سُرگ چنپے تھے وہ خوشبوئی رکھتا
 پنم چندا رین کوں دیس ہو ر سورا
 نہ نرم اس دھات نخل جگہ مینیں ہوئے
 کہ ہوئیں اس گال کے اسپند کوں حجر
 سو جوں ریحان جنت کا چھبیللا
 سو اس کوں دُنئی و لیل یاد آئے
 بھنور بیٹھے کمل کی پھنکرٹیاں پر
 سودہ اس گال ہو اس خط کی چھاؤں
 نہ یوں ملتیں دیکھی کوئی رات ہو رن
 دیسے لادیں شکر میں جو پنجہ سب ڈوب

جسے توں دِشٹ تل یکبار دیکھے
 تیری یک دِشٹ پر میں اس لا کر
 بڑای دِشٹ کی کہہ کیوں سکے کوئی
 نیکی وہ ناک الف سو ہے سول لیکھے
 لکی چنپے کی دیکھ وہ ناک نیکی
 جو سو دن ناک تھے دم دم مہکتا
 سبہہ جگہ دیپ نختارے پھل نور
 نیکے دو گال روشن آریاں دو
 لگے چندا جلے سورج ہو سس کر
 جو سبزارنگ خط چھٹیا نو یلا
 جے کوئی وہ گال ہو خط دِشٹ تل لیا
 جرے سلیم سنے کیاں پتیاں پر
 کلنگ دھرتا سو چندا جس کہیں ناؤں
 سورج پر چھاؤں پرتیں نادیکھے کرن
 بیٹھے لب پر دیسے ہیر یا خط اپر وپ

کھڑا جوں حضرا امریت جل پر
 اُدھریا قوت کا خوش خط دیکھو
 جے کوئی لیکھیا نہ دیکھا ہوئے جل پر
 جل امریت تھے سُہاوانا ج نکلیا
 تیسے امریت تئیں ہوئے سودھیانی
 ادھر اچھے سوا امریت نہ نزل
 مگر تیرے دس کی چھاؤں پر ٹکر
 ستاریاں سار نازک دانت سکلے
 دس کا مینہ رکھے سمدور چھاتی
 لگن جب اس دس کا دھیان لایا
 جنوں اس لب دس دھیانوں ہوں دہیں
 دیکھو اس راج لالہ کے بہو رنگ
 کبھیں زہر کے سارا اُجلے اُجلے
 کبھیں بھودھات نگ میں لنگ دیوے
 کبھی مریخ جوں رتری دیکھا دے
 پھوٹیا جوں پاچ گردا گرد کوثر
 اسی سر خط کو سب خط سیکھو
 سو اُس لب پر نگارے دیکھو احمر
 نیکی مانک تھے سودن پاچ نکلیا
 اندھیارے میں رہیا امریت پانی
 چھپے کیوں اُس دس کی جوت اُس مل
 دیسے انبر مینن نیکی نکھستر
 دلے ہیں جوت کوں سورج تھے اگلے
 سو موتیاں سوں ہوا بھر پور چھاتی
 سب اپنا دیہہ تاریاں میں چھپایا
 رتن کے دُر جگان کے نین ہوئیں
 جو یہ رنگوں دیکھئے دانت سوزنگ
 کدھیں را کھے زحل جوں درن کالے
 جو رنگ ان تھے عطار دمنگ کیوے
 جو امرت گن تنبول آمول کھاے

تجھے نیکے تنبول اچلے چندن سدا
 کیتے سو دن سپاری کوں جو سوھن
 کدم کستوری ہو رکا فور پھل نیر
 چوتھے وہ دال دانے مانگوں سار
 مڑے ہیں اُن پر سب کوندن کے تیر
 کھیر لیاں کاٹ کھیاں شکیں بندھائے
 پٹیاں دیساں جڑے کوندن چھاں ہاں
 انوں میں تھے گھڑا کر وہ پٹیاں پان
 جو کھاوے وہ جیتہ تنبول نرمل
 جڑت کی پیک دانی میں سٹے پیک
 چھٹک اس پیک کی جی سمندر میں جائے
 سورج اس پیک دانی کی دھرے ریس
 آگال اُس گال میں کاجن سکے پائے
 نیکیا امرت چشمائیں وہ دہاں ہے
 نہ اس گن کی مچھی ہو سی کسی ٹھار

سُنے پتر دُں سے کیتے سورج آکھار
 سٹے پر مل مین پر مل ہو دن
 چڑاوے بھوت اس اتیاں کوں پھر
 ادک گن لے ہوئی یہ باس مہکار
 ہوئے پیلے جو تھے یا قوت احمر
 جو نیلم سنچکار ان کا نہ پائے
 جو ویساں مچھلیاں کس سمندر میں ناں
 دیو بس بھو دھات پیر ناں کر سجن کان
 سومنہ کی باس لگ بوئیں باس اچکل
 تو اس تھے امرت چشمائیں منکے کھیک
 سمندر امرت ہوئے ہو رلال رنگ پائے
 جلے سب دیس اس تھے ہو گئی نیس
 سدا اس تھوک تھے زجیو کو جیوائے
 مچھی آچھے سو اس میں وہ زبان ہے
 جو اس سر رنگ تھے امرت تھڑن ہار

اچھ موتیاں کی سپنی تھے سمند میں سو اس چشمتے تھے اس چھلی تنگیں
 جگت میں کیوں نہ ہوئے امول اوچھ جو اس تمھیں لکھے موتیاں کی اوچھ
 سو کچھ ہوتی سخن کے بول امول جو موتی واریں اس موتیاں تول
 سجن کے بول سب جیو دینے ہارے دیویں اس بول پر سب جیو سارے
 ادا آواز پر سو کچھ بھٹیس دل جو ہوئیں اس بول کے معنیاں تھے غافل
 جو دائم منسکتے ہیں وہ میٹھے لب سو کھل میٹھی ہنسی سوں ہنس اٹھے جب
 تو اس کے بول امرت گن شکر تھی بھرے میٹھانی سوں آکاش دھرتی
 دتا امرت ہنسی نے جب چھٹک نم سرگ سنگھار بن ہنسار ہے جم
 تھڈی بٹول نورانی ستارا جو اس تھے جوت سورج کا نوارا
 سہا دل اس تھڈی کات پرت لک دھویں جوں کوئی سجن کو دان دل جگ
 جو روشن مکہ تھے برسے نور پر نور جگت سب ہوئے اسی تھے نور سمندر
 جھڑے اس موکھ تھے جب یک جھٹک ہو دیں جگ میں چند اتارے سورج ہوئے
 جہاں اُس مکھ تھے غوی یک چھٹک تھیں تھان اپنا سب لکت جگ پلیٹیں
 سرگ بن یاد اس مکھ کا کیا جوں سدا کھیلیا پھلیا تازا رہیا یوں
 مگر بھو دھیان اس مکھ کار کیا چت جویوں روشن ہوا سر ونگ آت

صدق موتیاں کی لئے اس کان مہالا
 صدق کانوں کی بنیہ میں تھے جو صادق
 پڑے حاجت جو جس کی شاہ کے کان
 نہ گردن کی لکھن لکھن سکے کوی
 سو کچ گردن فراز اس جگ میں وہ رائے
 صفا ہو نور نور سوں سپنور سینا
 عجب گنہیہ وہ دریا دروتا
 بھریا ہے اس منہیں دو جگ خزینا
 مہا یہ جبل بھو بلوند رایا
 سو کچ سلول بانٹھاں میں سہن ہار
 ادنڈ وہ دنڈ ات بلوند پربل
 جو نرمل دنڈ پربل چندن لائے
 دنڈوں کا رنگ چمکے سور کی دھات
 سو کچ تیریاں ہتیلیاں نور نرمل
 ہتیلیاں کی لکھن لکھن سکے کون

جو راہی ہوئے کو سو رنگ جھالاں
 بھری خوشبوی اس کانوں موافق
 سو حاجت تھے زیادت پائے وہ دان
 جو جگ کیاں گرونا پر حکم اس ہوئی
 جو رایاں اس کئے بھی منڈ لڑکائے
 سدا عشرت نگر معمور سینا
 نواہر اس میں یک بند کا نیمونا
 اچھوں پورے نہ وہ صندوق سینا
 جو کوہ قاف کوں جوں بال اچایا
 نیکے طوبی کوں جوں ڈالیاں ٹھٹھیاں
 جو تنکے ساراں آگل پھاڑ پربل
 دنڈوں کی یاس تھے چندن کوں مہکا
 چھے کس دھات وہ جھمکیں چندرستا
 جو چھیتا سورج ان کی جوت کی نل
 نشانیاں جس میں دس جگ بادشہ ہوں

سو کچ آچھیاں ہتیلیاں لال سورنگ
 ہتیلی میں جو پکڑے پانچ آچھا
 ہتیلی میں جو لے موتی دیکھا دے
 ہتیلیاں سورج جیسا جوت انگلیاں
 انگوٹھیاں انگلیاں گھالے نوے چند
 جو نیچے نگہ جھمکت انگلیاں پر
 سکیاں کی انگ تاریاں سازنگ لائے
 جو مہندی سون نکھول کوں ہانک دیوے
 کھنڈن تختہ سروپا روپ وہ پیٹ
 سو کچ نازک دیسے وہ پیٹ نرمل
 حریری سب پر کھیلے بھول بھر
 لکھن کیوں اس شکم کی کوئی سکے لیک
 اس امرت جل میں وہ ناف ہے مکمل سا
 کمر باریک پتلی آت سہانی
 جو شہزاد اس کمر کی مینہہ میں پیٹھا
 کمر ہے بال باریک نادیسے سو
 جو مہندی کوں چڑے اُن تھے بہورنگ
 دیسے ات لال جوں مانیک ساچا
 تو چھانے سنس کی آتش خوار آوے
 سورج کے تار دیسیں نرمل رنگیاں
 سورج تاروں کو جوں ہوئے نوے چند
 ستاریاں کوں لیتا مہمت انگلیاں پر
 تو اس تاریاں تھے پھیلی چاند دیکھلائے
 تو موتی مانکوں کا رنگ لیوے
 سیدھی سُمھا دنی تختی نیکی نیٹ
 جو چو بھے کچھانا جو ہوئے اُس تل
 جو لیتے نقش اتھے اس پیٹ اوپر
 جو کوثر مہر تھے آچھا بہو تیک
 جو اُس باس امرت تھے مشک مہار
 نہ کوئی بو جھن سکے اس کی نشانی
 سونا دل باج کوی اس کوں نہ دیٹھا
 ولے ٹانگے کنک پر بت لے دو

گسائیں مرد مردانا مہ سابل
 کریں جب نین بازی نت ہوں ہوں
 امول الماس شہبہ کے پاس ہے خاص
 ات اچھے ماچھ نزل انگ اتم
 عجب کیلی جو کھٹیلیاں کی دن رات
 سرگ میں پیڑ کیلے کے جو اوٹھے
 چندن کی کھانپ پر کوندن مڑھاوے
 تو کج اس ران کیرا رنگ لیاوے
 نیکی ساقاں سوبلورہیں عجب لغز
 بہو لکھن سلکھن پا پدم ہے
 جہاں اس کے قدم امریت کن آئیں
 جو راجن راج ہنس چلوں سوں چلتا
 جھکوی سرور جو سر شہبہ کے چرن لائے
 نہ سکے کوئی وہ تلوے نبھانے
 جو اس تلویاں پر اچھریان دشت بھاویں
 جو مردی کی علامت سب اس اگل
 پڑ (ی) حلقہ دبانے عادت اس کوں
 جو موتی بند گھڑے مانکوں راس
 تیرے بن نیر کے چشمے سنینن جم
 ہر کلف دھات کے کھولیں اسی سا
 ہیا اسکا انوں راناں) تھے بھوٹے
 صندل کھس کر بھی اس پر گرڈاوے
 دے اس ران جوت اس کیوں نہ آوے
 دیے موتیاں کے سر جوں اس میں میغز
 سجن امریت گن امریت قدم ہے
 امر ہوئیں جھوتی تو جیو جیو پائیں
 تو چلتا جگ کے جیواں کوں چکلتا
 جرن اپنے جگت کے سر دھرن پائے
 کہ ان کی جوت دشتی کوں رنجانے
 تو لکھا چھاؤں چب نارا پاویں

نہ سکیں بول شہ کاروپ سنگار
 کہ روماروم تھے اس کے جھڑے نو
 سراسر قامت اس کا نور کا تھا نب
 سو کچ وہ نور سوں جو نور اُسے تھے
 جو ذرے پر پڑے اس نور اُجالا
 مگر اُس قد تھے طوبی چھاؤں پایا
 دو لے زنت سرو ہو کر متوالا
 گنت اس کسوتاں کیوں کیا جائے
 مر صع کسوتاں پینے جو آمول
 پرھاوے رنگ رنگ تفل بھراوے
 عطار دلیکھنی لے لیکھنے آئے
 جھکنا رنگ شہ کا نور نرمل
 رنگوں ماتا چہرہ جے رنگ دیکھلائے
 سنگھن مٹکا دنا ہے روپ سنگار
 سنگیت ساییت لولت گن ندھانی
 جو سب جگ میل بولیں بول سنوار
 جو نکلے ہر جھڑی تھے نور سمدور
 جو رکھے حسن کے گھر کول ہی تھانہ
 جو لیتا نور چہند اسور اُسی تھے
 تو اُس ذرے تھے لیوے سور اُجالا
 جو سکلے سرگ بن پر چھاؤں چھایا
 جو اس قد تھے پیا پیرم پیالا
 جو نت کیتے پرھاوے میں مٹکائے
 نہ ستیچا را یک نگ کا جگ محصول
 سو اس اپنے رنگوں سوں نگ جھراوے
 تو اس نگ نگ کے لکھنے میں رہا جائے
 سو کیوں وہ نور چھپے کسوتاں تل
 سو اُس نگ رنگ تھے وہ رنگ سو آ
 سبہ سنگار کوں اس تھے انکار
 چتر جو سٹ او دھانی مسجانی

جو مہرای اٹھٹ ایسور اٹھٹ بھوگی
 سُمٹ مٹ لالنا جگ جیو بھلانا
 نہ کرا گلی فضولی بس کرا احمد
 کتا یاں لکھ سکے اُس باب میں توں
 دے توں شاہ کوں جیتا سہراوے
 جتنے شہ کو سرا یا سر تھے پگ لگ
 قیامت لگ کھیا توں شہ کی کیرت
 کیا توں شاعری کوئی ناکب سو
 دعا سوں سارا اپنی بات کوں اب
 جدھاں لگ جگ منے ہے لاہوریں
 جدھاں لگے نگ ہے دنیا کوں قائم
 جدھاں لگ جگ سورج تھے گلجگا دے
 جدھاں لگ نس سنگاریں چاند تارے
 جدھاں لگ دپ نگ جگ سوں سنگار
 جدھاں لگ دپ رنگ کا سکھ لیوے
 بدن مورت بدن مد سکھ سنبوگی
 سہت چت سا جنا جگ من مہانا
 نہیں اُس روپ کی سنگار کو حد
 بہو قدرت رکھے اس باب میں توں
 تو اس نسبت سوں بھی تھوڑا کہا ہے
 سو دیک اب شہ تھے سکھ رہے تلک جگ
 قیامت لگ دیسے تچ شہ تھے نسبت
 دیوے تچ دان شہ کوئی نادیا سو
 جو تچ دھندا وہی دن رات کوں سب
 رہے یک حال آپکل روپ کا بھیس
 اچھے یک حال وہ انگ روپ دائم
 سو سور اُس روپ تھے بھو نور پاوے
 سجن کار روپ اُچال ان کوں سنوارے
 منجے رنگ رنگ خلعت سول سنوارے
 دعا گو کوں سکھیا رکھ دان دیوے

شاعر تعریف بخت خود کرند

جو کھوئے بخت میرے فتح کی دار
 ہوا منجُ دار پر اقبال بردار
 جو اُس تھے نامرادی ہو ر دلدّر
 چلے نہ اُس لکڑیاں کھائے سر پر
 سو اُس لکڑیاں کی ٹھاکوں تھے جیسے مٹھا
 دلہ نہ نامرادی بھویں سٹ آکاس
 اُنوں کا سر ٹھٹھیا سودہ رکت بھر
 وہی شاید شفق دیسے انبر پر
 لگن جو اس غریباں کا دیکھیا حال
 لگیا احوال پوچھن لاگ دنبال
 کہے جس سات تھے دائم ہمیں یار
 سوا اب اس اُس ہے اقبال بردار
 ہمیں اس وار جا بولے بھیت چھوڑ
 سو ہمنایوں کھید ٹریا مار سر پھوڑ
 فلک بے جرم بیری کاں مرا
 ہوا یہ بات سن بھوتیک بھیرا
 سواتنے میں بلایاں کا جو لشکر
 فلک تھے نامزد تھا جرم منج پر
 سو میرے بخت کیرے فتح کوں دیک
 نکل غھٹیا فلک لگ ڈرتھے بھوتیک
 سو تیرے آپڑیا جب یہ براد کھ
 سواں دکھ تھے فلک نیلا کتیا مکہ
 سبب جب فتح کا پوچھا عجب سون
 کہ اس کا چاؤ شہبہ خاطر کوں لیا یا
 سببہ شکر بیاں کیتے سبب کوں
 نوازش نامہ نامی بھیجایا

جو سب اس میں پلیٹے فتح دولت
 امان ہو رامن تیں اس میں پتیارا
 سواد اس کا سدا عشرت کے تیں را
 سب اس کے لفظ و معنی سو کو رم کے
 دیے اس میں تھے اس تیں اہمالت
 ویسے آکار سطران کا سٹریاں سار
 ولے پڑتا اتر کر آئے جو کوئی
 شہنشاہ کا مبارک ناؤں اس پر
 جے کوئی وہ ناؤں لئے یک تل زبان
 جے کوئی ناؤں کوں لیکھے پترمانہ
 لیکھے وہ ناؤں جب شہہ صاد کر کر
 سدا اس صاد تھے جیوں صاد نکھیں
 سب مضمون اس کا عزو حرمت
 بھروسہ دیونے دلخواہ سارا
 بیاض اس کا ظفر کی صبح کی دھات
 حرف اس کے عنایت کی رقم کے
 عیاں عنوان تھے اس کی سلامت
 جو ناہیں اس سرٹھیاں تھے باج انا
 اسی سو ہے اترنا پھر حیرت ہوئے
 نکوی اس ناؤں کوں سیکے صفت کر
 سدا سب دکھ دیں ہوئے کوں منتر
 بڑا تعوید ہووے جیو کی بانہہ
 سو کیوں نا ہوئے جیو تیں حرز اکبر
 کھلیاں راہیں جیوں جاگن جو انکھیں

لہ حاشیے پر اس شعر کے ساتھ یہ مکمل مصرعہ بھی تحریر کیا ہوا موجود ہے ع

کھلیاں راہیں جوں جاگن جیواں کیاں

انبر یو بات سن منج سوں سرن آئے
 سو وہ نامے کوں سراپنے چڑا کر
 ہس سوں شاہ کی خدمت کو دھایا
 کہیں نعمت خدا کا کم نہ تھا منج
 نہ کہ ردی کے تئیں کوڑی ہنڈیاں
 سدا منج کوں خدا عزت سوں لاکھا
 ولے میں شاہ کا گن سوں لبر
 ہوا پر اس ملک کی بھی ہو سں راکھ
 سنیا تھا درد تھے کیرت سخن کی
 نگریں شاعران باہر گنت تھے
 عجب شاعر میلے ہیں شاہ کے پاس
 فصاحت میں رکھیں سبحان پر بول
 سبد بھاس انتر اکوں جوں حلیم بھاس
 بچھانا ہو رہیا میرے چرن جائے
 یک اپنے او پنخ انبر کی سر نیڑا کر
 اہاں منج تھا سو سب تھے چت اجایا
 کہہیں روزی کے تئیں کچ غم نہ تھا منج
 نہ کس دروازے جا حاجت ہنڈیاں
 جو عزت کوں مری کم کوی تاکیا
 پتیارا راکھ کر شہہ کے سید پر
 تر ت اس تخت گے لگ اپر یا ٹاکھ
 ادھک پایا اہاں سیرت دکھن کی
 کہہیں خالی نہیں شہہ کی صفت تھے
 جو کالید اس انوں کا ہوئے ہیں دس
 بلاغت میں رکھیں بی معجزے کھول
 سکں بار اعطار د علم انوں پاس

جگت داتار راجا ات سُنجانی
 انوں سب شاعراں کو مان دیوے
 سو تھا جب شعر کے تئیں منج کوں بھی
 کہ کئی دن تھا منج اہل علم کا سنگ
 کتیک دن صرف کر کے صرف لیتا
 کتیک دن محو کر کر نحو لیتا
 معانی کا بیاں بھی کچ سینا یا ہوں
 کہیا علم کلام استاد منج کوں
 ہدایت علم و حکمت بھی پایا
 عروض و قافیہ کی بھی رسیا لے
 نجوم و طب ستیں بھی آشنا ہوں
 ایوں گن ہو رکیتے علم را کھوں
 تفتنگی سو ستکت اچھی زباں سوں
 دیکھیا ہوں فارسی بھی شعر بھوتیک
 اب استعداد طبعی کی کروں بات
 جو ہے وہ بھو گنی سنیت ندھانی
 ہو س رکھ شعر پر بھودان دیوے
 کچ استعداد طبعی و کسبی
 جو بھید اذات میں کچ ان کیر رنگ
 دل اس آواز تئیں میزاں کیتا
 جو وہ منج کوں عبارت فتح کیتا
 جو اس لگ درۃ المنطق چھنیا ہوں
 اٹھیا ت آموز عامہ سوں
 وصول و فق سوں کئی دن گنوا یا
 رہیا ہوں دیکھ سینے میں سماءے
 بھوتیک رس رسا بن رس کیا ہوں
 بنی ہوے باب جب مرسل آکھوں
 کوت و دوانوں ساں تھے بھی سنیا ہوں
 رہیا ہوں کچ عربی کا شعر بھی دیک
 جو ہے منج شعر کیر ازور بھودات

جتنے اصناد ہوں گے شعر کرے
 کہیں مشکل نہیں نہ دیکھ میرے
 خیال و خاص طرزاں خاص لیاؤں
 غرایب ہو رہے بدائع لیا دیکھاؤں
 سبہہ معنی میرے بھی اونچ اچکل
 جو نور آکاس دسیں نیچ اُس تل
 میرے بولال کیرے پرواز کے ستا
 سید جگ مل کے یکے کرے دے ہا
 بیتال آکاس کوں چوڑی چسیرا
 تو اس بولال کی ڈونگائی کی نسبت
 جو یک ساعت قلم چک ہاتھ پکڑوں
 جو اس سمد چھٹیک میں جگ سمدور
 بچن موتی بڑے ہوڑ ڈھال ڈھالوں
 چھے راہیں اینوں تیاں میں غیش
 اگرمثل کے عالم میں آؤں
 کبھیں نہ جو کوں جو دے چھڑاؤں
 کبھی دھرتی کوں انبر کر اچاؤں
 نکھیرنیں کر نہ جو جو دیکھتا
 سو اس نرنگن نین تھے یک نین نور
 دیاوے سور کوں درے کوں جوں سو
 کہیں مشکل نہیں نہ دیکھ میرے
 غرایب ہو رہے بدائع لیا دیکھاؤں
 جو نور آکاس دسیں نیچ اُس تل
 سید جگ مل کے یکے کرے دے ہا
 کریں جوں موت کا یک تار پھیرا
 سرے وہ تار سکا گنڈ لاگت
 سکی کاڑی تھے امرت سمنہ کھڑوں
 چھے سمدور میں میں یک چھٹک چور
 جو اس میں دو جگت سمدور دیکھاؤں
 بیتال آکاس جوں دریا میں شش
 بن اس عالم نوا عالم دیکھاؤں
 کبھیں جو جو جوتی کا جو اڑاؤں
 کبھی انبر کوں دھرتی کر بچھاؤں
 بین منج فہم کی لیکھن نہ سکھتا
 دیاوے سور کوں درے کوں جوں سو

خیال ایسے کروں باریک باریک
 جے کوئی ملکوت میں ارواح دیکھے
 جنوں کوں مرتبے جبروت دیسیں
 نظر لاہوت ہو رناسوت کی جس
 دھروں ہاروں کیرا صندوق سینا
 جو استعداد آیا تھا منجے جب
 کہیا بھو عید نامے ہو قصیدے
 کہ مت راجن کھیں سنے ہو س رک
 کوت پر چپک ہوں رکھ کان دیوے
 ولے درگاہ شہہ کا اد پنخ انبر
 جو شہہ کی مدح میں ہے فکر مری
 سو اس تھے شعر میرا کم سنے شاہ
 ولے بن یاد شہہ کی ناگمیں منج
 سو سنگتا تھا سو شہہ کے ناو ستیں
 تردد دل میں تھا بھو تیک منج یوں

جو دیسے دھنکرا جوں اسکے نزدیک
 خیالوں کوں میرے دیکھن نہ سکے
 خیالاں میں میرے مہوت لسیں
 اشارت پنخ خیالوں کی دیسے تس
 جو سب اس میں بھریا غیبی خزینا
 سو لوڑیا شاہ کے نیس خرچے سب
 جو ہیں وہ سب گوٹ راگ میں سیدھے
 ہوں تھے ہو رکوت بولوں سہس لک
 سو بہتر جے سہس لک دان دیوے
 سو کیوں ہوے ہر یک کس بار اس پر
 شہنشاہ گن کرے کن ذکر میری
 ولین جب سنے کم ناگنے شاہ
 نہ گذرے باج شہہ کی یاد میں منج
 کتاباں رس کروں بہ چاوستیں
 کہ بولوں نظم ستیں کیا کتاب ہوں

دے منج کن نہ ہوئے تھی کتاب ایک
 کیا بھوتیک تفحص دوستان کن
 کہ جے کچ علم کے نسخے لگیں ہات
 کہ جے کچ علم ہے مشغول مقبول
 اگر خسرو نظامی کیاں کتاباں
 سو کئی دن بعد منج کوں اک برادر
 سو کیا ابتدا پندوی زباں سوں
 تاباع ہوں جو جامی کا کہیں میں
 جے کچ اس کا شعر ہوے سولیاؤں
 معانی ہو عبارت کی تو فن
 سو کچ باندھوں کوت پر زور اتیل
 عرب الفاظ اس قصے میں کم لیاؤں
 نہ بھوتیک زن تیں بولال کوتوروں
 حوادث ہو رو قانع تھے بھوتیک
 کہ کچ نسخے مناسب ہوں اناگن
 کروں منظوم اس کوں فارسی سا
 اسکوں واضح کروں میں نظم سول بل
 جو بات آدیں کوں بندوی شتاباں
 دینا یوسف زلیخا عارت کر
 بہو جھنڈ بند آیم ہو صنعتاں سوں
 روایت بن کہیں تاباع کہیں نیں
 زیادت شاعری کی فن دکھاؤں
 ادک لیاؤں جے کچ لیا یا اچھان
 جو دیسے سست اس کا نظم اس تل
 نہ عربی فارسی بھوتیک میلادوں
 عبارت کوں نہ تل سراووں جوڑوں

جے کوئی شہہ کا مخالف ہو کر آوے
 بھوتیکٹان سوں دیگا دیا دان
 نکت دانی سخن شاعر نکت میں
 سنگاروں شعر میں شہتیں ہو رنگ
 قیامت لگ چلاوے شاہ کا ناؤں
 انبر صندوق میں ناماوے سو بخشتے
 گئے یہ جائزہ سب یک اچھر کا
 جہاں اس کی سخاوت کی نظر ہے
 اہلی جب کیا اس جگ کا راج
 کیٹ اس کا اُسے مانی میلاوے
 کریں یہ مان منج شاعر نکت مان
 جو بولوں شعر داتم اس نکت میں
 سنگارے شہ منج کسوت سوں نمرنگ
 قیامت لگ سرے ناسو سنیت پاؤں
 شہانی کسوتاں کی منج بخشتے
 سخن ایسا ادھارے دان اجر کا
 سبہ جگ جون مچھر کا ایک پر ہے
 سدا اس راج سوں کر جگ کا کلاج

پیداشدن آدم پیغمبر علیہ السلام

بڑے تاریخ بولن ہار بولے
 دیکھالی اس سبہ اولاد اُس کی
 صفات سب انبیاں کیاں یک طرف کر
 جماعت بادشاہاں کی دوجی دھر
 کہ جب آدم کوں جیوں دے نہیں کھو
 ایسی صورت ستیں جے ہوئے حبیبی
 پیچھن اُن کے ولیاں نیکیاں کی صفت
 کھڑے سب راج کیر اتاج دھر سر

کھڑے ہیں صف بہ صف سارے غلامیت
 جہاں آدم اُن سبھوں پر دِشٹ بھایا
 یکا یک دِشٹ یوسف پر پڑی جائے
 جو سارے جمع میں جوں سور دپتا
 عجب صورت سہانی من بھولانی
 لکھن منہ پر کہ یہ بہہ راج رانے
 علم ڈھالاں فرشتے لے کھڑے تب
 رہے بھوتیک عجب اس دیکھ آدم
 کہ یارب کس چین کا بھول ہے یہ
 لکھن دولت کیرا اس پریت کیا
 جواب آیا کہ تج فرزند ہے یہ
 مَرُوپ اس رُوپ کوں یعقوب ہے یہ
 ہوا فرمان آدم کوں کہ اب توں
 جتا تج حُسن سر جیا تج پُتاں تیں
 سو آدم مہر سوں سینے لگا کر
 کہ جوں اُن ہر کن کا ہوئے لائیت
 تماشا ایک تو ہر یک تھے پایا
 دیا یک وہ سُجانی سبہ گن رائے
 سورج اُس نور تھے جوں چاند چھپتا
 فرشتیاں میں نہ اس صورت نشانی
 خدا پیغمبری دے کہ بھی مانے
 پیچھیں اگل کھڑے ہیں انبیاں سب
 لگے پوچھیں عجب سیتیں کہ ہر دم
 نین پُستلی کسی ہو کر ہے یہ
 بڑای مان ہوو لشکریتا کیا
 سدا تج نین مہاں آند ہے یہ
 رہیں مصر پر اُس ہے سنگاں
 سبھوں تھے حسن بھوتیک بخش سکوں
 اسے دو بخش یک باقی سجھاں میں
 چو میا نینوں پشانی پر ادھر دھر

پرت پرت ستیں سنتوں سنگات دعا کو ی کیسا اس تیں اُچاہات
 دیتا دو بھاگ خوبی اُس پشانی سمجھوں کوں یک دیتا بانٹے سوانی
 چلی اس بعد تھے جب نسل آدم وجود خطا ہری سیتیں گھر دم
 بیچھن یعقوب کی نوبت جو آئی کیا انہڑاں امانتِ خدائی
 دہی اسحاق ابراہیم نندن جو مرسل تھے خدا تھے خلق کوں دن
 گنت تھے نیک چھلیاں باہر اس کوں پتا یوسف یکا دس پتر اس کوں
 ولے سکلیاں تھے یوسف پر پرت اُس کہ تھاات جیو بھولائے مورت اُس
 جمال یوسف اس کوں نین اُجالا خیال یوسف اس کوں چیت نہالا
 رہیا دو سال ماں کی گو در بھیتر بڈھیا تب لاک ماں کا دود پی کر
 چلی اتنے میں مایاں صد تاسف رہیا دو یتیم یک ہوئے یوسف
 جو دیکھا باپ اس موتی کیر احوال بہن کی گود ستیں کر دیتا ڈھال
 پھنسی کن پر درش جب پلے یوسف چلن بولن لگت سب پلے یوسف
 پھنسی یوں جیو پر توں سوں دیوانی جو دو جا جیو اس بن کو نہ جائے

جو سوئی سووتا اُس لاگ چھاتی
 مجھو تیک باپ بھی مشتاق اس کوں
 کہ اس کوں ناگے کد مت دیکھیں ستا
 بہن کو بولیا اے مانی من منت
 نہ یوسف کی برہ کا اب سکت منج
 بھیلی بھیج منج مندیرا اس کوں
 بہن جب بھائی کا کھیا سنی یوں
 ولے بھتری بھتر جلد تو کیستی
 کمر بند ایک دھرتی تھی مبارک
 جو باندھیا تھا کمر اسحاق اس ستا
 ولے یوں کچ چھپا باندھی کمر بند
 جو اس حیلے سوں بھائی گن بھیجائی
 دھنڈن لاگی ہیریں کی کمر تھے
 جو کھیلی کھیلتا اُس ہوسنگاتی
 اے یوں دور را کھن شاق اس کوں
 منگے من جی گمانے دیکھ دن رات
 رکھی یوسف کے حق توں مانی کاوت
 نہ جیون اس ہے بن اس دیکھت منج
 نہ کر منج تھے کنارے پھیر اس کوں
 کیستے ظاہر کوں جوں بھائی کھیا توں
 جو اس بد میں پھیرا اس آن لیتی
 جو اُس یک تار داری دھن گذرگ
 سودہ باندھی کمر یوسف ڈھٹی دھاتا
 کہ سکلیاں تیں کیستی گویا نظر بند
 کمر بند وہ گیا کر شور لائی
 لگی سودھال یوں کپڑیاں بھتر تھے

جو دھنڈتی دھنڈتی یوسف کن جوائی
 لکرنہ اس کمر تھے ڈھونڈیں پائی
 تدھاں یوں حکم شرعی تھا اونچاں
 جو جن جس کا چرلے اس ہونے داں
 سو اس بھانے لے گئی یوسف کوں اپھر
 بھوٹیں چوری ستیں بدنام کر کر
 کہیں سب کوئی کہ عاشق ہوتے بدنام
 سو اس کا عکس دیکھ یوسف کیرا کام
 جو کئی دن اُس پر تھے جھوٹی تھی
 سو آخر اس پر ت میں جو دیتی
 پھر ایا سب تھے مکہ اس سات جولا
 نہ کس فرزند کوں دیکھے نین کھول
 رہیا یوسف کی صورت سامن بھول
 نہ ہو ہے کت دیکھت وہ روپ یعقوب
 کہ تھا وہ روپ اس چکان اپروپ
 خیال اس کا زلیخا سو وٹیں ڈریٹ
 بسلا چت میں پر ت مینٹ
 جو بن دیسیں اسی موصیت ہوئی کونے
 تو دیکھت نت کیوں موصیت ناہونے

در لایت مغرب بادشاہ نام اویموس نلیخا دختر اوبود
 کہ مغرب کی زمین پر ایک تھا راج
 جو تھا یموس نیکا نام اس کاج

زلیخا نام یک بیٹی اُسے تھی
 سروپ اپروپ سرونگ انگ سنگار
 نہ اس کا روپ کوئی سکے سراون
 ولے طبع آزمائی تو کروں میں
 سراون انپڑوں سر تھے چرن لگ
 بسا لے ناگ سر کے بال کالے
 جو عنبر کستوری چارا کھلا دیں
 نہ بھیدے ناگ کا بس بن لڑکے کس
 عجب وہ کیس ہندو سحر گر ہیں
 کبھیں جب آئے لے کر رین کا بھیس
 بدل کر بھیس جب آویں بدل ہوئے
 کہیں زنجیر کیرے روپ سوں آئیں
 کہیں اندکار کر آپس دیکھا دیں
 کہیں دیسیں جو لیکھے مشک آکار
 جو سلیم ہوئے کر آپس دیکھا لیں

نہ جگ میں اس لکھن بیٹی کیسے تھی
 مہا لکھی لکھن من منت النکا
 نہ چٹاری سکے چتر کھا و ن
 پھبے تننا سراون چت دھروں میں
 سکوں یہ دیکھ کس اس کے لگے لگے
 گھنگر والے کند ل آسان کھالے
 پھولوں کیری پیٹاری میں چھپا دیں
 سو یہ سوناگ جو دیکھت چڑھے بس
 جو پھروں دو دیسیں اتم نمبر ہیں
 دیکھا دیں بھول تاریاں سار کا دیں
 سمجھوں برسات سب جگ انجھواں
 جگت کو باولے کر قید میں لیا اُن
 جگ اندھیاری تھے سُن تھی گوانوں
 پھولیں سب جگ لے کر باس ہر کا
 نین تھے جگ موتی ڈھال ڈھالیں

دھنویں کے رنگ سیتی جب دیکھیں جگ
 جو بالوں مانہ دیس مانک اعلیٰ
 دیس دونوں پیٹاں جوں مشک سٹرا
 بیٹھے اندھاری بن میں جوڑے کی
 دیں میں صبح کاذب جوں ہوا ہے
 دیکھت اموں کستوری کیری داس
 پشانی چاند آدھا نورادک ہوئے
 انوں دو چاند بھیر دو نکھٹ کر
 پشانی نور بیجل کی پٹی کر
 انوں دونوں سینن دو صا دینکے
 پشانی نور کا مبر سسھن ہار
 ہریک محراب میں دیوے جکائے
 رہے وہ ناک میانے موکھ کے پو
 ادھر دو لال جوں مرجان جوتی
 دس موتی ادھر چشماں جل امریت
 جھڑیں پانی نین تھے جوں دھنواں لگ
 جھمکتی ابر میں تھے جوں کی بجلی
 بیاض اُجلا سہے وہ مانگ اُس ماں
 سہے سُنبل میں پھنکڑی کیوڑے کی
 اندھارے مانہ امرت کا لوا ہے
 گھونلاناگ لبیدیلے تیوں باس
 جو دیس اُس تلیں چندرتوے دئے
 نہ کھن پر چاند تارے اس نکٹ کر
 لکھی ظلمات سوں دونوں اہی پر
 سو یہ خوش خط قلم قدرت سوں لیکھے
 جو اس میں دو دیس محراب اندکار
 ولے محراب نور اس تھے بھی پائے
 بنی انگلی پنم چند دو کیئے جوں
 دیس بتیس^{۳۲} نیکے ڈھال موتی
 دیکھو چشمے سینن موتی نوی ریت

دس ہنستے ادھر میں تھے دس ہیں
 کمل کی پھنکڑی ہے جیب آمول
 کمل کی پھنکڑی جاسون میں دیکھ
 نیکے دو گال روشن آریاں دئے
 کھیلیا ہنس مکھ چمن پھولوں رنگا رنگ
 دس ہیں اس مکھ آپر وہ تل جو کالی
 کو ندن کی گیند تھڈی سینہ کے میدان
 دس ہیں موتیاں کیریاں سفیاں سودو گال
 کھڑی گردن چندن کو ندن گلا کر
 دیسے خوش صحن سینا صاف کوثر
 گھڑیاں کا خور کیاں چھنڈ گھڑیاں سو
 بھرے مدرس کی دو نارنگ دیٹھے
 چندن کا دم کہ لیا یا بار انار
 نیکے پھانٹے سو کو نلیاں انگلیاں ہیں
 تنک پتلی کمر جوں بال آدھا ک

کلی جاسوں میں موتیاں کی پھول
 جویا دئے بار امرت باس کے پھول
 جو اس پھنکڑی تھے نیکے ہوں بہوتیک
 جو ان کی چھاوں پر چند سورج ہوئے
 دیکھت یک شٹ بھولیں نین یہ رنگ
 رہے جہشی بچی بن کی نہہالی
 ہلا اس تاسکے دو زلف چوگاں
 عجب سیبیاں جو بے دونوں رتن کھاں
 گلا کنٹھے کنٹھے کو کل گلا کر
 پڑے دو بڑ بڑے نورانی اس پر
 رکھے اُن پر بچھاڑے مشک کے دو
 بھنور کب نا اٹھے بھل کر جو بیٹھے
 جو اس دو بانہ دو ڈالیا سہن ہار
 نکھ اس پر لال تازیاں کو نلیاں ہیں
 جو ات اس ناز کی تھے باد کا دھاک

دے ٹانگے گنگ پر ب اُسے دوئی
 ادک اُمریت نرمل پیٹ آچھا
 دے اب ناف تھے زانوں کی حدیں
 وہاں لگ بھی اندیشے کو نہیں ٹھار
 جو ساقیاں دو دسیں نرمل امولک
 پنچے نازک جو ریشم کے کھرے ہیں
 نجائو سار تلوے کیوں چھیا جائے
 جو بھارن سات آہستہ چلے چال
 نہ سکوں اُس زرینے کی خبر لول
 زرینے تھے سنگار اس تھے چڑے جب
 بھرنے اُسکے انگن اینٹیاں سُنے سوں
 زرینے دھات دھات اسکوں سے جو
 جو سر تھے پاؤں لگ پینی زرینا
 رتن مانک ستیں موتیاں میں ڈوب
 پہری غفل مسین کسوت رنگارنگ
 عجب ایسا نہ دیکھا ہو ویسے کوئی
 پڑیا جن ناف کی بھنوری نہ بانجا
 نہ کچ ایسا نہ ویسا کر کھوں میں
 نہ اس عصمت کیرے دربار کس یار
 کیلتے گھر حسن کا یہ تھانہ ڈورک
 پتر کوندن اُپر جانو مرے ہیں
 جو اپڑے چک پون اسوائس کھلائے
 برک جون مندارت تھے دھلے دھال
 گنوارے رائے کی دھن پر تیان تول
 زرینے سوں نہ اُس حاجت پڑے کب
 قماش اعلیٰ بچھانا اس منتھی کوں
 نہ کوئی اُس گن سکے نا کوئی سکے دھو
 جگ آمن مول یک مانک کمینا
 شکتی مھور جوں بہر رنگ اپروپ
 دوبارہ ایک کسوت نا کرے انگ

حبشیاں، ترکیاں، ہور ہندوانیاں سلکھن، اسیاں، ملکہ ملک کیاں
 سو اُس رانی کی خدمت سوں کلکتیاں کریں سیوا سیوے کا اُن صُکلتیاں
 نیٹھی سن کیا دزیراں کیاں کنواریاں اسے دند دنت کرن آویں سنواریاں
 کریں بھوتیک خوشامد چا پلو سی جو مت ہوئے میسر پائے بو سی
 زلیخا ہور ہم سن کیاں سہلیاں گرٹیاں کھلیں گردیاں ہو کر چھبیلیاں
 نہ اس کے دل اُپر کچ عشق کا بھار مدن میں مت کھل اس میں نہ تھا ٹھار
 رین بیتائی نرگس سار ہو کر گماوے دیس کھیلیاں بھول ہو کر
 اسکوں کھیلن ستے نس دن نہ سوچے نہ پرتو چھاؤں نازک ناوں لپچے
 اینوں چاؤں سوں اُس دن رات جاوے سکیاں سوں کھیل بن اُس یاد ناوے
 سو اُس ستیں فلک پنتھ کھیل کھیلا جو اُس اوجت مدن دوان بان ٹھیلیا

زلیخا در خواب یوسف اید و بر صورت او عشق مستی شد

بہو لکھن سلکھن رین فیروز ادک سکھ دیوے چوں روز نور روز
 مون کا میسر آدھی جوں جوانی مدن موہن پورتاں کا گت سمانے
 جو را ہے سبہہ باجن تھیل دھول نہ رہیا کوئی نکھیر بن نین کھول

زلیخا بھی حریری سیج سیج کر
 شہریرا اس کا جو پھولوں راس سارا
 رہے بالوں تھے بالمش مشک میں ڈو
 نیند لے نین موندے نیند بھر سوے
 جو اچت یک مدن موہن پڑیا دشت
 جو سر تھے پاؤں لگ نہ مل نچل نور
 سرگ اس مکھ تھے مانگے خوی کام
 لڑکتی زلف جوں زنجیر لگ لگ
 جو دو سیس ووئے رخ دو زلف دو گال
 دیسے تل مکھ کا جوں باغ میں زارغ
 لٹکتی لٹ چھبیلی موکھ پر یوں
 نیند لے نین ات نیند دن اندے
 جے کوئی وہ دونیں دیکھے نین سوں
 ککے دونوں ککے نابات کے ہوئے
 منتر تے عشق کے منتر شکر پر
 کدم پہل گلا رگڑے سو پھول بھر
 کیتے اس راس تئیں وہ سیج ٹھارا
 دیسے نقش انگ ریشم ہو پھول چوب
 وے من دشت باندھن ناسکے کوئی
 یکا یک آئے کراگل کھڑا اینٹ
 چھپے اس چھاؤں اُجالا دیکھ انبرو
 جو اس غم تھے آپیں تازا رہے جم
 جو باندھیں سُد بد کے ہات ہو پیر
 دیسے دورین ہو ردو دیس یک حال
 کیا پھول پر سہاؤں مشک کا داغ
 جھیلاناگ کھیلے دھن اپر جوں
 جو بن مدیاں متوالے کھلیندے
 رہے بن مداتی ہو مدن سوں
 شکر باری سوامرت کے ادھر دوئے
 لب اس کے آپ منتر تے سو شکر

دریا جے چھٹک اس ہونٹ کی پادے
 تو کھارا ہے سو شہد امریت ہوئے
 مُرگ کا ناگ اس لب کی ہو لگ
 شہد ہو ر مدھنوں تد پورے ابد لگ
 کھلیا ہنس مکھ دیسیں لب مسکتے جم
 جو بولے من منین امرت سٹے جم
 قداس کا عشق کے مند ریتیں تھانہ
 پڑے فتنے کوں اچا کر رکھے تھانہ
 سبہہ کوئی دانت ستیں گانٹھ کھولنت
 سو نیہہ کی گانٹھ کھالے من میں وہ دشت
 جو یک پگ ڈھال چلی سوں چلی چال
 دھڑے جن دشت کھولے اپنا حال
 چلی وہ نور کیر اسرو جس ٹھاو
 رہے سب جگ کے جو اس سا جوں چھاو
 بنیاد میں نہ اس دواں دیکھیا کوئے
 زلیخا جو دیکھی وہ روپ آپروپ
 اٹھیا بھڑکا پرت کا من منیں تھے
 جو وہ سروے رواں دیکھی نین بھر
 بچمن چیت میں محبت رُو کھ لائی
 کمل آکار ہر داس لٹ کوں لڑ جائے
 سہے اس زلف تھے سنجہ سرگ مان
 دیکھی وہ نین باندھی نین سب تھے
 جو اس کوں اس سرگ تھے پھر چٹیکنا
 نہ کھولے باج آنجھو تیں تب تھے

دیکھی وہ جگ دیپاون مُکھ کا دیو
 رکھے جوں چاند آدھا وہ پشانی
 دیکھ اسکے ہات جیوتھے ہات دھوئے
 اُجال اسکا ادک سورج تھے دیٹھے
 رکھے وہ روپ جیو میں جیو کرمان
 پر م پیا لے لیے سینور مد مان
 سٹی پروانہ کر اُس جوت پر جیو
 رکھے جوں چاند اپ گھٹ تیشانی
 دیکھ اسکے پاؤں تل سر پاؤں ہوئے
 سورج کو دیکھ شیرک ہوئے بیٹھے
 پر م پیا لے لیے سینور مد مان

خواب دوم زلیخا یوسف را دیدہ مطلق عاشق شد

جو کالا کاگ رس پروانہ کرتا
 بھنور بن ماں بہہ چٹکارے اُچائے
 مکمل کھیلت دیکھت آوت مکمل میت
 زلیخا پاس سب سیدو کے اسیاں سب
 سکیاں مل کھیلتیاں حاضر ہویاں سب
 کھڑی کوی بات لے طشت آفتاوا
 کھڑیاں سب اپنی اپنی ویلی جان
 جواتے میں زلیخا ات آنندی
 خردس صبح کی آواز دہتا
 صبا کی اوس پھولوں مُکھ دھلائے
 سپن والے اٹھے سب جہل چلی ریت
 اتاول اوبھیاں جے پگ چمے کب
 اٹھے مشتاق بیٹھیاں جے اٹھے کب
 کھڑی کوئی لے وال اچھا سہاوا
 جے کوئی جس کام کی اس کام کی دھیان
 مدن مدہان کی ماتی کھلتی دی

نین کھول دشت دکھ دیکھی نظر کر
 پھر ادونین حسرت سات موندی
 رکھن من گھٹ کرن پرگت اتالا
 کلی جوں داغ سینے میں چھیالی
 سہلیاں سات مل بولی میٹھے بول
 نظر ظاہر دھرے اغیار کے رخ
 نہ کوئی محرم جو اُس کن راز بولے
 ہزاراں بار جیو ہونٹاں منین آئے
 کب آوے رین جو اُن گٹ سمانی
 جونس ہوئی کاند کو دن موکھ کر کر
 انچھوڑھال لگے اُسواس بہہ بہہ
 سروپ اپروپ اپنے مت کی صورت
 کرن لاگی کر مانا اس کے سنگات
 کہی اچھے رتن کس کھان کا توں
 دیتا دکھ ہو نام اپنا نہ بولیا
 نہ پانی رات کا دیکھی سودا سبر
 نیٹ وہ روپ اب من مان کوندی
 سنبھالی دھیر ہومن کا آلا لا
 برانی دشت مکہ تازا دیکھالی
 گھٹی بھتری بھیر سویرہ بس گھول
 ولے دل تو دھرے جم یار کے رخ
 نہ کوئی اُس کن جو گھٹ اُس پاس کھولے
 کہ کب ہوئے گا حویہ دکھ دیس سر جائے
 جو دکھ بیٹوں اپی آپ میں نہانی
 لگی بھوتیک بیٹھن دوکھ بھر بھر
 اُبال اپنا بھردی دوکھ کہہ کہہ
 نین سامن بٹھالی من میں پورت
 رتن بیٹن لگے نینوں ادھر سات
 رتن بیٹوں سوچ تھے دیکھنا توں
 لیتا چیت ہو مقام اپنا نہ بولیا

نہ ہوئے منج سارات جگہ کی گرفتار
 نہ منج دل تھارنا منج تھار دلدار
 سین میں دیکھ تاج کھوئی سین میں
 تین لاگی تیرے تئیں دیس ہو رین
 کدھاں لگ لیں گے گاسو نہ بوجھوں
 بھٹی تس جے نہ بوجھوں کیوں نہ کوجھوں
 سہوں کب لاگ من میں دکھ بھر کے
 جوتوں اس آگ پر پانی نہ چھڑکے
 کھیلیں سو بھول میں بن چاؤ کیرا
 دیتا توں باؤ پر سب چاؤ میرا
 بیٹھاتی رین سنگلی ات چھنڈو ستا
 دکریوں بیٹھی بیو روپ سنگات
 اذیاں جب ہوئی لیٹی سیج پر سیج
 نہ دیں دی کسے وہ بین یک وج
 اینوں چھنڈو گماے دیں ہو ررات
 نہ بولی لاج کر کس سات یہ بات

زلیخا در عشق چنا مبتلا شد خورافرا متوسل (ن)

نہ کی جیسے مارے بدن بان
 ودھن اوپ وہاں چلے نہ کر جان
 درونا جب کرے وہ تیر خست دیر
 نشاں اس ہوے کیستے دھات باہیر
 جو مہکن باس پر گٹ دیئے بھر کر
 لے اپنیاں نشانیاں عشق دکھلائے
 کدھیں دوین دو کھوں نیر پیٹے
 کبھیں کالج رکت باہیر پیٹے

بیجا جیب سوں یہ گھٹ نہ کھولی
 وے عشق آگ کی جہیلیاں سوں بولی
 ٹی کھانا پینا قتل لگی ر دن
 شہریرا اس کا گلیا پانی میں جوں لہون
 بچا جاسوں تر از رنگ سورنگ
 رہیا جاسوں وہ جل ہوئے کورنگ
 نکاتیاں ہو رسکیاں یہ حال بیٹھیا
 بچارن آپ میں آپ ماں بیٹھیاں
 سن لاگیاں کہ یہ حالت عجب ہے
 نہ بوجھے کوئی اس کا کیا سبب ہے
 ن بھوتیک گماناں سوں کہی کی
 اے شاید نظر لاگی کسی کی
 کوئی یہ جھڑپ بت پری کی
 اے کوئی یوں کہ یہ آثارینہ کی
 کوی آکھی یہ نشانی سحر کی
 لے جاگت نہ دیٹھے کس نین سات
 جے کچ یہ پیشٹی سکی برہ کی
 ب میں ایک تھی شائستہ رائی
 مگر دیکھے کسی کوں سود تیں بات
 تب عاشقی سب بوجتی سو
 جو منتر دعوتاں سب آزمائی
 ادوں سنگ موہن سات موہت
 کہ ہیں عاشق کہ ہیں عشق تھی سو
 یک رات آئی کیتے پاؤں بوسی
 امرساہیں کوں بھی کر دیوانی میت
 میں کہی سراون سوں اسرار
 کیتی بھوتیک خوشامد چپا پوسی
 دلائی خدمتیاں اپنیاں اسے یاد
 میں مکھ تیرا ریٹھی سو میں ہوں
 تجھے سینے لگا لیتی سو میں ہوں

جو نالا کاٹ کر گاڑی سو میں ہوں ایسے تج پر ادک اری سو میں ہوں
 ترے تیں رات کر کر نیند ماری صبا کھڑا اٹھی ہو رتج سنگاری
 جہان ہنڈی ہنڈی تچ کو دلی کر بڈھائی تچ اپنا دود دے کر
 جو توں بھول ڈال اب ہوئی سڑوٹو اچھوں چھوڑی نہ ہٹ تھے تچ دامن
 جہان تو جائے مسکن سرو ہو کر رہوں جوں چھاووں ہو تیرے برابر
 جہاں بیٹھی تہاں سیوک کھڑی ہوں جو توں سووے تیرے پگت ناٹھی ہوں
 ولے توں کی منجھے یوں دور دھسرتی جو منج تھے گٹ تیرا دستور رکھتی
 نیلے گل لال نخسارے پھیکے کی نین متوالے یوں گیلے رہے کی
 سورج توں جوں چنڈا تچ یہ گھٹن گت نہیں یک ریت سوں یک تل تراپت
 نہ کھاوے آن نہ پیوے نیر نہ مل سو ضائع ہوئے رکت نور ماس گل گل
 اچھوں کیتا چھپاوئے اپنا حال نہ ہوئے یوں کوئی آپین اپنا کال
 یقین جانو کہ ہوئے توں پرکھ روپ جے کچ ہوئے سو منج سو کہہ نہ نہ چپ
 اگر ہوئے فرشتا آسماں پر جو ہوئے نور سوں سر جیا سرا سر
 دعا سچ ایسا کچ پڑوں میں جو آٹھواں آسماں تھے اس دھرت تیں
 اگر جو گھات ڈونگر میں پڑے ہوئے تو میرے مات بھی کچ ساحری ہوئے

کردن اس تیں منتر ایسے مہا بل
 اگر ہوے آدمی کی جنس کا کوے
 کن ایسا ہوئے جو تچ کوں نہ مانگے
 زلیخا جوں دیکھی یہ مہربانی
 بغیر سچ بولنے بہتر نہ جانی
 انجھو بیٹن لگے دکھ سات بھوتیک
 سر تفل ہوئے منج رو ناگلے کاٹ
 کہیں لوڑوں ولے کہہ نہ سکوں میں
 عجب مشکل کھڑا ہے کام میرا
 ہوا یہ جو ایسے کا گرفتار
 جگت میں ناؤں توں سیرغ کا لیں
 ولے اس کا نہیں ناؤں نشانی
 اگر منج سات اپنا ناؤں کہتا
 جو کڑ را ہو رہیا جو بن سنگاتی
 جو بولی کھول دانی سات احوال
 جویشے کھال گراؤں تچ آگل
 تو اس تچ سوں میلانے بارنا ہوئے
 سنے تچ ناؤں جن ل کیوں نہ ٹانگے
 ہوئی اس کی پیٹاری کوں پشانی
 سبہہ تھے سچ کوں بہتر کر پچھانی
 کبی اے مہرباں مانی منجے دیک
 نہ سکوں بول جے توں دکھ سوئے ہٹ
 تچے منجے تھے جدا کرنا دیکھوں میں
 نہ ہوئے تدبیر اس کا کام تیرا
 کہ اس کوں کوئی نہ پاوے سیرغ سا
 اسی کا روپ کر لکھیا دیکھا لیں
 جو دکھلا روپ منج کیئا دیوانی
 تو میری جیب پردہ ناوں رہتا
 سو لے وہ ناؤں کچ میٹھانی پاتی
 بچاری دانی ہوئی حیران بد حال

کہ ناچلی ایہاں تدبیر کس کی
 جو سب تدبیر تھے عاجز رہی دانی
 کہن لاگئی سپن کی دھات دسین
 سپن میں دیو بھی دیسے نظر تل
 دانی کی روپ کوں سچ کر پتا دین
 دیا ہے تچ بھوتیک بوج دیا
 بتریس لگی ترخن زلیخا
 کہ لکھ دیو ہو رہیاں قربان اس پر
 کہاں دیو پر یاں وہ مکہ دکھا دیں
 میلایا جیو ہو رہیا وہ روپ میں
 نہ اب بھاتا میرا جو اُس بسا رص
 کسی دھاتوں چتر مٹیا نہ جاوے
 منج اس کا دھیان بھریا شٹ دکھ تھے
 جو اُس یوں عشق میں محکم دیکھی دانی
 کہی اے وارتا جا باب کے کان
 مگر اس کی جو یہ تقدیر جس کی
 نصیحت پند کہنے سات پیش آئی
 سپن سچ مان کوئی یوں جیو نہ بیس
 دیکھا دیں روپ اپنا ات اچکل
 ڈریں دیکھیچ روپ ان کا ڈرا دیں
 نہ باندھ ایسے خیالوں سات جیا
 لگی زاری ستیں بولن زلیخا
 سرگ کیاں اچھریاں قربان اس پر
 فرشتے نور کے جس مکھ سرا دیں
 دیسے نقل سنجرا اس دوئیں میں
 نتاوے رہ کیوں یہ دکھ نواروں
 تو اس پر جل بھی یا باؤ آدے
 ہوئی اگیاں جو میں گیاں دک تھے
 رہی عاجز نصیحت تھے بھی طازانی
 ہوا اُس باپ بھی بھوتیک بلیشان

وے جب نادیکھیا تدبیر کج دھتا کیا تسلیم جب تقدیر کے ستا
 زلیخا عاشق چنانشد کہ شرم از خلق نداشت

چنگا جس سینے منزل کرے عشق سبہ سنسار تھا غافل کرے عشق
 نہ پوچھے اس جھوٹے لہجے ہوئے تکرے نہ میٹھنے سے ڈرے ناپند پکڑے
 شرم گن کا اگر خطر اکد ہیں آئی تو جوں چکے گھڑے پونیر ڈھل جائے
 زلیخا یک برس کو جی اینوں بھند پنم چندا جو تھی سو ہوئی نوا چند
 جو یکس چاند پہلی سار خم کر دیکھ سائی نین تھے نیکی نکھتر
 لگی زاری کرن دل کی دگدگ تھے کہ منج برباد کر باہیر حد تھے
 نہ ہوئے کوئی جگ منے منج سار دگدگ جلوں دکھ اگ ہو سیر لاگ پگ تھے
 نہ سوتے نین سوتے بخت لینے جو دیکھت یک سین سو دن نہ پائے
 سستی بختاں سوں جاگ اس بل نہ بیٹھی نین جاگن تھے سوتی بھی نہ دیٹھی
 بخیل بخت کی کہتا کروں عرض جو سو دن چکھ نہ دیوے نین کس قرض
 کہ مت بھی سو دے کر دیکھوں ہی روپ جو لوچھوں حال اپنا لیووں ہیروپ
 پہاڑ یک لاکھ گزرا نے اینوں بین جواتنے ماں اونکی غنیمت بھر نین

نہ کھیا جائے جو اس نیست آئے
 جو سودن سیج پر اینوں نہ لیٹی
 پڑی جا دوڑ کر اس کے چن پر
 کہ منج جیو کا جیون ہو ا سو
 لگا یا آگ میرے ناؤں ننگوں
 بھرے تاج کا نٹیاں سوں میں سب
 جو غینوں ماں سب کاٹتے بھرے ہیں
 سین میں جس پھولوں کی ٹھارا انگار
 تجھے سوں اس خدا کی ذات کیری
 جو بخشیا روشنی تجھ موکھ کی دیو
 سرگ سرکھیں تجھ دیتا سرگ باند
 میرے تن کوں کیلتا تیری کمرسار
 کہ دیکھت دکھ میرا کہ مہربانی
 آدک گن چاند توں کس سبج میں ہے
 دیتا اتر کہیں ہوں آد میں زاد
 مدن مد لہرسوں بھی سُد گنوائے
 بھلی جس روپ سوہی روپ دیکھی
 لگی پوچھیں اُسے بھوتیک سرن کر
 میرا جیون پون اوپر دیا سو
 کو رنگ کیلتا منجے اپنے سوزنگوں
 انگاراں سوں بھرے سودن میں سب
 سو کیوں وہ میں سکھ کی غیند سوں میں
 سو کیوں نا تملی اس پر چلنھار
 جو سر جیا نور ستیں ذات تیری
 کیلتا اس جوت پروانہ میرا ہو
 جو منج کوں نہیڑا یا اس سرگ باند
 جو دیسیں پیرہن میں جو تنک تار
 منج کہہ اپنا ناؤں ہو نشانہ
 تلق امول توں کس دُرج میں ہے
 میلا سر جیا ادک مائی اگن باد

جو توں تحقیق میری ہوئے عاشق
 نکر جوڑا لکھی رہ میرے تئیں
 دس کس کے نہ لاگن دے ادھر
 امانت ست میری ہوئے کر رہ
 جو ہے میرا پرت تچ چت سپورن
 میرا من بھی جلے تچ عشق اگن ستا
 زلیخا جوں دیکھی یو مہربانی
 اٹھی سُد کھو یکا یک یہ سپن دیک
 ہوئی جوں او چھٹی او چھت چڑ چھا
 ہوا سولا کجے سودا جو تھا اس
 کیسے جوں پھول پھینکریاں بھاڑ کپڑے
 کہہیں اُس مکہ کے دھیانوں مکھ کھڑ پنے
 جو سینا تنگ ہوئے برہ دکھ پور
 کہیں اڑی اسی منگی تھے تنگ آئی
 سنگا تیاں سب جو ایسا حال دیکھیاں

نگہ رکھ حق وفا کا جوں کہ لائق
 یکھیلی پاؤ کا دکھ سہہ میرے تئیں
 ادھر کس کے نہ کاٹ اپنے دس کج
 سہہ تھے منج بن دل دھوئے کر رہ
 نہ تو جانے کہ فارغ ہے مرا من
 تیرے تئیں میں بھی راہنی جو سندا
 سنی سائیں تھے یہ شیریں بانی
 براہ آکر نیٹ دایا یکا یک
 دیتی سُد بد شرم ہو ر قید سرات
 نہ اب بازار میں نگن جیا اُس
 نہ یک تل بات یک ٹھیرن نہ پڑے
 کہیں اُس کس یادوں کس پونچے
 منگی کجوانی کر سینا کرن چور
 کہیں لیوے پتھر سر کوٹ لی جائے
 گھلا چون چاند کول جو پھیر بیٹھاں

جو اس حلقے منے چک سند پاوے
 جو کوئی چھوڑ کر دیتی اُسے چک
 بچارا باپ کچ تدبیر کارن
 دھونڈے تدبیر بھوتیک یاج تقصیر
 کھڑے کندن سوں پچیاں کا سینولا
 سلایاں سیم کیاں وہ دو کلا یاں
 مدن مورت زلیخا تھی مدن دھن
 جو دو لکھ سانپ دیٹھے سات سو دھن
 کہ بس تھا تاج دل پر عشق کا بند
 کبھیں روئے آپ من کی بند بدلیں
 کبھیں چکھ سُد جوادے دکھ کیرے یاد
 کبھیں سنستی میلاوا یاد کر کر
 کبھیں پیو سات بولن من منے لیا
 تو چوں حلقے منیں تھے تیرے دھاؤ
 تو کرتی پر گلیاں جانے کے رخ مکھ
 لگیا سگیاں لوکاں سوں بچارن
 نہ پائے باج پھری کچ تدبیر
 کہتے رنگ رنگ جوں پٹکے رتن لا
 کندن تل رہیا سانپ اس سلایا
 چلیا ہے جگ میں دھن پر سانپ میں
 لگی نینوں تھے انجھو دھال بولن
 کہ کاہے دند کر کہتے دو جا بند
 کبھیں ہلکے چرن کی بند بدلیں
 کبھیں سُد بد نیٹ ہو جائے برباد
 کبھیں روتی بچھو ہا یاد کر کر
 آپس میں آپ بھو دھاؤں سوں بولائی

دکار دی باولی ہو کر اینوں بھیس بتھائی جیوتے مرتے برس دیں

زلیخا یک ہنسیا بے ہوش شد از صورت سخن

بھوگن عشق کے بولیا نہ جاوے کہ قفل مان کیتے رنگ لیاوے
 کبھیں ہنسیا رکوں سُد بد چھناوے دکاری کوں کہیں بدونت کراوے
 زلیخا یک رین بیہوش بی جر نین برسانے لاگی مھو ابر
 کیتے مقنع مرقع کھول دی کیس دکھوں ماٹی اڑا لیون لکیس
 پچھاڑی کھائی لاگی سر چھاڑن رگڑ مکھ دھرت لاگی بال اُپارن
 لگی سائیں ستیں دکھ ہیں بولن کروں قربان تچ پر جیو ہورتن
 دیتا غم ہو رخمخواری نہ کیسا لیتا دل ہو ردلداری نہ دیتا
 نہ بوجھوں ناؤں تیرا بے کروں درد نہ پاؤں ٹھاؤں تیرا بے پھروں درد
 تیرے تیں باولی ہو بند سوسوں کیتے دنیاں کے مہیے نہ سوسوں
 جتے کوئی رہے بزار منج تھے سکے سودر دھریں سب عار منج

کیا کاڑی پرہ بھڑکا جلائے
 جواتنے میں یکا یک نینداڑ آئی
 لیتی جادوڑ داون بات اپنے
 للائی دوئی پکڑیاں سوں رگرگر
 کیمتی بنتی کہ اے میرے گسائیں
 ہیا میں توں جدھاں تھے ٹھاؤں کیتا
 جو من بندھیر کیتا آپ راہن
 تجے سوں ہے اسی کرتاہ گیری
 کہ کہہ منج سات نیکا ناؤں تیرا
 کھیا میں مصر کے راجے کیرا راج
 عزیز مصر کر منج آکھتے سب
 زمین مصر ہے ٹھاؤں سو میرا
 زلیخا جو دھنی تھے یہ خسر پائی
 چھٹی سائیں گیری بیگانگی تھے
 لکھن کملائے سو مکھ پر جو آیا
 میلا داویر دے کی نا بچاؤے
 دیکھی اس جس تھے نینداہنی گزوائی
 بھری مانیک نینوں سات اپنے
 انگو تھے دوئی دانٹاں سو پکرکر
 لوہی تن ماں کچ تچ باج ناہیں
 نہ صبر د عقل کو چک ٹھاؤں دیتا
 نہ عار آدے سو کیوں بڑاگ باہن
 جو کیتا منج موہن کار تیری
 بجھا دے منج ست سوں ٹھاؤں تیرا
 حکومت سوں چلاؤں ہار ہوں ساج
 عزیزی تھے منجے بھودھا کتے سب
 جو ہے وہ تحت گہ اس راج کیرا
 سو پھراؤں بے خبر گیری خبر آئی
 اٹھی ہو شیار ہو دا یوانگی تھے
 کہ جو مردہ پرا نا جو پایا

بلا کردا سیان کوں خوش خبردی خبر خوش باپ کن بھی بھیج کردی
 مہاں سنتوگ ستیں باپ آیا اتی چاؤں سیتی سینے لگا یا
 سو بھیری طور کیا شا داس کوں کیا اُس بند تھے آنا داس کوں
 چرن رگڑیاں سنگاتیاں سیس لوین پگوں نیچے دھرے کوئڈن سنگاسن
 مہو کنھیر مسیز وائیاں گنڈے خوشی کے جشن کر شا دیاں گوائے
 زلیخا کوں بڑی یہ آس آدھار کہ سائیں کی نشانی پانی ہو رٹھار
 کہ جس بوجھیں تے دھنڈا پانی جاوے جیسے بوجھیں نہ تس کوئی کیوں دھنڈاوے
 برہ بس پیوتی کرڈا جو ہوئی مہو جو میٹھاناؤں لیوے اپنا پیو
 سکیاں مل بینیاں سوں جب کہے بتا اچا دے مصر کیری بات ہر دھات
 عزیز مصر کا احوال پوچھے ورا اس اُس بات اپنے ہوٹو جھے

زلیخا ازبہوشی ہشیار پد رخت خورانزد طلب کردہ برسید

زلیخا گرچہ ڈالی آگ پیرت بھریا جگ اس سہا دن روپ کیرت
 جینوں سنتی خبر اس روپ کیری لبد چت راکتے پیرت کھنیری
 بہو مہو پال راجے راج پتر سونید اس کی سپورن تھے من اتتر

سبہ وہ راے بھیجے رائے بھاری
 زلیخا بھیر کر ہشیار ہوئی جب
 کہتے تھے زنگار نگاہات لیکر
 کہ اُس کا من کوں جسکے تیں قبولیں
 سنگا سن تاج کی رانی سو یہ ہوئی
 زلیخا کے جنگ ستیں وہ سارے
 جنگ یہ بول سن اس کام کارن
 کہیا اے لاڑلی جیو کی پیاری
 پتے تھے سبہ پیرم پیالے
 تیرے کارن پر رسم خواستگاری
 کہیا سب شہاں کا حال اُس کھول
 زلیخا سو سنی جس آکس سنگات
 سو آخریوں ہوا طہر کہ کوئے
 سنائی باپ کو سب حال اپنا
 بہو تیک خلعتاں دے حاجتاں کوں
 زلیخا تیں بہ رسم خواستگاری
 کہتے راجاں کی حاجت آئی تھی
 کہتے ملکاں کے وعدے سالیگر
 یو سارے ملک اُس فرمان تل دیں
 ہمارے راج کی مانی سو یہ ہوئی
 اینوں دھاتوں نکٹ بھاؤں بھارے
 بلایا پاس بیٹی کو بچارن
 مہا رایاں کو تیرا اینہہ بھاری
 سو اُس مد کا غصالی کر مٹالے
 سو بھیجے ہیں پرت سوں رائے بھاری
 کہ اب توں جس قبولے کھول کھول
 کہ مت کج اپنی مت کی کھو بات
 عزیز مصر کا بھیجا نہ ہوئے
 کہ اس بن کوئی نہ ہوے لال اپنا
 چلایا عذر خواہی کر زباں سوں

شاہ طہموس حاجت فرستاد

اندیشا فکر ایسے باپ پیچیں
 قرار اس فکر پر دے کر ہودھات
 جو گزرائے عزیز مصر کے پاس
 عزیز مصر کوں انہڑیا جو پستہ
 پتر پر دیکھ ہوا واقف کہ وہ راج
 جو اس بیٹی کے عاشق رائے سارے
 خبر جب یہ عزیز مصر پایا
 کھیا اس کا پت منج کوں سدا تھا
 وے منج کیا مجال اس مانگنے کوں
 ولکن حکم شاہاں پر نہیں کس
 جو منج کوں بھی نوازے دور کیا ہے
 پڑی سو دھول کوں بار اڑا کر
 اگر اس شہہ کی داسی آئے منج لگ
 کہ اپنا ایک حاجب مصر بھیجیں
 دیتا تحفے کتابت اسکے منگات
 کہ مت اس سے زیجا پائے ملے
 دھریا یہ چاؤ ستیں سیس اوپر
 اپنی آپ ہو گھسیا بیٹی دیوں کالج
 بہو پڑ توں منگت ناپاے سارے
 اس تھے آسماں کوں سیس لایا
 کہ کیرت اس کیری بھوتیک سنیا تھا
 کہ میں بندا کمینہ شاہ کا ہوں
 کہ وے آپیں نوازے بھائی سوتس
 کہ ذرے کو سورج جھمکا دتا ہے
 عجب کیا ہے لگنہڑائے انہر
 نین دوسات لگڑوں اس کیرے پگ

کنواری رائے کی جب منج مانی
 تو میں ہوں سیوک اُس ہ منج رانی
 جے کچ فرمان اس کا ہوئے من لیل
 جو اس فرمان برداری میں سوویں
 اگر وہ جیو مانگے جیو واروں
 جو مانگے سیس اسی تل کاٹ اُتاروں
 جو اُس سور لگ لکھ پر دشت گھالوں
 جو روم جلیساں ہوئیں گے لاکھ
 سبھے جس میں یک ہو زمین پیدش
 و لے ہوں مصر کے شہ کن سدا جم
 نہیں منج بخت جے شہ کے حضو آویں
 منجے اس عذر میں معذور راکھو
 ولے جے ہوئے نیروپ شاہ کیرا
 غلاماں ہو رہا ندیاں کی ہزاران
 پون باسوں گمن تیزی اُتالی
 رتن کو ندن سر دمن رائے درجک
 تو میں ہوں سیوک اُس ہ منج رانی
 جو اس فرمان برداری میں سوویں
 جو مانگے سیس اسی تل کاٹ اُتاروں
 سرگ چھریاں کی لکھ تھے دشت راس
 نہ شہہ کا شکر میں یک تل سکوں آکھ
 ممکن کارن کردوں اس رائے کو دن
 نہیں فرصت جو ہوؤں دور یک دم
 دھرت سر دھرا نہر کی سیس دین پادوں
 گماں اس باج دو جا دور راکھو
 چلاؤں اونٹیاں کے بھاروں دھن گھنیرا
 سو لکھن روپے نتیاں سیو کاریاں
 قماش کی سوتاں ہو راونت آلی
 بھو تیک رنگ رنگ میوے امولک

بڑی کی سببہ اسباب بھیجوں
 جو اسکے مرتبے سوں اس کوں لیا دیں
 لکھیا حاجب نہ کچ یہ چاؤ چاہے
 نہیں کچ شاہ کوں اس بھاؤ کا چاؤ
 جیواں بھاؤں استیج توں رضائے
 عزیز را لکھیا نیں اُس پنتھ کی کہہ
 نین اُس پنتھ کوں لاگے رہیں ہیں
 رہیا ہے تن یہاں ہے جیو اُس کن
 کرم کر شہ جو اُس کج کوں ملا دے
 بھوتیک چاؤ سوں حاجب کوں بھوڑائے
 بڑے اتم کہتے اصحاب بھیجوں
 اسی منج لک میرے پگلا پڑا دیں
 یہی چاہے جو توں من بھاؤ چلیے
 دیا ہے بن لیکھے دیا سببہ بھاؤ
 شہانی بھاؤ سوں شہ اس چلا دے
 جو آئے اس پنتھ تھے چل دے کمل دسہ
 دیکھت اس باٹ نس عاگت رہیں
 جو اُس کچھڑی تھے کچھڑے جیو ہورتی
 تو منج مردے کوں جوں جیو دھلا دے
 اتا دل چیت زلیخا تیں کہ کب آئے

حاجب باز آمد از مصر خبر گرفته

جو وہ سُگیان حاجب پھر کے آیا
 عزیز اُپکار تیرا یہ بچھسائیاں
 تیرے اُپکار کوں آپار مانیاں
 زلیخا پنتھ کوں دوین سا ندھیا
 خبر خوشی رائے کوں اپنی سنایا
 تیرے اُپکار کوں آپار مانیاں
 تیرے وعدے اُپر ہے اُس باندھیا

زلیخا جب کسنی ایسی خبر خوش
 زلیخا کوں جنگ جوں شاد پایا
 ہزاراں داسیاں بھوتیک ہنرمند
 سگھر دہت و نت شائستہ سُبائیاں
 لکھن و نتیاں ننھے سُن کیاں سگیاں
 کلکتیاں سیوتیاں سیون صلتیاں
 چڑا دازر زرینا انگ بھاری
 کھڑے سیون چڑا بہہ چھندا ماں
 چھیلے روپ دنتی نیٹ والے
 رتن لاگیاں کلایاں سوں مٹکتے
 شتابی سات جوں بھلیاں چمکتے
 موہنی سیوے میں آپ جیو دین ہارے
 اچھل اڑتے نیکھیر و سوں ملنہار
 سودہ اتنے میں انبر پھیر کر آئے
 اچھالے ایک سیون لاگے انبر سائے
 سمند و زمان ماچھی نا تری سم
 زلیخا جب کسنی ایسی خبر خوش
 زلیخا کوں جنگ جوں شاد پایا
 ہزاراں داسیاں بھوتیک ہنرمند
 سگھر دہت و نت شائستہ سُبائیاں
 لکھن و نتیاں ننھے سُن کیاں سگیاں
 کلکتیاں سیوتیاں سیون صلتیاں
 چڑا دازر زرینا انگ بھاری
 کھڑے سیون چڑا بہہ چھندا ماں
 چھیلے روپ دنتی نیٹ والے
 رتن لاگیاں کلایاں سوں مٹکتے
 شتابی سات جوں بھلیاں چمکتے
 موہنی سیوے میں آپ جیو دین ہارے
 اچھل اڑتے نیکھیر و سوں ملنہار
 سودہ اتنے میں انبر پھیر کر آئے
 اچھالے ایک سیون لاگے انبر سائے
 سمند و زمان ماچھی نا تری سم

سوالیہ کئی سہس تیزے اتالے ہزاران اونٹ لائے مال دھن سا
 جڑ کوندن کی اعلیٰ زین گھالے ہزاران اونٹ لائے مال دھن سا
 قماشوں کسوتاں ہو نورتن سات سہس صندوق پر مل مشک سنو ر
 چندن لوبان غلبہ عود کا نور زلیخا تئیں عماریاں لے کر آئی
 سوسب چندن اگر سوں رس کرائی سنی پتیاں ستیں سند سند جوڑے
 سُنے مانگ لے تنین ڈوب چھوڑے اُتارے اس اُپر زلفیت دیپا
 جو دیسی ات سہاؤں رنگ نہیا بچھانے بارگاہاں ہو سداچے
 حریری بادشاہانی ات آھے زلیخا تئیں سبہہ سنجوگ کہتے
 بچھڑتے کر بھوتیک دیکھ کیتے چلائے سات دے کیتے بڑے لوگ
 شہلے مرتبے ستیں طبل ٹھوک جو لشکر سات ہوئے رانی بیانی
 چلی جوں راج پر بل گہمانی دریا کا لوٹ انبہ اونچ آبار
 دیے لشکر زلیخا سوں چلتہار زلیخا سو چلی دھرا س بھوتیک
 کہ اب سب دیکھ نواروں پوکوں دیک جو اتری مصر کے نزدیک کر ٹھار
 عزیز مصر کوں کیتے خمبہ دار کہ بچھدی آئی تچ من مان رانی
 توت ہو سامنے ہو دن بیانی

زلیخا ارادانہ کر دند بطرف مصر پیش آمدن عزیز مصر

عزیز مصر ایسی خوش خبر پائے دیتا گر بون انبر کی میں پر پائے
 سبہ لشکر ملن فرمان دیتا سرب دل رائے کا بھی سات دیتا
 خوشی کے ساختے سب ساتھ گئے درب دھن در جہاں سنگات گئے
 کہتے حاضر ہزاراں باندی بوندے جو ہر یک بول روپوں چاند پر دے
 کلاؤنت روپ و نت امریت گاؤن کرن سپنیاں ستیں امرت پلاؤن
 سبہ نادگ میٹھے دیں جنتر کار کنٹھے سبت تک سب تھے بھی تفر ساء
 ربابی کا بڑا جھنکار اھنکار کہ جوں ضرباں ستیں زاکر کہیں بار
 دیکھیا فریاد طنبوری رچائے کہ بھوتیک گوشمالی اُن کوں دیا گئے
 نواچند اکماچی بات سُو ہے چند روینی پنم چند دھات سو ہے
 سنگھن میرا دیاں مل پلاویں کہیں شادی مبارک ٹی بجاویں
 طیل شھنائی سنگ بر غوفیری لگن گنبد گھن لاگے گھنیری

چلے لشکر بختہ سات بختا چلے جوں میک بادل تھے گر جنا
 چلن لاکے آتالی سات دن سات گھنٹی پٹھتی ہوئے دن سات
 ہوئی بھویں دیکھی آچھی نچیل پاک جو اس پر نور کے قے کیتے لاک
 جو اس میں یک گگن سسم بارگہ ہے کہ جوں تاریاں میں جھمکن بارگہ ہے
 عزیز مصر دیک اس بارگہ کوں کھلے جوں کنول کھیلے دیک مہ کوں
 ترنگ پر تھے آتالی جوں آترائے چلیا اس بارگہ کو دن نظر لائے
 حرم سنگات کے اتم مہاجن چلے تعظیم سول اس ہوں سامن
 یکس کوں یک سلام در حباب کہہ یکن تھے ایک سنس نگہ ہوئے کرہ
 بچار یا حال رانی کا انوں پاس کہ مت کچ ہوئی ادگن یہ بھر واس
 جس کچ سنگات لیا یا تھا در ب دھن انت آپارا یسوراشت زنگ
 شکر سیوے اہل پرل امولک شمار و پارتق ہیرے بھولک
 غلاماں باند بروے باندی لاکھاں برتن ان تن اپری باندی لاکھاں
 ترنگ سر تھے پگو دم لگ سنگارے جو ان ستم پر تن کئی لاک دارے
 اینوں بستوں سول سب میدان بھریا زلیخا تسیسیتا کچ لے کر آیا
 یوسب دے کو بھی کیتا عذر خواہی رہیا چت لاکھ فردا ہوں راہی

عزیز مصر جوں نزدیک آئند زلیخا دانی را گفتند کہ بنمائند

دنیاں کے مکر تھے کوئی نہ راہوے
نہ کچ معشوق کیاں پیچیاں مجھے کوئے

کرے بھوتاں کوں لا کر آس نہ آس
دھرت کی پنتھ کوں دکھلائیں آکاس

عزیز مصر جوں نزدیک آیا
زلیخا چیت میں نہیہ بھر کے لگایا

جو اس دیکھیں ہوا چت ات اتالا
نہ سکھے تھا نبے دل کا اجالا

جو تھی اس بار کھ میں دانی اس سات
کبھی اس سات اپنے دل کیری بات

کہ اب منج میں نہ رہے کچھ صوری
کہ ہوی ات شوق تھے بے تاب پوری

سبہہ تھے شوق دل کا تب ادک ہوئے
کہ اپنا من مٹانا جب نزدیک ہوئے

پیا سا سوس کوں جی سوس سکھے
نہ وہ سکھے جو نزل نیر دیکھے

ترت تدبیر کر اس کوں دیکھا منج
کہ آدے لاک مشکل جیونا منج

جو دیکھی دانی ات اول اس گھنری
ترت اس بار کھ کی بار چپری

جب اس میں سے زلیخا جھانک دیکھی
اٹھی دھاک ہوئی کہ سب تن اگھٹی

جے کچ من اس گئی نہ آس ہو کر
کھن لاگی رکت دونیں رو کر

نہ وہ ہے یہ جو سینے میں دیکھی میں
جو پردیس اس دھن تنیں پاگھی میں

نہ وہ ہے یہ سُد میری چھت یا
 اٹھا کیا کہوں بختاں کی سُستی
 در اچھا بیل پیر اندران دیکھی
 پھلوں کے تئیں نکل کانٹے سمیٹی
 پیاسا جو پڑیا جنگل میں بنِ جہل
 دیے اُس دور تھے پانی بھوتیک
 بچھن دیکھی جو دھوپوں بھابِ دستی
 منجے اس تھے بُرے دس آئے آنگے
 مرن منج کچھ ڈرن نا ہیں دلیکن
 نہ یوں کوئی جرم جلتا جو جرم کھوے
 نہ دل منج بات ناول لینھا را
 جو ہونٹاں مان آیا ہٹا میرا جیو
 سو میں وہ پنہتہ بھو آسوں کھٹائی
 جو منج سُد بد چھنا کر پھر دیلا یا
 پڑی منج پر جو بد بختی تھے سُختی
 پرت کا یخ پیر یہ دُکھ سیکی
 سنپت دھن آس کر ناگوں سوں بیٹھی
 جو کانٹے جیب پر سوں تھے جل جل
 جو پڑتا ہو رُڑتا جائے اُس دیک
 نیٹ نر آس ہوئی اُس آس سیتی
 کہ وہ پیاسا میرے تب دُکھ تھے لانگے
 دُروں مست جانوں پر پیسہ کول ملے
 نہ دگدیاں میں منج ایسا کوئی دکھیا ہوئے
 پڑے اس ٹھاؤں چھوٹے چھوڑ ٹھارا
 سوامرت پنہتہ دیکھلائے منجے پیو
 سوامرت تھاؤں پس ہونٹاں میں پائی

چھوٹے کالج تیٹے دل ساسی کراہ
 کہ اے جگ میت جگ پالن ہا
 اگر منج میت ستیں نا ملا دے
 شرم میری کسی کئے بات نہ دے
 اچھوتی راہنی تیں جہد ہے منج
 نہ دک سوں جال منج بے دویں پاگوں
 کہ میں سو دھن سدھن اس جگ تان
 رگڑ مائی اپڑ مکھ ہو ر للائی
 جو اتنے ناں جگ ساہیں میا دت
 دیتا فرمان یوں وہ جگ سامی
 دیتی آواز غیبی یہ بشارت
 عزیز مصر پر ہے دل نہیں رنج
 عزیز مصر تھے من بھاؤ ہے تج
 نہیں کچھ ڈرتے اُس سنگ راہن
 نہیں فولاد کی اُس پاس کیلی
 لگے زاری کرن کرتار درگاہ
 کرم کر منج نہ یوں دیکدوں میں ہار
 کسی کے بند میں منج کون نہ بھاؤ
 کسی کے ہات دے منج شرم لے
 کہ اپنی بیوستیں عہد ہے منج
 نہ دے منج دھن تلک دست از دھاکوں
 جو منج را کھیا امانت بیواپ تائیں
 سوں سوں سوچ کر کہیتی وہ مائی
 جو ہے وہ سرو داد یادیا دانت
 جو پائے اس تھے دکھیا چنگ دکامی
 جو حج بیوتیں رکھیا کرتار امانت
 بن اس مقصود بھی حاصل نہیں تج
 سمکت سائیں مکت بہ چاؤ ہے تج
 اچھوتار لہے اس تھے تیرا دھن
 دھرے جوں موم کیلے نرم ڈھیلی

تیری دھن رُجگ اُس تھے کیوں کھلے گی کلف الماس پر وہ کیوں چلے گی
 زلیخا غیب تھے یہ خوش خبر بانی دھرت سر دھڑک شکرانے میں آئی
 پکاروں لون اپنا میں کیسے تب اتا دل ہو رہی ہے پیو ملے کب
 نین پو پنتھ میں بہ دھان میں من رہیا جیو پیوستیں لوکاں منے تن

عزیز مصر لہجہ کو چ کر وہ مصر را بر ندازت کر خود

داما کوچ کا کیسے دین جب چلے لشکر نکھیر سات بے سب
 عزیز مصر کھتر کوچ کا رن جو بولسیا کوچ کیرا بطل کارن
 اچا ڈپرے کر بحتہ ہوئے سب بڑے سب شہسواراں شاہ مرکب
 عزیز مصر یہ تعظیم سوں آئے زلیخا کوں عمازی مان بسلانے
 کٹک چاروں طرف آراستہ کر بچھن اگل چنپا ہو ر راستہ کر
 عزیز مصر رانی سات لے کر چلن لگایا کٹک سنگات لے کر
 بجنتر بھار میں لاگے جو بجنے دھرت بدرے گلن لاگے گر جتنے
 سہیلی گاٹیں شہنایاں میں بہ دھات سہیلیاں بھی سہیلی گا دیتاں سات
 جوا علی اونٹ ہانکے اونٹ والے سوادنٹھ ان سپہ تھے ہوئے متوالے

ترنگا و نساں کی کھوپڑیاں سب
 کبھیں دیسے پنم چند میں فے چند
 زلیخا کی طرف کے لوگ سب شاد
 عزیز مصر ہو اس کے جتنے لوگ
 زلیخا سو عمارتیں ماں بیٹھی
 کہیں سب جا زلیخا پائے سنتوس
 پکی سینا ایس میں آپ جل جل
 رہتا روڑا آنجھو بیٹھیں نین تھے
 جلے بختاں کوں بولی جیو جل کر
 کہی ایسے سو دیتی سو بھاگری ہو
 جو منج یہ آس دیکھلا کر یہاں سیائے
 سو منج اس آس کا اب کیا بھر دسہ
 بھلے بھی بھاگ کیری بھوندنی لیں
 کبھیں ات بار کی چوندی تھے دھاکوں
 پٹھتی سارے انوں بھاو سم آچار
 نوے چاندوں نیم چاندوں بھرے سب
 کبھیں آویں فے چند پونم چند
 کہ ہوئی بارے زلیخا غم تھے آزاد
 زلیخا سار رانی پائے سنتوک
 جلی سرونگ جوں سنگی اگھٹی
 گلے وہ سو سنا جانوں اندروس
 گھٹی تن جھال تھے جو مگ گل گل
 نہ ہوئی کم جھال تن کی آگ میں تھے
 جو اس بختاں تھے بیٹھی آگ بھیت
 اٹھے منج جانے جاگندری ہو
 سو پھر نہ آس کر بھی آس دیکھلائے
 جو سچ بھی جھوٹ ہوئے اس بھاگ دسا
 رکھے بھو آس میں بھاتا دینے کوں
 کہیں اُس بھوندنی تھے آس اکوں
 جو دیکھے مصر کوں نہ نیر پھیلا

ندی ہو اس کشک کی غلبلی تھی بجکتی گائی بہودھرتی تلی تھی
 زلیخا سو پڑی چنتے کی غل ماں ایسے یہ غلبلا کاں آوتا کاں
 جتے تھے مصر کے بھنے بڑے سب ندی کی باڑ پر آکر کھڑے سب
 عزیز مصر کے تیں آئے سامن ہزاروں راج دولت کے مہاجن
 تماشے تیں کھڑے لوگاں ندی پر میلے جانوں ندی سو آئے ساگر
 عزیز مصر اس رانی کی کارن لگیا مانکے تن طبعاں سوں دارن
 جو طبعاں پر طبق دیں وار اس پر سو جوں طبقے گگن بھر کر نکھیتے
 سٹے موتی رتن اس پر تھے جو دار سو برسے مینہ دھارا وار اس ٹھار
 دھرت شگلی ڈبی مانک رتن مان چلن باریاں کی پگ دھرتی لگے کاں
 جو ند پر تھے گذر کر گے ایوں دھات بھری جوں کھان نہ مانکے تن سار
 عروسانی شہانی مرتبے سوں جو منزل لاگ آئے اس بدے سوں
 شہے منزل سرگ جانوں دھرت پر جو دوا دتیاں بھرنٹ کیاں سور چند
 عروسانی شہانی تخت بسلائے سوشہ آروس کوں اُن پر جو بسلائے
 لگیا جلوہ دیوں سوں محل سب ہوا آروس کا جلوہ دہاں جب
 جو جلوہ سوں ڈولای اس چاؤتیں پٹی جون پھول ڈالی باؤستیں

سُننے کے پھول ہو رمانیک جوتی لگے اس پسٹن شہر گوتی
 دلے آدس جلوے مالِ حلیتی سبہ تن آگ بھڑکا ہوئے ہلتی
 سبہ سنگار اسکے انگ انگار نہ پیوین بھائے اس مانیک بھنگار
 کہاں بھاوے رتن اسکے نین کوں جو وہ نیوں بھریں انجھواں رتن سوں
 جو شہ آروس کوں ہوئے کاج جلوا سبہ جگ پائیں نعمت ہو ر حسلا
 ہوئے رانی کوں سویریں سر و ورات لگے کرٹا میٹھا جیو، باج من میت
 پلاوین چھند ستیں میرزا دیاں نہرک دوف ہو ر تنتر واد سادھیان
 زینجا سوں دکھوں رو رو پلاقی دکہ بھر بکستا تلتل چھاتی
 بھریا سینا دکہ دکہ سات سکلا سماون ساک نہیں کچ ٹھاوون اگلا

ہممہ بی بیان مصرعہ راہ زلیخا نشستند

جے کوئی من بھاؤ پیوہوں من جو باندھے پرلے ساتھ کیوں سکھ سوں ناندھے
 نہ پروانہ کرتے پروا اُجت کوں کہ دیوے سات لایا آپ چت کوں
 بھنور جے پھول اس کا مٹوالا نہ چھپے باس کا ہوئے لھاالا
 زلیخا کوں بھریا دھن مال سنیت دھری سب کچ نعمت بھوک دولت

عزیزا سالے سیوا کرن ۲۰
 ہزاراں داسیاں جو داس اموگ
 جرم کیرے حوالے کے بڑے لوگ
 صدر سنگار شہانی بچھانے
 اسوں مل بیسیاں بنس مکھ سہلیاں
 زریئے جو جڑا د کسوتاں سات
 ولے سینے میں سب کڑدای دُکھ کی
 زلیخا ان میں بہہ مروّت سوں بیٹھی
 کری جوں شمع شب مجلس کوں روشن
 زباں سوں بولتی ساریاں کی سنگت
 گملا دئے رین دن سکلا اینٹل میں
 سر وپ اپنے سجن کا را کھ خاطر
 کھی من میں کہ اے جیو کے پیارے
 عزیز مصر کھیا آپسٹا نام

نہ کچ فرماں تھے اُس کے پھرن ہار
 جو اُن کے انگ پر مانگ مموگ
 کریں نت سرو پرتن کاج سنجوگ
 محل رنگ رنگ کے آچھے سہانے
 اصیلاں مصر کیاں بیسیاں جھیلیاں
 جھمکنیاں چاند سوچ بھئے دن رات
 تھنڈی جاگائیں دکھ جھالوں میں سکتی
 میٹھای سات بولی بولے میٹھی
 جلی جوں شمع سر تھے پاو سب تن
 ولے دل را کھتی جھم پیو کے سات
 پرت بیسیاں سوں گذرائی جو ہوئی رین
 کریں اُس پاس اپنا دُکھ ظاہر
 میرا جیو ہو ر من تیج پنہ داریے
 عزیز ی ہوئے تیج روزی سرا انجام

منجے دیکھلائے کراہید داری
 دنا رکھ چکے نہ حال ایتا دکھیا کون
 نہ راہی اب سکت دکھ کیوں سہوں میں
 پیارے آدرے میرے پیارے
 سلگتی آگ سینے مان راکھوں
 کہ مت دم لیونئیں بھڑکانکل آئے
 کہ انجھواں سمدین نہ ہوئے تھاؤں
 دیکھت تچ باٹ سوہوں دکھ کھنڈلات
 میلاد باٹ میں رکھ پاؤں منج ماں
 بشارت غیب کی پا کہ دھروں آس
 ولے بختیاں کیرا منج کیا پتیتارا
 بیھانی رین ایونو ہاؤں سوں بیھا
 جو یوں نس جاگتی ہوئے دیس اُجالا
 اُجالا ہوئے کالی رات اُس نین
 جو سورج ہوئے نت جگ جت اُجالا
 دیتا آخریہاں لیا پاڑ خوارمی
 بھتے برہ آگ سوں کیا دکھیا کون
 آجھوں برہ آگ میں کب لک ہوں میں
 دیکھو بچھڑا منجے کیا کیا کیا رے
 سنبھالی آپ میں دم لین دھا کون
 جو اُس تھے دھرتی آکاس جل جائے
 دردنی آگ تھے تل میں بھی جل جاؤں
 آجھوں کیا دیکھا وے اپنی باٹ
 جو چلتے باٹ پر تھے ہوؤں سربان
 کہ تچ سائیں سجن کون پاؤں گی پا
 جو چوندی نے چھڑائے منج ٹھارا
 رکھوں جو کھوے ہو رالیوں تھجھوپائے
 زلیخا کے لکھیں سب دیس کالا
 کہ بیو کا روپ اچھے سامن سہہ لین
 سوہوی رانی بھی مجلس کوت اُجالا

زینچا تھے سبہہ مل میناں شاد
 کہ رانی باند قی سب بھوگ سیتی
 والے رانی جوانی کھوی دکھ سوں
 ہر یک دن رات اس کا حال یہ تھا
 جو بھوتیک تملن تھے تنگ آوے
 دلے جس دل پہ پوئے اس باغ کا داغ
 جو بن معشوق عاشق سرگ میں جائے
 جتنے طوبی کے جنسی باغ کے جھاڑ
 کدھیں ندیل کو دھن گشت کرتی
 کدھیں گھٹ گھاٹ ڈنگ کی طرف جائے
 برس کیے اس دھات جلتی
 اچھے جم اشٹ دک و نون میں لائے
 اب احمد کب تلک دکھ میں بولے
 دھری گوتی سبہہ اس تھے دل آباد
 اندوں سوں جوانی سوکھ سیتی
 بھوگ یک بہ خستہ ہوئے دکھ سوں
 پرت میں پیو کی نت اس حال یہ تھا
 تو بھلا لیونے باغاں کو جائے
 تو اس دل کو تھنڈا کیوں لا کسی باغ
 جرم وہ سرگ میں دوزخ کے گن پائے
 دیسیں جوں تھانہ دوزخ کی رکھے گا
 سکاتی آہ سوں انجھواں تھے بھرتی
 سبہہ ڈنگ کوں دکھ بھرے سوں سلگائے
 بھوکٹ سوں آپس میں آپ گلتی
 کہ مت اس دیکھ تھے مائیں دکھ ہوئے
 میلاوا بین بولن لب نہ کھولے

لہ پرت میں پیو کی نت اس خیال یہ تھا

منجے دکھلائے کرا میدا ری
 دنا رکھ چکے نہ حال ایتا دکھیا کوں
 نہ راہی اب سکت دکھ کیوں ہوں میں
 پیارے آدرے میرے پیارے
 سلگتی آگ سینے مان راکھوں
 کہ مت دم لیو تینیں بھڑکا نکل آئے
 کہ انجھواں سمند میں ہوئے تھاؤں
 دیکھت تچ باٹ سو سوں دکھ کھنڈلات
 میلاوا باٹ میں رکھ پاؤں منج ماں
 بشارت غیب کی پا کر دھروں آس
 دے بختیاں کیرا منج کیا پستارا
 بیہانی رین اینوں ہاتوں سوں بیہا
 جو یوں نس جاگتی ہوئے دیس اُجالا
 اُجالا ہوئے کالی رات اُس نین
 جو سورج ہوئے نت جاگ جہت اُجالا
 دیتا آخسریاں لیا پاڑ خوار ی
 بھٹے برہ آگ سوں کیتا دکھیا کوں
 آجھوں برہ آگ میں کب لک رہوں میں
 دکھیو بچھرا منجے کیا کیا کیا رے
 سنبھالی آپ میں دم لین دھاکوں
 خواں تھے دھرتی آکاس جل جائے
 درونی آگ تھے تل میں بھی جل جائوں
 آجھوں کیتا دکھیا وے اپنی باٹ
 جو چلتے باٹ پر تھے ہوؤں تیریاں
 کہ تچ سائیں سجن کوں پاؤں گی پا
 جو چندی دے چھڑائے منج ٹھارا
 رکھوں جیو کھوے ہو رالیوں تھجھوپائے
 زلیخا کے لکھیں سب دیس کالا
 کہ پیو کا روپ اچھے سامن سپہرین
 سو ہوئی رانی بھی مجلس کوت اُجالا

زینچا تھے سبہہ مل میناں شاد
 کہ رانی باندقی سب بھوگ سیتی
 والے رانی جوانی کھوی دکھ سوں
 ہر یک دن رات اس کا حال یہ تھا
 جو بھوتیک تلملن تھے تنگ آوے
 ولے جس دل پہ سہے اس باغ کا دواغ
 جو بن معشوق عاشق سرگ میں جئے
 جتنے طوبی کے حبسی باغ کے جھاڑ
 کدھیں ند نیل کو دھن گشت کرتی
 کدھیں گھٹ گھاٹ ڈنگر کی طرف جا
 برس کیے اس دھات جہلتی
 اچھے جم اشٹ رک و نول نہیں لائے
 اب احمد کب تلک دکھ بن بولے
 دھری گوتی سبہہ اس تھے دل آباد
 اندر دسوں جوانی سوکھ لیتی
 بھو پگ پگ بہ خستہ ہوئے دکھ سوں
 پرت میں پیو کی نت اس حال یہ تھا
 تو بھلا لیونے باغاں کو جائے
 تو اس دل کو تھنڈا کیوں لا کسی باغ
 جرم وہ سرگ میں دوزخ کے گن پائے
 دیسیں جوں تھانہ دوزخ کی رکھے گا
 سکاتی آہ سوں انجھواں تھے بھرتی
 سبہہ ڈنگر کوں دکھ بھر کے سوں سلگائے
 بھوکٹ سوں آپس میں آپ گلٹی
 کہ مت اس دیکھ تھے مائیں دکھ ہوئے
 میلا وا بین بولن لب نہ کھولے

فرا توں میں سن بے بدل ہوئے سب
 سنئے جب برہ کیرے ہیں موہت
 میلا واپس عاشق کوں جو راکھے
 جو عاشق چکھ بچھڑا یاد کرتا
 جو چکھ معشوق کا ملنا کرے یاد
 مریں ہو رچی اٹھیں سب جگ یک بار
 نہ دکھ بول بولن منج سکت اب
 کہوں میں بھاؤ اتم بھاؤ سنگات
 ولے میانے اچھوں کئی دیں جانا
 کہوں اب اس قہقے کا آد بنیاد
 میلا واپس کہنہ دھیرک دلا اب
 ادک دکھ داٹ چھاتی پھٹ مے مک
 تو اس ہو اس لاسنتوک راکھے
 تو بچھڑا دکھ اگلا ہوئے مرتا
 مرے جوئے محب سوں تہ لکھ بار
 مرے جوئے محب سونت لکھ بار
 کہ دکھ داٹن تھے رگڑیا جائے دل
 زلیخا جو ملا واپس پانی سو بات
 جو یوسف شہر کنگاں چھوڑ آنا
 جو اس تھے ہوئی زلیخا عاقبت ثناء

داستان یوسف علیہ السلام اول شد پرورش یافتہ

پھیلے لوگ جے تھے بہ بو جن بار
 کہ جوں یوسف بڑھے نہ چودان چاند
 پھیلے کیاں کھیں خیراں سہم آچار
 رہے اُن سوں نیٹ یعقوب دل باند
 سبہہ پنگڑیاں تھے موندھیا نین کی وار
 نین میں نین پستی کردینا اٹھار

ایسے تلتل یوں پرتوں سوں دیکھے
کہیں یعقوب تھے آنگن میں تھار لکھ
لگیاں ڈالیاں جو زیاں جانے اُپر
کرن تبسج جیساں سر و پتر
کھڑے جم جوں قرارت میں نمازی
ڈلے جوں درد سوں مست ہوئے عابد
جو ہاں فرزند ہوئے یعقوب کے گھر
بڈھی وہ ڈال اُس فرزند سنگات
تو بالغ ہوئے لک فرزند کوں پال
ولے یوسف ہوئے جب جگ آجال
کہ تھا یوسف ات اچھا جو موزنگ
جو بھایاں تھے چھپا یک ات یوسف
کہ اسے میرے جنیا باپ ات ہر بان
دعا کر اس خدا کے دار منج تین
جو میں سب عمر میں اس تھے مدد پاؤں

جو قتل ہوئیں سب پنکڑے آدیکھے
جو اُس پر رشک کر طوٹی کرے دوکھ
فرشتے جوں پنکھے ہو ڈال اوپر
جو اُس ہر جیب پر کئی لاکھ دفتر
جو اس کی چھاؤں بختے سر فرازی
نہ بولے جوں کہ عارف پائے وارد
اُسی ساعت پھٹی یک ڈال اُس پر
برابر ہوئے اس فرزند قد سات
عصا کر بات میں دیوے وہی ڈال
نہ اُن سات اونچی اس جھار کوں ڈال
کہاں لکڑی کوں ہوئے جیوں سنگ
کہیا یعقوب کے سنگات یوسف
خدا تیرا کھیا مانے تجھے مان
جو پاؤں سرگ بن تھے یک عصا میں
سر افرازی منجے اس تھے ہوئے ہر عباد

جو غالب ہو دل سب بھایاں پر اس تھے ہر اک جھگڑے میں دشمن پر ہو راس تھے
 دعا کرنے کو جب یعقوب بیٹھا لگا مانگن ہے کچ مانگیا سو بیٹا
 فرشتا ایک اتر صدائے تھے آیا نہ برد کا عصا سنگات لیا یا
 مگر کچ اس تیں بڑائی کوں لگے کام نہ تیشے ہو رارے سوں لگے کام
 قوی شکر کا و لیکن مول کوں بھار سبہہ جگ مل کر اس تیں سستی چکا
 کہیا بھیجا یہ ہے تحفا خداوند جو اس تیں تاج کوہیا تھا تاج فرزند
 رکھے ہر تھاو ل اس فرزند کوں کھانہ منڈپ تیں بھاگ دولت کی ہوئی کھا
 جو یوسف اس عصا تھے تقویت پائے ادیکھے دل اپر دکھ ٹھہرے کھائے
 حسد کے جھاڑ دل کے بن بنیں لائے وے سبوت کھٹے بن کی او بھل کھائے

یوسف خواب خند ویدراو پر سید پورا خند

نہیں جگ میں عجب کچ سوئے سنا نین موند اس میں دیکھیں سر و سنیا
 نین کھوئے نہ دیکھیں باج یک رخ نین موندھے دیکھیں یک حال یک رخ
 ستا تل میں ابر دھرتی جھولن مار جواتنے میں نہ سکے کوئی پنگ مار
 جے کوئی چک جاگتے کرتے گدائی کرن سٹھنے میں مجھو تک بادشاہی

سُنا سُٹھنے میں راہے جاگتا ہوئے
 سدا سُٹھنے میں بھوگی ایک تل ہوئے
 سبہ جاگ جاگتے جے کچ کرن ہار
 اول آخر سبہ سوتے دیسین ہار
 زلیخا مصر میں سُٹھنے تھے آئی
 جے کچ اُن کھیکٹی سُٹھنے تھے کھائی
 سو یوسف بھی پین تھے کھیکٹی کھائے
 نگر کنعان سٹ کر مصر کوں آئے
 جو سگہ سوں یک رین یوسف تھے تھے
 اُدھر میٹھی ہنسی میٹھا ہنسایوں
 اٹھیا جو جاگ کر جوں بھاگری آپ
 کھیا سوتے دیکھیا تارے اچکھارا
 جو وہ سجدہ کیے سب میل کر منج
 جٹنک کھیا نہ کہ یو بات توں پھیر
 بھوکدے بھائی جے یہ گٹ پھیں گے
 سُن اے سونا صد تھے ہوئیں گے بُنا
 نہ فارغ چھوڑیں تج یہ قصا سن
 اول تاکید سوں یہ پسند بولیا
 کہ دے گا فضل سوں تج رب عزت
 سچا تعبیر خواب ہو رہا گ دلت
 سدا ہے سو عصا ہوئے گا سہس کئی
 بچھیں تعبیر جے کچ ہے سو کھولیا
 سچا تعبیر خواب ہو رہا گ دلت

ایکبار ابھائی ہو رہا ناپ تاج کوں
 وصیت یوں کیا اُس کوں جنگ تو
 جو یوسف جا کہیا یک بھائی سگ
 بڑے بولے کہ جن گٹ دو میں آئی
 دے اُس دوئی کوں دہنٹ کر جان
 جے کچ گٹ دوئے ہونٹاں تھے پھر ہو
 پنکھیر و پنجرے میں تھے چھٹے جب
 دے منہ تھے پڑے جے گٹ باہر
 جو یک منہ تھے پڑے جگ منہ میں جے با
 سکس ڈھا بین کوئی کا منہ بہہ کوئی
 کہے یوں سب بڑے انتہ بچارک
 جو یوسف تھے خبر یوں بھائی سب پائے
 کہے یوں کیا ہوا ہے اس بڑھے کوں
 کچ اپنا لاب ہو رشتہ اس نہ سو جے
 کیے نت بیتا ہے جھوٹ قصے

کریں سجدہ خدا گیرے رضا سوں
 ہوا لیکن جو کچ لوڑ یا خدا سو
 سو وہ کہیا سبہ بھایاں سوں یہ بات
 سوتل میں ہوئے پر گٹ جگ سُن جائے
 کہ یوں بولے حکیمان جان سبحان
 نہ لاگے بار کچ سنیتیں سبہ کوئی
 پکڑ سکس جو اُس کو شش کریں سب
 نہ سکس کوئی چھپا یوں اُسے پھر
 گوا کھل ایک خون سمدر ہو سے سا
 نہ سمدر نگہ بندھن کس کوں سکے ہوئے
 جو سر لوڑے سلامت گٹ چھپا رک
 لگیا سین چھٹن غصے تھے تنگ آئے
 جو یوں بھولیا رہا ہے یک ٹھنے سوں
 نہ کچ ہمنایتیاں کی قدر ہو جے
 جو اس کسوت سوں اپنی خوب ویسے

بھوتیک جھوٹا نت اچا دوتا ہے
 بھلاتا اس حیلے مکر اس تیں نت
 برا مانے ہم تھے باپ جو تس
 منگے جے سب ہمیں اپنی سرن آئے
 نہ یہ لوڑے اکیلے ہمتا تھے
 نہ جگ میں کوئی منگے ایسی بڑائی
 جھک کوں خیم ہمیں سیوا کرن ہار
 کوں جنگل میں دن سارے شبانی
 بھرم اس کا ہم تھے دشمنایں میں
 مگر حیلے بن اس تھے کیا دکھیا ہے
 ہم کوں اب ضرور آکو لگیا یوں
 تروت کام آپنا کر لیو نا خوب
 سکے سینے میں کانٹا ہو ہم کوں
 بڑا ہوئے گا اگر یہ باپ کے پاس
 ایسا لیج دیکھنا اس کان تد بیر

بچارے اس بدھے کوں بھوندتا ہے
 تڑاتا نت ہم تھے باپ کا چت
 سواتنے اس برائی اچھوں نہیں
 بڑیں سجدے سوں بھوئیں پریں بھجائے
 منگے سجدے آپس میں باپ ماتھے
 نہ کس سر بھوئیں دھریں ماں پٹھائی
 جھک تھے ان سو آپ سیوا منگن ہار
 کریں نس جاگ گھر کی پاسبانی
 مشرم راہے ہمچے موستان میں
 جو اس ہمتا تھے اگلا کر کھیا ہے
 جو دکھیں اپنی تد بیر ہو کیوں
 تروت کانٹا کھرست دیوتا خوب
 پکیا سینے کیلے کب لاک جھون
 گوریا باپ تھے سکھیاں کون نہ اس
 درنک کرتیں نہ فرصت پاویں پھیر

صبا کا کام بہتر سارنا آج نہ رکھنا آج کرنا سو صبا آج
 جو مولکے کوں اُپاڑن لوڑنا کوں نہ چھوڑیں وہ بلوند ہوئے لگاں کوں
 سکے بن زور جس مولکے کوں آبار نہ سو بلوند تھے ملے جو ہوئی چھاڑ
 قرار یوں جب دیتے تدبیر کارن سبہ یک ٹھاووں مل بیٹھے بچارن

خبر خوابے دران شنیدند و حسد کردند از یوسف

جے کچھ مشکل جو ماقبل کوں پڑی آئے جو عقل اس میں پیٹ حیران ہو جائے
 برائی بد میلآب بد سنگات جو آسان ہوئے مشکل اُس مودست
 بٹے گھر میں جو کیے یوانہ ہوئے پس اُجالا ہوئے جے دیوے لگیں دس
 ولے سچ ہوئے ستونیاں میں یہ بات جو اندیشیں نہ وہ سچ باج ہر نہات
 جہاں پانی جو بیٹھے میل دو چار اِدک ہوئے سہس گن پاپ تس ٹھار
 ملیں جب کیں جتنے یک خیال کے سب جے کچھ ہے خیال اُنو کا ہو اِدک تب
 جو بیٹھے بھائی یوسف کے بچارن کہ کیا حیلے کریں یوسف کے کارن
 لیکن کہیا اسے نامارنا کست جو حسرت سوں ہمیں اس تھے مرینت
 جو مار یا جائے چھپیا یہ ہے نہ یہ گھٹہ کہ فریادی نہ ہو سکے مَوّا اُٹھ

نہ جیو تا چھوڑ بہیری کوں جو سنپڑے
 یکن بولیا خدا کوں کچ تو ڈرنا
 غرض اس کوں کنارے پارٹا ہے
 سٹیں اس دور ایسے یک خنک ماں
 نہ انجھواں باج پانی پائے اس ٹھاواں
 نہ روٹی روپ ماں دیکھے اجت باج
 جو کئی دل اس منے ٹھانک کرے گا
 بن اس کا جیو لیتیں اپنے ہات
 یکن کہیا اڑک یہ مارنے تھے
 بھلا یک بار جیو لینا کھرک سات
 دھونڈیں اب دور یا نزدیک اس تائیں
 جو ست سودا گراں اتریں ہاں کوئی
 جب اس میں ڈول سٹ دیں نیر کے تئیں
 تو وہ اس کوں غلام اپنا کریں گے
 یہاں تھے تو یہاں گے دور ہر دھاتا

کہ تچ چھوڑے نہ وہ جب ہات اپڑے
 یکا یک بے گنہ کیوں خون کرنا
 نہ کچ اس کوں دکھانا مارنا ہے
 جو اس میں بن بھرت ہو رباگ کچ ناں
 نہ دیکھے رات ہوئے بن کھن کیری چھاواں
 نہ بن کانٹے بچھاناں لیٹنے کاج
 تو اپنی موت سوں بیشک مرے گا
 ہوئے جاں کنڈنی تھے مارغ اس دھاتا
 بُری یہ مرگ سب مرگاں منیں تھے
 جو دیویں جیو پیاس ہو رہو کھنگات
 اندھا رے تنگ ڈوگلے باٹ کی پائیں
 تو حاجت جب انوں کوں نیر سوں ہوئی
 تو پانی کے بدل یوسف کو سیندھائیں
 نہیں تو پٹنگڑا کر کر دھریں گے
 نہ کچ ہنناں تھے اس تئیں اپڑے گھاتا

سبہداس بات کوں کیستے مقرر اٹھے اس کام کوں بھا کر صبا پر

در خدمت پیرامند پیر رضا گرفتہ یوسف را بردند

کیٹ کا نٹا سٹے سینے میں جس اُسے کیوں غیند آئے ایک تلِ قس
 حسد کی مار تلِ جن چور ہوئے سو وہ کیوں رات کو سٹکھ سات سوئے
 آتا دل ہوئے یوسف کے اویکھے سبہداس جاگ دن کی باٹ دیکھے
 دیکھا یا مکھ جو سورج دن دین ہار کھیلے کل کے اندیشے پر کل ہار
 سبہداس باپ کیرے بندگی آئے جے کچ معتا د بندگی بجالیئے
 نفاق اپنے جنگ سوں میں میں دھر کیٹ کر دوائی سینے میں چھپا کر
 ادب سوں باپ کے نزدیک بیٹھے لگے یہ دھات بولن بول بیٹھے
 بھلے ہو کر ہوتا تاں میں آئے سو ہر یک باپ کیاں باتاں اُچاے
 یہاں لگ اپڑاے بات رچ رچ کہ تنگ آئے ہمیں بھو دیس کھو اُچ
 ہو س ہے جی میں جے نکلیں ہوا کوں جنگل میں جا ہنڈیں دل کی مفا سوں
 برادر یوسف ہے جوئے کے برابر جو مانیں اس ہمارا لاڑ لا کر
 بھولا لاڑوں ستیں اسکو بجا دین جنگل کیرا تماشا اُس دیکھلا دیں

کہ وہ بھوتیج ٹھنکا تھا جو کئی دن
 اُسے سنگات لے جاویں رضا ہوئے
 ہوا ہے تنگ دل نہ تگھرا چھین تھے
 صبا کھتر اُسے توں بھیج سنگات
 کبھیں اُس صاف میدان ہنڈانگے
 ہوس سوں دود بکریاں کا دھالانگے
 بہو رنگ کھیلیں گے اس کر کھلانگے
 سرنگے پھول جاسن لال چن چن
 پنھاں گے چاؤ سوں یوسف کیسے رنگ
 بہن اور دوج پارڈ مار پاڑیں
 تماشے سات ایسے یوں جو کھلاویں
 جتنے چاؤں سوں ٹھنوا داں کون دھریں
 انوں تھے جب سُنے یعقوب یہ بات
 کہے اس کا لجاؤن منج نہ بھاوے
 کہ اس جنگل میں ہے بھڑیاں بھوتیک
 ہمیں ہنڈتے تھے سب باہیر اس بن
 تو کچ دل کوں ہمارے بھی صفا ہوئے
 نہ وہ بھی کہ ہنڈیا ٹھنوا دین تھے
 ہنڈے گا ہو رکھیلے گا ہن سات
 کہھیں اونچے پہاڑاں پر پھرن گے
 کبھیں ہنس کھیل سوں دود وہ پلانگے
 تھنڈے رکھ پلنگ بندھا کر نکانگے
 لکھیاں ماراں حمیلاں گوند بہ گن
 جو اسکے رنگ چڑھوئیں پھول سو رنگ
 بھڑت ہو رباگ کا کالج اپاریں
 گمت اس کوں اینوں کن شاد پاویں
 نہ بن ہنس کھیل انوں دلشاد کر سیں
 پھرائے مکھ نہ مانے خوب یہ بات
 کہ بھوتیک یہ اندیشا منخ ڈراوے
 ٹھننے کوں دیک کر کھاویں لکا ایک

تمیں سگے سو ہویں کھیل کے ٹام
جے کچ آزار اس کے تن اُپر ہوئے
جو یہ اُتر سنے وہ دس منتر کا
کہے دس بھائی ہم ہیں باگ بکوند
بھڑت کیا ہے اگر جے باگ آویں
بھڑت تھے بھائی کوں جی کھ نہ سکیں
سُتے یعقوب جب پنگریاں تھے یہ بات
رضادیتے جو یوسف کوں لے کر جائیں
عجب بازی دیتے بازی کے بھانے

تُن انجان تھے ہو جائے یہ کام
سو وہ منج جیو کے جیون اُپر ہوئے
ہر یک منتر سوں کام اپنا لیجے سار
جو یک تنکا ہمیں کن باگ کے دند
ہمیں اچھتیں کہاں اُس لاگ آویں
تو جتنا کے سوں کیوں کیریاں کھیں
نہ کیستے عذر بھی دو جا کسی دھات
دلے پہرے اُس تھے جے اُس پھر الیاں
نہ وہ بازی مجھے یعقوب سیانے

برادران یوسف را بردند و در چاہ افتادند

دھریں جے کوئی دنیا میں آد بنیاد
نہ اس کے مکر ڈونگے کس بچا جائے
پڑے اُس کے دغا کے بائیں میں جن
دنیاں کے مکر کی بائیں تھے کرتار

کریں دنیا تھے نت فریاد بن داد
وچت سب کوئی کہ مت کس بائیں میں بھا
نہ کد نکلے غلطے کھا کھا مرے تن
ہو ا یوسف کے حق دا یم نگہ دار

جو یوسف کوں دیتے بھالکے سنگا
 اچا لیتے ایسے ہنستے ہوس سات
 جہاں لگ باپ اسکو دیکھتے تھے
 یکن کھاندے پر اپنے بیسلائے
 یکن چوڑے پشانی نین ادھر دھر
 نظر تھے باپ کی غائب ہوئے جب
 سٹے کھاندے تھے سارن آپنا ہٹ
 ننگے پاؤں سوں کانٹیاں میں چلاتے
 چھبے کانٹے جو چیرے گے سوپک مائیں
 جو کچلے جائیں اس پتھروں منے پاؤ
 جنوں تلویاں کوں پھولوں جھاوں چپے
 بھری اُس چرن کے لوبھے سوں دھرتی
 چرن یوسف کے جس بھوئیں پر جو آوے
 پچھیں پچھیں جو یوسف پنتھ ساریں
 کریں جب نیل آچھے مکھ اُپر ٹھار
 چلے لے کر کرن یوسف کے تیں گھات
 لجاوے میگ کوں جوں بھرت اس سا
 یکس کے گود تھے یک لیوتے تھے
 یکن پیاروں چکل سینے کوں لائے
 نین اس کے چرن رگڑیں نین کر
 بھوت اس پر جفا کرنے لگے سب
 دیے پھتیریاں میں ہو رکانٹیاں منسٹ
 پھول ایسے پاؤں کانٹیاں سوں چیراتے
 پھلوں پھنکڑیاں کوں کانٹیاں سوں گوند
 سنا جوں چور ہوئے پتھریاں کسیرے گھا
 پتھر کانٹیاں تھے لوبھے مان ڈوبے
 کیا رو رو رکت مکھ لال کرتے
 سو وہ بھوئیں سرخ ردی کیوں نہ پائے
 نیکے مکھ پر جو اُلٹھے بات ماریں
 گنگ جوں سور بھی پایا چند سار

گند انویں سیٹ مکھیاں مار کو پھل
 ہوئے وہیٹ جس ہوئے پیر سن بھا
 مڑوڑیں کان مارین گال اُپر
 اُن اس پر پاؤں بیزاری سوں جھا
 ہنسے تب دے کٹن ہو پاؤں دھریں
 دٹاویں کوپ سوں ماریں ہنکارے
 بھریا مکھین رکت رو جاسنوں تھے
 بسہہ تن ڈوب رھیا مانی رکت بھر
 کُنے کر ہاں سوں جوں سورجک میں
 نہیں اس کوں کوئی سن ماروان ہوئے
 ہوا سیت سیتی جھل کر مرن ہار
 نہ کوئی اس ٹھاؤں سیٹے لارہن ہار
 نہ کوئی دھیرک سیتے آدھار دیویں
 ترختا باپ کوں پوکار پوکار
 نہ کج اس پر کسی کوں مہر آوے

انوں میں جب کسی تھے جائس اگل
 کھنڈیاں کا بھار مکھیاں کا ڈھون ہار
 انوں تھے جب ہوئے بازو برابر
 اوجہکا ددرجی زاری سوں بھاڑے
 دھریں رونے سوں جس کے پاؤں پریا
 دکھوں تھے عاجز اگر جس پکارے
 اٹھیا اڑا جو توڑیا آس انوں تھے
 پچھاڑی کھا پڑیا لڑتا دھرت پر
 ڈوبے انجھواں میں سر ونگ کا پنین
 غریبی تھے کلیجا پھٹ کے لھو ہوئے
 جھلیا دھا کوں تھے دل جھل جھل کرن ہار
 نہ کوئی اس کو نکو ڈر کر کہن ہار
 یکس تھے یک ادک آزار دیویں
 سٹیا دھیرک ہوا نیٹ نہ آدھار
 چتا کچ تمللاوئے بلبللاوے

چلے تے تین کوں اس کوں یوں دھتا
 جو پائے بائیں اتنے میں یکا یک
 اندھاری تنگ سانپوں سات سپور
 نہ اُس دونگا نی ڈونگے فکر میں آئے
 بھرے سب جو کہ سینڈک کھینڈیاں سا
 جو کوئی جا کر کھڑے ہوئے گنتھ اُدپر
 سبہہ وہ بائیں یوسف تیں جو چونے
 جو کچ اڑاڑ اٹھیا فریاد کر کر
 کرے نرمی انوں سیتی جتی دھات
 پھیرنے کاڑ کر لیتے ننگا کر
 سلول اچھے نرم دو دندنی کے
 سوبالوں کیاں جو رسیاں سات نڑے
 کمر اس کی جو باریک بال کی دھات

بھوگن پاٹ سوں ہو روڈ گنوسات
 کھڑے رہے دہاں ہن بائیں کوں دیک
 نہ ہوئے اس دھات ہن کا فریہ گور
 اُسے دوزخ کیرا کرڈکا کھیا جائے
 سٹریا چیکر گندا پانی بہو دھات
 ایسے کونڈن ہوئے دم لے نہ سبک کر
 نیٹ بکس لگے یوسف جو سونے
 جو یوسف کو گلے دل موم پتھر
 انوں ہونیں نیٹ کڑوے کہتے دھتا
 دیے تن جوں سورج سیگھن تھے کھنڈ
 جو چھیلے جائیں ریشم تھے سرکے
 لگیں اُس دند پر نیریاں تھے کڑے
 کسے اسکوں بھی بالوں یادھراں سا

اتارے بائیں میں راستیاں بیاں چھوڑ
 پڑی بائیں منین سورج کیری چھاؤں
 اُپر پانی تھے کڑکی کوں پھتر ایک
 رتن مانیک واری اس پھتر پر
 ویسے اس نور تھے اچھا ہوئے پھترا
 کھلیا اس بائیں کا اندکار کالا
 مہکنی باس مہکے انگ کی یوں
 ادھر امرت ادھر کی چھاؤں پر کر
 جتے کیرے پتنگے بس بھرے سب
 لیکایک جبرئیل اتنے میں آئے
 جو تھا تعویذ یوسف باندہ باندھیا
 جو وہ پیر من سرک تھے اوتریا تھا
 جو اسکے انگ میں وہ پیر من ہوئے
 سو اُس تعویذ میں تھے کارٹ پیر من
 پچھیں یوسف ستیں یہ بات کیلتا
 سو آدھے دور تھے اس کوں دیتے چھوڑ
 سو ہوئی وہ بائیں اپنی سورج کیری دھلاؤں
 جو تھا بیٹھا اُس اُپر جائے بل دیک
 جو بیٹھے یوسف اس پر پاؤں دھر کر
 کہ جوں سورج تھے مانگ ہوئے کنکرا
 کھدیر یا رات کوں جوں سور اُجالا
 جو ہوئی وہ بائیں نافہ شک کا جوں
 ہوا وہ نیر سب جوں شہد شک
 بھرے سر ونگ امرت اس دیکھی جب
 یکیلی پن تھے یوسف کوں چھوڑائے
 سو تھا یک پیر من اس باں باندھیا
 سو ابراہیم انگ اپنے دھرایا تھا
 سو اُس تھے آگ اسے سنگا رہن ہوئے
 بنائے جبرئیل یوسف کیرے تن
 کہ خالق یوں بشارت تورج دیتا

کہ توں جس تھے دکھیا ایسے پئے دیں
 انوں کول توں دیکھے اس تھے بُرے بھیس
 سرن ستیں سبہہ تج پاس آویں
 تیرے صدقے وہ من آکس پاویں
 جے کچ کیتی جفا تج پر جو مارے
 چھپائے اپنی نشاں ان کول بچاے
 توں توہر بال بال ان کا بچھانے
 انوں یک بال تیر ٹولو نہ جانے
 جو یوسف سوں کیتے یہ بات جبرئیل
 رہی سب دکھ بسر کر جوں کمل کھیل
 رہیا پھترا امولک تخت گہ ہوئے
 جو اُس پر وہ آچکل بخت شہ سوئے
 رہیا جب جبرئیل اس ہو سنگاتی
 رہیا غربت بسر اُس پائے ساتی

یوسف پچاہ سہ و زمانہ بودند جبرئیل ہمارا بودند

جو یوسف تین دن تھے بائیں بھیت
 سو چوتھے دن جو نکلیا سورا نیر پر
 مدینے تھے بڑے سوداگر آکر
 وہاں اترے سبہہ ڈیرے دلا کر
 نہ تھی نیری انوں کول ہو ریک بائیں
 ایسی بائیں کول آئے نیر تائیں
 پھیلے نیکے بخت یک مرد آیا
 سو امریت نیر سیندھن ڈول بھایا
 کہے جبرئیل یوسف کول کہ اٹھ بیگ
 بھگا پیاں انکی تج درس تھے جوں بیگ
 سورج دن دیپ ہو کر داؤں حبا
 کیا اس میں راسی میں اچھے گھا

کہ اس باتیں کے کٹھن آجت مٹھانا
 کہے جبریل جب یوسف کوں یہ بول
 جو کھینچا ڈول کوں وہ مرد پُر بل
 کہن لاگیا لگے بھار آج یہ ڈول
 جو کاڑیا ڈول اُس باتیں منیں تھے
 دیکھت وہ مکھ یا بشری کہہ اٹھیا
 بٹے بھاگ اُس جو پاوے مال کاڑیا
 جتا دھن ہونہ پاوے جیو کا مول
 ادک دھن جیو تھے جب ان جو دکھیا
 خوشی تھے چھگ چھلنا جوں پھول کھلیا
 چھیا کر گٹ مستیں ڈیرے رجا کر
 سچی یہ بات ہے جن گنج پاوے
 اچھوں بھائی کتیک بیری ہے تھے
 کہ آخر ہوئے کیوں اس کا سر انجام
 سوائس سوداگر اں کیری خبر پائے

نکل جوں سور ہو کر جگ دیپانا
 تو بیٹھے ڈول میں سٹ اپنا تول
 پچھانیاں ہے نہ ایتا بھار ہوئے جل
 نہ ہوئے اس ڈول کوں پانی تھے یہ تول
 لگے دیدے پھرن اُس دیکھنے تھے
 خوشی سوں دھن پران امول لوٹیا
 سودہ یہ بھاگ کا دھن جیو کاڑیا
 سو جب جیو بل نہ ہوئیں یوسف کیرا تول
 سو سب جیو سنجکاراں کوں نہ لیکھیا
 کہ اس جنگل میں کھلیا پھول ملیا
 رکھیا یک ٹھاو اُسے جوتیک چھپا کر
 چھپا کر ہے نہ رکھے رنج پاوے
 تفحص تیں ایسے فیڑ رہے تھے
 نہ دو جا اس تفحص باج تھا کام
 مکر سوں ڈھونڈتے تیں بائن گن آئے

جو یوسف کوں پکارے نہ سونے باج گرجن بائیں کیرا
 چلے سودا گراں ستیں جھکڑنے انوں پر مدعی ہو کر پکڑنے
 کہتے یوسف کے تیں اس سات جھبٹ سو پائے اُن پاس تھے یوسف کوں سیوٹ
 سو پکڑے اُس کہ یہ بند ا ہمارا نہ کچ بہتوت ہو سیوا اتھارا
 نہیں کچھ بندگی میں دھر کسی دھات چکاتا کام سستی سات دن رات
 سو آخر کام تھے بھو تیک کچو اے چھپا اس بائیں بھیر تھاس کر آئے
 ہمارا ہے ان آخر زاد لیکن نہ اب تدبیر ہے کچ بیچنے ہی
 کہتا کاہش کریں رت اوتھ اس سات نہیں باٹ اوتا ماریں جتے دھات
 نہ کچ پکیاں کیری پروا ہم کوں جتے تھوڑے کوں مانگیں دین تیں کوں
 نہ کھوٹے بلج کچ پیکے۔ ہم لیں جو یہ کھوٹا بند ا ہم تھے تمیں لیں
 کھاڑیا بائیں منین تھے جن جواں بخت خوشی سوں لمول لیتا مفت دیکھ سخت
 گھرا سودا لیتا دے دام کھوٹے جگت میں دھن جھگٹ لیں کوئی نہ کوٹے
 سورج کوں ایک ذرے سوں لیتا مول لیتا امریت ہو رٹھکریاں دیتا مول
 ہوا یوسف کے تیں دے دام مالک سو تھاس تیں جگت میں نام مالک
 پچھیں سودا گراں لائے سبہ بھار ہوئے سب مصر کو دھن جاوے سوار

مالکِوسف اور چاہ بیرون کرند در دیر خود نہاوند

جو مالک بالیا بختال تھے پرسن
 اُچا یا کسین اس خچر ٹکھن تھے اوپر
 چلن لا گیا اتالی سوں بہو تیک
 جو مالک مصر کے نزدیک آیا
 سبہہ اس شہر میں ایسی خبر تھی
 لیکر آتا ہے ایسا ایک بندا
 ... نین انہر کھوئے رکھے ہیں
 خبر ایسی جو پایا مصر کا رائے
 کچے میرا نگر سو کہان خوبی
 سرک بن کے جو پھول تازے کھلیں گے
 عزیز مصر کوں کھیا کہ اب توں
 نظر سوں دیک اس نیکی خنے کوں
 عزیز مصر جب فرمان پایا
 لیتا من چیت پرسن یوسف کے درس
 نہ ٹھیرے پاؤں شادی تھے زمین پر
 کرن لا گیا بہو تیک منزل لاں بیگ
 سو شہرت مصر میں بھو تیک پایا
 کہ مالک بھیر کر آیا سفر تھی
 جو گھٹا دیکھا اسکا روپ چندا
 نہ ایسا روپ کد بھو نیں پردیکھے ہیں
 اٹھے اس کی خبر بہہ رشک میں آئے
 بھلے مصریاں کوں حوراں ہوئے قوبی
 سوان کا مکھ دیک پر توں جلیں گے
 نکل مالک کوں سامن ہونے کوں
 لیکر آؤں دیکھا دن ہمنے کوں
 سو کوچ کر سامنے مالک لگ آیا

دیکھا یوسف کو دھن وہ یک نظر جب
 بویا سر کہ مت سجدہ کرے اس
 ولے یوسف ہر اس کا آپ اُچایا
 کہ یہ سر تو نہ دھریں اس کیرے دار
 عزیز اس بعد مالک سوں کی بات
 کھیا بن شہ کن آئے کیوں سری گا
 ہمیں جو آئے سو شہہ پاس آئے
 کہ دن چار اک بہنا کوں رضا ہوئے
 کہ بھوتیک دور تھے چل آئے ہی ہم
 آثاریں ماندگی جاکن سنگھن کی
 صفا پا کھے سوں شہہ سیوے کوں ٹانگیں
 عزیز ایسے بچن نیکی سنیاب
 کہا شہہ سو جو یوسف روپ کیرت
 دینا تیر روپ بے سب روپ نیکی
 کہڑے ہوئیں بہہ بازار میں رست

یکا یک ہو رہیا وہ بے خبر تب
 بھو تعظیم سوں سر بھوئیں دھرے اُس
 کرن سجدہ آپس کے تیں نہ بھایا
 جو رکھیا سر سوں تہج گردن پر اُپکار
 کہ لے چل شاہ کن یوسف کوں سنگا
 خریدار ایسے کوں شہ بن کن کرے گا
 ولے اب تہج تھے ہم دیں اُس لائے
 تو تنہا کوں بھی آتی میں صفا ہوئے
 ہوئیں آسودے جو لیں چاریک دن دم
 دھولا دیں کپڑے ہو ر گردن کی
 خوشی سوں شہہ کی رخ پاؤں رکھیں
 پھر یا راجے کیری سیوے کے تیں تب
 جو جاگے من میں شہہ کوں اک غیرت
 جو سورج سو نکھیراُن کے لیکھے
 جو پھوڑیں دیں کا بازار یک رست

اُجالا جوت اَدک نینوں کوں دائے اندھا رات کا اندھا بچائے
 حریری کسوتاں سب از رنگاری سنیا جو ہر جڑت سر و نگ بھاری
 کہ جوں بازار میں یوسف کوں لیا دیں یہ سب بازار یوسف کا بھکا دیں

مالک بعد چہار روز یوسف اُغسل اُوند در دریائے رود نیل

جو چوتھا دیں وعدے کا جو آیا سورج کھن نیل کنٹھ پر سیس اُپایا
 کھیا یوسف کوں مالک اے سہن ہار کہ توں اب نیل گنٹھ پر آ سورج سار
 سو گند باس انگ کیرا نیل کر دور جو دیسے دیہہ سب نرمل پھیل نور
 پدم پگ کیہہ پیرمل مرگ بدسوں گد م کہ چھوڑ سکے نیل ند کوں
 سو مالک کے کہے پر وہ جگ اُدجال دپیا یا ند کوں چھاؤں آپنی گھال
 جھمک ٹوپی جو بالوں پر تھے کھینچا سورج اندے میں تھے نس کا کہ اُچا
 لگایا کپڑے ات صاف تن تھے کھلایا جوں میگ سورج دن وین تھے
 جو باندھیا نیل کا تہبند کالا میلیا جوں رات سوں تن دیں اُجالا
 جو سب جگ دشت داثیار وپ کا نو کہے انہر تھے بہت آیا اتر سور
 بچھانے بھی کہ سورج تھے اَدک ہوئے ند دے یہ جوت جو سورج بندیک ہوئے

جنوں روپن سورج ڈاٹن ہارے چھپے اس تھے سورج تھے جوں تارے
 جو شہہ اس دیک خبر اپنی گنوا یا خبر اس روپ کی اُس وقت پایا
 بڑے لوگاں تھے ایسی سچ خبر ہے کہ دیکھے ہو رُسنے کوں بہہ اتر ہے
 پھیلے شہہ خبر اس روپ کی سن نہ مانیا سچ کر لاکھوں میں یک گُن
 جو اپنی دُشٹ سوں وہ روپ دیکھا سبہہ جگ روپ مل یک رُج نہ لیکھا

بوقت آمدن یوسف دے دیار بادشاہ زلیخا را معلوم نہ بود

جو یوسف آوتے تھے باٹ لگ جب نہ پائی تھی زلیخا وہ خبر تب
 دے جیو کوں اکو جاتیا کیا تھا ہوا لکھ گُن برہ جتن اسوا تھا
 ہوا من بہت کے تیں من ات اتالا ادک ہوئے تلتل جیو کا االا
 نہ سو جے اُس کہ اسکا کیا سبب ہے عجب راہی کہ یہ حالت عجب ہے
 کری بھلا لیون تلتل کیے چھند ادک ہوئے دکھ کہے جے کچ چھند
 اچا ٹیا دل نیٹ جب گھر اچھن تھی چلی بھلا لیون جنگل ہنٹن تھی
 بہو دیتاگ کی دیراک سیتی کیے دن لاگ جنگل میں رہی تھی
 دکھوں دنو اس لے جنگل میں پھری دے یک تل برہ بھر کا نہ پھری

جو اس یک تن کی تنگی تھے اتھی آگ
 عجب تنکا جو نریت یوں جلتا ہوئے
 جرم جلتا اچھے ہو راکھ نا ہوئے
 بجھا دن آگ برسا دے آنجھواں مینے
 میلانے اسباب واں شادی کیریے
 بھوتیک تلملی ہو رچٹ پٹی تھی
 سو جھاڑے جھاڑ پھر پھر دان آئی
 سو پھر گھر کی طرف جب رخ پھرائی
 نگر میں آئی جب آپ گھر کوں جاؤں
 تو اک غلبلا ہو ر طور دیٹھی
 لگی پوچھیں زلیخا ہوئی حیران
 کہے مالک سفر تھے پھر کو آیا
 سو اس کے روپ تھے حیران بجاگ
 جو کئی لکھ سورج اسکے سامن آدین
 زلیخا سیس اچا دیکھت پچھانی
 سو اگلے کیوں نہ ہو ڈونگر بہہ لاک
 جو اس آگون تھے سب جلتا ہوئے
 نہ تنکا جگ مینے ایسا دکھیا کوئے
 مجھے ڈونگر نہ بوجھے حلتا دیہہ
 دے اسکوں اچاٹ اگلا کرے سب
 نہ چک سکھ تھا جہاں بیٹھی اٹھی تھی
 نہ کس روکھ تھے بن دکھ پھل کھائی
 چڑی ہو درج میں ہو ر دن چلائی
 سو تھے اس باٹ شہہ چھپے کے سانس
 نہ ویسا شور بھی کس دور دیٹھی
 کہ یہ کیا شور کنی یوں جگ پریشاں
 سو کنواں تھے غلام کیہ جولیا یا
 لہذا اس کوں اسی کے دھیان بجاگ
 نہ یک ذرہ کیرے مولوں بکا دیں
 کہ ہوئی یہ مکھ آپس جسکی دیوانی

سو کچھ ارٹا اٹھے ان کوں خبر تھے
 بچھاڑی کہا پڑی بے سدھ ہو کر
 تہ وہ اونٹ وال اڈٹن چلے
 دہاں جب چکھ زلیما کوں خبر آئی
 کہ تیرا حال کنی ایسا پریشاں
 کہی اے مائی میری کیا کہوں میں
 محنت کنتاں تھے مالک جو لیا یا
 جو سب جگ تھے سنی اسکی خبر توں
 وہی ہے ساج میرا من مہانا
 نہ میں اس بلج مانگوں جیو اس تن
 سپن میں جو دیکھی سو یہی ہے
 دھرن تن تاب میں سنتا پ اسی تھے
 اسی تھے جیوتے مرتے رہے ہوں
 یہی منج کوں ہوا ہے آج مشکل
 کہ میرے جیوسوں کن انگ سنگ پا

جو اس تھے جگ سے گرجن مانبر تھے
 پڑی جو ڈب اپس تھے ہاتھ ہو کر
 اسے اس کے محل لگ اپنڑائے
 لگی پوچھن اسے بہہ جیوسوں دائی
 متھے کہہ کھول میں بلہا رہاں
 دیکھی بیوکوں اب اس بن کیوں ہوں میں
 جو سارے شہر میں وہ شور بھایا
 خیر سن کر جو دیکھی بھی نظر سوں
 اسی کی پنتھ دھاوے من پرانا
 نہ میں اس باج مانگوں جیو جیون
 سمت ریت کہ جو دیکھی سو یہی ہے
 غریبی لے سٹی ما باپ اسی تھے
 اسی کی آس تھے یہ دکھ سہے ہوں
 جلے تگل اسی ڈر تھے میرا دل
 اس اندیشے تھے میرے جیو پر آئے

میرا زلی چہند اکس رنہ جگا سے
 نین کس کے ہوئیں نہت اس تھے روشن
 کن اس کن آپنی سنیت سراگا
 میں اس تھے آس من کی پاؤں باند
 جو پوچھی دانی وہ توں کافی جلتی
 برہ کی آگ پی بن کن بجھاہے
 کہی لے شمع سوز اپنا چھپا رکھ
 جس رکھ صبر کیل اپنے پاس
 سودج دیں دیس ہوکس دن دپاے
 محل کس کا ہووے اس تھے مرگ بن
 کن اس پگ کہی آپ نہیں بھرگا
 نیکے تلویاں کوں عینو لاوے باند
 بچھانی چہ نہ پچھ نہ پچھتی
 دو جا پیہ کوں میلادے تن بچھاتی
 تھے یہ فکر میوٹ پرے مبارک
 کھلے گا بیگ تے اس تھے کھلاں

در دربار بادشاہ آورند یوسف ابرائے خریدی بہا کرند

سودیں وہ دیں ابرت پیل وہ پیل
 میلادہ اٹھو تھے ہوئے دیں اچالا
 جو سب مصری تھے یوسف کے مکت
 جیسے جس پورقی جو دست رس تھا
 کہیں جے مصر میں تھا سو بدھی یک
 جو میٹھا لال دل دے برہ بس پیل
 کھلے بچھڑے کیرا اند کار کالا
 سبہ اس مولیوں تیں بکھے چت
 سواں تیں خریدے تیں ایں اس تھا
 جہاں جہہ تھے پریشاں ہوتی عورتیک

دیکھے نہاں اپنے دل کی ملکوت
 کہی جاگ نہایت اس کا مولیٰ بنا ہوئے
 جو رہے اس انگ تھے یکساں کاٹا
 جو پائل ایک کج کید اس پھل کی
 نہ اس کی مولیٰ چھت کچ دھروں میں
 کہ ہوئے اسکے خریداراں میں منجی ناول
 سادہ ہر طرف آواز لاف
 جو جیب اس روپ ناسکے سہراون
 ادھر امرت کجی امرت کی امریت
 ان میں تھے نکلیں ادھیا سنگی مول
 جو دیکھے اس ٹکیاں کیرے گنت کر
 کیر ایک ہو جی مول اس چڑاے
 چڑایا بھی شہر پر یک خریدار
 جو چڑایا بھی شہر پر یک خریدار
 چڑاے تھے آجھوں کیتے انوں چلا

سولے کرائی وال کیک سوت
 سبہ جگ چوڑی کا قول نا ہوئے
 تو مول اس کا کہوں درجگ تھے جھا
 تو وارون نہایت اس پر تر بھوں کی
 ولے ملکوت استے تیں کدوں میں
 یہی منج بس جو یہ سنیت اسوں پاؤں
 کہ کوں ایسے تھنے کوں لیوں آئی
 انگ دو جگ تھے اس یک شرف پاؤں
 گن امریت میر کے نا ہوئے اتوریت
 تھے ٹکیاں کیرا بعد را بھریا کول
 تو ہوئے وہ ٹکیاں ایک سحر
 سو سو جہدیاں تک مول اپترائے
 کہ دیوں رشک بھی لیت کیے جھا
 دن ما نیک اسکے لڑی کیں
 زیارت کرا مولک بہت ہر ہر جھا

زلیخا اس قصے تھے ہوئی خبردار
 گیر ایک سب تیاُس تھے اُس توڑے
 عزیز مہر کوں بولی کہ اب حبا
 کہی جے کچ مرا ہے سو دینا
 نہ اسکے مول کا آدھار جو ہے سب
 زلیخا پھر جواب اس کوں دیتی جو
 رتن مانک جو صند دقاں بھرے ہیں
 جو یک مانیک کا قیمت کریں گے
 عزیز یک اور بھی لیا یا بہانہ
 زلیخا بھی کہی جا با شاہ کے پاس
 کہہ اُس کوں کہ منج من یہ بُرا دکھ
 دھروں شبہہ کے کرم تھے اُس جو تیک
 جو اس نھنے کوں لیون منج رضا ہوئے
 عزیز اس بات کوں شبہہ سات اکھیا
 عزیز مصر تب اس مول لیتا
 دو گن کھیتی سمجھوں مول آپ یکبار
 ہوئے عاجز ہو راسکی بات چھوڑے
 اینوں مولوں نیاڑا کر لے کر آ
 سنے مانک دَرَب دھن کا خوتا
 کہاں میں مول سالم دے سکوں سب
 دیون اس دھن جے کچ میں بی ٹھوڑی
 گنگ پھر جوں نکھیتر بیکھرے ہیں
 نینہ نے کوئی شہاں کیرے نہیں گے
 کہ لیتا ہے اسے شاہی مہانہ
 سرن کر عھو تیک اس جم شاہ کے پاس
 جو جگ میں منج نہیں پنکڑا نیں سکھ
 کہ غم خواری کرے یہ دکھ میرا دکھ
 تو پنکڑا منج ہو رشہہ تیں بندہ ہوئے
 رضا دی اُس کوں بھومان را کھیا
 اسے فرزند گن بھومان دیتا

خوشی سولے گیا اُس اپنے گھر
 گی ببل سجن کی پاس آکر
 پھری اص کی خبر شادی تھے بھوتیک
 پیارے پر نیٹ پسا ر آنے تھے
 گلے غمیوں سوں پگڑھے دئے رگڑی
 خوشیاں تھے تمل اُس ہوش جاوے
 گھر دہرخ تھے جس جنتہ بجاوے
 جو پانی بھاگ تھے من اُس سپنور
 لگن سر کرن تھے پگ تل نہ بھاوے
 نہ رہیا تاب اسے بھوتیک خوشی تھے
 سو جیرانی سوں پھر پھر سنگ کرتی
 کہ دتھی جاگ میرے کارنے چکھ
 نہ جانوں سوئے نہنا دیکھتی ہوں
 کبھیں سہ سوں میلاد اسچ مانے
 جو کئی دن برہ بس تھا منج چارا
 کیے اُس تیں زلیخا من مینے گھر
 وہ راس آئی بڑی من اُس ہار
 پھر آئی ڈشٹ دونوں جگھے اُس نیک
 چلی پیاروں آنجھو نیوں منے تھے
 پرت آنجھواں سوں تمل دھوے پکڑی
 اُس تھے چھک جگت میں ناساوے
 زلیخا کی خوشی وہ بھی نہ پاویں
 سٹی بھاگوں کی پردا ہوئے مہندو
 سبہ جگ من میں یک سچ کر لیاوے
 رہی گم ہو خوشی کی لے ہوشی تھے
 کہ میں بختیاں تھے یہ باور نہ دھرتی
 جو پاؤں جاگتے میں میلے تنکھ
 کہ جاگت روپ پیا کا دیکھتی ہوں
 آپنی آپ مان بھوگ اپنا بھانے
 ملن امریت پانی اس کا اتارا

جو میں دکھ کے اندھارے میں پڑی تھی
سو سائیں جگ دیا دل کو پھل اچالے
کریں نقل شکستہ ناصد اکا
کہ صیں اس کی کجہ کر حیران گم ہوئے
کبھی اس کی کجہ دکھ نالہ بساے
زلیخا برائے یو جاوھا کر دن خود راہ لے خبر زاری طعام او دشتن

زلیخا جب دیکھی یہ چاؤ اپنا
سو اس میں بھاؤ کیرے چاؤ خاطر
بستی رنگ رنگ زر تاروں نیت کی
گھر ڈائی زر گھر ہور تاج امو لک
جے کچ لوڑے سو وہ سب جنس سنگار
بس دن کے گنت سوتیں سو ساٹ
جو نیت سورج تھے ہوئے دن ٹہاٹ
جو نکلے سور سورہ صر نور کا تاج

کہ اپنا ہو رہیا میں بھاؤ اپنا
رکھے سیوے میں ایک بھاؤ خاطر
امول اعلیٰ قماش اپنے گنت کی
چڈائی جگ در میں مانک ممولک
کہتے سب اس کے تنیں سنجوگ یک بار
بھرے ہر جنس صند و قال میںے ڈاٹ
پنہاوتے نت نوا اسکھیں پر بھاوا
پنہائی اس راج کے سریت نوا تاج

کمر بند ایک رنگ کا ٹیٹو سار
 گمل جوں مذ میں لے تگمل تو ایفر
 شہانی تاج جب لے سیں وہ راج
 جوتن مان پیرا ہن پنہاٹے
 کہ اپنا تن جو ہے اک تار کی ساد
 قبا جب تنگ پنے ہو کر کس بند
 کہ کب اُس شہ کوں نگے آنگ جھپتیں
 سہا دے زر کمر جب اس کمر تھی
 کہ اپنے بات اُس اُس بات آجیں
 قہقہہ شہ پون اُس تہ یوں نہ لگائے
 کہ سے سجوگ کھانے کا بھو دھا
 و حیرتی نعمت سول نعمت خفاں محمود
 حریر کی سیج سودن سناج رکھے
 کہ وہ جیو بال تن ہے جو تھے نازک
 کہی جیو کی غصیا لی ہونا اس

پھرا پھیرا کمر پاندھے نہ دو بار
 سو کپڑے لے نوے وہ رنگ پھر پھر
 کپٹی اُس ہینٹ کہہ آپ سراج
 بھو حسرت ستیں یوں لیں لیاٹے
 سو ہوتا کاش کہ اُن پیر ہی تار
 تو ہوں اس کو نگیاں میں مان بہ چھند
 چکل بانہاں سوں کس کس یوں اُس میں
 تو اس کوں یہ پوسن دل میں گدڑی
 کمر میں جوں کمر بند ہوے رہیں
 و کیفیت اُس آجیں تگمل وارے
 رکھے جم گرم مطیع دیں ہودا است
 طبق طبعی میوے شیریں سول ہود
 دے بھی یوں نرم غصیا لی تھے خاکے
 سو غصیا لی جو ہتیں بہت انہرے دگ
 دے یہ گن میسر ہونا کس

کلیاں تازیاں کھلیاں جب سچ گھارے
 کہ اپنا پھول پھنکڑی سار کا ڈیل
 رہاں اُس کا نہالی پر جو لیٹے
 کرن سکھ فیند اُس ہوئے زین جم
 جو موندھے نین زنگس موتی سوں
 جبالک دوہرن متوال اپنے
 کبھیں اس مکھ تھے کچھ آنجھواں ہودھوئے
 کبھیں اُس زلف تھے ہوئے بے بردیا
 کبھیں دیکھی پنجا کر گال دو تو
 کبھیں وہ لال نشتارے جو دیٹھے
 کبھیں اس جوت پر جوڑ اپنگ ہوئے
 زین ہو ربن اپنو دھاتوں گماوے
 کرے سب قت غم خواری اسی کی
 وہی عاشق جو پیسہ کوں جیو سوں سپوے
 نین پکھا سوں پیسہ کی پتھہ جھاڑ

تب اُس کوں اس ہو س کا دغ جانے
 لگے اُس تن اُس پھولاں منیں میل
 اپنی سیوے ستیں نزدیک بیٹھے
 ابیں بیٹھی بیٹھیاں کھانیاں کہی تب
 رہے جوں شمع جلتی روتی سوں
 چرائے اس مکھ کے سنگار بن میں
 کبھیں ماتے نین تھے مست ہوئے
 کبھیں اس لب پرت مد تھے خبر جا
 کری اس بند اس میں جو جلیا سو
 کھندی تین تھے کلّال بیٹھے
 کبھیں نیہ ڈاٹ تے دل جیونگ ہوئے
 نہ اُس من مان پیسہ بن کچ سماو
 دھرے دائم پر ستاری اسی کی
 دھنی سیوے میں اپنا جیو دیوے
 جو جوے انکارواں دیدیاں سوں کاٹے

رہے جم جو ہور آنکھیاں میں خاطر کہ مت آدے عین سائیں کی خاطر

زلیخا برائے یوسف مجنون شبن قرار نہ گرفت

پران آگے جو ہے لوگاں پڑے
کہ جب یوسف نہیں آئے تھے جنوں
لگی تن تلملی ہو ریت سناپ
ہو ارون دھن بہو دکھ دا بنے تھے
ہوا جیواؤ کلا اس چٹے تھے
نہ بادے دکھ جہاں بادے ہوا آئے
نہ بوجھی آگ آنھو برساو نے تھے
ٹکا سو پان جون بابے تھے پھرے
جو دیکھی دانی اس کول یوں مر جال
کہ تیج کول یہ نوا دکھ کیا سبب ہے
کہی جے آج میری سُد نہیں منج
جہاں جاوں سو کلا دُکھ پاؤں

پران یہ پُران اس دھات آئے
زلیخا ہوئی نیٹ یک دیں مجتوں
بہو تیک چٹا دے آپ میں آپ
پنکھی جوں تر پھڑے ادا ٹٹے تھے
نیٹ کچا آئے کر جیو پر اٹھے تھے
نہ گھر میں تا بہو آرام پاوے
نہ ٹھہری آوے ہو جاوے تھے
کسی ساعت نہ چکھ کس ٹھاو ٹھیرے
لگے اس حال پوچھیں لاگ دنیاں
یتی بے طاقتی تیج تھے عجب ہے
نہ کھولے جیو کاروندھن کھیں منج
سلگتی آگ من میں کیوں بجاووں

ذرا سہے بوجھ ناہیں بوجھتی ہوں
 سو آخرب میلے اس بات یوسف
 سو کھلی ہوں لیکھا ایک بات پر بات
 سو بوسے بھین کیرا ماحسرا بھی
 زلیخا دکھ سنی بہہ دکھ سیتی
 جھاکس دن دکھ دانتیا تھا یکا یک
 گشتی اس ماس ہوت تاریخ کوں جب
 جہاں جن دو جہیناں میں منیر لگے
 کہیں جگہ دل کوں سول کی طرف با
 سودہ دو دل پرت ہوں سنگ پائیں
 سو عاشق کا قبل چھاٹا نہ تھا ہوسے
 جتیاں اس دل کوں رزاں ہو کھر گیا
 جے کچھ حالت جھاس کاہت پاوے
 سکے کانٹا جو نہہ کے پاؤں بھیت
 کہیں جے ایک دن شتر سول رگزار
 کہ کا سہے آج یتا کو جتی ہوں
 سو باتاں میں کھیا یکا یک یوسف
 کھن لا گئی کچھ اپنا دکھ بی اس بات
 کچھ سب بات میں کا واقعا بھی
 سو اپ دل میں لگاں یوں آن لیتی
 سبب اس بھی ہوے گا ہوتیک
 گماں اس کا جو تھا سو سوچہ ہوا تب
 سودہ دو دیہہ مل یک دیہہ لگے
 نہ آڑا ہوے کچھ لڑ لڑ کھٹ کھا
 سودہ دل دوے مل یک انگ بائیں
 کیوں اس معشوق کے تن میں پانا ہوے
 دیتاں باٹاں بھی اپنے سنگھ کیاں
 سٹاس باٹوں تھے اس کا چت آوے
 پکے عاشق کیرا دل پوپ پرو کر
 جو میلی بات تھے گری موت دھار

سو مجھوں دُور ڈونگر میں رہیا تھا
 جسے کوئی نہ سبست چت بلکہ مجھے جوا چت
 میلادہ پو کا جب لگ نہ پادے
 بسے اس میں میں وہ روپ نس میں
 لئے اُس میں تھے وہ دل چھوڑے
 جو وہ لیلیٰ میں بھی پائیں در سین
 جو پاوے تو سنگات اپنا سنگاتی
 جو میں بھی سنگ جرم اس میں کاپائے
 نہ کوئی پیرت منے نہ کہ سات چھوئے
 کوئی نہہ میں نہو گھٹ گھٹ جیوے
 جو یوسف کوں زلیخا میں دیکھی تھی
 سدا اُس چھاؤں کوں مانے سنگاتی
 نہ تھی کچھ آرزو اس بلکہ اس کی
 یوسف دیند بانی خود گاہے طرف زلیخا

سو اس کے ہاتھ تھے وہی جیسا تھا
 نہ لہجہ وہ کھن یک تل سچت چت
 تو اس کے صیاں میں نہیں لگاؤ
 نہ اس میں ہوئی دوجی دیکھیں ہی
 کر دیکھیں میں تپتے تپتے میں بھی دے
 منگے میں لال سین لاک بے سن
 نے راہیں رکیاں میں لاک جاتی
 پھرنے کی ڈول نہت جو پر آئے
 نہ جوئے کالفت کوئی نہہ میں لہوئے
 دکھوں سیوٹ کوں اپنا جو دیوے
 سو چھاؤں اُس روپ کا میں رکھی تھی
 ہے جوں چھاؤں اپنی اس چھاؤں ساتی
 جو دیکھوں اُس جیسے یہ چھاؤں جس کی

یوسف دیند بانی خود گاہے طرف زلیخا
 جو اس کے دیکھنے تھے پائے میں اس
 میں بیلاس کا رن لئے میں اس

منگے امرت ادر نہ پاں پیون
 کہ سچ جن باغ دیکھن ہوس کر جائے
 منگے اتنے تھے سن پھل پھول تھڑن
 زلیخا توڑتی تھی سنگ اس تھے
 زلیخا چلبلی یوسف گن آوے
 زلیخا دشت اس مکھ پر رکھن ہار
 زلیخا یک نظر کے تین جلے جم
 زلیخا نین تھے آنجھو ہساوے
 ڈروں فتنے کیرے وہ مکھ نہ دیکھے
 نہ مانے موہیت اس درس گوں درس
 اس اس آنجھواں سوں داہے نہ موہیت
 جو موہیت تھے چکاوے دشت موہن
 زلیخا پر پڑیا یہ دکھ بر اجب

سھاوون مسج بل انگ ننگ لیون
 پھلیں باغ دیکھت نین سکھ پائے
 لگے اتنے تھے دکھ وہ باغ چھوڑن
 ولے یوسف چکاوے انگ اس تھے
 ولے یوسف نہ آگ اسکی بجھاوے
 ولے یوسف سوپگ اپنے دیکھن ہار
 ولے یوسف اپنی دیکھے تلے جم
 ولے یوسف جو آنجھو دور دھاوے
 نین فتنے سودھن کی حکم نہ دیکھے
 جو موہیت کی طرف دیکھیں نہ موہن
 کہ میت ایسے دیکھے یک دشت موہیت
 چلے نینوں تھے لوہی ہوئے کرین
 سپنڑ دکھ بھارتل ٹھہری اڑی تب

کیسا جوں پات پیلا پت جھڑی کا
 جو سیدھی سرو قد تھی سو خنی نار
 پتی جوں نیرین مجھ تلملا فی
 جلیا رنگ روپ جگ روشن کر می سو
 نہ کد چو نڈا کسے سوز نگ مارے
 کہ راہے آپ بھو تیک ہو پریشان
 لے انجھواں تھے وہ مکھ آرسی ہوئے
 لگے قس مکھ پر کس دھات غاذا
 سو کیوں وہ نین سرے سول سہاوی
 سو وہ کیوں چنیت ابرا صں کی چھوڑ
 اسے کیا کام ہو سی زر کمر سات
 اسے کیوں یاد آئے امرت گن نیر
 سپت سندر تھے بیاس اسکی نہ بجا
 نہ کج آن بھگت لیتیں اس بھکے بھوک
 گن اس گنوت کے اوگن کر بوجھی

اُسے سکھ کا جو دکھ پھر ہر گھڑی کا
 بہو تیک ڈھوے کراس دکھ کا بھا
 سگی جوں باغ سکنا باج پانی
 رہی سکھ کرا دھرا مرت جھڑی سو
 نہ سر کنگی کرے نا مانگ کاٹے
 رہیں وہ بال بکھرے سو پریشان
 نہ دیکھی آرسی نامو کھڑا ڈھوئے
 جگے جس مکھ تلتل رکت تازا
 انجھو جس نین کی کالک لجا دیں
 جے کوئی گل مانہ بیہیہ کی بھانہ لوٹے
 جسے حسرت کی دے سائیں کمرات
 او دھریہ بیہ کے جیسے یاد آئیں پھر پھر
 جیسے سائیں سجن کی پیاس لاگے
 نہ اُس آن بھوک جس بیہ کی لگی بھوک
 زلیخا کئی دن اس دکھ تھے جو کو بھی

بھوکے کچائے کر سائیں کی ست تھے
 سو بچتا دے مول پ میں آپ سوں
 جو وہ قول مول کر لیے سو بند ہے
 جتا اس کار نے کھینچی جفا توں
 آپ توں سروری کی ملک میں شاہ
 بیتا کیا شاہ ہو کر داس کے پاس
 توں ہو اُس داس داسی ہوے سیوے
 ولے اسکو نہیں کچھ چاؤ تیرا
 نہ وہ مانے تجھے داسی کے بدلیں
 جتا آزار دی بسیزار ہو کر
 سستی گیاں صر کیا (ن) بہیا جو یہ با
 خیال ایسا بھی یارا بھی تیں
 پریت آچھر سدا چھر کر نکھی سو
 بھر بھائی اس باتاں تھے چکر
 جتا کچ وہ میرا سر لیو تا تاں

لگی بچتا دے اپنی پرت تھے
 لگی بولن کہ کیا بھولے دے توں
 سوا سکی چاؤ تیں یہ کیا دھند ہے
 نہ کچھ اُن سو چلے تے تیں داسوں
 نہ اپنے داس اسی ہوئے کر ماہ
 منگے داسی نہ سوں سیو کر اس
 اُسے شہر مان کر بہو مان دیوے
 نہ بھلے اس دیوں میں بھاؤ تیرا
 نہ گوانے تجھے داسی کے بدلیں
 کیا زاری کہے یوں ذار ہو کر
 کریں گیاں تے نصیحت بہہ سحر سا
 ولے بھی یاؤ ہو جاوے ہے کیوں
 نہ میٹیا جاوے یارا بھی تو
 کئی اس تھبے کے ہوتا سو سر پر
 ولے سر دیں میں اس کی پرت لانی

میرے سر ہر اُس گر پڑیاں کول رہے گناٹھ
 جتا منج سوں دھرے اُن سن میں یہ گناٹھ
 سچا وہ شاہ میں در اسن کی دای
 دیکھے عاشق جتا معشوق کا دکھ
 جتا اُس دیکھتے تھے دکھ اہل لے
 دیکھت تا دیکھنے کا دکھ بسر جائے
 جم اپنی عمر دکھوں کو سے عاشق
 جتا عاشق دیکھے پھر پھر پیا کوں
 ولے یک تل ٹھکے نا دیکھتے تھے
 دیکھو یا نہ دیکھو یہ دکھ اُسے ہے
 ولے وہ ایک ٹکھ لیا ہے مہس دکھ
 جتے عاشق سو عاشق دو دکھ کے ہیں
 نہ بھاوے سگھ اُسے ہی دکھ کھانا
 نہ جلتا چھوڑ پر دا نہ سگھے جلی

اُسوں باندھی ہوں چیت سب بگ تھے چٹھ
 نہ کھولوں میں گناٹھے ہوں مونیہ گناٹھ
 اسی کیا جنت جے میں تا وہا سہی
 سبہہ سہرے دیکھت معشوق کا دکھ
 ولے اُس دیکھتے تھے نارہیا جائے
 ولے کئی دھات کا دکھ بھی بھرائے
 خدا جانا کندنی میں ہوئے عاشق
 دک ہوئے دکھ پر تاسکے ہیا کوں
 اگر چہ ہوئے دکھ اگلا دیکھتے تھے
 سہس دکھ میں دیکھت یک ٹک لے ہے
 جو سچ پوچھیں تو جھوٹ ٹک ایک بی ٹک
 سدا وہ کل منکر سو ٹکھ کے ہیں
 نہ کھاوے مرغ آتش خوار دانا
 نہ کچ سنگ خوار کوں بھاوے ٹکھ پل

دایہ حال زلیخا دید و پرسید کہ حال تو چگونہ خستہ شد

زلیخا کوں جو دیکھی دانی اس دھات
 لگی پوچھن بھوتیک دُنے سات
 کہ توں اجنوں بھی کاہے دکھ کرتی
 جو بوچھا جاو تا تج مکھ پڑ تھی
 تیرا من بہت نت مندھیر تیرے
 بے کج من چت نت مندھیر تیرے
 جدھاں اپنے سجن تھے ددر تھی توں
 اندھا جلتی جو تھی معذور تھی توں
 ایساں اجنوں میلے پر بھی جلی کائے
 بتی جوں موم کی جل جل گلی کائے
 نہیں کس عاشقاں کوں یہ میسر
 جو اس معشوق اچھے سیوکوں اُس گھر
 بہو جسو نت اتم ماس ہے تج
 جے گو سائیں تیرا سوداں سہم تج
 دھو جگ دیپ چندا جس اجالے
 نکھیر سار سورج مکھ چھپالے
 سو وہ نس دن تجھے ہے نین اُجالا
 اچھوں تج نین کاہے دیس کالا
 نین کون نور دئے جس پنڈ کی گیمہ
 نین بھر نور سوں دیک وہ دیک دیہہ
 برہ بس سمد جب توں پیوتی تھی
 سو اُس کا پیاد بھٹجن دیوتی تھی
 جس امرت یادیں سمد نواری
 سو اپنی آئے کیوں نہ یس اُناری
 زلیخا جب سنی دانی تھے یہ بول
 لگی بولن اچھو پانی رگت گھول

کہی کیا پوچھی اے مائی مینمت
 عجب جے پنج گول یہ بوج ناہیں
 جتا سیوے سیتی نزدیک ہوں میں
 سدا منج دشت تل وہ روپ راہے
 رہے منج دشت تل دل بات ناہیں
 دہروں من سنگ سوں انگ لوڑوں
 نہ کہ منج سات کھل کرباں بولے
 سدا یہ مانگتی ہوں میں رکت روئی
 منج یوں کیوں نہ ہوئی گلے کا کاغیٹھ
 کہ ہیں نیکیاں بھنواں سوں کراشارت
 ادھر اُمرت شربت نا پیلاوے
 بھگے پیاس اُس پیاسی کی کنوریت
 سرگ بن سارا تازا مکھ دیکھ دیکھ
 سرگ بن دوزخیاں کوں بھی دیکھتے
 سرگ بن جھاڑ تھے وہ جھاڑ اڑک گن

لگرتوں بوجتی ناہیں پرت چنت
 کہ ناہیں سنگتا ہے منج ساہیں
 دے وہ دور کتنا کیوں سہوں میں
 ولے منج پر کہ ہیں نا دشت باہے
 ولے من سنگ اسے منج سات ناہیں
 سنگے وہ جو میں اپنا سنگ چھوڑوں
 نہ بیٹھے ہونٹ ہنسنی سات گولے
 جو منج پیاروں سوں دیکھت سکتیاں
 جو منج دیک اُس بھنوں تھے نا کھلے گاٹھ
 نہ دیوے سیح ملنے کی اشارت
 ولے تلگل حسرت پس کھلاوے
 جو اس کوں دور تھے دیکھلائیں اُمرت
 اڑک ہوئے دل کیری حسرت ہو تیک
 کہ بہت بھی چکھ حسرت سات جڑے
 ولے میں پاؤں اس تھے پھول سوا گن

جتا جل جل رہوں دکھ دھوپ میں پر نہ چھاوے چھاؤں تھنڈی چکھ منج پر
 لیتی جو پیر تھے جوں رُکھ نزدھار نہ پر بال اپنرائی منج دہر آدھار
 سہاؤں رُکھ ہو منج مَن چمن مان یوں پیاروں سوں دل مسج رخ لیتے نا
 بچھانی دانی جب یہ حال اکٹھی دئی کہ ایسا حال سوں کیوں جو نا ہوئی
 جو اس کڑ دای سوں ملنا گھڑی کس بھلا جی او چٹا بچھڑا برے رُس
 کہ بچھڑے ماں دیکھیں تیں جلیا دل دے یہ دکھ دہی بہر دھات تمل

زلیخا حال خود حضور دایہ عرض کرد

زلیخا دای کوں جب دکھ سنائی سو اس غم میں جو اس غمخوار پائی
 کہی ہم را کھتی توں منج پر پیار سدا ہر کام میں منج توں مدد گاہ
 منجے یک کام میں توں ہو موداب کہ لوڑے تچ غمخواری میری سب
 میرے سر پر تھے بگھ اپنی اچا کر میرے سرتاج مابے لاگ جا کر
 مہو تیک سرن کر اس را جینا کوں لے یہ بول کر میری زباں سوں
 کہ یہ من بن سرگ کی روکھ طوی جو تیری چھاؤں تھے بارے ٹوٹی
 سرگ بن چھاڑ تھنڈی چھاؤں تچھائی جو تھنڈی چھاؤں تیری قد تھے پائی

چمن میں سر و جون بہہ ناز کرتا
 دلے یہ سرفرازی اس کہاں ہوئے
 جولا دے من میرے کر نور کی ڈال
 سوتیری چھاؤں سوں ہ سار مانے؟
 زلیخا بھی سرگ بن روپ کا جھاڑ
 تیرے دکھ دھوپ میں جل جل سکتی
 توں اس سر چھاؤں چھاؤں تیں نہ کرعاً
 دیکھت سہنے میں تیری چھاؤں لیسے
 جو اپنی چھاؤں تھے اس کو بھلا یا
 جدھاں تھے چھاؤں پر تیری رہی بھول
 جو باندھی نہ تیری چھاؤں دیکھت
 جدھاں تھے دیک تیری چھاؤں موہے
 سوتوں اس چھاؤں تھے بیزار دیسے
 نکرجوں چھاؤں ہلکے بھٹا کر گرن
 گیا تیرا جو جو اس تھے لگے بھار
 نیاز اس چھاؤں کی بھوتیک دھرتا
 بھاوے کالوے حسرت تیں روئے
 بڈھاوے حیو پانی گھال کر پال
 نہ بن تچ چھاؤں کا تہہ بار لیاوئے
 سو اس بھوتیک تیری چھاؤں کی چار
 کیا جائے آجھوں اس ٹھوٹ کھتے
 نکوسٹ خوار کر اس چھاؤں کی سار
 سٹے باباپ اس تھے ہوئے دلے
 سو کا ہے چھاؤں ایال اس تھے اچایا
 نہ مانے دوئے جگ اس چھاؤں کا مول
 رہی جوں چھاؤں ہوئرت دیہ گھٹ گھٹ
 دوہوں جگ چھاؤں تھے بیزار ہوئے
 نہ جانوں چھاؤں تچ کیوں سجاوئے
 سب اس کا بھار سہہ کر بخش بھارن
 کیوں اس کی چھاؤں میں ہو بھار کاٹھا

دلے اس دو جگت تھے بھار وہ چھاؤں
 منگے جے چھاؤں ہو تچ سنگ راہے
 منگے جے پڑا ہے جوں چھاؤں یک تل
 جے کوئی تچ تیں جو بالے پن تھے پالے
 تیری یکے شٹ تیں وہ جیو دیوے
 جو مارن لوڑ تا یک دِ شٹ سوں مار
 جو آ ہونٹیاں میں اس کا جیو راہے
 جو ناہیں منگتا مرتے پنچا کو ن
 شہنشاہاں جسے منگتے نہ پائے
 دلے توں کمی پھراتا منگھ اس تھے
 سو لکھن کا منی وہ سندھری نار
 سو کیوں اس نار کی توں چاڑناہیں
 دھیلی ہو رہی تچ بن سہیلی
 جو سو وک سیج تیری آئی سو دھی
 کھجور اسکے ادھر تیرے سونا بات

کیے جس چپ موہن کاروپ ہ چھاؤں
 چکا تا توں سو اس تھے آنکھ کاہے
 کھنڈل یک تل دلے دکھ سونہ کھنڈل
 کیسا کوں اس خبرم جلتے کوں جا لے
 سو توں یکے شٹ ناوے جیو لیوے
 دلے ناماریوں دِ شٹی تھے اوتار
 ادھر شربت نہ دے جنوں سو کاہے
 تو بھی بُند بُند شربت ٹو جیواو
 سو داسی ہوئی وہ تچ سیون آئے
 نہ دے سکھ اس نہ لے آپ سکھ اس تھے
 نہ پاسی جگ میں توں نار اس سار
 جو نار اس سار کی کس ٹھارناہیں
 چھیلی سیج بھی تیری یکیلی
 بھری اچھو لوں منیں سب سیج سو نا
 میلا کھجور کوں نا بات سنگات

جو بھی دانی کوں یہ بات سکلای
کہتے بھو چند یوسف کوں ریچھائی
سُنے یوسف جو منتر دانی کیرے
دیتا اُتر کہ اے سب گت بجنہار
زلیخا دام دے لی سو بندہ ہوں
میرا تن من پران اسکا سنیت ہے
جو جیباں ہوئے بالے بال سب من
جے کچ فرماں اس کا سر چڑاؤں
ولے جی جائے پیارا جیو میرا
کدھیں منج پرگماں ایسا نہ کیجے
عزیز آپیں منجے پنکڑا کر آکھیا
نظر اس کے نمک پر کیوں نہ راکھوں
جو میں پیغمبراں کی نسل کا ہوں
جے کوئی پا کاں کے نزل پیٹ آوے
جو میں ہوں باغِ ابراہیم کا پھول
جے کچ اس باب کیری باٹ دیچھلائی
پڑی پھر منتر اس کا من بھلائی
لگے بولن میٹھے ہونٹاں تھے ہیرے
نہہ ہونج بھوندے کوں توں منتر کار
بہوت اسکے گرم کا شرمندا ہوں
سپت دھاتوں میںے اس کا پت ہے
نہ سکسوں اس گرم کا آنت بولن
جے کچ خدمت کہے سرسوں چلاؤں
نہ ان بھاتا کروں کہ تار کیرا
جو ایسے پاپ تئیں یہ جیو ریچھے
پتیا کر اپنے گھر ماں راکھیا
ایسی کی شرم لیوں کیوں نہ دھاکیوں
وہی اسید میں بھی راکھتا ہوں
سو نا پا کی سے کیوں نا کرند راوے
جو راہے سرگ بن اس باس پر پھول

سو درگند باس اس تھے کیوں دیکھے کوئی
جو میں یعقوب ہو را سحاق کا ہوں
نر زبیل اندران کوں ہوئے داک دانے
نہ ہنس کی اندری تھے کاک اُبجے
پو تر و نس تھے میرا تو اُپج ہوئے
دھردل سینے میں سب سِل کی بوج
خدا معصوم کر پیدا کیا منج
نہیں لائق زلیخا کوں بھی یہ بات
اُسے کہہ جی رہے اس فکر تھے دور
کہا یوں دائی کوں سمجھائے سمجھائے
جو کیرت باس اسکی جگ بھری ہوئی
سو میں انکی چلنت پر کیوں نہ را ہوں
نہ دھتورا پھنس پھل بار آنے
نہ گد گو لے تھے بلوند باگ اُبجے
نہ منج تھے بن پوتر ہو ر کچ ہوئے
کہروں بانفس عزرائیل کی بوج
خطا کیوں آئے عصمت ہے عطا منج
جو یوں حوری کر رہے ہن دھنی ستا
کھے اس بات تھے منج کو بھی معذور
کہ میت داعی زلیخا کوں کہی جائے

زلیخا خود رفتند نزد محل یوسف حال خود عرض کردند

زلیخا کوں جو دائی یہ خبر دی
پھٹے کالج ستیں لوہی جو ردی
بہو تیک باؤلی ہو باؤ بھر کر
اٹھی اپنی خبر تھے اس خبر تھی
سو کالج تکرے پلکھاں پُر دائی
چلی جوں باؤ اڑاتی دھول سر پر

کیتی پیہ پاس روشن چت بھر کے
 کہی توں منج کول جیوتھے پیارے
 سدا میں تچ ریت داغوں کی گھونبی
 درونی آگ تھئے کسرونگ چلتا
 کیا دکھ دوزخ اس دل میں سما لیوں
 جو دل کی بھاپ پرکٹ دیوں یک تل
 جو بیٹھوں میں سرگ بن مان جل جائے
 نہ منج من میں بسے بن خیال تیرا
 منجے کسرونگ بھیدا یا منہ تیرا
 سدا تچ تھے دکھ سیری ہی ہوں
 نہ میری ذات ہے میں جے دیوں اب
 زلیخا تھے سنے یوسف جو یہ یکن
 زلیخا ہوئی دو چیت اس رونے تھے
 کہ مت اس پر میا کی نیر جھڑکے
 میرا تن من جیوتج پر تھے دارے
 بھری آگ اس درونی کی درونی
 سبہ تن جل جل جوں موم لگتا
 جگت جلنے کوں در کیا چھپا لیوں
 جلیں تارے سبت آکاس سوں مل
 سرگ منج دل کیرے دوزخ تھے جل جا
 تیرے خیالوں ہوا یہ حال میرا
 تیرے پرتوں سوں پوریا دیہ میرا
 تیری پرتوں میںے سیری ہی ہوں
 نمونہ ہے تیری پیرت کیرا سب
 بھائے انجھو جھڑی کہ اپنے نین
 گماں اس دل کوں دوزخ ہونے تھے

سو یک آس آس یوں لاگتی بھو تیک کہ رویا پیار کر دکھ آپنا دیک
 ولے دو جا سو در جا نیا گیا اس کہ اس بنیوں تھے مست کچاٹ ہوا اس
 ولے ہر حال لاگے تملانی کہ سائیں کوں ہوا دکھ اس بہانی
 لگی پوچھیں بھو دکھ سات پچھتائے کہ کہہ منج سات کی تچ رونا آئے
 علفگی تچ کن بجھا ون دکھ بھڑکے سو توں انجھواں سوں تیرے تیل بھڑکے
 منگوں رو رو جو توں منج سوں ہنسنے چکے سو توں رو کر رو لادے منج ہنسنے چکے
 سچا تچ دور کا ست معجزا ہے جو پانی سات منج کوں جالتا ہے
 جو دیکھے یوسف اس کا جلتا یوں کہ تن رو لے آدھر تھے بی پتھر جوں
 کہیا میں روتا یہ ڈر ہیا رکٹ کہ ناہیں نیہ کس کا منج مبارک
 پھپھی میری جو میرا پیار کیتی سو منج چوری ستیں بدنام کیتی
 جو میرا باپ منج سوں نیہ لایا آدیکھے پن تھے بھایا کو نہ بھایا
 سو میرے بھائی تیری ہوئے کر منج ہو آزار سوں کیتے ہو منج
 منجے اب پھر پھر اندیشا بھی آئے کہ تیرا نیہ منج سر کیا بلا لیا ئے

زلیخا کہہ اُٹھی اے جیو جیو نہ
 نہ تجھ سوں سر بری کی بات کرتی
 سو اس داسی کمینہ تھے نہ آسی
 نہ بن تیرے پر تیرے ہی میں
 جو منج کوں جیو تھے توں اگلا ہے
 نہ اپنے جیو کوں چنیے بُرا کوں
 نہ تیری باب غفلت کھاؤں گی میں
 نہ کوئی جیو آپنا آپنی دُکھا دے
 نہ توں یہ دھاک اپنے من میں رکھ
 نہ کر منج سات توں بہانے تے دھاتا
 ادھر امریت رس چکھ چاکھنی دے
 گلے میں آرہیا جیو دے گلے بانہ
 دھڑکتا دل ہتیلی راکھ کر دیکھ
 کہے یوسف کہ لے میری خداوند
 نہ سنگ اپنے بندے سوں سر بری توں

کھڑی ہوں تج کے تئیں میں جیو جیو
 جو تیرے داس پن کی ہوس دھرتی
 جو کچ وہ جو تیرے دل کوں نہ بھاسی
 نہ تیری نیہر بن میرے کیا میں
 نہ منج تھے ٹھہ پرائے کا بھلا ہے
 نہ اپنے جیو تھے راہی نچت ہوں
 نہ چک تج تھے کنارے جاؤنگی میں
 نہ ہو سکتی جو کوئی دُکھ انپر اوسے
 دھروں تج تھے اوکاس پاپکا دھاک
 رُلایا سوں رہ سُمّت ہو منج سنگات
 نیکے مکھ پر منجے مکھ راکھنے دے
 بھن دے منج بانہ اپنے گلے مانہ
 جو راحت انپر سے اس تھے ہوتیک
 میری گردن تیری بندگی کیرا بند
 نہ گن کم کام اپنے سر دری سوں

کہاں گھر سے منجے تاج سوں نسبت
 نہ منج تھے بندگی بن کام آئے
 یکھا دا کام خدمت منج لیا دے
 جو سرلیوں وہ دھندا سرلیوں اس میں
 ہوس خدمت کیری بھوٹیک دھڑ میں
 کہ خدمت تھے بندے آزاد ہوتے
 زلیخا جب سستی یوسف تھے یہ بات
 کہی میں ناگنوں تاج کوں بند اگر
 تیری بندی لکھ اپسی گنوں میں
 ہزاراں باند بردے راکھتی ہوں
 سو کیوں تاج کوں انوں چھوڑ دیوں
 چرن جے باٹ چلنے کوں کہتے ہیں
 جو بھوئیں پر پاؤں رکھ پتھی سدھاؤ
 جو یوسف بول اسکے کان کہتے
 کہی جے منج پرت میں لاف ہے تاج

عزیز ایسے سوں کیوں ہوئی منج شرکت
 میری بندگی کے لائق منج فرمائے
 میرے سر کچ خدمت کا دھندا
 جدھاں لگ جیوتا ہوں جیوں اس میں
 جو اس تھے حق گذاری کچ کر دل میں
 عنایت تھے شہاں کے شاد ہوتے
 بچھانی جے بہانے لیاے بہنہ ہٹا
 جو تاج فرماؤں بندگی کا دھندا کر
 سدا داسن داسی ہو رہوں میں
 نہ ہوئی تاخیر جے کچ آکھتی ہوں
 انوں کا کام تیرے بات لیوں
 سو کیوں ان سَم تین کوں دیکھتے ہیں
 اگر دیدے رکھیں آندار پاویں
 پھر اس جواب میں حیران کہتے
 جو نہا سات سینا صاف ہے تاج

تو یوں لوڑے جو میں لوڑوں ہو لوڑے
 کہ جن معشوق پر بھاتا چلا دے
 جیسے معشوق کا بھاتا جو نہا بجائے
 تیری خدمت گزاری منج بھاگے
 منگے معشوق اگر عاشق تھے دوری
 منگے یوسف ہو کوشش سو خدمت
 کہ تھا صحبت میں یہ فتنے کیرا ڈر
 ایس بھاتا میرے بھانے میں چھوٹے
 ایس بھاتے کیرا عشق اس سنا دے
 نہ اس معشوق کا عاشق کھیا جائے
 سو توں کیوں بھاتا میرا کیوں نہ چلا دے
 تو دوری سوں کرے عاشق صبری
 کہ اس صحبت تھے باسے دور ہوئے
 سو منگتے تھے جو باپنے دور ہو کر

زلیخا را یک باغ بود عرفاں باغ و کیز کاں خوب بر ابرو دادہ الہ باغ نمود
 جو کوئی بن اس حکایت کا جو لایا
 جو یوسف کے ادھر پھول پھنکریاں سار
 سو وہ نیکی بچن پھول امرت باس
 جو اُس جھالوں تھے سرنگوں اٹھے دھاک
 سو بھوتیک چٹپٹا یک فکر کیتی
 سو کہتے تھا زلیخا کو جو یک باغ
 سو یوں پھول اس روایت کے گندایا
 زلیخا تیں کہتے یہ پھول خوں بار
 زلیخا کوں لگے انگار کی واس
 رہی انگار ہو سر تھے چرن لگ
 دے اس تھے بھی من بھانہ نہ لیتی
 جو اُس تھے ہوئے سرگ بن دل اُپر داغ

دیس وہ جھاڑ مل کر ڈال میں ڈال
 دتیا مدرس پیا لے لال گلال
 جو پھولے پھول سورنگ روپ سنگات
 دیکھیا سوسن کہ نرگس شوخ دیدا
 سواس آڑا ہوا محفل غرا نا
 لگیا سوسن سوں اُس جھلڑا بھوتیک
 پون آٹھیل دونوں کوں چھڑائی
 بنفشہ کوپ سوں شمشاد سنگات
 ولے جب نخل سے یہ سحر سوں دیک
 سو نیلا ہو رہیا لا جوں تھے وہ جب
 زنگاری مشک بکیاں میں جو دھوپ آئے
 کہ جوں سبز ابریا نخل بھپا کر
 چمن دون ڈھیر جانوں پر گہ پتر
 جو اس میں کالوے نر مل بہاے
 پھولوں پر جے بھنور ہو بھی سہاے

رہیں زتا رجن مل بانہہ کل گھال
 سواس تھے سرو ڈلتے ہوئے توال
 کرے نرگس نظر بازی اُنوسات
 ہو اس مارنے لے بانک سیدھا
 سونرگس بند کن لے گنی کرھانا
 لگی بانکاں لڑن ایس ستیں ایک
 بلا گل لانی بھی پیرت جرٹائی
 لکھے ہیں لام الف جو ب خطا
 چھپایا کوپ میں کانٹے بھوتیک
 گلی برقع اُچا دیک سنس پریا تب
 سواس تھے صحن کوں یہ رنگ روپ آئے
 تنگٹ کیتے ہو نقشوں سوں اس پر
 مدھم اُجلار کھے دوں دھیر لکھ کر
 روپے کیاں جد و لال جانوں سہا دے
 سو دھن مکھ تل ہو رنجوبی سہا دے

چمن میں کی چتر مکھ دیکھیاں کر
 نہ کاچ اچھا اچھے اس نیر جیسا
 دے وہ حوض بھی جوں حوض کوثر
 سو پہنچ اُن کوں کہ تھے پتھریاں دِ دُون
 نہ کوثر نیز اس پتھریاں نھے نرمل
 سو وہ دو دُون بھی تھے یک بن آپر
 سنگھارے تخت بھوتیک چا و کر کر
 بلا یوسف کوں اُس پر سہیلانے
 کہ جے کچ کام خدمت منگتا توں
 ملائے ایک سو اُمول داسیاں
 چُنے ہر ایک سو اُن کھاں منیں تھے
 کھلیاں جون بھول لکھ جو بن گلیاں ستا
 چتر چو سار سب سر و نگ سنگھار
 رکھے تھے حوض دو آرسیاں کر
 نہ کوثر ماں میٹھا نیر ویسا
 کہ جوں دو نین دیسے یک ستر اتر
 صفا اس پتھریاں کا کہہ سکے کون
 نہ چندا جوت اُنو تھے ہوئے اچکل
 کیسے اس کے میدانے تخت گادھر
 چرٹے یوسف مت اُس پر پاؤدھر کر
 حوالا باغ کا ان سات لائے
 تو لے اپنے سراس بن کا دھندا توں
 سکھڑا مریت بھاشیاں بھول باسیاں
 ہر ایک روپ اچھیا چند فی تھے
 بھلاتیاں جیولانیاں چھند سنگات
 سدا ہنس مکہ ہنس چالی چلنھار

بہہ جوں ڈھال موتی ان بندی سو
 سبہ جوں جو اچھوٹ ناہیں چھپے سو
 ڈھلکنے نین متوالے ڈھلکتے
 جو چمکے چھند سوں تو جگ چونکے
 تپس کیے سو تپسی ہو ریوگی
 رکھی یوسف کی خدمت تیں اتو کوں
 کہ جے ان سات لیں کچ بھوگ بیل اس
 مدن میٹھائی کچ ان تھے جو چاکھے
 بھوتیک بادلے ہو کر اینوں دھات
 دکا ری چت میں راکھی یہ ہوں بھی
 تو جب اس سات نس کر میلنے جائے
 وہی کہ جان کر بھوگے آپ سات
 کہی ان کو کہ سب یوسف کوں سیو
 گلیاں تازیاں اچھوٹا ہیں گندے سو
 ولے حوراں تھے ردپا گلا دیئے سو
 جھمکتے جوں جھمک بجلیاں جھمکتے
 جو ٹھمکیں ناز سوں تو جگ ٹونگے
 تپس اُن کو دیکھت مت ہوئے ہوگی
 کہ مت کچ بھوگ لیں یوسف اینوں
 تو پاوے کچ اُنو کھے بھوگ کی باس
 تو کچ اپوں بھی بھوگن چت راکھے
 منگے اُس بادلے دیوں اُنوں سا
 کہ جے یوسف بھلے ان میں کس تھے
 دغا سوں اُس کیری جاگا اپنی آئی
 ریاں سوں رنگ رنگ ہوئے سبہ رات
 جو مانگے جیو جیو ان بھادن دیو

کھڑیاں یک پاؤں پر چوں سرو اچھو سب
 تین سوں پیٹھ اس کی جھاڑا رکھو
 نیکے روپوں سوں اسکا من بھلاؤ
 بھو شوخی سوں شوخی سیکلاؤ
 ولے جس پر جو ان رغبت کرے گا
 توادل وہ خبر منج پاس لیاؤ
 کہی یوسف کوں بھی لے من مٹھانا
 سلکھن داسیاں یہ سب کھڑیاں سو
 انوں سوں سنگ کارن تج رضا ہے
 جو تج دل پر حرام ہو کر اچھوں میں
 جھیلانو مدن لے توں نوا بھوگ
 جو نت منج دیکھتے بھوں گانٹھ پرتی
 جو توں یوں منگتا ہے دور رہنے
 جو مانگے جیو تن تھے جاوے کوں
 کہی یوں ہو رہیو اُس پاس چھوڑی
 جہاں دوڑاے دوڑو یاؤ ہو سب
 جے کچ بولے سو بس انکھیاں پہ راکھو
 ہنسی بازی ستیں اس کو ہنساؤ
 بھو چھند بند کر اس دیکھاؤ
 جسوں مل سونے نس چیت دھرے گا
 ترے وہ بات آ منج کوں سناؤ
 تیرے واری میرا تن من پرانا
 سنے گیاں پوتلیاں جہیاں کھڑیاں سو
 کہ منج بھاوے جے کچ بھاتا تیرا ہے
 حلال ان کو کہتی ہوں میں تیرے تیں
 نوے جوین نھنیاں سوں کر پڑا بھوگ
 آچھیں تج دشت تل کیوں گانٹھ پڑتے
 نہ منج کوں ہے سکت ہو پر کچ کہنے
 نہ کوئی را کھن سکی سمجھاوے سوں
 کیا نہ جیو ستیں گھر کوں چھوڑی

سچا موہنت جو موہن بھارتے پر اچھے راضی آپن اُن بھاوتے پر
منگے موہن جو درد اُس دیونے کوں در دمانے دوا کر لیونے کوں

تعریف آں باغ بیان کردند

زین ہوتے لگیں سنگار بن سب
اُچایا قد جوزا سرو کے سار
دیکھایا داک جھونکے سنبلا جب
زحل کنبے کوں کیوں تابیل لوٹے
مگر اس بیل کارن باگ آیا
لگن سنگار بن سو ہے سرگ بن
گلے میں کہکشاں دوڑی سہاڑے
جو پردیں کاں موتیاں کیاں لڑان باند
عطار دگیاں و نسا گیان کھویا
سو وہ بانڈیاں جو تھیا حور لکوں لائیاں
نوسے چھند بند چالیاں سوں پٹنگ کر

نکھتر بھول کھل ہوئے ات سہن جب
مرگ ہو ریگ اس بن میں چرین ہار
سولیا یا مشتری جو کھن تلاب
جو پانی ڈول سوں اس بن کوں چھوٹے
جواب تر وار لے مرغ ڈھایا
جو اس میں حور جوزا روپ سورھن
پگوں میں بچھوئے عقرب کے بھاو
لیتے مکھ و کلیتے ہات آری چاند
جو اس مٹکا ونے کن دیکھ موہیا
جو جھمکت مکھ سوں سورج چھپانیا
لگیاں یوسف ستیں بولن پٹنگ کر

لیکن اُس رات جوں تاریاں ستیں رات
 کہ پھل انگار دن جوں کہیں کالا
 لیکن کھیلے پھلے جو بن کلیاں سات
 تو یک ایسی کلی توں بات کہ کسی
 لیکن ہنستی ادھر کھولے کمر سار
 کہ توں بھوکے بھنور اس لے کھل کا
 لیکن دیکھلائے بالاسرو کی دھات
 جو سوسن سار ہے تچ پاس خنجر
 لیکن انکھ مار کر بھوں گانٹھ با ہے
 دھروں میں ماں کا نٹھاں شیکر دھات
 لیکن پھل ہار با ہے اس گلے ماں
 لیکن ہاتھوں میں نارج لیتی
 لیکن سولا کھ چالے چھند بند آن
 لیکن جھیلان جھڑپ بن ماں دیکھلا میں
 لیکن جوں مور منکا دے منکتی

دیکھالی بال کالے پھر کلیاں سات
 منجے ہوئے ہے نہ ہوئے توں اچالا
 کہے اب توں جو لیوے یہ کلی بات
 تو کھل تچ گود میں گلال بھرسی
 ہنس بولن سوں کیتی چھو لری بار
 جو وہ رس قد مستی کی عمل کا
 کہ جوں سوسن ہے آزاد اس رات
 رگت میں منج و با چھند بند کر کر
 کہ تچ کوں تار منج کوں گانٹھ آپے
 سو گانٹھاں وہ کھلے جب دے کمر دھات
 کہ دے اس کے بدل میرے گلے با
 اشارت آپے جو بن کی دیتی
 بلا دے سچ چورا سی بند دل کل
 آپس سوں میں نے جانے کوں سکھائیں
 لٹاپٹ سوں رلیاں کلون ہٹکتی

لیکن ماتے نین نرگس کھلاوے
 اینوں چھندوں سوں سب بھولڈ الیاں
 ولے جس نین تل جے سرگ بن ہوئے
 سو اس کسپٹ کی پروا کیوں کرے وہ
 ولے جب دین ناہیں بوجتیاں تھیاں
 سو اس کے دل مینے اس بن تھا ہو
 سو اس بد لین پڑا یا بھی یہ ضرورت
 سو بھوتیک مہر سوں سمجھائے سمجھائے
 کہی اے سب سگاتیاں ہو رٹلکھنیاں
 جے کچ مرا کھیا سب سچ مانوں
 کہ جن دیتا سمجھوں کوں گیان ہو رمان
 نہ پایا جیو ہو رتن سوں ملا یا
 وہی جگ کوں جیو اوے ہو ر مارے
 دھنی جگ کا جگت کرتا رہے وہ
 تمیں اس گیاں سوں یہ کیوں نہ بوجھیں
 کہ میت اس کے متی نینو کوں بھاٹے
 بہلا دن جائیں سب اس ہو لھا لیا
 تو کوڑا ہو کسپٹ سوں سمن ہوئے
 کہاں کوڑے اُپر پگڑی دھرے وہ
 سو پتلیاں ہوئے پتلیاں بوجتیاں تھیاں
 جو کھینچا اُن سمجھوں کوں کفر تھے دو
 جو بولے اُن ستیں رکھ کر مروت
 لگے باتاں کرن پھسلانے پھسلانے
 سُبائیاں روپ وفتیاں گیاں کھنیاں
 سنو بھوتیک گیاں جیو کی کانوں
 دیتا دیکھن نین سننے کے تیں کان
 پھیلے کچ نہ تھا سو جگ نہ پایا
 ایسی تھے پائے بھاتا جگ سارے
 آپیں سب جگ پالن ہارے وہ
 جویوں اُس چھوڑ کپتلیاں کوں پوچھیں

سُکیا نی سوا گیا نی کون جو مانے
 خدا کا جیو دھر نہ جیو کون دین
 جس آپ بھلتے سوں پھوڑیں ہو توڑیں
 جے کوئی ناسن سکے نا دیک سکے
 پتھر جے بھوئیں پڑیا رہ گھنڈ لیا جائے
 نہ بن اس تیں دھڑ پر سر دھریا جائے
 اینوں بیٹوں سوں دین اُن کو بھجایا
 چھپایا اس نور تھے جب کفر اندھارا
 سکیاں وہ بھی شہادت ہوئے صادق
 کیتیاں ابلیس کیا ل نکھیاں کو اندھیاں
 جن اُس اندھلا کرے اس انگلی سوں
 زلیخا جاگتی سب رات ٹالی
 چلی دل داغ سوں اُس باغ کوؤں
 دیکھی یوسف کے گردا گرد اُن کون
 رہیاں ہو بلبلال توحید بن میں
 بڑائی گیان کی وہ کیوں بچھلے
 سوا س نر جیو تھے جیو کا مان لیوں
 سو کیوں بھاؤ جو بھاتا اس تھے توڑیں
 سوا س میوے تھے کوئی کیوں آس رکھے
 سوا س گن سر دھڑ دھڑ کون کیوں بھائے
 جو اُن آپیں دھڑت ہو بریس سر جائے
 اُنوں کون دین اُجائے سوں دپایا
 سو تھاتب صبح صادق کا پھارٹا
 شہادت کون ہو یاں جوں صبح لائے
 نین دٹ انگلیاں سوں مار سنگیاں
 سو کیوں اس کی نظر لاگے تب اس کون
 اُجالا دیکھ اُٹھے بھوتیک اتالی
 سپر سائیں سنگھڑ کا گٹ سو دھن
 سبہ تیں دین کے شاگرد اُن کون
 ہزاران نانوں اس بکس کے من میں

جو تب زُنا رکوں سب توڑ دے کر
 سو اُس تسبیح تھے یوسف بھی ہوا
 زلیخا خوش جو دیکھی اُس انوسات
 ولے یہ اُس بھی دل مان لیا
 جو یہ شوخاں اُسے کچ شوخ کیتاں
 جو نزدیک آئی اس چنتے کی ماتی
 سو ساتی سات لاگی بات بولن
 تیرے ٹکھ پر تو ازنگ آج دِستا
 کنگوگن رات گذرانا جو اس دِیس
 نیند لے نین اُنیندی جا گئے تھے
 مگر یہ کامنیاں خوش باس ناریاں
 جے کوئی ہنس مکھ سون پھٹی ہوئے ہنس مکھ
 سو جب لگ منج دکھیا کے سنگ تھا توں
 رہیاں ہیں سکھیاں تسبیح ہو کر
 دیسے بھوتیک سر خوشی ہوئے خوشحال
 بھنی گئی رشک بھر کے سوں بھودھات
 کہ مت کچ فکر اپنی کام آئی
 ہنسی بارہی ستیں کچ ذوق دیتاں
 سو تھی سب تھے نہنت ہو باج ساتی
 کہ اے امرت ادھر سٹھ بول ڈھولن
 نوازنگ آج تیرے سلج دِستا
 دیسے سوتا زگی دیکھے نہ کس دِیس
 سو جا گیا کیا دھند اتج لا گئے تھے
 تھے لیا یاں خوشی میں مل ساریاں
 دکھیا سوں جن میلے چھاتی بھر کے دکھ
 سو میرے سنگ آچھن تھے تنگ تھا توں

زلیخا یوں جتا کج بات اچالی
 جتا یک جواب مانگے لاکھ دنبال
 جتا یک دشت کے تئیں آگ سو سی
 سو اس حسرتیں نر آس ہو کر
 نوا یک داغ تا زرا من لبالے
 ہوا جوں آگ اُسے سنگار بن سبب
 ولے اس آگ تھے جب جلتا جگ
 جو دکھ دوزخ کیسا من مان مند ہیر
 ولے یک بات کا اتر نہ پائی
 رہے یوسف چپی لے کر اسی حال
 نہ دیتا دشت سو راہے اُسو سی
 جے کج تھی آس اس تھے ہات دھو کر
 رکت رونیں تھے جاسوٹھا لے
 چلی جوں باؤ ہو اس باغ تھے تب
 جہاں جاوے تہاں وہ کیوں رہے دکھ
 نہ گھر اس کو تھنڈا لاگے نہ باہیر

زلیخا احوال خود دایہ را گفتند یک شب

جو اس اپنی دگد ماری کوں یوسف
 جیتا زاری کرے بیزار دیسے
 سو دکھ کو تے تمنیں دای کوں یکات
 لگی دکھ بولنے اس پاس رورو
 کہی بھوتیک ہرن ہوں عاجز آکر
 نیٹ مارن لگے خواری سوں یوسف
 جتا ہوئے زار دے آزار جیسے
 بلا کر بسبیلانی آپنے سات
 انجھو ڈھالیں لگے پینڈھاں ہو ہو
 کہ اے نعمت مائی چکھ میا کر

جو جیونی سو میں تیری میا تھے جو پانی گئی سو میں تیری دیا سے
 سنگا تن اس غری میں سوتوں ہے میرے دکھ کی طبیعت میں سوتوں ہے
 نہ میں یہ دکھ کدھیں کس پاس لگوں نہ بیگٹ باج تج کس پاس کھولوں
 گنوں تج مائی تھے اگلی بھوگن سو میرا دکھ بھوتیک مہر سوں سن
 نہ یوں چیت راکھ جے پیہ سوں ملی ہوں سدا بچھڑے کے دکھ تھے میں جلی ہوں
 جو دل سوں سنگ نا جوڑے سنگا تنی سو کیا گن میں دن سو راتی
 جو عاشق سنگ تھے معشوق تھے تنگ سو کیوں اس سنگ کو عاشق کہے سنگ
 رکھی تھی آس جے پیہ سات مل کر اچھوں گی جوں کمل دن ات کھل کر
 سو میری آس سب پانی میں بہہ گئی نہ اسی ہوئی دکھ سمندر میں رہ گئی
 کنوں گن پار لاگے سوں گاب ڈبے کوں کیوں بنچاگی سوں بچا آب
 کہی اُس دانی جے اے ردپ ماتی جو ردپوں کی مستی دلتی سہاتی
 جو ڈلتے بانہ ڈولا تی جو آوے دکھیں ہاریاں کوں مستی سوں ڈلاوے
 مدن سُدرا مورت دھری توں سلکھن بھادنی صورت شہرے توں
 دھری توں جگ بھلانی نوا جوانی سہانی جیولانی من لیجانی
 چندا گلتا سورج جلتا سوچ تھے اجالا جگ کوں ملتا سوچ تھے

جو کوہ قاف کوں توں بکھ دیکھلائے
 سو ایسی نیہ لانے کھکھ سیتی
 جو کوری دشت سوں مارے مَن بان
 سو توں جگ پاڑ دی ہو کیوں لڑی ہے
 ہنسی ستیں ادھر تیری کھلیں جب
 سو اُس توں چک ہنسا دن ہنسی ستا
 ڈھلکتے نین تیرے دیکھ ڈھیلیں چک
 سو اُس نینو تھے مدھر کیوں ڈلے نان
 جہاں توں جائے میٹھی چال چلتی
 جو توں جس بات میں چکھ جو رکھی
 زلیخا پھر کہی اسے مائی میری
 کہ توں بھی دیکھتی جو وہ گنباں
 جو وہ دیکھے ناکیا کام آئے رنگ لہو پ
 میری شک شک اُسے جاتی جو بادے
 چندا میری پرشانی کر نہ دیکھے
 پگل تچ نیہہ تھے جل سمند ہو جائے
 عجب جے توں رہے ہے دکھ سیتی
 تو جگ پاڑ دکوں ہوے جو کاہان
 جو اُس پاڑ نگر سنگ سنپڑی ہے
 جگت بن کھیل کھیل ہنسی لگیں سب
 ہنسی میں کیوں نہ لیا فی اپنے سات
 جو سند سوں ڈلیں مدھر ڈلیں جگ
 تیرے رخ جوں کہ پارا کیوں ڈھلے نان
 چلی جون چھاؤں جواں کوں چکائی
 اسے توں باٹ لیا نے کیوں نہ کی
 عجب لا کے منجے یہ بات تیری
 کہ میں یکے دشت منج دیکھت ناہیں
 کہ کوئی آپ گن دیکھلائے رنگ لہو پ
 نوادے سرس سو پھر نا اچادے
 سورج میری نشانی کر نہ دیکھے

نہ دیکھے بھوئیں بھی مت دے میری بھاؤں
 منجے یکے شٹ تیں جائے سدا وہ
 جو میرا چاد کر چکھ دیکھتا وہ
 جتا پردا سوں پر دانا کرے جو
 جو میں جاں کندنی تھے ہوں مرن ہار
 جتا کچ نین بھاؤں روپ دھرسوں
 دیتی پھر کر اُسے وہ دانی اتر
 میری خاطر میں اک تدبیر آئی
 ولے وہ کام منج تب بات آوے
 جو بندھا ون عمارت مرگ بن سار
 تیری ہو رتج گسائیں کی یو صورت
 جو دیکھے ایک ساعت آئے اُس ٹھاؤں
 جہاں دیکھے تہاں دیکھے وہی دھات
 تو کچ اس تھے دل اس کا ہو سے تج پر
 تو اس دل میں تیری پیرت کرے ٹھار

دیکھے مُنڈی تلیں کر آپنے پاؤں
 نہ دے کر دشت جیوراے سدا وہ
 تو منج آپ سنگ کارن لیکتا وہ
 نہ چکھ پر داکرے وہ جگے پین دیو
 غنمت کر نہ بوجے ایک دیدار
 نہ دیکھی نین سوں تو کافی کرسوں
 کہ ہے سورج تیرے اگل نکھیتر
 جو اس تھے انگ سنگ دے تچ سنگاتی
 جو کٹھریاں مال توں خالی کراوے
 لکھاؤں دھات دھات اس پر پیر ٹھار
 کہ جوں مل مل رہے ہے پیم پورت
 ایں سوں انگ انگ تچ پائے اُس ٹھاؤں
 جو توں ہو آپ یکس کی یک لگے بات
 تو کھولے آپ نوین ددے تچ پر
 تو ہوئے دونو تمیں ایکس کے یک یار

جہان میلے رہیں یاری سوں دو یار
 یکا یک چنت من آوے تو کیا بار
 زلیخا دائی تھے یہ بول سن کر
 دیتے بھومان اُسے بھوتیک رگن کر
 خزیئے سب کیتی اس کے حوالے
 کہ جتنا کچ نوڑی سو اُتالے

عمارت بنیا د نہادند اُ ایہ

عمارت اس حکایت کی اُچائے
 سو یوں کھن اس روایت کی چڑائے
 کہ جب دائی عمارت کا دھنڈالائی
 سو کا ریگر ہنرنداں کوں دھنڈلایائی
 ہزاراں اور جے بھوگولال کوں پوچھیں
 جو مہیت ہند سے آنت ان کو سوچھیں
 جو اونچے استواری سوں بھٹیں کاند
 تو جوں اینٹھ اس تلیں ہو کر رہے چاند
 ہزاراں سنگ تراشاں جیسے فریاد
 جو انکے گھاؤ تھے پھراں کوں فریاد
 بھریا ہر بال بال اس کا ہنرسوں
 تراشیں موشکا فی سوں پتھر کوں
 پتھر سستیں ننگھی ریں کر جو دیکھلائیں
 پون پر جون ننگھی بن ننگھ اڑ جائیں
 چترارے ہریکن ایسے ستارے
 جو ان کی رنگ رنگ دنیاں کوں بھارے

دنیاں قتل میں کیٹے رنگ دیکھلائے
 عطار و رنگ میں رنگ جو میلادئے
 لکھیں جو سار پہلی ناز کی سات
 قلم اُن کا بگت صورت لکھے یوں
 سو وہ استاد گھر بنیاد کیٹے
 سُنے مانک کنکرا اینٹاں بھرنے بھر
 جنوں سنیپیاں میں کے موتی بیسائیں
 کہ آپس ہات کے موتی آمو لے
 صفا موتیاں کیرا بولیا نہ جاوے
 کیٹے گھر سات دروازاں تیں سات
 وے وہ ساتواں سب تھے بڑا گھر
 سُنے کے تھانہ نورانی جڑت کے
 اُنو ہر تھانہ کول لا کر کیٹے ایک

سوان پرک نیاں کول رنگ سکلائے
 سوان کی پاس آ رنگ منگ لیجاوے
 جو سب مشتاق جے کب لول اٹھے بات
 کہ وہ صورت قلم اعلا لیکھے جوں
 سو اُس گھر تھے سُرگ کی لاج لیتے
 کیٹے کچ ات نہچل موتی پسا کر
 اتوں سیپیاں یہ انبر رشک میں آئیں
 اُنوں موتیاں کی جاگانا قبولے
 دیکھیں ہاریاں کیرے دیدے پھراوے
 جو وہ ہر گھر فے آسمان کی دھات
 زیادت آٹھویں انبر تھے چتر
 پنکھی اس پر جڑت گندن گھر ت کے
 ہرن گندن کے نانے مشک بھرتک

سُنے کے مُورانگن میں دُنب اُچا کر
 جو اُس انگن میں لائے جھاوَنیکے
 سُنے روپے کے پیڑاں ہورِ بچانے
 جو بچاٹیاں پر نیکے پتکھی کُٹے کھوٹ
 لکھے اُس گھر مینے ہر ٹھاؤں پُورت
 کہیں جوں میل بیٹھے ہیں پرت سات
 کہیں ایکس کے لب ایکس کے لب ما
 کہیں جوں مات میں بہت لکھڑے ہیں
 کہیں جانوں زلیاں کسلیں چھندوں سا
 تماٹے تیں جو کوئی اِس ماں جاٹے
 در و دیوار مُکڑے ہو ر دھرت پر
 زلیخا ہو ر یوسف جاگ میں ایک ایک
 زلیخا جب دیکھی وہ گھر ہوئے پر
 جو دیکھی روپ پی کا آپ سستیں
 جو وہ گھر جب اُسی کا اُن بندھائے
 تن رنگ رنگ سوں نقشے سراسر
 نہ طوبی نا مُرک ان چھاؤں دیکھے
 اموک پاج پات ان سات کاٹھے
 زمر پر کندن تن چورنج یا قوت
 زلیخا ہو ر اُس من رست کی مُورت
 کہیں جو میل لیٹے پیا رسنگات
 کہیں جانوں یکس کی یگ لگے باں
 یکس کے ایک گاندھے پر پڑے ہیں
 کہیں انگ سنگ چو اسی بندوں سا
 بدن میں دب بدن پانی بھاوے
 لکھے تھے سب اسی جُتر ستین بھر
 سواں گھر مینے سہسر تھے بھو تیک
 لگی اُس برہ تا پ یک تھی سو سہسر
 نہٹ جلنے لگی سناپ سستیں
 کہ جب اس میں یوسف یک تل آئے

تو اُس رغبت نہیں سوہوئے رغبت
 زلیخا قتل جب وہ بچھاوے
 ولے وہ دیکھ بھی غیرت بی کرقی
 جو اپنے نین تھے عاشق کرے شرک
 سو کیوں نارنگ بھڑکے تھے ٹھنی جائے
 دیکھت دیکھت اسے رک دوں تھے دی
 کہھیں وہ دیکھ کر شادی بھی مانے
 بکھیں من میں رکھی یہ آس پورت
 دیکھت اس رنگ سول سول محل
 بچھانے ریشمی اچھے بچھا کر
 پھولوں دوئے سول سول سج بچھلائی
 رنگا رنگ طاق میں لیتاں رنگا رنگ
 جو کچ لوڑے سو عشرت عیش خاطر
 سو اس عشرت محل ماتھیں زلیخا
 جے کچ لیتی کتی ساہیں کے تیں سب

اچھے سو نہیہ کیوں ناہوئے زیادت
 تو نہیہ تلتل بھڑکے بھی اچھاوے
 کہھیں پیرت کہھیں غیرت مولتی
 اسی کی چھاؤں تھے اس پر دھڑے ہٹک
 جو اپنی صورت اس کا انگ سنگ پائے
 کہ یہ صورت اسوں کیوں میل سوئی
 اپنی ہو ران ملے کر سچ جانے
 کہ صورت تھے ہوئی ملنے کی صورت
 زلیخا بہہ سنوارن چت رکھی تب
 مر صع تخت گندن کا سٹاکر
 چندن پر مل گلاب انگن میں چھڑکائی
 ادک ہوئی پرکس تھے ایک کارنگ
 کیسے یک تل میں سب اس ٹھاؤں حاضر
 نہ مانگے کچ بن ساتھیں زلیخا
 جو لیوے بھوگ آپس سول ملیں تب

جتنے اسبابِ عشرت کے میلاوے
 سو اُس حسرت میں وہ گھر کوں اُٹھائی
 کہ سچ بن لال جن کوئی سُرگ میں جائے
 اینوں کن قتل برہا اَدک ہوئے
 اتاول ہوئے پیٹ مائیں کی تیں جب
 سنگاری آپ بھی بہہ رنگ سنگات
 نہیں اس روپ کوں سنگار حاجت
 نہیں کچ باجِ شبنم پھول پر کم
 سہاوان مَوکھ پر جے تل اچھے نان
 ولے مکھ رنگ تھ تل آپ سہاوانے
 کنگھی سول اپنے سنبل بکھیری
 بیٹاں کندن پٹی پر رشک سطران
 بیاض اُس مان سیدھی مانگ سوہے
 گلیاں بھوچھند سول سر میں جو گھالی
 جگت میں رین کی سب اچار پہرے
 سو عشرت تیں زیادت حسرت آوے
 مگر جس تیں بندھائی سہاوانے پانی
 سو وہ بن سُرگ میں دوزخ کی گن پائے
 سو بتری بے قراری سا سُد کھوئے
 اتلے سول بلاؤں کی نکٹ سب
 کہ میت خُش بھائیں کوں بھو دھاتا
 سہاوا ہو سَنگا راس انگ لاگت
 ولے اس پر سہاوانے آپ شبنم
 نہ یک تل کم دیسے اس مکھ سُن مان
 سہاوا ہوئے مکھ مند ن کھاوے
 ملا بھی گانٹھ جوڑے سات پھیری
 نشان شنگروف نارے لال اُس مان
 دیکھت یہ خوش خطی یا قوت موہے
 سولکھن رین میں تارے دیکھالے
 رہی وہ رین سو بھو تیک دھیرے

جگت میں آوتی جاتی رین دن
 سو اس مکھ دیس ایسا دیس کیوں ہوئے
 جگت دن رین کی ہمنائی کر کیس
 نہ یوں دن رات مل رہتے دیکھیا کوئی
 جگے جگے دیب مکھ جب جگجگے سات
 کہ وہ دیوے دکھ اندھارا رناریں
 نین کچلے کیتے سُر میں سوں سُر مائی
 چنڈا جیساں نچل نزل ہمتیلیاں
 چڑھالے پھر پھر رنگ رنگ لال
 ہری مہندی سو پاچ آچھا دین ہار
 جگت میں پاچ ہریائی ہری جوت
 رنگی رنگ لیا فی رنگ کھلتی
 سو جانوں پاچ ہیریاں سات میلے
 دے اس کیس تہس ہو رنوکھ ہے دن
 جو آتا جاتا دیکھے نہ اس کوئے
 نہ ایسے رین کوئی پاوئے کس کیس
 نہ یوں کس دیس دیس ایسا سا ہوئے
 سو دیوے دیس دیوے لائے بن رات
 اندھاری آس کے گھر کوں سنواریں
 بھورنگ رنگ رنگ مل کھلنے کوں فرمائے
 کیتے مہندی رنگی سوں رنگیلیاں
 چڑھے بہت ہا اس رنگ تھے سونگ لال
 جو اس کی جوت تل چنڈا چھپن ہار
 سو مہندی پاچ تھے اتری بھری جوت
 مہندی جب پگوں پر ہوئی جگندی
 سو ہیریاں کوں کرے مانگ رنگیلے

دھڑے ہاتھوں میں بھربانیک پیرے
 انگوٹیاں چھنکیاں بینی بھوچھند
 دیکھالی ٹکد کنارے گوش وارے
 کہ ملتیں چاند سوں سوون تلے
 دیکھت یہ مشتری زہرا کوں یکے اس
 کہ اپنا چاند جواب مشتری ہوئے
 کرے کنگن کلائی لٹکنا سات
 بھوچاؤں ستیں ہاتوں کوں ٹکائے
 جو پینی تن مینے کسوت اموک
 جو دھیر تھیری کسوت ناکرے انگ
 کمل کیوں نہر آچھے مان چھپے
 پردھاوا بین انگ رنگ رنگ سہادا
 جو دیتی روپ کوں کسوت سوں پشتی
 رنگا رنگ ہوئی کسوت سوں ٹکتی
 سے لٹکن سنے کی مور انگن کی
 کرے بت ہات گل من میت کیرے
 شہاب انگلیاں کوں وہ پیری نوے چند
 میلانے چاند سوں سوون تہارے
 سو مہتر سوں گنین اس جگ سارے
 نیکے مہتر سوں باندھے لاب کی اس
 تو شادیاں گائے زہرا پا تری ہوئے
 دیسیں بہ چاد ستیں لٹکنا ہات
 کہ مٹ لٹکن سجن گل گھال لٹکائے
 جولاگی اس چرٹ مانک مموک
 سو اس پذیروں تھے دیسے انگ کا رنگ
 سورج انہر تھے پرگٹ کیوں دیسے
 منگے انگ انگ پیہہ کابن پرہا
 سہے جوں حور پر خلتے بہشتی
 انگن میں مور جون ہو سوں ٹکتی
 بھلے اس بت لٹکنے کوں سوو من کی

سگندِ بابس اُنک کوں پر مل سوہکا
 کیسے سُر ونگ اپنے سُر و سنگار
 جو پینی نور تن جگ دیپ مولک
 تپیں اچھریاں مگر کمال اہل سوس
 سہا دن روپ کی متوال ہو کر
 چندا جیسی ہے جھمکت آری بات
 پڑے جب آری میں موکھ کا نور
 عجب جے مکھ اپنا وہ بچھاوے
 جلے اُس آری پر رشک کر سور
 دیکھی مکھ سامنے دھر آری جب
 منگے جے موکھ اپنا سامنے دھر
 سو جھمکتی آری دیکھ یوں بھی دکھتے
 سو اُس دکھ رنگ تھے دل آری جب
 بچھاتی جے نہیں اس کوں متھا دن
 جو سا جن آدے یہی جو کیستی

سو جگ مہکار انگ کی بابس جگ جائے
 نہ وہ تفصیل بولن کوئی سگن ہار
 نہ ہوئے سنجکار یکس کا جگ مولک
 کہ مت اتریا پرھا وادی اپس کوں
 ڈلی جون باد تھے پھول ال ہو کر
 دیکھے پھر پھر جھمکت مکھ بہہات
 جیسے سب آری جون دن دیں سور
 جو چکھ سورج کسی دیکھیا نہ جاوے
 جو لے اس مکھ کی نزدیک جانور
 اتا دل ہوئے کر مکھ پیہہ دیکھی کب
 دیکھی پیہہ مکھ اُس مکھ آری کر
 کہ پیہہ مکھ آری دیکھلائے مکھ تھے
 رہی بھوتیک میلی ہوئے کرت
 مگر دے نور مکھ دیکھلائے سا جن
 یکن پر یک بلانے بھیج دیتی

یکا یک آئے کر جگِ دیپ دیکھ لے
 محل سب آرسی کی سار جھمکن
 لگیا برس جو مکھ تھے نور پر نور
 جو اس سمندر تھے یک چشمیں دیے سُو
 جو اُمرت گُن قدم اسکے دہاں آئے
 جو یوسف بھی اس اُمرت تھے امر ہوئے
 ولے عاشق جتا سُد گنوا دے
 سو مدتی سوں اس کا ہات لے بات
 کہ توں مَد روپ کا سُد متوا لا
 سودہ پیلا میری کالج کوں لگ
 اگر مَد پان کی مستی اُتر جائے
 جو قس آیا نہ تھا اس گھر مینے جب
 جہاں سنگات توں ناہوئے منج کوں
 جہاں توں ہے وہاں منج کوں سُرگ بن
 اینوں بینوں بھلا اگر گھر میں لیجائے
 جو چھاؤں اسکی سورج دپ کن جھمکائے
 ہو اس چھاؤں تھے سورج بھی روشن
 محل سب پور ہیا جوں نور سمندر
 چند اتارے جو سب مل یک چھٹکھر
 سبہہ پٹلے چو تھے زرجو جو پائے
 امر ہو مدستی ہو بے خبر ہوئے
 نہ اس کی یاد سے معشوق جاوے
 سو مدتی سوں مدستی سوں کی بات
 پلا یا منج پیرت کا پیالہ
 جلے سینا چھے سُر ونگ کوں دھک
 نہ اتری مَد پرت بے جگ گز جائے
 نہ یہ گھر باد تا تھا دیکھنے تب
 سودہ جا گا ڈرانا ہوئے منج کوں
 جہاں توں نا ان سود و زخ میر گن
 کلف محکم دیتے وہ دار بندھائے

جو باندھے قفل سوں وہ دارِ محکم
 کہ کیا بات میری رد کرے توں
 تیرے تئیں ملک ہو لوگاں کوں چھوڑی
 دیکھایا مکھ ٹہسنے ما نہ اپنا
 اچھوں کیا کٹھن ہو کر دیا ہے
 میلے پر حال میرا دیکھ کر بھی
 تٹی ما باپ ہو دسارے جگت تھے
 سٹی سُد بُد تچ تیں ہونے دکاری
 جرم جلتے برہ کی آگ سو سسی
 نہیں تچ باج کچ منج کوں اُسوسی
 اُسوسے کی اُساس اپنراو اُنبر لاگ
 دیتے اس جواب یوسف سر نو اکر
 تچ میں تو بند اہوں زر خریدی
 تیری بندگی تھے آزادی نہ لوڑون
 ولے اس بند تھے آزاد کر منج

کھلے باتاں مینے سودہ گھر دم
 نہ یک تل منج کہن پر چٹھرے توں
 بھرے بھنڈا سب تچ کان چھوڑی
 لگیا تب تھے تیرے خیالوں تھے تپنا
 نہ را کھے چکھ دیا اجوں سو کیا ہے
 نہ را کھے مہر اچھوں اس حال پر بھی
 ولے نا، میں تٹی تیری پرت تھے
 بساری آپیں تچ نارِ بساری
 نہ تچ تیں کچ سو سے سو سوسا سوسی
 جو کچ منج تیں نہیں تچ کوں اُسوسے
 اُسوسی کر بھجواتے نا جو توں آگ
 کہ اے شاہاں تیرے سیوک چاکر
 میری نیت تیری بندگی میں سیدی
 تیرے سیوک میں جیو کی چاد چھوڑوں
 چھڑا اس دکھ تھے جکھ شاد کر منج

نہ سو ہے جے ایہاں تچ سا اچھوں میں
 نہیں معقول جو اپنے بندے سوں
 یوں سوں سنگ یوں کوں جٹے کیوں
 زلیخا سن کھیا اُسکا ج ہو کر
 سو اس گھر کا بھی دروازہ قفل کر
 سو دکھ کا بند اپنے دل تھے کھولن
 کہ اے جو کے پیارے پیار کر چکھ
 جتا من دیوں میں تیرے سنبھلی مان
 دیتی دھن مال سنبھت تچ کارن
 اُسوسی سوں اچھوں بھی جیوتی ہوں
 اچھوں اس اس تھے نادان اسی
 نہ جانے جے میرا کہیا نہ کرے
 کہے یوسف نہ ہوئے میرا اندازا
 جے کچ فرماں تیرا ہوئے سر پر
 کھیا اس کا نہ چھوڑو تچ کہیا مان
 یکیل تچ ستیں اس دھات اچھوں میں
 آپس سوں سر بری جو تویں ہنڈ توں
 آگن سنگات سنکری کوں کھڑے کیوں
 ہو ر ایک گھر میں لے گی باتاں میں لا کر
 کہتے جو بند کر دے دوکھ دل پر
 تپٹ کھل کر لگی اس سات بولن
 میرا جیو جائے میرے سار کر چکھ
 دلے توں سو میرا سدا لیو تانا
 کہ تچ تھے ہوئے میرا دکھ نواہن
 جتا تچ تھے برہ بس پیوتی ہوں
 منگے توں منج را کھن جم نراسی
 میرے فرمان کا حرمت نہ دھوے
 جو کچ ہونا سو ہوئے گا اس خدا کا
 دلے منج کوں نہ فرما جی گتہ کر
 اس فرمان تھے آگلا تچ فرمان

بتری فرماں برداری میں جیو دیوں
 و لے جن جیو دیوے ہو رلیوے
 اینو بنیوں ہو ایک گھر میں لے گی جب
 سو بھی اپنی رتن کو ٹھہری جو کھولی
 نہ کیا کان یوسف وہ رتن بھی
 جتا یوسف کوں گھرتھے گھر پھرائی
 کلف دے دی چھٹے گھر میں لجا کر
 کہ یہ گھر بھی منجے دکھ گھر ہوئے تب
 منجے یہ چھٹے کلف سولا کھ ہو کر
 دے تھی ساتویں گھر کی آجھوں اس
 کہ بج اس پنتھ میں نیئیں نا امید
 اگر سودار تھے نہ اس پھیری
 کہ شاید ہو رد و ازا جو چکلے

تیرے فرمان میں رھوں جب تک جیوں
 سو اس فرمان کوئی کیوں چھوڑ دیوے
 کہیتے محکم کلف اس گھر کوں بھی تب
 زیجا بہہ نہ ڈھال ہو دکھ بولی
 کبھیں پھیری نہ چپک اپنی بچن تھی
 کسی گھرتھے نہ من کی اس پائی
 اٹھی اڑرائی بتری عاجز آکر
 بندھا کر عیش تیں بچاوتے اب
 سبہہ باندھے میرے مقصود کی در
 سو اس تھے جو اس کا نا گیا نہ اس
 کہ نس کا لک نوارن دن سغیدی
 تو بھی سٹ اس پھر نے تھے نہ ٹھہری
 اُسے دروازے تھے مقصود نکلے

در محل ہفتیم آمدن یوسف ہمراہ زلیخا بسیار عجز کر دیا آخر گرفتار ہو کر لے گئے

جسے کوئی اس بات کی زنجیر جوڑا سو یوں اس راز کیرا قفل توڑیا
 کہ نوبت ساتویں گھر کی جو آئی دو چنتی ہو زلیخا تلملائی
 کہ یہ ایک گھر جو اب رہا ہے سو اس ٹھاؤں خوشی ہو عیش اس سوں پاؤں تاپاؤں
 کبھی اس آس تھے جو بھر کر آؤئے کبھی اس آس تیں پیر چھڑکے
 جو لنگیں دھاگ تھے دل مانہ بھر کے سو بھوتیک آس سوں ہو ردھاگ تیں
 کہ اے یوسف میرے شینوں پہ دکھ لاکھ کرم سوں اس محل میں چپک پگ لاکھ
 رکھے اس مانہ یوسف پا پدم جب محل مہکے قدم تھے بھر کدم سب
 سو اس گھر کی زنجیری پر کندہ کر کلف پولا و سوں حکم بندھن کر
 زلیخا پیہہ کے انگ سنگ کی اتالی سودیکھے خاص خلوت کول جو خالی
 اتالی کے آلا لے پر آلا لے رنپٹ بے تاب ہو کر کیوں سنبھالے

سدا رہ نار لالین کی تھالی
 سو ہوئی خلوت کی مستی تھے پیٹ مست
 بیالے شوق تھے سدا متوالی
 کہ مستی کوں نہیں خلوت تھے کج لیست
 جگت یہ بات کہتے سچ دستی
 جو مستی سات ڈلتی ہو رکھلتی
 لے کر گئی سچ سو دن لگ چھندوں سا
 سٹائی کھائی لیٹی تخت پر جائے
 کہ اے یوسف میرے رخ دکھ نظر چکے
 جو میرا دیں اجالا مکھ دیکھیں سور
 منجے کب لاک یوں دکھ سا باندھے
 پردہ سناب تھے تن تھے جھڑی نوی
 مدن اقبال تھے جھڑیک ابل کر
 اچھو ہو رخی تھے دریا میں ڈبی سچ
 سو اس جلنے سوں جاہل مانہ بیٹھوں
 بزم جلتی سوں وہ جلتی بھی جلتی
 پردہ چھن کن امرت سمندر آہیں
 کیوں اس کوں نیر تھے تدبیر جلتی
 جو تچ پن منج کوں تھنڈیک ناہیں
 سدا رہ نار لالین کی تھالی
 سو ہوئی خلوت کی مستی تھے پیٹ مست
 بیالے شوق تھے سدا متوالی
 کہ مستی کوں نہیں خلوت تھے کج لیست
 جگت یہ بات کہتے سچ دستی
 جو مستی سات ڈلتی ہو رکھلتی
 لے کر گئی سچ سو دن لگ چھندوں سا
 سٹائی کھائی لیٹی تخت پر جائے
 کہ اے یوسف میرے رخ دکھ نظر چکے
 جو میرا دیں اجالا مکھ دیکھیں سور
 منجے کب لاک یوں دکھ سا باندھے
 پردہ سناب تھے تن تھے جھڑی نوی
 مدن اقبال تھے جھڑیک ابل کر
 اچھو ہو رخی تھے دریا میں ڈبی سچ
 سو اس جلنے سوں جاہل مانہ بیٹھوں
 بزم جلتی سوں وہ جلتی بھی جلتی
 پردہ چھن کن امرت سمندر آہیں

سو جتنی کون توں ہو سوں جالتا سو
سٹے منج پر جو امرت دشت یک تل
نہ دو جگ ایک تل دیسے میری دشت
دھوں جگ تھے اچالی دشت تچ بن
سو منج توں آنکھ اچا دیکھے نہ یک تل
جو تیری آنکھ میں ہوں تل تھے خوار
نہ تل کوں آنکھ میں کوئی بھار مانے
تیری یک دشت تیں یہ جیو جاوے
جو منج سچ مارنے کوں لوڑتا توں
ولے دھرتا کمانا جوں بھنواں پر
سدھا قد تیر سو جیسا کماں کر
سو جب گھر کی بھرت پر دشت چوبی
جو اپنی ہو اس کا من کی صورت
جو اس روشن نیکی سچ لیٹی
سو اس جاگا تھے دشت اپنی اچائے

تماشا بھی نہیں چکھ دیکھتا سو
جلیا سو دیہہ پھر جوں ہوئے مکمل کھل
دھوں جگ تھے نہ ناگلوں بن تیری دشت
نہ کچ تچ تھے اچالی دشت نس دن
بھو خواری سوں منج لیکھے نہ یک تل
سو تیری آنکھ میں بھی کیوں لکھوں بھار
سو اس تل چھاؤں توں کیوں بھار جانے
سو توں یک دشت سوں کی ناجیو اے
نظر کی تیر کی نا چھوڑتا توں
بھنواں گا نٹھاں سوں بھو تیکند دے کر
سٹن لاگے نین کی تیر بھو تیں پر
دیکھے یوسف تب اس تیلیاں کی فوجی
لیکھے ہیں صحن میں سب ٹھاؤں پورے
یکن کوں ایک باباں سوں پلیٹی
وہی دیکھے جدھر بھی دشت لائے

جدھر جس کا مذاکونے کوں دیکھے
 خدا سوں کر تو جہہ مُتدا چائے
 جو وہ پُتلی نین پُتلیاں تھے نزل
 سو نقش اس کا جو پھر پھر کر دیا اُس
 جو دیکھا وہ جب اس کا روپ لیکھا
 جو اس صورت تھے ہوئے دل کی صورت
 سو پیرت اُس سوں پہ پہ کوں پکاری
 کہ اے آپ بھادتا توں اپ ستالال
 پیاسی میں دریا اُمرت بھریا توں
 سگوں جوں قحط میں بن ہو کھ کر جائے
 جو ہوں تج جو جیون یار جیو
 جلوں جوں شمع تج تھے رات ہو ردن
 منجے انگھے نہ جال اس تھے جھوں بھی
 تجے سو گند سہر جن مار کیری
 جو دیتا جگ بھلاؤں روپ تج کوں

تھا اُنک سنگ سوں و نو کوں دیکھے
 تو بھی پُتلی وہی غینوں میں آئے
 سبہہ نر جیو ولے جیو تھے اچکل
 سو اس کا من کوں دیکھن چت بسا اُس
 سو اُد چت اُس حیر کو دھن کوں دیکھا
 ملن صورت کی را کھی اُس پورت
 نہیٹ تر رخ لگی کر آہ زاری
 میرا بھاتا نہ دیکر توں بیتا حال
 نہ یک پیاسے تھے کچ گھٹے دریا کوں
 سو کا ہے میگ رحمت توں نہ برسائے
 سو دے اُنک سنگوں منج انگھے جیو
 لگوں جوں موم نہت جل جل تج بن
 دکھوں اگل نہ گھال اس تھے جھوں بھی
 جو سہر جیا منج موبہن کا ر تیری
 جو اس تھے دونی جگ تھے بھول منج کوں

دتیا تیری پشانی یہ نشانی
 دتیا تیر ہو رکماں بکھیاں بھواں تچ
 کہ میرا حال دیکھت چکھ بیا رکھ
 دھروں دل داغ تچ تھے جاسوں سا
 دوا کر مہر سوں دل داغ تیں چکھ
 برہ دو کال تھے میں بھوک مرقی
 نہ برے برس یوں قحطوں سکا مار
 جواب اسکو دیتے یوسف ادب سوں
 نہ کر منج بند بے صبری ستیں آج
 تلا منج پاک دامانی کوں یہ بول
 کیسا منج پاپ لاؤں سنگنی توں
 اسی سائیں جگت راجے کی سو گند
 جگت اس ان دریا میں تھے یک چھٹک
 جو منج ہو ر منج بڑیاں کوں پاک سر جیا
 کہ جے توں آج انجانے نہ منج کوں
 کہ تچ تیں جگت ہرت راکھے پشانی
 جو پاڑد ہوئے نہت باندھے سواں تچ
 سدا کی دکھ دادھی پر دیا رکھ
 تیرے بن کی ہوا کی ہوں ہوا دار
 ہو ردے باس سوں دل باغ تیں چکھ
 گرم کر جیو کا بھوجن ادھر تھی
 نہ برے میگ رحمت ہوئے یکبار
 کہ بے صبری یتی کرتی عجب توں
 نہ لاسٹ چھین ستونتاں میں منج لاج
 میری عصمت کیرا پر دازست کھول
 جو منج تھے پاپ آون منگتی تون
 جو سب راجاں پر اس بندگی کیرا بند
 جو اس یک بند تھے ایسا ہوئیں لکھ چٹک
 جو ان میں پاپ کا ان دھاکہ سر جیا
 میلیوں میں جفت ہو کر بیگ تچ کوں

خدا ایسی کرے گا ایک صورت
 سنگاتی ہوئے میں ہو رتوں میں مل
 جو من مانے سواپ میں آپ کریں گے
 نہ آج اس عیس پرچت آپنا دہر
 جو اس چوری چھپی سوں کام کرنا
 سو کی دودن صبوری نہ پکڑنا
 جو یک دو بار کچ چوری چلے گی
 جو پھر پھر چور چوری میں پڑے گا
 اگھا دن پورتی تاہیں سوکھانا
 تر ت جی یک نزالہ کوئی دیا دے
 جو نعمت چکھ چکھا کر چھین یوے
 جے کوئی جس بست کا لذت چھانے
 ولے جس بست کا لذت جو پاوے
 جو توں اجنوں نہ چاکھی جس لذت کوں
 جو چاکھے پر نہ یک تل تج گذرے
 جو لے توں منج تھے من اس پورت
 کریں بھو نرا مکمل ہو بھوگ مل کھل
 نہ لاجیں گے کسی تھے نا ڈریں گے
 جو دل ڈرتے اچھے بھو تیک مکھ
 خدا تھے ہو نڈر بندیاں تھے ڈرنا
 جو ڈرسوں بات کام ایسا پکڑنا
 کہاں من بھائے تیوں چوری ملے گی
 سو سچ سیوٹ کوں سوئی پرچے گا
 نہ کن کھانا اُسے ہے وہ دکھانا
 بھلا جے بار لا پورت کھلا دے
 بھلا بھیلنج تھے چاکھن نہ دیوے
 نہ اُس تیں کچ دتا آپسی رنجانی
 تو جادے جو وہ لذت جو جادے
 بھلی ہے اس لذت کیری پرت کھل
 جو وہ لذت نہ پاسے تل میں مرے

آٹا لاسٹ کتیک دلی دھیر ہو رہ
 نہ کر ہلکا پٹا گنہیر ہو رہ
 کہی کامن لگی جس جھال سوں سوں
 تو سکے سو سنی کس حال سوں سوں
 جو جاتا ہوے کسی کا جو پیا سوں
 سو وہ کیوں رہ سکے آنکھیں کی سوں
 جے کوئی پیا سوں تھے ار مڑا پڑیا ہوئے
 جیو ایں اس تڑت جے حل گرا ہوئے
 جیسے بس چڑھیا ہوئے جیو ادھر ماں
 ویسا ورنہ بس آوے لگ رہے کاں
 لنگھن تھے مست ہو جن انکھ نہ کھولے
 برس دن پر قبولے کیوں قبولے
 بھکے مسکین کیرا جیو جاتا
 دنیاں دارا سکے تیں سو کھو کھلاتا
 بخیلی سٹ تڑت جیو دان دے منج
 مجھوتیک مان سوں من مان دے منج
 نہ جانوں کیا سبب کرتا بخیلی
 جو دیکھے منج یوں دکھ سوں دیلی
 کیا اس کا تھے دو باب ہے ڈر
 سو یک یہ جو عزیز مصر سن کر
 بھو خوار سیستیں آزار دے گا
 سہے سو اس گنہہ کا سودے گا
 دو جا ڈریہ جو جن دے اچایا
 سو میں اسکے کہے تھے کیوں پھروں ہوں
 قیامت میں خدا کی قہر سوں اٹھ
 عزیز مصر سوں کیوں بے وفا ہوں
 سو مجھوتیک بوج اپنی منج دلایا
 سگن ہارے دھنی تھے کیوں نڈر ہوں
 یکملا ہوں بیریاں تھے اپنے تھٹھ
 خدا کے قہر تھے کیوں نہ بھیا ہوں

کبھی سو دھن عزیز مہر کیا ہے
 خوشی سوں جب میرے نزدیک آئے
 پیالے جو مدیاں اُس پلاؤں
 جو آنکھیاں مونداس مدتھے لئے وہ
 تہیں کیا خدا میرا دیا و نت
 سکے سب پاپ پاپیاں کی فوارن
 دھروں دھن مال کھان کوٹھڑیاں بھر
 بنناؤں سب فقراں کوں جگت کے
 جو ہوئے وہ خیر تیتیں پاپ بھجن
 کہیا یوسف منج یہ کیوں خوش آوے
 سو وہ جو بھی عزیز ایسے کسی کا
 عزیز آپیں ولے منج بخش عزت
 دھنی میرا جو ہے سائیں پر اُپکار
 جو لوڑے تہر کن سکے چھڑاؤں
 تیری دھن سات کیوں کرنا بھروسا
 چلے اس پر جسے کچ میرا کہیا ہے
 خوشی کیرے سبہہ اسباب لیا دے
 سو کچ مدیاں سوں پیالا چلاؤں
 قیامت لگ نین کھول نا اٹھے وہ
 پئے پاپی سبہہ پر ہے میا و نت
 قبولے عذر چکھ ہو درس کارن
 کہا روں کوٹھڑیاں سکلیاں بھرا کر
 جو ہوئیں اس تھے فقیراں دھن سنپت کے
 تج ہوئے عذر خواہ وہ دھن دھنی کن
 جو میرے تیں کسی کا جو جلاوے
 جو میرا جو تن پالیا اسی کا
 تجھے فرمائے میری کان خدمت
 تہر ہو مہر پر آپیں سکن ہا
 جو کچ لوڑی نہ سکے کوئی پھراؤں
 کر دوں کیوں اس بھروسے سادو سا

نہ اس دھن کے بھروسے ڈر سٹیا جائے
 نہ کچ سائیں کیرے کہے تھے تھیا جائے
 کہی سودھن کہ اے شاہِ جواں بخت
 تجھے ہوئی راج ستیں تاج ہو تخت
 ہوا دکھ تیر تئیں یہ دل نشانہ
 جولیا تا توں بہانے پر بہانہ
 بہانہ ستونٹیاں کوں یوں نہ لوڑے
 سو توں کی بات ستونٹیاں کی چھوڑے
 چلے مکرال سوں منج بازی دلاوے
 نہ بازی پاکھ بازار تھے کد اوے
 کہے یوسف جتاوے منج بازی
 نہ میں اپنی سٹوں گا پاکھ بازی
 منجے جتنے بہانیاں سوں رجھاوے
 نہ منج تھے باج ست کا کام آوے
 زلیخا جب اینوں بینوں تھے کچوائی
 بہو کچوات کیاں باتاں میںے آئی
 جو باتاں میں بھی ڈاٹی گئی مٹر تھے
 رہی عاجز سبہہ حلے مکر تھے
 کباب میرا کہیا ہر حال انگ لے
 تجھے بھاؤں نہ بھاؤں انگ سنگ دے
 جتا بولوں نیٹ باتاں میں لاوے
 جو اس باتاں تھے جھوٹے دن گھٹاوے
 جو سب تدبیر تھے اب میں رہی ہوں
 ابھوں میرا کہیا سونا کرے توں
 رہیا ہے اب یہی جے جیو دیون
 جو اس بد لیس تیرا بھی جیو لیون
 جو توں یا ہے نہ اب میرے گلے بان
 تو باہوں کاٹے خنجر گلے مان
 جو اپنا ہاتھ منج گردن نہ بھاوے
 تو میرا خوں تیری گردن آوے

دھڑکتے سینے پر جے نار کھے بات
 جو تج تھے انگ سنگاب میں نہ پاؤں
 اینوں گن جیوتھے اپنی اٹھوں میں
 تیرے آگل عزیز اس حال منج دیکھ
 بجے بے شک میرا خونی لکر جان
 جوتوں ہو میں بھونیا رہے میں چھین حب
 کہی یوں ہو کھینچی برق خنجر
 خنجر پانی بھریا سو پیا سے گل مانھ
 سو یوسف بات پکڑے دور کر جائے
 کہ کاہے تو مینا چھڑیں چڑی ہے
 ترا من ماننا سودیوں گا تج
 زلیخا جب کسی ایسے مٹھے بول
 کہ بہت اس تھے دلاسی گی اس تل
 سو خنجر بات کا نیکی سیتی سٹ
 لیتی اسکے ادھر اپنے ادھر مانھ
 تو سینا پھاڑ لیوں گی خنجر سات
 رکت گھاؤں مینے سب تن ڈوباؤں
 جو تیریاں جبتاں تھے ٹھیکہ چھوٹوں میں
 بڑے مر کر رکت سوں لال منج دیکھ
 کرے کا ترے تیری جیو کا مان
 رہیں جوں جیو یکس سوں ایک مل تب
 بھریا بہہ اب سوں جوں بیلا پر
 لگے جے اترے جوں صاف جل مانھ
 کہن لاگی بہو سمجھائے سجائے
 بڑی ہو کر نخصنی بد پکڑی ہے
 پیاروں سوں سینے پر یوں کا تج
 کہتے بہہ آس آس چونڈے اپر پھول
 چلا دے بھاوتا من بھاوتا مل
 لٹا پت سات ہوتی سائیں سوں ٹٹ
 امر بھیدا مرت گھولے شکر مانھ

جو چھاتی میں سہی تھی دکھ کٹاری
 سو اُس چھاتی میں بھی جو بن کٹاری
 جو وہ اپنی زنجیر اس تھے سہی تھی
 رہی جوں بال ہو کر جس کمر تھے
 کمر تھے ات پر تعلقا ہو ہو کر
 بکٹ موتی کی سپی را کھی انگلی
 نہ مار یا تیر سوں اُن اس ہدف کوں
 کشش سوں تیر سا نہ دھیا ہو نہ چھوڑیا
 جو اوچٹ بھوک تیں ہوئی نفس طالب
 سو دھن سو یہ اتالی ہو رہیوسف
 کھونے جائے انیرا اپنی جتی بار
 جو اتنے مانہ یک کونے مینے ایک
 سو اُس پوچھا کہ وہ پر داسو کیا ہے
 سو کچ پر دانہ کر بولی زلیخا
 کہی یک اس میں ہے پتلا کندن کا

سو چھاتی پر لیتی سائیں کوں باری
 چھپا کر خوش کھولی سور باڑی
 سو اس کا طوق کر باہاں بھی تھی
 سو رانا اس کمر کو رز کمر کے
 رہے اُس تیر تیں حلقا ہدف دھر
 کہ مت موتی کے تیں سائیں پھرانگی
 نہ اُس موتی کے تیں پھوڑیا صد کوں
 خمر نے تیر دھر سینی نہ چھوڑیا
 تو اس پر عصمت اسکی آئی غالب
 کرین ہر یک بہانے سوں توقف
 کمرے ہات پھر جی دل نہ دی بار
 دیسا پر داسنگارے سو بھوتیک
 ہو راس پڑے میں چھپ کون آہے
 گٹ اُس پردے کیر اکھولی زلیخا
 جو سنگارے ہے سب اُس تن رتن کا

خدا اپنا کر اس کوں بوجھتی ہوں
 سوا اُس پردے میں اس تیں چھپائی
 اُس آگل پاپ منج کوں کیوں کیا جا
 سو یوسف کہہ اٹھے ترت یہ سنے جوں
 جو وہ نا سوتا نہ دیکھتا ہے
 جو میرا تو خدا سب پر سکں ہار
 سو میں ویسے دھی تھے کیوں نا دھا کوں
 کھیا یوں ہو رٹ پٹ سول چھڑالے
 سو جس دروازے کوں دیکھلاے انگلی
 پچھن لاگے جو وہ ہرنی بھی ددڑی
 جو ہات اُس پرستی راکھن پکڑ کر
 چھوٹا اس ہات تھے پیر ہن جو پھاٹا
 زلیخا کا جو پھاٹا دکھ تھے کالج
 ہو حسرت سول راہی ہو پشیمان
 پچھاڑی کھائی بھوئیں پر چھاؤں کی دھاتا

سدا اُس بندگی سول پوجھتی ہوں
 جو وہ دیکھے نہ منج تھے یہ بُرائی
 جو اس کوں پاپ کیرا ناؤں نا بھائے
 کہ جب زرجو تھے توں لاجتی ہوں
 نہ خوبی نا برائی لیکھتا ہے
 سدا یک دشت سول سب جگہ بھجی
 شرم اُن دیکھنے پر کیوں نہ راکھوں
 چلایا جھٹ جوں ہرن پھاندا تڑالے
 آپس تھے آپ کھلے وہ باج کیلی
 سو سرتے دارکن اس لاگ اپڑی
 پچھیں تھے پیر ہن پھاٹا سنپڑ کر
 سو پھانی پیر ہن سول بھانڈھاٹا
 سو پھاڑی اپنے کپڑے بھی لاج رہ
 رہے حیران ہو بھوتیک پریشاں
 پچھاڑی کچھا کر پاؤں ہو رہات

جو بھی اس آس ملنے کی نہ ہوتی اسی تل جیو اس حسرت سوں کھوتی
 ولے جب جیو کا جیون گیا تھا سو اس کا جیو بڑ جیو ہو رہا تھا
 جو بھوتیک کھنجر دل پر سہی تھی رکت مائی منیں لڑتی رہتی تھی
 خنجر لے مار سینا پھاڑ مرنی اُمید آنکے جیسے پیوتے نہ دھرتی
 پڑی تھی جیو آتا ہو رہا تھا ڈرا دن گھر برہہ ڈاکے ڈراتا
 سجن اس آس لار آس کیتے کہ جوں منہ کا نوالا چین لیتے
 پیاسی جیو دیتی تھی سو آس نیر ادھر لگ لیاے کر کا ہے لیتے پیر
 کہیں دکھ ہیں سوں رو رو پلاوے کبھیں اس حال کی بنیا میں آوے
 کہیں حسرت سوں دنوں بات رگڑی کبھیں سوں آپنے بختاں سوں چھوڑی
 کہ کا ہے سحر اگی منج سوں لاوے جو تکتل آس لا منج کوں ٹھگاوے

از دست زلیخا یوسف گر بختن و بیرون آمدن و زلیخا
 پس شتاب آمدہ پیر بن دریدہ کردن
 زلیخا تھے چھڑالے کر جو یوسف رنگل آئے گھر سو بے توقف

عزیز ادبیت اسے سامن جو آیا
 سو پوچھا حال سو یوسف ادب کہ
 عزیز اتنے میں اس کا مات لے ہات
 سو اس لے کر زینخا کن گیا جب
 کہ یوسف گٹ بھڑاس سات باھیا
 سو اس دھا کوں بکایک لائی فریاد
 تھیں اندیش جے اس کیا سزلہ ہے
 لنگیا پوچھیں عزیز اس کوں عجیبوں
 کہی یہدی یہی ستا جو لیا کر
 جو میں اس گھر مینے سکھ سوں رہی تھی
 سو یہ چون چور ہو آیا میرے پاس
 خیال اس کا جو میں سوتے آچھوں ہو
 جو اس خیالوں سوں منج لک بات لیا
 اٹھی سو دیکھ کر غماٹیا جو ڈر کر
 سو دروازے کئے اس پر پڑیا ہاست
 سو یوسف کوں پریشاں حال پایا
 کہے ہو ر کچ نہ باہے گٹ باہر
 چلایا لے کر مہر سات اپنے سات
 زینخا یوں گمانوں جان لی تب
 بچارن آپ اسی سنگت لیا
 کہ اسے عادل ترے میرا دیا داد
 جو تیری اہل پر وہ بے وفا ہے
 کہ کہہ دے منج کوں اس بے ادب کو
 بڈھایا چاوسوں توں پنکڑا کر
 ایہاں آنے کسی ناہیں دیتی تھی
 جو گود اپنا بھرے میرے پھولوں اس
 آپ نزدیک ہو کر ہمد ہے دور
 سو میٹھی نیند کر ڈوی گرا چایا
 سو میں لاگی بچھن سیگی جو کر کر
 سو پھاٹیا پیرہن اس پھول کی دھا

جو پھاٹے منہ سوں وہ پیرھن کہے گا
 سواب ایسا سیاست اسکے تئیں کہ
 عزیز مصر کوں تب اس قصہ تھے
 غصا چڑھ کر بھوا وچت چڑیا چھات
 کہ تیری بے وفائی کیا کہیا جائے
 خزانے جو کیا خالی تیرے تئیں
 تجھے فرزند گن بہہ چاؤ کہتا
 زلیخا کوں تیری خدمت کوں لایا
 جو ان باندھے جو میرے باندہ بردے
 سبہہ دھن مال پر تج حکم دیتا
 سو تو کیا خوب کیا حق شناسی
 نہ اس نعمت کیرا کچ حق را کھیا
 جو اس خوبی سوں کیا توں برائی
 کیا توں منج بھلائی پر برائی
 بھلائی کا جزا ہوتے بھلائی
 سو منج تئیں وہ گواہو کر رہے گا
 جو اس عبرت تھے ہوئے ہوران ستنیں
 گیا کانپن لگیا بھوتیک غصہ تھے
 سو یوسف سوں کیا غصے تئیں تبا
 غلاماں تھے وفا جگ میں کہاں آئے
 سولیا یا یہ اصال توں مرے تئیں
 سو میرا چاؤ توں یوں باز کہتا
 سو توں اس دھات اس خدمت کوں آیا
 کیا سب ان کو تیری باندہ بردے
 جے کچ تیرا کہیا سب سیس لیتا
 اصیلاں تھے تو کام ایسا نہ آسی
 نہ کچ میرے نمک کے حق کوں مھاکیا
 سو کیوں کر نا نہ اب تج سوں بڑائی
 سو کیوں پاگا بڑائی کر بھلائی
 برائی کا سنا سو ہے بڑائی

سواب تیرا سزا تج کوں نہ کرنا
 جو اس سے یوسف ایسا روں دیکھے
 کہ اے تج پاس سب آچار بچا
 نہ منج کوں بول بول اس کے پتیا کر
 جو بانوین بکھوی تھے نار اُچ ہوئی
 جے کوئی چپ راست بوجے سو بچانے
 سدا آئیں بڑے ہرے خیال میرے
 بھو چند بند سوں تلستل پر بھاگے
 نہ میں اس کے کہے پر کان دیتا
 جتا مٹکانی منج من لیونے تیں
 کینوں گن اس تیرے گن ہو کر م سوں
 رکھے تو پاؤں سو جاگتے دھا کوں
 سو تیری سیج چکلن کیوں منجے بھائے
 زلیخا منج ایہاں اپنی بُلائی
 بہو حیلے مکر سوں بھوند کر منج

نہیں تو ہو ر کوئی اس دھات ڈرنا
 سو سچ تھا سو اپنی کہنے کوں بیٹھے
 بیچارے بن نار کر یوں منج کوں خوار
 نہ لائیوں بول ایسا خطا کر
 سو بانوین تھے سدھا پن کیوں دیکھے کوئی
 کہ چپ سو راستی کی گن نہ آنے
 لگی ہے یہ چھندون دنبال میرے
 منجے آنگ سنگ کا ملن نت بلاوے
 نہ کہ یک دشت اس لگ جان دیتا
 نین کھولیا نہ اس کو دیکھنے تیں
 کروں ایسی خیانت تج حرم سوں
 ادب سوں ڈرو ہاں میں سر نہ رکھوں
 تیرے اچھے صد پر پر کوں رکھوں پائے
 یکس پر یک بلانی بھج بلانی
 سنگات اپنے لے گئی اس گھر بھیر منج

منگی منج تھے کہ اپنی سیج آنا
 سو میں کہتے دکھوں چھٹ کر اس تھے
 پکڑا رکھن بچیں تھے جب سٹی بات
 جو یہ پا کی میری با ورنہ دھڑ سے
 زلیخا یوں کہیا اس کا سنی جب
 خدا کیاں ہو عزیز مصر کیاں بھی
 جو دعوے میں کسی کی آپڑی دند
 سو ان کھا کہ لگی آنجھو بہانے
 جو دلوا جھوٹ کا روش کیتی نار
 کہیں جگ جھوٹ کوں جوں چودوان چند
 اول دکھلائے اُجالا ہو رسیوٹ
 نوے چندوں کریں سیج کوں سوانست
 عزیر اس جھوٹ چندنی کوں بھلیا جب
 سو فرمایا جو یوسف کوں سببا و
 سو بہت تھے پڑے میرے پرانا
 نکل نکھٹیا بُرا ہوت کر اس تھے
 سو چھٹا پیر ہن بھدی اینودھات
 سواب خاطر تیرا جے کچ کر سے
 سو ان باندھی سواں کہانے لگی تب
 جلیتاں کچ جانتی تھی اوتنیاں بھی
 گوا ہونا گوانا ہیں تو سو گند
 کیسی بات آپنی سیج ہر بہانے
 نہ باہے تیل بن جھوٹی آنجھو دھار
 جو اول جوت دے دن دن ہوئے مند
 آندھارا پاد کر ڈب جائے گھٹ گھٹ
 جوں دن دن جوت اُجالا دے زیادت
 نیٹ کوپوں تھے جوں سورج جلیا تب
 سیاست سوں بندی خانے میں بھاؤ

عزیز مصر فرمودند کہ یوسف را بندی خانہ اندازند

ہم برائے یوسف طفل گواہ داد

بندی خانہ کیرے شکنے جو آئے
سو یوسف کوں جو کھینچا کھینچ لائے
خدا سوں آپنے لایا مناجات
جو تیری بوج میں کچ جھوٹا نہیں
میرا سچ جھوٹ کرنا جھوٹا حال
نکر پھر جھوٹ سوں اندکار کالا
جو روشن ہوئے ست میرا جگت میں
سو جوں سچ تھا سودہ گت جگت میں لیا
جو اچھستی تھی زلیخا پاس برس دن
سو دیتا بات کی قدر خدا اس
نہ کر یوسف اُپر یوں قہر توں بیگ
دھرے حق جو دھرے توں مہر سو رہا

بندی خانہ کیرے شکنے جو آئے
سو یوسف تنگ دل ہو تنگ دل رہا
کہ اے سب گٹ بجن ہارے گسائیں
جے کچ اس جھوٹ سچ کا گٹ بھر گھال
جو دیتا منج ست کا نور اجالا
میرے تیں یک گواہ اُپجا جگت میں
مناجات اس بندے کا جب قبولیا
زلیخا کی قرابت ایک کامن
بہنے یقن کا تھا پسند اُس
پکارا اوٹھیا عزیز مصر کوں بیگ
نہیں یوسف سیاست کا سزاوار

عزیز اس بولتے تھے بہہ عجب کر
 کہ اے بالک بچے جے کچ سج بول
 کہ کون یہ آگ ادل سلیگائے
 اُنوں بھی وہ بچہ کیسا بچن یوں
 ولے تچ کوں کہوں گایک نشانی
 نظر کر دیکھ اس کی پیر بن پر
 اگر اُنکے تھے پھاٹا ہوئے پیر بن
 جے کچ یوسف کیر ادعوی نہیں سج
 جو پھاٹا ہوئے پچھین تھے پیر بن اس کا
 جے کچ دعویٰ زلیخا کا سو جھوٹا
 عزیز اس بول پر وہ پیر بن دیکھ
 کہ تو سلگائی اول یہ برائی
 زلیخا کیوں جے یوں توں آج کیتی

لگیا تفصیل پوچھن یہ ادب کر
 سکایا تچ خدا سو منج کہہ کھول
 جو میرے شرم کا پردا اُچائے
 کہ گن چھوڑے کیرے صرتا نہیں ہوں
 جو توں اس تھے مجھے جے ہوئی کہانی
 کہ پھاٹا کس طرف تھے ہں کی تن پر
 اچھے بے شک زلیخا پاک دامن
 غرض پر بولتا ہے جھوٹ رن رن
 اچھے اُس تھے پوتر دامن اس کا
 اسی کا کام ہے یہ کام کھوٹا
 زلیخا کوں لگیا بولن بھوتیک
 اصالت کوں اپس تھے آگائی
 زلیخا کیوں ہو میری بھی لاج کیتی

مضمیٰ بدکر بڑیاں کاناؤں ڈوہتی
 شرم گن کا اندیشا کچ نہ کیتی
 ایس تھے آئی سوا سی برائی
 جگت بھیدن سودھن سار سکیاں
 جے کوئی سودھن گنگن ہو بھوئیں کی بھید
 نہ کوئی سکیاں کوں بیتا وے
 دنیاں بھی آپس نار ی کہا وے
 سوان لکھاں منس نت اٹھ میلانے
 دغا سوں پل میں گئی منساں کوں مارے
 کوئی رنگ نت نوے بھیدن لکھا وے
 سودنیاں بھیدن نار ی کے جو دیکھے
 دنیاں جب نار کے کچ رنگ پا وے
 جگت سد بد جو نار ی چھین سی نانہ
 نہ کی خواباں کی ہو کر کچ خوبی
 جو اپنے یک بندے تھے شرم دیتی
 بھلی ہو کر آپس اس انگ لائی
 اہے سودھن کی بھیدن ناں حیراں
 نہ سکے سودھنی سودھن کی بھیدن
 پیتا وے چن سکیاں اپنی گنوا وے
 سوناری ہوئے کر جگ کوں بھلا وے
 وے سکیاں پر آپ بھاتا چلا وے
 اسے تل ہو ر کیتاں تیں سوارے
 کیتے بھیدن سوں تل تل رنگ پھرا وے
 سوا پی کچ کچ اسکے بھید سکے
 سوا سکی ناؤں سوں ناہی کہا وے
 نہ اسکی باٹ جانا کوئی جگت مانہ

جو ان پانی کوں ناری ناؤں ہوئے
 سبہہ جگ ناری چنگی کا گرفتار
 عزیز اس بات کو یوسف کے رخ دیک
 منت سوں منگ لیتا اس بھودھات
 زلیخا کوں نصیحت بھی کی تا تب
 کہیا یوں بول ہو رہا ہر گیا جب
 نہ کچ بولیا برے بول اس زیادت
 تحمل کوں بھلا کیتی سبہہ کوئی
 برائی ہو رکال پر سو رکامنی سات
 بھکوں پیاسوں بسودے جو کھوے
 سبہہ کوئی مکر میں اس کے پھرن ہار
 سر ہایا اس دیانت کوں بھونیک
 کہ اے یوسف کہہ کس دھیر یہ بات
 کہ استغفار کر اس بات تھے اب
 دیکھیا اس تھے گنہ ایسا رہیا جب
 نہ کچ سنیا نہ کچ کی تا سیاست
 ولے اتنا نہ کرنا ہے شرم کھوئے
 نیت دھیر اچھے تسی آپٹے گھات

بی بیان مصر تنید بزلیخا سخن ہا نہا نہ اند آخر تو را دیدہ دست ہائے خود بریدہ

برای کن نہ کس عاشق کوں سا ہے
 جگت بولاں تھے ہوئے عشق تازہ
 نہ عاشق سحر ہو رہنے کوں لا ہے
 نہ غوغا کریں ہوئے گرم آواز
 پرت پٹکھی جو جاگا پکڑے گا
 سوگٹ پرگٹ ہوا گھن پُن جگت سن
 زلیخا جب کیتی یوسف سوں وہ گن

سوہیلیاں مصرکیاں پایاں خبر جب
 کہ اس کوں کیا ہوا جو شرم گن گنٹ
 جو اُس تھے نادں ننگ اپنا گنوا دے
 عجب گمراہ ہوئی بندے تھے اپنی
 عجب جے بھی غلام اس کوں نہ لوڑے
 نہ اُس مکھ پر نظر باہے کدھیں وہ
 نہ کد اُس سات منہ دے بات بولے
 مگر اس کی نظر کوں خوش نہ آوے
 ہمیں ایساں سوں جی یک تل میلے گا
 جے کچ بولیا ہمارا سیس لے گا
 زلیخا جب اُنوں تھے یہ خبر پائی
 تڑت فرمائی سنا ہانی کندوری
 سو اُن کوں اس بہانے سوں بلائی
 جو اس آیا نعمت تھے اگھائی
 سوزنگا رنگ میوے سات مجلس
 زلیخا کوں اڑانے کوں لگیاں سب
 رہے ہے بھول یک بند سوں غیٹ
 اپنی ہو کر پکڑ لینے کوں جا دے
 رہے اُس تھے سبہ ہندے تھے اپنی
 جو سامن آئے وہ اُن مکھ موڑے
 نہ اُس دیکھ خوش راہ مکھیں وہ
 نہ بات اس کی کندھیں آپیں قبولے
 جو اس کا روپ اُسے دیکھا نہ بھاوے
 تو ہماں سوں اُسی تل میں سیلے گا
 ہمارے کارن اپنا سیس دے گا
 کھٹو کرنے اُنوں کوں دل اپر لیائے
 کیستے سب نعمتاں ستیں جو پوری
 نوازش سات کندوری کھلائی
 کندوری درمیانی تھے اچھائی
 کیتی رنگیں چمن کی دھات مجلس

زلیخا مکر سوں سکلیاں کیرے ہات
 چھوڑی یک بات میں بجل جھک سا
 کہی ان کوں کہ اے بیبیاں سو جانیاں
 تمہیں کی بولتیاں ہیں منج جڑے بلبل
 جو اس مکھ نور تھے روشن کریں نین
 رضا ہوئے تو اس جاگا بلاؤں
 سبہہ بولیاں ہمیں سب اس ہوئے تھے
 بہو مشتاق اس تیں جو ہو رہ من
 زلیخا بھج دی دانی کو اس کن
 سبہہ مجلس میں ہے ذکر تیری
 جگا مجلس کوں جگ دیپ شمع ہو کر
 اٹھے گاتوں جو چکھ ڈگ راکھ آؤں
 جتا اس تیں کہتے وہ دانی منتر

منے مٹھ کیاں چھوڑیاں دیتی ترنج ستا
 ترنج یک بات میں پیلا گنگ سار
 جو ہے ہر یک تمیں رایاں کوں انیاں
 کہ مت اپنے بندے پر میں رہی بھول
 منجے معذور رکھ بولیں نہ یہ بین
 تم کوں درس اس کا دیکھلاؤں
 دوختیاں ہو رہیاں ہیں اس تھے
 ہمیں موصنیاں رہیاں ہیں باج درس
 کہ آدرس سوں کر مجلس کوں روشن
 لگی سکلیاں سکلیاں کوں فکر تیری
 جو ہوئے تہ تیں پشنگ سب جمع ہو کر
 نہیں تہ پنتھر رکھیں پگ اکھ آؤں
 چلیانا ہیں کچ اس کا منتر اس پر

زلیخا یہ خبر سن کر آپس کی
 کہی زاری ستیں اے من بھلاتی
 تیرے یہ انگ تھے رنگ بھودھتا
 پھیلے منج اپنی اس لایا
 فضیحت ہوئی سبہ لوگاں میں تج تھے
 جوتوں یوں منج خواری سات دیکھے
 نہ خواری سوں منج لا اعتباری
 بکلیا سینا جو تیرے دکھ تھے ور زور
 اٹھا اس شور تھے سب جگ یلنے شور
 دیکھا ان کوں کچھ اپنا جگ دین دپ
 بھوگن منتری شوگن دیکھایا
 سو اس گن تھے بہو خوش ہوئے ناری
 لڑکتی لٹ رہی کسوت اپر لاگ
 کمر جس کو نظر دھنڈے نہ پائی
 سنگاری تاج کوں اس سر چڑھا کر
 بھوتیک بھونڈ کر لیا نے کتیں گئی
 تیرے انگ انگ سکے جیولانے
 کیا پیلک رکت پانی انجھو ست
 سو پھر نماں کر چھوٹی دکایا
 رہی ہوں بول سبہ لوگاں میں تج تھے
 بہولا اعتباری سات لیکھے
 جو اس بیبیاں تھے کھینچوں شرم ساری
 میٹھے لب سوں نت اس پرتوں شے زور
 منجے بولن اچائے شب جنے شور
 جو منج کوں بولنے تھے سب ہیں چوپ
 جو سائیں بھو گئے آنے پر آیا
 ہی کسوت سوں جوں سر دہن سنگاری
 سو پسری میں رہیا جوں مشک کا ناگ
 مر صغ زر کمر سیتیں کسائی
 انبر سرلی سو پیتن پاک پنا کر

دیتی اُس ہات کنڈن آفت ادا
 سُنے کا طشت یک باندی کیے ہا
 دیکھے اس دھاسوں کو کون جے کوئی
 جو خلوت میں تھے آیا وہ چھپا دھن
 دیکھیاں بیدیاں جو اس ہنگام کون
 سوکے رتن میں سب اوجھت موہیا
 دیکھت اک کون کہ وہ جانوں بد لگیاں
 جو بے سُد ہو ترنج کاٹن گیاں سب
 چھوڑی ستیں یکن انگلیاں قلم کی
 کیتیاں صفحے کیتیا اپنیاں ہتیلیاں
 جو دیکھیاں نور نزل سب کھیاں اس
 نہ باج اتم فرشتے کج چھپیں حور
 زلیخا بول اٹھی بھدی یہی ذات
 اہی ہوں میں جم اس سوں چت لائی
 ولے ملنا نہیں منج خیال میں اُن

دیے اس بات چہ پتری سہاوا
 چلائی اُس کون چھپیں یوسف کیے سا
 پھیلے ہات شدیدہ تھے دھوئی
 نکل آیا بھڑبھڑا توں کھیلیا بن
 چُنیاں درسن بھول اس بن تھے نین کو
 سیاریاں آپسیں سُد سُد کھویاں
 ہویاں بن دشت تل سر پاپیشیاں
 سوہات اپنے سنگ کاٹن لگیاں سب
 ہیا میں نیہہ کی اچھر رقم کی
 جو اُس پر جد دلاں کھینچیاں رنگیلیاں
 کہ اوٹھیاں پوچھتیاں یہ ہوئے ماس
 نہ ہوئے سکے فرشتیاں کون بھی نور
 جو اس تھے بولیتاں تھیاں منج دن را
 اُسی انگ سنگ کاون میں بلانی
 نرم ہوتا نہیں اس حال میں اُن

کٹھن ہو کر ہو رہا ہے گا اسی حال
جو کئی دن بھاگ میں پائی خواری
جناور جنگلی ہلے نہ تو بن
کیاں بیدیاں جو ہات اپنے لیتاں گا
اُسی مجلس میں کیتیاں جو دیتیاں
کیتیاں ننگیاں کھلیاں سُدید گنولے
کتیاں کوں گئی سُدید بھی آئی پھر کر
زینجا سار لیتیاں پریم پیالے
دے راہیاں گھر اس کے سمالے

زینجانی بیان مصر را این تجربہ تہم بے بیان مصر یوسف را
پند گردند بعدہ فکر بندی خانہ گردند

جو ہوئیں یک بست کوں بھوتیک خرید
جو یک پیہ سوں چھیں دل باندا کن
جو دیکھی ہو ر عاشق کوں مست ابل
زینجا دیکھت اُس بیدیاں کیر احوال
کہی ان کوں کہ یوسف کوں دیکھت جب
ادک رغبت دھریں ہر یک خریدار
پرت اس تھے اچھے یک حال اس من
ادک سلگن لگی عشق آگ تلسل
اول کی خیال تھے لائی ادک خیال
ہویاں اس حال یک تل میں ہمیں

تمہارے حال پر بوجھو میرا حال
 اگر اس عشق میں معذور اچھوں میں
 بنجے سنگا تیاں ہو اس دکھ میں
 کرو اس سنگ دل سوں بندگی با
 سبہم معذوری سوں یتیاں گواہی
 کہ جیو کے ملک میں وہ راجنا ہے
 نہ مو ہے کیوں دیکھے وہ روپ جے کوئے
 نہ ہوئے جگ میں ایسا کوئی پیدا
 جے کوئی یک دشت دیکھے اس نین کھول
 مکہ اس کا جگ بھٹکنے کا سبب ہے
 بھلے جیوسات جن وہ مکھ دیکھت
 زلیخا کوں اینوں بکینوں سوں سمجائے
 کہیاں اس کوں کہ سن گنونت سامی
 فو آنیر جگ دریا میں سینیاں ہیں
 سو کچ ہے مرتیا میرا آچکل
 جو دیکھوں درسں اس کانت سدا کال
 بُرائی سوں نہ بولو بول مُنچ تیں
 بہو کو کشش رکھو میری مد میں
 جو نرمی سوں چلے کچ منچ سنگات
 کیتیاں شرمندگی سوں عذر خواہی
 جو حکم اس ملک میں اس کارواں ہے
 دیکھت اس ہوئے پانی جے پتھر ٹوٹے
 جو وہ اس لکھ کرنا ہوئے شیدا
 اپیں بھولے سو تچ پر کیوں رکھے بول
 جو توں اُس دیکھ بھولے کیا عجب ہے
 وہے مکھ ہوئے معذوری کوں حجت
 لگیاں یوسف ستیں بولن سبہم جائے
 سہے تچ آنگ کسوت نیک نامی
 سو موتی اُس میں تچ ایسے کہاں ہیں
 جو راکھے خوش ستریرے چٹان تل

زینچا کیہ ہوئی تیر ہی بنتھی مانہ
 نہ تیرا مرتبہ کچ ہو ویسے کم
 نہ کر اس سات ایسی سرکشی توں
 بہانے جہاں اس سات ناگر
 جے تچ حاجت ہے اس بے حاجتی تا
 بھوت اُپکار اس کا چکھ نہ بسیار
 پیار اس کا دیکھت ایسا نہ کر ناز
 نہ ہوئے جس کام دو جا سرکشی پن
 جو اُن تچ تھے نیٹ نہ اس ہوئے
 سکت دھرتا سوہرت پھر ہوئے جے کال
 جو سر تھے اونچ آفے لوٹ سوں جل
 بہو کچو اے کر تچ شاستی ہے
 بندی خانے تھے کیوں رتا تیل توں
 بریاں کے تیں کیے سووہ بُرا تھا دن
 اندھارا تنگ جوں کافر گیری گور
 ولے اُس پنتھ پکڑی توں رکھے مانہ
 جو چلیے پاؤں رکھ اس پنتھ یک دم
 نہ رکھ ناخوش اُسوں مل رہ خوشی سوں
 جے کچ تچ تھے منگے حاجت روا کر
 نہ حاجت مند کی حاجت تھے کھنچ بات
 چکھ اسکے سار کر اس پر رکھ اُپکار
 لیٹ اُس روخ چکھ جوں سر و سرفراز
 نہ دیوے سرکشی پھل ناخوشی پن
 رنپٹ تچ مہر تھے بھی مات دھوئے
 اُکھاڑے اوں ستیں پیٹ کی کھال
 کھڑے ہوئے ماٹی سٹ دے پوٹیک تل
 بندی خانے بہو نگلی کر کتی ہے
 مگر اس تھے خبر دھرتا نہیں توں
 جو روندھے جو اس کا لیوے ناؤں
 اُپاراجوں اُگن دوزخ بھرے گور

بچھانا اور نا دکھ باج کچ نہ
 سبہر دھویں ہات کھانے پونے تھے
 جیسے گھائیں سیاست سا اس مائیں
 جے کوئی اس میں گیا جے گور میں جائے
 سکل اس پر سلگتی مکھ کی دُرجن
 سوان گناٹھاں بھواں پر پلرنگ گناٹھ
 لڑکتے ہونٹ گوپوں سوں لگے گنٹھ
 نہ بولے باج کرٹے بول یک بول
 جو کوئی تج سا رُسکھ واسا جو ہو سے
 زلیخا تیں جو توں دھرتا نہیں عار
 جو توں اس تیں مہر کی بات چھوڑے
 نہ کر توں نارادی سا توں دند
 اُسے کا ہیئت کوں نا خوش رکھے توں
 جو اُن تج کوں نہ پٹاں بھاوتے ہوئی
 تو رہ ہمناس تیں سرکار لا کر

کریں جم جاگ بھوک اس بھجری مانہ
 بھوکوں پیاسوں ادگھاوے جوئے تھے
 سو جیوتی جیو جانوں گور میں جائیں
 سو اُس جاگا تھے اس کوں گور خوش بھائے
 سو اُس سلگن تھے نہت جلتے کیتے من
 دیوں لوگاں کے دل پر نہت ہنس گناٹھ
 جو دیں جوں ڈراون گور کے گنٹھ
 نہ بن مرنے کے بس تیں ادھر کھول
 دیکھت وہ ٹھاؤں جوئے تھے ہات دھو
 تو اپنی تیں بھی کیوں کرتا نہیں عار
 کچ اپنی ذات پر تو مہر لوڑے
 جو اس تھے بھی نہ ہوئے تج کوں بند
 جو اس تھے نا خوشی آپں دیکھے توں
 نہ اس کی شکل تج من بھاوتی ہوئی
 بدن بیل اُس بھو کے ہو چھپا کر

ہمیں ہر ایک خوبی میں یکٹ ہیں
 ہمیں اچھتیں زلیخا کس گنت مانہ
 بچار اُن کی جو یوسف کا ن کہتے
 انوں کے مکھ تھے مکھ اپنا بھرا کر
 کہ اسے تج سات سب جگ کا مناجا
 گنت تھے بندیاں کوں توں رکھن ہار
 یکیلے پن میں توں ہے سنگاتی
 تمیں ہے منج کوں پروردیگا را
 جے کج منج تھے انوں کا منگتا ہے
 جو میں راہوں بندی خانے میں بریں
 دل اندھلا ہوئے تا محرم کوں دیکھے
 انوں کے سنگ تھے اس جاگتھے ہو تنگ
 بندی خانہ منگے یوسف خدا تھے

چندا سورج تھے روپوں مال اُدھ ہیں
 ہمیں سوں لاف کی اس کوں سکت مانہ
 بھوتیک دل پر او گھر مان لیتے
 دعا کرنے لگے دوہات اُپا کر
 منگے ہو را پس سب کوں تج تھے حاجا
 صبور ی پر سکت توں دے سکن ہار
 نہیں تج باج منج خلوت میں ساتی
 جے کج میں مانگتا سو دین ہارا
 بندی خانہ منجے اس تھے بھلا ہے
 بھلا جے پاؤں اس کا ایک تل دریں
 دو چنت ہوئے چت اُن پر در کھتے
 ہزار افسوس جے چوکے نہ یہ سنگ
 بندی خانے پڑے اپنی دعا تھے

جو چپکے منگتے اُن سنگ تھے دوری بندی خانے میں نا پڑتے ضروری
خدا اُن سنگ تھے ہر یک سببِ بات سے دیتا خلاصی سکھ سنگات

لِ سَف وینِ زنا یو خاطرِ نیا ورمِ لہجہِ علا ج شد ضاعِ عزیمتِ بصر گرفتہ رندی نہ کد

دعا سوں بہت جن کوئی کاٹ لیتیاں دعا بازی جتا یوسف سوں کیتیاں
نہیں چنتیاں کسی بازی دعا سات سو بازی بار کچھ ایاں بہودھات
دغا کر داغ بن دل پر نہ پایاں سو یوسف تھے دعا کھا کر اگھایاں
کہ کچ اُن کو نہ دمن آس دیتا نہ کچ من آس دیوں بات رکیتا
زلیخا کن گیاں سب ہوا تالیاں سو آس کول بھاگے گھانشتا لیاں
کہیاں اس کول کہ اے مسکیں بچاری نہ دیکھیا جائے تیرا دکھ بھاری
نہیں کوئی روپ دیتا یوسف ایسا دے سرکش بھی تاہیں کوئی ویسا
کہ جس تچ سر نہ دیے سرکشی تھے نہ دیسے کد خوشی تھے نا خوشی تھے
جرم توں سرکش اس کول پاوتی ہے اچھوں توں کیوں نہیں سرکھاوتی ہے
ہیں بہودھتا اس کول پند دیتیاں نہیں سب حبیب سون سار کیتیاں
دے ناہیں کٹھن اس سار کوئی سار جے کوئی ہوہیں کٹھن اس پر چلن بار

اب اس تیں بھاگ سے کلیے کیرا گرم
 جو کلیے مان چل کر نرم ہوے سار
 جو گرمی سوں نہ کرے گرم لو بار
 زلیخا کوں جو یوں بولیاں انوں سب
 بہو تیک آس را کھتی آپنی چت
 کہ اپنے سنگھ تیں اس کا دکھ لوٹے
 کہ عاشق عشق میں پورا نہ ہوئے
 منگے من بہت کوں اپنی بھوک کی جوگ
 جن اپنی بھوک کے کارن بھو گیا ہوئے
 نہ کہیا جہائے اس بہت کوں سمٹ بہت
 سمٹ بہت بے بہے مت تھے دو چت
 عزیز مصر کوں جا کر زلیخا
 کہ بدنامی لگی منج اس ٹھننے تھے
 سببہ اس شہر میں بولیں ہی بول
 سنپٹر کہ ہوی ٹنگار اس کی سرک ماہدہ

جو ہوئے وہ کٹھن فولاد کچ نرم
 کریں اس کوں جسے کچ لوڑے سولہار
 نہ چلے کچ جتا کوٹے تھنڈا سار
 بہو خوش بھائی نہ تدبیر سے تب
 کہ اس تدبیر تھے مت نرم ہوئے مت
 دیکھے سکھ کا مکھ اس کا مکھ چھوٹے
 تو اپنے بھاؤ تے بن کچ نہ جوئے
 نہ من کے میت کوں بن اپنی بھوک
 نہ کہیں عاشق اس کوں عاشقاں کوئے
 جو اپنے تیں دکھاوے بہت کا چت
 نہ چلتی چت میں بہت کوں سچت بہت
 کہی یہ بول سمجھا کر زلیخا
 جولا جوں میں سکیاں میں بیٹے تھے
 جو میں چت بات را کھی ہوں اسے بھول
 جو منج نیک بال کوں اس تھے چھٹک ناہ

سوچا کچ اسکی دیوانی ہو رہی ہے
سبہ لوگاں گماں ایسا دھریں جب
جو اس حکمت تھے مت ہو گماں دور
پہلے پدید آس کول پھرا دیں
کہ کیوں نا اس سزا کا ہوئے سزاوار
دھنی کیرے سیاست تھے نہ دھاکے
جو میرا قہر لوگ پر دیکھیں گے
عزیز اس فکر پر خوش ہو قبولیا
کہیا اس باب میں بہو تیک اندیشا
نہ میرے دل میں ایسی آئی تدبیر
دیا ہوں حکم اب اس کا تیرے مات
جو آگن بول آن بھاتا لگیا تاج
زلیخا یوں جو اس تھے بھاوتا پائی

جو اپنے دیہہ کی مند بکھو رہی ہے
ہمیں اس کان یک حکمت کوں اب
میری پاکی ہوے پھر جگ میں شہو
گلیاں کو خپیاں میں یوں دھندرا پھرا دیں
دھنی کی شرم پر جے کوئی اٹھیں ہار
منگے جے سیج اس کے پادراکھے
نہ پھر منج پر گماں ایسا رکھیں گے
خوشی سوں مسکٹیاں ہو ہونٹ کھولیا
نہ ایسا ہوئے وہ ہریک اندیشا
جنا میں دل میں کیسا فکر پھر پھیر
چلا اب حکم تاج کوں بھائے جس دھا
کر اس کوں دور جس گن بھارتا تاج
سواپ کہنے کے تیں یوسف گن آئی

کہ اے من بھاوتے آپ بھاوتا سٹ
 عزیز مصر آپ بھاتا کیا منج
 سواپ من بھائے سو تچ کر سکوں میں
 جو بھاوے پگ تیرے نبر پر اپڑا دن
 میرے سر کلم ہے اب سر کشی سٹ
 جو تچ سر سر کشی ایسی بلا لیائے
 جو میرا سر نہ لے لیوے بلا سر
 جواب توں منج دکھیا کون نا کرے شاد
 خوشی جے کج ابھاگی کون نہ بھاوے
 خوشی لینے تچے دکھ دین لوڑوں
 جو پنکڑا دو دنا بیوے خوشی سات
 میرا دکھ دور کر خوش رہ آہیں بھی
 جو توں دکھ بند میں راکھے اچھوں منج
 میرے من بھاتے تیں زانیہ جھٹ
 تیرے اوپر نیٹ بھاتا ریا منج
 جو بھاوے بھاگے میں تچ کھوں میں
 جو بھاوے قہر سوں تچ پگ تیں بھاؤں
 خوشی سوں منج سوں نہ نا خوشی سٹ
 بلا کون سر گرں کیوں تچ کون بھائے
 سواپ سر لے جے کج تچ بھائی خاطر
 تو تچ بھی دکھ دے لیون اپنا داد
 منگے خوش راہنے چت دکھ بھاوے
 تچے خوش رکھ خوشی میں لین لوڑوں
 پلائی اس مار مائی نا خوشی سات
 منجے دکھ دے نگو دکھ آہیں بھی
 تر ت بند کر بندی خانے بچھوں تچ

جو ہنستا کھیلتا رہنے تھے منج سول
 سو یوسف بول اٹھے جے کچ کر منج
 جے کچ توں منگتی منج تھے تیری تیں
 زلیخا اس جتا بھوندی ڈرائی
 سو بھوتیک تلملا کر چھپ سینے آئی
 جو اسکے انگ کی کسوت زنگارنگ
 جلگت جوت انگ اس کا جگدین بار
 لوہے کا طوق اس گردن میں چھوڑی
 جو تھے کتوال سب دجال جیسے
 سو یوں کا ندھے پر اس کوں سر کلا کر
 کہ کن کھوٹا غلام ایسا جے کوئی ہوئے
 سہے اس کوں جو اپنڑے یہ سیاست
 وے سب جگ تماشے کوں کھڑے ہوئے
 کہ یہ کیا بات ہے یوں بوج ناہوئی
 تیرا خاطر جو بھاوے بند تچ کوں
 تیرے سر حکم ہے سب کچ سر تچ
 بھلا اس تھے بندی خانامیر تیں
 نہ کچ اس بول تھے اس کوں پھرائی
 بلا کر ترے سر ہنگال کوں فرمائی
 ننگلے کر کہیتے اس کوں ننگا انگ
 مندر کٹے نیپائی اس اڑے سارے
 پگوں میں یک دندی زنجیر جوڑی
 جو اس کا دھچا چڑائے جوں کہ عیئے
 پھر اے شہر میں یوں شور لا کر
 جو مانگے جے دھنی کی شرم اپی کھوئے
 بندی خانامیر ہوئے اس ست جن لیٹا
 بھوتیک جیو کر کہتے سہے کوئے
 جو یہ گن ہو رتے ادگن کیا ہوئی

فرشتے کر جیسے سر جیا پوتر
 لکھن و ننا سلکھن مکہ دھرجن
 سلکھن خوب اوپ اوپ ہوئے جس
 سوکڑے تھے سبہہ کڑو اگدھنک ہوئے
 جو لے گئے اُس بندی خانے لگ اس دھتا
 جو اس دو جگ مہکن پھول پگ تھے
 جو بند کے لوگ وہ امرت ہو پائے
 بندی خانہ سو کیا دوزخ اگر ہوئے
 بندی خانے کے سب لوگ کیں یک دھیر
 بندی خانے میں جب یوسف کہتے تھے
 کہ اس اس تھے ادک کہ میں نہ پاڑو
 نڈسوں دیہہ نازک ناچھلاؤ
 اُس امرت نیر سیتی سر نھلا کر
 جلد ایک کو ٹھہری اس تیں سنوارو
 بچاؤ اس میں شہانی صد سنگا

نہ ہوئیں ابلیس کے اس میں چمتر
 برے کام او لکھن ڈھنک کھن گئے تن
 چلت اس اوپ تھے بھی خوب ہوئے تیں
 جن او لکھن گن او لکھن کرن جائے
 بندی خانہ سولا یار شک انبر سات
 بندی خانہ ہوا سو گند مرگ تھے
 سبہہ نر جیو تھے سو جیو ناپائے
 تو ویسے کے قدم تھے سرگ سر ہوئے
 ہوئے حلقہ بہشتی طوق زنجیر
 بندی خانے کے شحنے کوں بھی نار
 اب اس کا طوق ہو ر بیڑی کہاڑو
 سرا سر ریشمی کسوت پناؤ
 سنگارو تلج کو اس سیں لاکر
 بہورنگ رنگ صفاتیں سنوارو
 حریری سیج سیج کر پھول انبار

جو اس تئیں اس محل میں تھا وہ دیتے سوائے حجرے عیادت کان کہتے
 سدا جوں تھا انوں کا رسم عادت لگے خلوت میں نے کرنے عیادت
 کہتے بھوتیک شکر اس بند میں جائے کہ اس ناریاں کی چھند بند تھے جھٹکپا

سرخى ندارد

بڑی کچ بھول ہے مانس کو جنگ مانہ جو اپنے حال کی سُد بُد خبر نانہ
 نہ اس کا رسم ہے نعمت شناسی سدا معیت اس کا ناسپاسی
 جو پاوے نیت نعمت جھوگ سولا کھ اُس سوں راضی اچھے لوب دک اکھ
 جو ساری عمر اس بھوگوں سوں جاوے نہ بوجھے قدر اس کا بن گنوائے
 زلیخا نیت جو میت کوں دیکھتی تھی سوا نگ سنگ سنگ اس سکھ لیکھی تھی
 سوزت اس دیکھنے کوں سکھ لیکھے جو وہ سکھ کھوے برہے دوکھ دیکھے
 بندی خانہ بندے لوگاں کے تئیں سرگ بن ہو رہیا اس پھول تھے
 سرگ بن تھا سو اس کا من کا گھر ہوا اُس باج دوزخ تھے نتر
 جو دکھ دوزخ اول تھے دل میں تھا اس سو یک دوزخ سہس لگ گن ہوا اس
 سو دل کے ہو اس گھر کی انگن سیج جرم چلنے لگی چلنے تھے بھو تیج

جیسے جگ مانہ جا لے آگ میں بھاؤ
 دلے برہ آگ گن دوزخ کی ہوتی
 سو لیل اُس برہ بھنجن بن زلیخا
 کبھیں دامن بھرے گلال ستیں
 سجن دو جگ مہکن پھول کے خیال
 دُگد مند میر چھاتی چیر لیوے
 دلے وہ بھی جو دروازے کھلے پائے
 کھر دپچی مکھ لوبخی بال لانبے
 لڑی اپنے ادھر دانوں پکڑ کر
 کبھیں سرمانہ اپنے دھول اڑا دے
 کبھیں دکھ انجھول میں تھے بیٹھی
 رگت رنگ مکھ جھل جاسن کھیلے پر
 کہ اترارنگ ناسا ہے خوشی باج
 سو بوجھے ترے جلیل راکھ ہو جائے
 نہ بوجھن دیوتی ناراکھ کرتی
 جلی برہ آگ سوں نس دن زلیخا
 کبھیں جوں پھول کپڑے پھاڑ لیتی
 کبھیں دھالے نین نرگس تھے گلال
 کہ مت چکھ دکھ دگد باہیر دیوے
 سو اُس پتھ بھی دُگد دکھ بیس کر آئے
 بیچھاڑی بات پاک تل نہ تھانے
 پڑے میانے یکیاں موتی کی سر کر
 کبھیں سودھول میں اپیں لڑا دے
 جو دھرتی سب چکر ہو دھول بیٹھی
 کری جون کنول نیلا مار لے کر
 دکھیا کول نیل کیرا رنگ ہے ساج

اینوں دھاتوں پشیمانی ڈکھ تھے
 کہ اے کرتب جو میں کیتی کرے کن
 میرے تن جیو جا کر جگ کیرا
 ابیں ہوا پیس آزار دیتی
 اپس تھے یہ بلا آپیں بسائی
 ابیں ہوا اپنے دیدے کہاڑے
 ستم دکھ کے پہاڑاں سیس لیتی
 بہوون کھوئی جس کوں دھنڈ نے تئی
 پڑی کیا بھول منج اس بھول پر پھٹ
 اٹھی ہوں جیو پر دل کی دگد تھے
 کریں تلتل یوں چکھ حال اس
 جو کھوئی دھنڈ دھنڈ کر بھوتیرا کال
 جو اپنی کال ابیں ہو لیون اپن شور
 پریشانی سوں بیٹھی ڈگمگ تھے
 جس ایسا بس پیوے کیوں نامرے تن
 موا بن جیو کے جیو جیو میرا
 ابیں ہو پگ میں نیشا مار لیتی
 ابیں دون لائی اپنا جیو جالی
 گر اندھلی آپ دکھا گھاٹے میں پاڑے
 جو بیٹے گئے سبہہ تن بھار سیتی
 سواخر کی دگد سوں پائی اس میں
 جو وہ جگ دیب مانک کھوئی سیوٹ
 دگد تھے اب چھٹوں کس کی مدد تھے
 کہ کاٹی میں اپنی ہو آپنی اس
 نہ ہوئی منج سار آپیں اپنا کال
 جو پتھریاں سوں کچل سینا لیون توڑ

جے رنج تھی نیت اس کی کچ پاد
 دیکھی پھر پھر جو اس کے پیر ہن لے
 کبھیں مکھ پر اتاری باس اس لیوے
 کبھیں بھائی ٹکھا دیک گیریاں
 کبھیں لی آستیں اُس آستیں ہات
 کبھیں اس میں بھری انجھواں پٹے سا
 کبھیں دامن چومے ہو کر نین پر
 کبھیں حسرت سوں دامن ہات لیتی
 اُسوں جس دور تھی میں ایک مند ہیر
 کہ مت دے پاد چومے چھاڑنے تیں
 ایساں اس دور میں اُس دور بھر بھر
 جو اُس سر باج اس کا تاج دیٹھے
 کہ ہے یہ تاج اس سر پر رہیا سو
 کمر بند ہے کمر کا یاد دیوے
 جگت پاڑد کرن ہارے ہرن جائے

سو اُس یادوں جو اس سوں سینہ لائے
 کہ تھا وہ جمیو پیارا آپ تن لے
 جو اُس باسوں تھے جو میں اُس لیوے
 ہیا ہوئی چاک دیکھت چاک داماں
 کہ لے وہ ہت کلاپن آستیں سات
 جو آویں یاد وہ ڈنڈھیم کی دھات
 کہ مت کی دن رہیا تھا اس چرن پس
 کہ اس کا دور لے ہاتھوں تھے دیتی
 جسے جھاڑے جتا وہ دور پھر پھر
 نہ دیتا چا پلو سی کئی جتا میں
 نفا کیا ہے رتن دونوں نین کہ
 جو اس چوندھیر نچھل مانک بیٹھے
 جو اس پگ کبھی جگ سر دھر رہیا سو
 کمر اس بندگی میں باند لیوے
 کمر بند سوں سرگ اپ گل کرن جائے

دیکھت اس رنگ کیا ن کرش قبا یاں
 جو وہ اہول کو شیاں جفت دیکھے
 دیکھت وہ جفت بہت سوسوں روئے
 اینوں گن تھا اُسے تکتل نوا دکھ
 جو آپیں پارلی غفلت سوں دوری
 دے بن پیہہ صبور کیوں کیا جائے
 نین جس دیکھتے چکھ سکھ دیکھے
 سو جس کے سنگ مل رہ سکھ دیکھے جن
 میلے مت سوں پڑے انتری سوں انتر
 جو بن مل راستیں پیہہ سوں انتر ہے
 زلیخا تنگ آجیو دین لوڑے
 نیٹ دی چھوڑ اپنے جیو کی چاڑ
 بہو گن کے چھجے پر سار ہو جائے
 سرگ سر کیس ات لائے رین بھیس
 کبھیں بس بھر پیالی لین جاوے
 انجھو دھاروں ستیں روپے سلا یاں
 دیکھت بے مول جیو دے مفت دیکھے
 کہ سائیں جفت آپ ستیں نہ ہوئے
 جے کچ دیکھی کرے اس تھے جداد کہ
 سو دوری پر صبور کی تھی ضروری
 برہ سفا و تیں کس تھے سہیا جائے
 سو اس بچھڑے تھے کیوں ناد کہ دیکھے
 سو اس بن کیوں ادک دکھ نادیکھے تن
 سدا انتر تھے اس انتر سہس سر
 نہ وہ انتر اوہ انتری سات سرے
 اپیں خون آپنا کر لیون لوڑے
 رکت میں بخای تکتل سیس بچھاڑ
 سٹالے دین لوڑی تل سر پائے
 سرگ پھانسی کرن جاڑے انوں کیس
 جو وہ پیالامرن لاہر چڑا دے

کبھیں پانی دھوے سوبانک لےوے
 بچے کچ وہ نار تب کرتی تھی کرتب
 سرن کروانی پر لگی اس چرن پر
 کہ توں من بھاوتی من بھاویوے
 سوچ کچ پیہہ ملنے تھے ہوئی توں شاد
 نہ بے خبری سوں بے صبری مٹی لے
 یتا دھیرک نہ سنٹ چکھ دھیر ہو رہ
 بھروسہ ملنے کار اکھ دل میں
 جتا بار ا بھٹی دکھ کا جتے بار
 جتا دکھ آگ بھر کے اونچ ملگائے
 صبور ہی آس کا پھل بار لیاوے
 ہوے جل صبر سوں سینی میں موتی
 اک بند صبر سیتی کرب میں باند
 چنچل سوں کا منی بھرتا سو چکھ ہو
 سہس کھو چھاؤں سوں من پیرن دھر

جو اس تھے پیٹ بھر جل مرن ہوئے
 سو کرتی تھی مرن تیں چت دھرب
 اسے کرتی دعا بھی بہہ سرن کر
 ادھر امریت پیالے پور پیوے
 جو بچھڑی بھی نہ آوے پھرتے یاد
 خبر سنٹ کر نہ بے خبری یتی کر
 میلن آسوں بھو گنہ گھر ہو رہ
 یتا کیا چٹ پٹا دے ایک تل میں
 نہ کاڑی سار ہلنا چھوڑ کر ٹھار
 بچھا اُس صبر کیرا ابر بر سا
 صبور ہی کھیت میں من چت کا پکاوے
 پتھر ہوے صبر سوں مانیک جوتی
 ہوئے نو ماس کول جوں چودواں عابد
 انوں بولوں ہے سپرک چکھ ہو
 رہے بے صبر کیرا بھیس تن پر

و لے بُد و نت تھی جب سوں کر نہ
جو عاشق باولا ہوئے صبر سوں بند
سو میں وہ پند اُس بادل کی نسبت
سببہ چون مکڑی کی تار زرگت
الائی برہ سوں بادل اٹھی جب
سو کیوں وہ تار زرگت ناتے تب

سرخى ندارد

اوٹ یوسف جو مغرب بھاگے جائے
زلیخا سارا آنر نیلا کیتا مکھ
آنجھو رنگ رنگ سوں مکھ نیلا چھپاؤ
بن اُس یوسف تھے پریا جگ میں اندھا
سو بن یوسف زلیخا رونی رنگ رنگ
دگد بھارون خمی تھے جوں نہنوں ہا
جرم جلتی جلی اس دن بہو تیک
جو دن گھٹ رات ہوئی عاشق کے تین جب
دیسے جس پرہ تھے دن دیں اندھا
دکھیا کوں جے دیسے کالا سببہ دیں
سو مکھ آنر زلیخا تھے جو چھپائے
جو اس یوسف کے مکھ بن اُس پریا رکھ
ستارے ہو شفق جگ کوں دکھائے
جگائے چاند دیوا کر دین ہار
و لے جوں کھن شفق تاریاں میں سورنگ
سو نیروں آہ سوں پھوڑی انبر سات
لگی جلتے سہس گن بھی دین دیک
ادک مکھ آپرے عاشق کے تیں جب
نسوس کر کیوں ادک ناہوئے اندھا
سو کالک کیوں ادک ناہوئے جو ہوئی نہیں

چلی سنگات لے ہندن دگد دیس
 دگد کالک بسائیں اکس کوں یک یک
 دکھیا سنگ سٹ اُسے جانے نہ بھاوے
 جو ہوئے غنید کوں اُن سچ سچا رہ
 سو اُس جلنے اَدک تھے چٹپٹا کر
 کہ کیسی رین میری آگل آئی
 متھے دن رات اُجالا تھا سو متھے
 اندھا را پڑ رہیا ایک دھا منج کوں
 نہ دیوے چاند تھے ہوئی ننس اُجالا
 جو گد رانوں رین اس سیو نے ستا
 دے سیوے تھے منج سر دنگ تھا سکہ
 ولے آسودگی منج تھے لیتا اُن
 سر آنکھیاں سوں ہندا اسکی مھنداں
 اُسی یک چت سلوک کن ہوا ہوئے
 سر ہانے کن کیا ہوئے شمع روشن

میلے دگدے سوں نس جبے دگد بھیس
 آنجھو ڈھالیں بکس کی ریس سوں ایک
 دکھیا کی ریں جے لابی کہاوے
 سو کاڑھے سنگوں دونوں رہن ہار
 زینغا اس رین کا سنگ پا کر
 رنپٹ بے صبر ہو فریاد اُچائی
 جو میرا مت اَدک تھا چاند آجت تھے
 سواب اُس میت بن دن رات منج کوں
 نہ سورج تھے ہوا منج دیس اُجالا
 نہ منج من میت منج مند میرا رات
 جو اُس انگ سنگ تھے منج سگھ نہ تھا کچھ
 نہ منج سنس کھیل آسودی کیا اُن
 نہ آسائش دھندئی اسکے دھندمانہ
 نہ جانوں حال اسکا آج کیا ہوئے
 پھلوں بھر کن بچھاوے سچ سو دن

نیچے تلے تلاش مار تھا کن
 کمر بند کوں کھولیا ہوئے کمر تھے
 کہانیاں سوئے لگ اس کن کہیا ہوئے
 سہے یا نا سہے ہے وہ ہوا اس
 من اس کا پھول جوں کھلیا رہا ہے
 گھنگروالے مہکن باس کے بال
 رہیا ہے من کمل تنگ ہو کلی سار
 انوں گن یاد کرتی تھی بہودھات
 سوا سخی برہ تھے نہٹ سکت کھوئی
 کہ چل آچکھ بندی خانے کوں جاؤں
 بندی خانے میں جے ہے پھول دیا
 کھلے بن باغ تھے جگ میں دھیادل
 رداں ہوئی نار سوں جوں سرہ ہودائی
 تلاش سوں ہتھیلیاں شکہ تار کن
 کہاڑ یا کن قب اس انگ پر تھے
 کن اس کی پائنتی جاگت رہیا ہوئے
 کیتی خوشی یاد ہے رہے وہ ہوا اس
 کہ جلوں بن جل کمل کلا گیا ہے
 روکھے ہیں یا رکھے چکنے کدم گھال
 نہیں تو جوں کمل کھل ہے ہنس سار
 جواتن میں گذر گئی یک پہر رات
 لگی دانی ستیں بولن رکت روئی
 سجن کوں چکھ چوری مل کر آویں
 بندی خانہ نہ ہوئے کیوں سرگ جیسا
 نہ کھوئے بن بندی خانہ میرادل
 سنگاتن ہوئی چل چاؤں اس سنگات دانی

بندی خاتے تلک جا انپڑے جوں
 کہ چک کھول اس بندی خانے کیر ادا
 جو کھولیا دار دیکھی دور تھے اس
 مصلیٰ پھیں جوں شمع اُدھی
 کہیں جانوں پہیلا چاند خم کھائے
 کہیں سر بھونیں دھرے جھونک سرن کھ
 کہیں بیٹھے مصلے پر نیواسر
 زلیخا چھپ کر دیکھ دیکھ روتی
 سسٹے تر گس تھے جاسٹ مکھ مکمل پر
 دس ہیریاں سوں مانک ہو نہ پھوٹے
 جلے دل ہو رگیلے غنوں سوں اپ میں
 کہیں اپنے کیے پر بچتا دے
 یہ سب نہیں کام اس بن پیر کے ہاں
 گذر جاوے جو رینی گٹ چھپانی
 چند رمت گوں پانی مان ڈوبیا
 بلا کر میر زندان کوں کہی یوں
 جو چک اس تھے کھلے منجہ دل کے کیوار
 دیسا نرمل سہہ تن نو تھے اُس
 درو دیوار سب وہ نور و دینی
 مصلہ مکھ تھے بہو تیک جھمکائے
 گلگن کوں دے سرافرازی چرن کر
 کہیں پڑتا ہوئے دل سوں ذاکر
 دکھوں جو چھپ کر بے ہوش ہوتی
 اُبال یوں دی بھر دے کھوں اکل کر
 کھجور اتار داناں سات توڑے
 لگی دکھ بین بولن آپ آپ میں
 کہیں گذرے سو دکھ دن یاد آئے
 یہاں رین اینول گن سوں بھادے
 چھپے تارے دیکھت سورج نشانی
 مکمل دیکھت سورج کی نیتھ اُدھیا

فریاد اچائے شہنائی نغائے
 نہیں لاگیا تمھنڈا بار اصابا کا
 اچا دن جگ خروس اٹھ کر پکائے
 زلیخا کوں سواس ٹھنڈی پون تھے
 کلی بن مانہ کھولے بند قبا کا
 پون جوں دھول ار اقی اپنے سر
 بھو گرمی سوں سلگی آگ من تھے
 بندی خانے منے تھا جب تلک میت
 پون ہو کر چلی تورت آپ مند میر
 اینوں گن آوتی جاتی تھی نس نیت

سرخى ندارد

رین ہے آسرا دینے دکھیا کوں
 بھوتیک کام نس اندر کیا جائے
 رین بھی گٹ چھپا لینے دکھیا کوں
 زلیخا نس جو ساری دکھ سوں ساری
 جو وہ ناہوئیں میسر دیں جب آئے
 نہ بل ہے اُس بندى خانے کوں جانے
 پڑیا دکھ دیں اُسے اس تھے بھی بھاری
 سو بھوتیک نعمتاں تلّ تلّ کیستے دھات
 نہ صبر اُس بن بندى خانے گمانے
 جو اُس دیکھن تھے اپ من مت کوں یاد آئے
 جو وہ ہمت نیت وہاں تھے پھر کراؤئے
 بھیجائی اس کلان ہتونت اس بات
 کہیں پر یاں کوں مینوں دوئے رگرمی
 جواس دیکھن تھے اپ من مت کوں یاد آئے
 اسی سوں عاشقی بھوتیک لاوے
 کبھیں مینوں کی جل سوں دھوئے نگر لڑی

کہ ہیں یہ پگ چلے سو گنتہ کی پنتھ
 کہیں پھر پھر چوڑے لیون اسکے
 جو درس باج ہیں منج نین اندھار
 کہیں اس کے چرن تھے ہوزن تھے
 منگوں جے سرسوں میں وہ پنتھ سداں
 سودہ پگ چاہ یہ بن چاہ تیں پائیں
 منگوں جے نیں ماتے ہوئیں اس پنتھ
 اندھارے آئے بن درشن میرے نین
 سودا سی کے نین جے جو م روشن
 جو میرے نین اس کا درس چکھ پائیں
 سو کیوں یہ دکھ کا رامنچ ہیا جائے
 آپس اس حال ہو بند انجھواں ڈھال
 کہ جب توں اُن دیکھی کس حال سوں تھا
 نیکا ہنس مکھ کھیلیا جوں پھول تھا کی
 جو توں لے گئی سولیتا کی نہ لیتا

سو یہ پگ سیویں جے ناپاؤں پگنتھ
 کہ روشن ہو رہیں درس اس کے
 ہوئیں روشن دیکھت نیں بابے
 جلے رشک آگ جھوتیک سلیگن تھے
 سو جلتے بھاگ کی دوشاں تھے ناؤں
 جو تلل کنتہ کیرے پنتھ سیدھا سیں
 جو پگ رکھ کر چلے اس پنتھ وہ گنتھ
 آجالا دیں کالا ہو دیسے ریں
 آدک لین روشنی اس دیکھ درن
 تو جو ہو ردل نین پر رشک میں آئیں
 جو یہ داسی اُسے جا دیکھ کر آئے
 لگی دھڑ خیاں پوچھن لال کا حال
 گماتا وقت کیسے خیال سوں تھا
 کلی کی دھات سوں مخمول تھا کی
 خوشی سوں خرچ کیتا کی نہ کیتا

منجے کچ بات کہہ بھیجا کی نا، میں
 بھوتیک پوچھ پوچھ اس کوں بہودھا
 سو ایسے یک چھجے پر جانے بیٹھی
 بندی خانے پر اپنی دشت راکی
 کہ میں تر بھاگنی کیوں پاؤں درس
 اینوں گن دس سکلیوں گزر جائے
 گما دے دن درو دیوار دیکھت
 سجن کی دھیان بن اس من بسے ناں
 سو کچ سا جن کتا من ماہ جاگا
 ڈوبی اس خیال میں سر تھے چرن لگ
 جو بان دیاں کچ حاجت تیں پکاریں
 کبھیں سداے پر بان دیاں کوں کہتی
 مستے کوں جوں اجاتے تیں ہلاتے

منجے کچ یاد کر پوچھا کی ناہیں
 اٹھی اس تھاؤں تھے بہتے نین بات
 جو اس پر تھے بندی خانے کوں دھٹی
 نین تھے ڈھال موتی ڈھال اکھی
 یہی نس منج اس کا تھاؤں دیکھن
 بندی خانے کوں جاوے بھی جو نس
 بھاوے نس کوں وہ دیدار دیکھت
 سجن کے روپ بن لوین دیسے ناہ
 جو یک خطرے کو ابریا ناہ جاگا
 اسی کی یاد میں بسری سبہ جگ
 نہ سونے وہ جتا پوکار ہاریں
 کہ میں یک تل نہ اپنی سداوں ہتی
 بہودھا توں ہلا کر اس اجاتے

پہلے منج اسی دھاتوں ہلاؤ
 جو یوں کچ برہ میں جھکنا لگیا اُس
 سو شتر سوں رکت گہرے جو رگ مار
 وہی اچھراٹھے بھوئیں کی پٹی پر
 جو بھیدیا لال بالے بال اُس تن
 بسے تن من میں جس کوں لال پیارا
 نہ جیوے جیو سوں اُن لالین سوں جیوے
 جو چیرے اُس نہ دیسے لال لہری
 جو یہ حال آئے جس عاشق کوں آنگے
 دوئی دوری اُنوں میلانے تھے ادھے
 ایسی حالت منیں آیا جو مجنون
 جو کوئی اُس حال پر ہوئے حق تھے منہو
 الہی بخش احمد کوں یہی حال
 سو کچ دے قُرب احمد کوں اُحدوں
 پچھیں کچ بات ہوئے سو سناؤ
 سو اُس تھے روگ آدکھنا لگیا اُس
 بہی یوسف کیرے نقشوں سوں ہرھا
 لکھے شکر دف سوں جوں سطر فلم کر
 نہ لوہی لال تھا تھا لال اس تن
 نہ لوہی کوں نہ جیو کوں ہوئے تھا را
 اسی لالین جیو پالین سوں جیوے
 بچے کچ دیسے سو دیسے لال سوہی
 پینٹ معشوق کی دوری تھے لانگے
 بچے کوئی اُس حال دو بولیں سو بھوٹے
 کہیا سچ کہ کہ لبلی سوہے میں ہوں
 سو ہوئے حق بول اُن حق سات شہو
 جو اپنے حال کوں بوسرے تیر حال
 جو احمد سو اُحد ہوئے تچ مدد سوں

سرخى ندارد

سہاگن مائی تھے جن بھاگ نہ آئے
 اُچا اس کا سبہہ اند کا ریلچلے
 خرابی میں جو جادے ہوئے معمور
 خرابا مال دھن سول ہوسے مستحور
 سکے بن پر جو جوں بادل گذر جائے
 اسی تل میں سرگ بن سار بار آئے
 جو تازے باغ میں گذرے پون سار
 پھلے کانٹے سبہہ پھل سرگ بن سار
 بندی خانے میں اس پاؤں اُپیر یا جب
 چھٹے دکھ بند تھے جن ہو گسپنریا تب
 بندی خانہ جو یوسف کے قدم تھے
 ہوا اُتم سرگ بن ات اتم تھے
 بندی خانے کے لوگ اسکی صفا تھے
 کھیلے سب بھول جوں جنٹ ہوا تھے
 سبھوں کوں وہ لوہے کی طوق زنجیر
 جو یوں اُس پر پڑے تھے شاد تھے تب
 خدا کے حکم تھے جس رُگ آوے
 دعا سوں یوسف اں صحبت دیلاوے
 بے کوئی جس کام کا ہوئے آرزو مند
 سو اُس سا جن تھے پاوے فتح وہ بند
 بے کوئی جاگا کی تنگی تھے جو تنگ آئے
 فراغت اس سجن کے لطف تھے پائے
 بے کوئی تنگ آئے جو ہو جیونے تھے
 سو جیوے اسکے دھیرک دیو تھے

جیسے عشرت لگے کر ڈاگدگدسات
 جے کوئی جس دھات کا سہنا دیکھے سو
 سود کوئی شاہ کے تھے سو مقرب
 سودہ دونوں جتنے دو خواب دیٹھے
 یکن بولیا کہ دیکھیا جو در اچھا
 یکن بولیا کہ دیکھیا میں جو سر پر
 ہمیں کوں کھول کر کہہ سچ تعبیر
 کہے یوسف کہ اے بندے سنگاتی
 جے کچ کھانا تمارے گھر تھے آتا
 اول یوں معجزے کی بات کہتا
 دیکھو اندیش اے بندگی مصاحب
 الہاں یہ تمہیں پیدا کیے سو
 یہی بہتر کہ یک اللہ بہتر
 کتا اُن سات یوں توحید کی بات
 کہ قول ہوگا معترب پھر شہسوں

میٹھانی بخششی اسکی امرت بات
 کرے تعبیر اس کا ان جے کچ ہوئے
 پڑے تھے اس بندی خانے میں تب
 سو یوسف پاس پوچھیں آئے بیٹھے
 بنجور کہ یوتا ہوں خمر اچھا
 لیا ہوں روٹی ہو رکھاتے جناد
 کہ قول ہے سرحن اتم پر کہ گنہیہر
 نہ کچ تاویل منج تھے جھوٹ آتی
 سو میں اولیچہ تمناں کوں ٹھجھاتا
 پیچھیں تھے ہرستیں پند دیتا
 رکھوا گیاں پر چکھ گیاں غالب
 تمہیں ہر یک کوں یک ناؤں دیئے سو
 جو ہے قہار وہ اُن بجاوتے پر
 پیچھیں تعبیر بولیا کھول ست سات
 پلاگا خمر اول کی دھات شہرہ کوں

کہیا دو جے کوں تچ سولی چڑھائیگے
 بنادر تچ سر کا مغز گھانگے
 مقدر ہو رہے یہ بول تم پر
 مبدل ہوئے کیوں جے کچ مقد
 جیسے بولیا کہ پھر ہوے گا مقرب
 کہیا اُس جے مقرب ہوئے مول جب
 میرا احوال سب کہہ شاہ سول کھول
 میرے تئیں شاہ کن کوشش ستیں بول
 سو جب شہد کا مقرب ہو رہیا اُن
 سو کچ شیطان بسر یا اُسے یہ
 سو یوسف کا کہیا بمیر کیا اُن
 جو کئی برس یاد نا آیا اُسے یہ
 نہ رہنا ان بندے سوں اُس بندھنا
 آجھیں جے کوئی خدا کا خاص بندا
 کہے حاجت جو بندے سات یوسف
 خدا غیرت ستیں پاڑیا توقف
 کہ جس معشوق کمر پکڑ خدا و ند
 کرے اس بے شک اپنے عشق سوں بند
 نہ عاشق سہہ سکے معشوق تھے چکے
 جو اپنے رخ تھے ہو کس رخ کرے ٹکھ
 جو مانگے اُس وہ دو جے کنے ٹک
 نہ معشوق اس کوں عاشق کر گئے چک

سرخى ندارد

جو کہتے برس گئے یوسف کوں اس مانھ
 خدا بن اُس دو جے کی نہ ہی ناخھ
 سو جوں معشوق تھے عاشق کی سنگات
 کدھیں ہوے نار کدھیں مہربہ دھات

چلایا ناز جب کتیک مدت
 رکھیا بند میں جلالت سوں کتیک دیں
 سو کیتا غیب تھے کیلی جو اس سات
 سو رایا مصر کا سہنے میں یک رات
 یکس تھے ایک موٹیاں ہو خوش رنگ
 بچھیں تھے ہو سات آنکھ جو ہر ایک
 سو دلیاں سات موٹیاں سا کولے
 دیکھیا بھی اس کچھ بھڑے ہوئی سات
 مکے بھی سات اگر اُس ہر باں سا
 جو رایا نیند تھے اوٹھیا صبا کر
 کہ اس سہنے کیرا تعبیر کیا ہوئے
 سب اس تعبیر میں راہے پریشاں
 پریشاں خیال کا خیالی سین ہے
 سو جس یوسف جو بولے تھے بشارت
 کیتا تب یاد یوسف کا لکھیا اُن
 سو آئی مہر کی دیساں کی جھٹ
 سو لوڑیا کھولنے جب مہر کی بیس
 کھلے وہ قفل بن کس کا لگے ہات
 دیکھیا بے سات گایاں تازگی سا
 جو پھیلے ہات بے راکھیں چکھ اننگ
 یکس تھے یکے دیس دُہلی بہو تیک
 بہہ کھایاں ہری جوں گھانس پوے
 جو نینوں شکھ پڑے چکھ دیکھنے سا
 پلیٹے جاسکائے اپنی دھات
 لگیا پوچھن حکیمان کوں بلا کر
 کہو منج کھول بوجے تڑت بے کوئی
 کہے بے یہ سین آہے پریشاں
 سچی تعبیر تھے خالی سین ہے
 کیئے تھے اپنی کوشش تیں اشارت
 خبر اس حال کا شہ کو دیا ان

کہ ہے بند ماخذ روشن دل جواں ایک
 نہ ہوئے اس سار کا جگ میں سجاں ایک
 جسے کچ تبیر جے سہنا دھرے سو
 سب اس روشن اچھے روشن کرے اد
 رضا ہوئی تو کہوں یہ خواب اس دھیر
 سناؤں پھر جے کچ بولے سو تبیر
 کہیا شہہ توں رضا کیا مانگتا ہے
 نین بن اندھلا کیا سنگتا ہے
 بڑیا دل کوں جو آچنبے تھے اندھیر
 سو بیگی سات یوسف کن گیا اُن
 سو روشن دل سوں وہ ستونت سرگین
 سو روشن دل سوں وہ ستونت سرگین
 کہ گائیاں ہو رہر بھرٹے ہیں سبہ سال
 دسیاں گائیاں جو موٹیاں سال سکال
 ہرے سکے سو بھرٹے بھی اسی صاٹ
 پہلیں سا سال اس حال سات آئیں
 جگت ہوئے پیک ہو رہر غلے سول معور
 پچھیں تھے سات ایسے سال ہونگے
 جو جگ پر رزق رحمت میگے سائیں
 پہلیں نعمت سوں دل ہوئیں نین سہنور
 جو یک بند نیر تیں سب جگ دہیں گے

ذخیرا سب ادا کا کھائے جاگا
 نہ بر سین آسمان تھے دھوپ بن ہو
 نہ چور پائیں روٹی کا جو دیں مال
 سنیا وہ مرد جب یوسف تھے قہیر
 پڑیا چت شاہ کا چننے میں یہ دھات
 کہیا جائے کرا یوسف کوں منج کن
 سین اپنا کہوں گا آپ اُس دھیر
 خوشی سوں چکھ اُنوں صحبت کروں گا
 سو بھی وہ مرد پھر یوسف کن آیا
 بندی خانے کوں جب توں آپ پگ تھے
 سو مجلس شاہ کی جسے سرگ سار
 کہیا کیا آؤں میں اس دوائے مہمان
 نہ آیا منج تھے کچھ پاپ ہو دوس
 جو لوڑے جسے کہا ٹن منج باہر
 بلا پوچھے اُنوں ناریاں کوں ساریلیں
 بچیں تھے یک نیوالا کوئی نہ پاگا
 نہ دیکھیں روپ روٹی جگ بن ہو
 کندری جگ کی خالی ہوئے اس حال
 سنایا تڑت شہ کوں جائے کبھیر
 دو دنیا ہو رہیا سن یہ عجیب بات
 جو لین سنتو کہ اس تھے نین ہو رہن
 سنوں گائیں بھی اس کے منہ تھے تعبیر
 اُسوں ہر جنس کیاں باتاں کروں گا
 کہ حل شہ تج حضور اپنے بلا یا
 بہو اتم کیسا اتم سرگ تھے
 آپ اُس مجلس کوں دے آپار سنگا
 جو منج بند میں رکھیا ہے بن بچاؤن
 پڑیا ہوں بے گنہ کے برس بند سوس
 تو میری بنتی بھی بولیا سائے خاطر
 جو منج دیکھ بات اپنے کاٹ اتاریاں

رجا کر یوں بندی خانے میں باہر
 اُنوں ناریاں گوشہ پوچھا جو اس دھڑا
 جے کچ احوال تھا شہ پاس کھولیاں
 نہ دیکھے بن ست اس تھے ایک ن کو
 ولے اس میں نہیں کچ میل کی ذات
 سو کیوں ہوئے اس میں شیطان کے ڈھنگ
 قرار آئی آپیں اپنی زباں سب
 آپیں ہوئی نرم ضربے دکھ کے کھا کر
 سٹیا خامی بہو بخشا ہوا عشق
 روار کھے سبھی پر افترا دکھ
 سو بولی کھولی جے کچ سچ تھا سب
 لگی تھی مینج اس کی برہ کی تاپ
 رہی منگ منگ ہو اُنک منگ نہ پائی
 اُسے یوں بے گنہ آزار دیتی
 اسی سے انیٹری اس دکھ کی تاثیر

کہ میرا کیا گنہ تھا منج کا ہے
 جو بولیا شاہ کوں وہ مرد یہ بات
 سببہ اُس وقت جوں سچ تھا سو بولیاں
 کہ یوسف سار کا سکونت کن ہوئے
 دیکھیں سب جگ چند میں میل کا دھڑا
 فرشنا نور کا سر جیا سو سر ونگ
 زلیخا بھی جو تھی حاضر دہاں تب
 نرم کرتی اُسے بند میں رکھا کہ
 سو اس نرمی مینے کڑا ہوا عشق
 چدھال خامی مینے تھی عشق میں جکھ
 سو اس کا عشق پختا ہو رہا جب
 کہ یوسف تھے نہ آیا کچ گنہ پاپ
 سو میں اس برہ بھغن کون پلائی
 سو اس یوں نرم کرنے بند کستی
 ہو واجب دو کہ میرا حد تھے باہر

جے کچ اس تیں نوازش شہر تھے آوئے ہزار اس تھے ادک محاسن کوں بھانے
 جو بیٹھی یہ جبر سچ شہ کے دل پر اٹھیا ہنس جون کلی ہو پھول کھل کر
 دیتا فرماں جو یوسف کئے جائیں بہو تعظیم یوسف کوں لے کر آئیں لہ
 کہ ہے وہ جیو کے عالم میں راج سو دیسے راج کوں کیوں بندھے ساج
 کروں میں بخشش اس کوں تخت ہو تاج نہ ساجے راج کوں بخت ہو رتاج

سرخى ندارد

آندھاری رین دکھ کی انپڑی آنت جو آدے جھوگ سنگھ کی صبح کاونت
 کہ اس جگ مانھ ایسی کوئی پنتھ ماہ جو کئی دن جادیں اس کوں گھنٹ ناہ
 جو یوسف پر ہوا دکھ بھار پرست سولس پرست تھے نکلیا سور دولت
 جو شبہ اُس مان تیں فرمان کیتا بڑے لوگاں کوں سامن بھیج دیتا
 رچیا سنگار اپنا بھار لشکر رھیا یک کو تلک دورست ہو کر
 غلاماں ہو ر نزدیک کے محل دار کھڑے دونوں طرف سنگار سنگار

جو شہ کے تخت تھے رستاں ملیاں تھیں
 کلا و نساں سو بد و نساں بہودھات
 طبق لاکھاں جڑت مانگ بھرے سو
 ہزاراں مشک ہو ر عنبر کے طبلے
 جو نکلیا وہ فرشتیاں کی چلنت کا
 سہاوے انگ نورانی پر بادا
 چڑھیا براق نورانی جھمک برق
 لگے دارن جواشٹ ایسور اُس پنتھ
 محل شہ کا دیکھیا نیرے جو آگل
 قماش امول اطلس ہو ر مخمل
 آتا دل ہو چلیا اس سامنے شاہ
 سود و نوں مل کے بیٹھے تخت پر ایک
 سو پوچھا شاہ اُسے اس خواب کی بات
 بندی خانے تلک جا کر ملیاں تھیں
 خوشیاں گاتے کھڑی سنگا رنگات
 جڑت بھرے کیسے لاکھاں کھڑے سو
 کھڑے اُس پنتھ پر دارن کوں سبے
 فرشتیاں تھے زیادت نورانت کا
 جو رنگا رنگ ہے اس پر چڑھا دا
 جو سب تن نورتن سنگا میں عرق
 نہ پاوے کوئی اسکے تنیں گنت آتھ
 سواتر یا تر ت تیزی تھے آتا دل
 سٹے پنتھ اُس اچھے پگوں تل
 پرت سوں لالیتا گل آپنے شاہ
 لگے بولن یکس سوں ایک ہر ایک
 دیتا امرت جواب امرت ادھر سا

جے کچ پوچھا جو اس بہو پال پایا
 اس امرت گن تھے امرت جواب پایا
 اس امرت تھے سو کچ تازا ہوا راسے
 جو مگر اس تازگی تھے تازگی پائے
 سو آخر شاہ اُسوں یہ بات بولیا
 کہ توں تعبیر سہنے کا جو کھولیا
 ولے جب قحط ایسا آپڑے گا
 ذخیرہ کھائے پر شکل پڑے گا
 سو کس تدبیر میں جگ سنبھالوں
 جو میں بہو پال ہو کیوں جگ پالوں
 کہے یوسف نکال آوے جو اول
 جو بر سے نیت میں چیت بہت سہل بدل
 قلم رو میں سببہ فرمان دینا
 کہ سب کوئی کھیت کر کر بیک لینا
 سببہ جگ مل زمین معمور کرنا
 اسی دھندے میں نسیں چیت دھرنا
 جی کچ پیک لینا ہر برس میں
 جو اول کوئی نہ لینے برس دس میں
 جو بیکیں مستعد ہو بات آویں
 سببہ جھڑیاں سوں جتنا کی کراویں
 کہ جے بہو دن رکھے جھڑیاں سوں لانے
 نہ لاگے کیرٹا ہو یس پرانے
 جے کچ کھانے کے تیں لاگے بوغلا
 رخیرا یوں جتن کر جے رکھیں گے
 کہ جے بہو دن رکھے جھڑیاں سوں لانے
 ولے اس قحط میں بھی یوں خرچنا
 دے یہ کام بہو رکھ دیک کا ہے
 دے اس قحط میں بھی یوں خرچنا
 دے یہ کام بہو رکھ دیک کا ہے
 نہ لکے یں جے کوئی سہ سیک کا ہے

نہ ہوئے یہ کاہن ایسی سبحان ایک
 دیانت ہوا مانت میں کیسا سو
 نہیں حاجت جو آپیں کھول آکھوں
 جے کوئی مانس حکم کا ہوے جگ ماخذ
 کردں جتنا کی اور نکا بجھوں میں
 کرے یہ کام توں میرے حوالے
 جوشہ کی بوج کوں اس کے کہے سا
 کہیا بہوتیک نوازش کرا سے راج
 کتا لشکر سب اس فرمان بردار
 خزینے کار خانے پر سبہہ اُن
 شہانی تخت پر اُس ٹھار دیتا
 بہو عزت اُسے جب یوں دلایا
 شہانی تخت پر رکھے چون جب
 سرب دل بھارتیں جب بھر جائے
 سرگدل کے سر بدل تھے سرگسات

جو بوجک ہو رضا بطہ ہوئے جوتیک
 بہو نیکی سوں سب جگ میں دیا سو
 سو میں اس باب کارک دیک آکھوں
 سو آج اس باب میں منج سار کوئی ناخذ
 امانت میں نہ کوئی منج سارا جھوٹیں
 تو جگ سب قحط میں جا دیں سنبھالے
 موافق ہوئے دیسے گانٹھہ دھات
 کہ سب کچ پر حکومت ہے تیج سا
 دیتا سب ملک اسکے حکم تل ہار
 نہیں اس باج کس دوجے کوں برتن
 چلاؤں حکم اپنے سار کیتا
 عزیز مصر کر اس کوں کہایا
 سرن سوں آیں جگ نس بھوئیں دھرن سب
 تو غل اس بھال داناں کا انبر جائے
 گر جے سوں لگے ہذرین بہو دھات

ستاریاں تھے بہوت تیرے چند رستم
 جو ہوئیں گرم تو یحبلِ دیس سرد
 سو ایسے کئی سہس چلتے جہا تب
 عزیز آئے جب غزت سوں اس کوں
 عزیز مصر کی دولت کھاڑی
 دل اس کا یہ دگدج سیس لیتا
 جو دولت رات کیتا زندگانی
 زلیخا دکھ کو نے میں رہی پر
 نہ دولت تھے دھنی کی ہے گھر آباد
 زمانے کا یہی ہے کام دائم
 یکس کے دکھ ستیں ایکس کوں شکھ دے
 چڑھائے انبر پر ایکس کوں سورج سا
 وہی بوجک جے کوئی اس ڈھنگ بوجے
 رتن تاریاں میں ڈوبے سیس تھم
 نہ دیکھیں پاؤان کی پاؤ کی گرد
 سبہہ جگ کوں سُن انکاناؤں سہیت
 اُچائے ڈھال تب دولت سوں اس کوں
 سو اس دولت کی اونچی ڈھال پڑی
 مرگ کیرے گھر ٹک تل سیس دیتا
 سو دولت سات دینا زندگانی
 کہ بتری اکھڑیا اس کام او گھر
 نہ دل یوسف کے ملے سوں ہے شاد
 بچھاڑ ایکس کرے دوجے کوں قائم
 یکس کے شکھ ستیں ایکس کوں دکھ دے
 سٹے جوں چھاؤں ایکس کوں دھرت آ
 نہ کہ رنگ اس دیکھت اپ نہ کوجے

نہ کچھ ہوئے اُس چڑھاؤں دیکھ مغرور
 جو من مست دکھ تھے من سنہیورا چھہ جن
 نہ اس دکھ باج اس کن بہر دکھ آئے
 جو جگ دکھ سمندر ہو طوفان آجائے
 تو میگ اس کے نہ ہوئیں اس تھے تلے چکے
 اگر ہوئے جن کا میدان جگ سب
 پھراوے اُس خوشی تھے ٹکھ اپنا
 زلیخا کوں جو تھا من بیت کا دکھ
 جد صاں دولت ستیں بھر پور تھا گھر
 عزیزا سے کی چھاؤں اس سیس پر تھی
 جے کوئی عشرت کوں لوڑے را کھتی تھی
 دلے پروانہ تھی گا بیت پر اس
 اسی کے دو دکھ ستیں کو جتی تھی
 عزیزا اس سیس تھے جب چھاؤں آجایا
 نہ کچ اس کی اتارن تھے رہے مجبور
 سبہہ دکھ پور کھ تھے دورا چھہ تن
 نہ وہ کس کاج تھے یک تل سکھ پائے
 جو تل اوپر کرانبر کوں دباوے
 ابھال اس دکھ کیرانا کھلے چکے
 بھرے عشرت دھرت آسماں لگ سب
 نہ بسرے چکھ جے کچ ہے دکھ اپنا
 نہ کس دن کم ہوا اس چت کا دکھ
 ٹرگ بن تھے بہو معمور تھا گھر
 جو لے اس چھاؤں تھنڈک سون انبر بھی
 چلے فرمان جے کچ آ کھتی تھی
 نہ تھا چت بن سمیت سہایت پر اس
 نہ اُس بن ہور سکھ دکھ بو جتی تھی
 دھرت تل سور سارا آسپی چھپایا

بہہ گھر بار دولت تھے رہی دور
 زلیخا رست کی دکھ کی دیوانی
 نہ کچھ اُس میں مینے بن میت بستا
 اسی کی یاد میں بہلا لیوسے من
 خرابے میں رہی ویتاگ لے کر
 نہ رہا ہی سداں پانی کی اس کوں
 نہ نیند ہی بن پریشانی کی اُس کوں
 کبھی دکھ دھیان بیچ اندر بند ہوا
 جو وہ دن گئے گذرے جس سب بات
 ابس تھے اپنی دولت گنوالی
 بندی خانے کوں جاتی تھی رہیں کر
 سودہ بل بات تھے اب چوکھ کرب
 نہ اس کے دھیان بن اب منج سنگاتی
 نہ جیتی نہوں برہ تھے جیوتی ہوں
 جو اسکایا دمنج جیو ہو جیو اوسے

سبہہ اسباب عشرت تھے رہی دور
 نہ کچھ اُس دکھ کوں رکھ کر بچپانی
 نہ کچھ لوین میں بن وہ روپ دستا
 اسی کے روپ تھے ہوئے نین روشنی
 تپس لیتی وہی ویراگ لے کر
 نہ بد دن رہیں بہہانے کی اس کوں
 لگی بہہ اونگ حیرانی کی اس کوں
 کبھی دکھ گیان کی بنیاں میں آباد
 رہی تھی ایک گھر میں میل دن رات
 جو اس کوں بے گنہ بند مانعہ گھالی
 سو یہ بہہ کا درس پاتی تھی نین بھر
 پٹی آفت نوا دکھ دوکھ پر اب
 نہ جانوں کیوں سنگاتی ہوئے ساقی
 برہ بھجن کی یادوں جیوتی ہوں
 سو کیوں جوں جے چکھ اس کا یاد نہ آوے

کہی یوں اور تکتل آہ ماری
 دھنواں اُس آہ کا بھراؤ بچ پر چھپائے
 نین کچلے تھے آنجھولاں ڈھالی
 مکمل کا ٹھار جگ میں سمندر آپاں
 جو کچ اس سمت کا طوفاں اوٹھے
 سواں سمندر میں کارٹی ہوئے ترقی
 ولے وہ سمندر دھرتی تھے سدا پور
 کرئی لکھ پرچھراںٹاں کو بچ لے کر
 لیوے حیرت کی پیک اُس کا لواں تل
 کبھیں دلب کبھیں باتوں کوں لڑتی
 یہی تھا کئی برس لگ حال اس کا
 ہوا کالا جو جوانی کا اُجالا
 اندھاری رات تھے سوکھیں کالے
 عجب جے پھر سنبل کیوڑا ہوئے
 قضا کی تیر تھے اڑ کر گے لگ

اڑاوئے جہاں کر آسکاس ساری
 سو بھی جگ کوں وہی آکاںس ہو جائے
 دھرت کوں رکت سمندر کر دیکھالی
 سواں نینوں مکمل میں سمندر کا ٹھار
 نہ چکھ اس تل پتال آکاںس چھوٹے
 مکمل بندر کوں لاگن ہوں دھرتی
 سیبہ بندر رہے تھے ہوئے سمندر
 چلا ولے کالوے یوں رکت کی بھر
 نین اس پیک بھجوں آسے اس آگل
 کبھیں حسرت ستیں بھی آہ بھرتی
 یہی سب حال میں تھا خیال اس کا
 سٹے وہ کیس اجل ہو بھیس کالا
 سواد جل ہو رہے جوں دیں اُجالے
 عجب جے مشک جا کا فور ہوا ہوئے
 سواں کا تھا دل اگر کپڑے بگ

نہ دیکھیا نہ سنایا یہ دن بڑھا کوئی
 مگر یہ نہیہ کی لیرنگ جو ہونگ
 انجھو کجلے نین کا دھوے کا جل
 جو انجھواں سمندر کے طوفاں اٹھے جب
 جو نیلے لال گالاں پر رہی چسپیں
 سہاؤن مکھ پر دیسیں جو جھریاں
 ات اچھا مکھ نرمل نیر کی سار
 بدھا قد تیر نہیہ بھاروں تھے خم کر
 ہوئی اونڈھے بخت تھے اونڈھی سوائی ہا
 جو بن سر پاؤں بھاگ اسکے رہے یوں
 جو سیس اس کار ہیال دوجرن یوں
 جو بنجن سار حلقہ ہو رہی ناز
 جو لائی یوں نیوڑ کر سیس تل ہوئے
 لڑاں کانوں میں کیاں کیوں ناکھاٹے
 کہاں پھندے سوں لٹکن ہات بھاٹے
 جو نیلم پھیر کر بلور ہوا ہوئی
 لیتا رنگ رلے بیل اپنا ستیا رنگ
 سیا ہی بن تھے کیتے پاکھ کا گل
 کمل پر تھے سو بھنوری بہہ چلی تب
 سرنگے تافٹے پر چوں سہے چپیں
 سہیں جانوں کچے سنے کی مڑیاں
 دیسیں اُس پر سو لہواں ہو ہر یک ٹھار
 انگوٹھی ہو رہی رکھ سر قدم پر
 نہ سکتی چٹکھ اچاؤن سیس کس دھات
 نہ دیکھے کوئی سر پاؤں اُس کیسے جو
 کہاں بل ہوئے سرتاج اُس دھرن کوں
 سو بنجن کیوں دیسے اُس پگ سہیں ہار
 رہی کیوں گل منیں جے بانس گل ہوئے
 کہ جے کانوں میں پنی دھڑ جھاٹے
 جو پھندنا لال لٹکن ہات ناوے

کمر میں زر کر اس بجائے کس دھات
 جو لڑنے میں تن اسکا لڑکاں دھات
 جے کوئی پیو باج سینا لیوتے پھاڑ
 دُکھوں جن دُھول میں لڑتی جہمی ہوئے
 سٹی سب چاؤ ہورنگار اس دھات
 جد دھان دھن مال سنیت راکھتی تھی
 جے کوئی یوسف کی کچ بات اسنادیں
 انوں کا منہ رتن مانک سوں بھرتی
 جو خرچی مال نہت ان بخشاں سات
 سو یوسف کیاں جو خیراں لیاوتے تھے
 سو وہ دھن مال ستریں جب تئی اُس
 زلیخا کوں نہت غربت لگی تب
 کہ جے جائے گدراں پینٹے تھے گنڈے

سرخی ندارد

جو دہ اندھلی دنگد دُکھ کی بچا ری
 پہاڑاں رکھ تل سنپڑی سو کاڑی

بہو غربت سیتیں بد حال ہو کر
 وہاں بانسوں کی گھڑسی بندھائی
 جو وہ دم کھینچ کھینچ اُساس بھانے
 جو وہ دم دم اُساس اُن بھانے
 انوں بانسوں میں وہ نار اُپر وپ
 ولے اس پتھ کی لذت کا اثر تھا
 دھریں وہ نار سیتی اپنی آگ
 جو تھا یوسف کے خالصے کا رنگ ایک
 جو اُبلت رنگ اُجلا ہو ر کالا
 پھٹے کا نسا پنم چند اسکے سُٹم تھے
 ہر یک سُٹم تل نوا چند اگگن کا
 بھڑیں جب نعل اسکے دوڑتیں بار
 جو من چنے سیتیں مل دوڑے وہ
 گدڑ جادے سجن جس پتھ اکثر
 سو اُس گھڑسی میں اپیں سٹائی
 پچھیں وہ بانس سکی ہوئیں ہائے
 تو وہ ہاڑے سپہ سنگات پاوے
 کہ جوں تیروں میں پانڈ ہی ڈوب
 سو اُس ہر تیر نہہ کا نیش کر تھا
 دھریں وہ بانس بھی سینے میں آگ
 جو باندھی جائے اس ہلنا حرک دیک
 میلیا جوں سات سیتیں دیں اُجالا
 بھڑے بوٹا گگن کا اس کی مُتھے
 نوا چند ہوئیں دِک جس تھا دل کھتا
 رہے انبر کوں لگ چند نوے سار
 جتنا یک ڈگ رکھے لک پورے وہ

جڑت کندن کیرازین اُس جو گھالیں
 یہی معناد تھا یوسف کیراتب
 نفیری طبل کا حاجت نہ اُس دار
 جو نکلے یوسف اس مازی اُپر چڑ
 رتن اس زین کے تالے اَدک نور
 جو اُس اِبلق مینے نس دن میلے تھے
 چلے یوسف جو اپنے غلبے سوں
 زلیخا بھی نکلتی غلب لاس
 بہو حسرت سوں بیٹھی باٹ کوں چائے
 حسد گر باٹ پر اُس جو جھلتا
 جو بن یوسف کہ میں شکر گذر جائیں
 کہ بھدی آئے یوسف توں نکل بیگ
 کہی ناری کی کاہے منج تکتل

زکیباں دہلال اس تھے دیکھالیں
 جو اُس پر زین دیکھ میلے شمشب
 ہزاراں بھالداراں لائیں پوکار
 گنواتا جائے سور اُس نور میں پڑ
 سورج یوسف جو چھاؤں اسکے اُبرو
 ستارے سور بھی مل نیلے تھے
 لگیں گر جن گنگن اُس غلبے سوں
 گماتی وقت اپنا نیت اس گن
 کہ مت اُس باٹ کی دھول آپ پر گئے
 جو گھوڑا بیہ کا اُس پر تھے چلتا
 تو اُس مھنوا دل بھو تیک سننا میں
 چھنک اُس پنتھ نینوں نیرجوں میگ
 رنجاتے جھوٹ سوں سکے منج مل

کہ یوسف جب نکل آئے ایوں سات
 جگت مہکار اس کی باس آمریت
 منج انتری پر تھے باس اسکی جیو آئے
 کٹنگ سنگات یوسف آوتے جب
 کہ جھوٹیں توں نکل کر آوتے کائے
 کہی کچو اے دکھ دار ہی انوں سوں
 کھیلے من بن جو اُس کی باس آتیں
 جو ہوئے کھن پر وہ امرت باس کھول
 جو بولیں بھالداراں دور ہو دُور
 کہی بہ کال تھے ہوں دُور اس تھے
 اچھوں کیسا کھید ٹریں ہو رنج کوں
 کہی یوں ہو رہی سو کچھ بے ہوش
 گمائی وہ دکھیا اس دھات کئی دن
 زلیخا جو رہی تھی کنتھ کی پنتھ
 جو رہتی پنتھ میں کئی دن گمائی

یہ بچا نیاں جائے منج سبہ گسوں سات
 نہ آوے منج نزدیک تھے آئے جس آت
 سو کیوں تو بھوں نہ جے نزدیک آوے
 سو بھی نھنواد اُسے سنات دے سب
 کہ اس لشکر میں یوسف نہیں آئے
 کہ کیا منج دغا دئیں اس گوں سوں
 سو کیوں اُن آئے سو چھپی چھپاتیں
 رہوں وہ پاس لے کر جو بھنور بھول
 چلے وہ سُن نیٹ دکھ من منیں پود
 گھسٹوں نت بس پیالی پور اُس تھے
 کھنڈل کر کے نہ کرتے چور منج کوں
 جو اپنی ذات کوں کرتی فراموش
 نہ تھا اُس کام دہ جا ہو رنج اس بن
 کہ مت جا گا گزراں منتھ تھے کنتھ
 سو بن کنتھ پنتھ تھے بھی تنگ آئی

بہیلیں دُور تھی اس بچہ تھے جب
 جو اسکی پتہ پائی اس تھے چڑیا لوب
 کہ مانس لوب کا ہے تھے نہ بھگے
 جو ہوئے بے صبر درس لوب ادک ہوئے
 سو جین سلی کول آپیں پوجہ جستی تھی
 سو یک رات اس گئے ستر تھرت را کھی
 کہ اے گویند گسائیں پاپ ناسن
 دیا دشی سول اس اسی کول چکھ دیک
 دیا دشی سول منج دشی دیا کر
 جو تچ بن منج نہیں دیا دیا و نت
 کہ ہاں لگ منج کول یوں چلتی رکھے گا
 کیستی یوں بنتی ماٹی میں جو پرہ کر
 جو ریا سور تحت انبر پر آیا
 زینجا بھی اتالی سول بھرائی
 منگے جوں داد خواہاں آپن داد

نہ تھا اس لوب دو جا پنتہ بن تب
 سواب اس کنتہ پاؤں کا پریا لوب
 جے کچ پاسے زیادت لوب لکے
 لکے بھو چٹپٹے مرنے نزدیک ہوئے
 جو اس اپنا خدا کر بوجھتی تھی
 بہو تیک سرن سول اس پاس آکھی
 سدا میں تچ کول پوجن مار داسن
 جولی دیکھیں تھے دشی کھوئے کھ دیک
 جو مانوں تچ دیا و نت دیا کر
 دیا سول تر ت دیکھلا منج میرا کنتہ
 تھنڈی کر منج کول جے توں سکے گا
 آنجھو پانی سول ماٹی کول جسکر کر
 سو یوسف بھار شکرے کر آیا
 کیستی فریاد سبہ اڈرای اڈرای
 کیستی سائیں کنے سائیں کی فریاد

دے گھوڑیاں کے تل کے غلغلے تل
 جہاں اس دھات کا غوغا ٹھیا ہوئی
 جو اس دکھ تھے ہوا بد حال اس کا
 بہو زائس ہو گھڑی منیں جلے
 لیتی ہاتھوں سوں کھینچ اس پوتلی کوں
 کہ اے پتھری میری من جام کے تیں
 لگوں جس منچہ جے لالہ سنگھڑ ہوئے
 پرے پتھر میرے ہر کام پر سو
 جو توں منچ پتھڑ پتھڑا ہوئے کی نا
 رکھی تچ تیں جو مانی پر لیسلائی
 ریسڑھی جے دھول مانی میں تیری آس
 جو اپنے کام تیں تچ پاس روئی
 جو دیتا گیان تھے یہ گیاں کرتار
 کیستی غسل انجھواں میں ڈوب دے کر
 کہے وہ توں جو بگ تیرے پنلے

اتل کتل دھرت تل کائی ات تل
 سبڈاس کے دگہ کے کیوں سنے کوئی
 نہ ہوئے اس دھات سیتیں کل کس کا
 درونی آگ سوں سب بانس سلگائے
 لگی کچوات بیٹن آس پتھرسوں
 نہیں آڑا میرے ہر کام کے تیں
 تھیں اس پتھڑ میں او گھڑ پتھر ہوئے
 پردتج پر پتھرتوں وہ پتھر سو
 سہے جی کوٹ لیوں پتھریاں سوں سینا
 لیکھے مت منچ لیلاتی سوہے مانی
 سو مانی دھول ہو کر گئی میری آس
 سو اس انجھواں تھے کالک دشت دھوئی
 مسلمان ہو سٹی بت ہو ر زنار
 منگی بخشش دھرت سر را کھ لے کر
 جہاں جاوے جی کوئی تچ بن نہ پائے

نہ تیرے عشق بن گمراہ کوئی ہوئے
 نہ بن تیری طلب بت پوچھتے کوئی
 سبہہ حیران تج کوں دھنڈے میں
 بے کوئی بُت پوجتے یوں پوجتے ہیں
 نہ تیرے شوق بن بت دل کرے کوئی
 بے تھی گمراہ تیرے عشق میں میں
 جو میں گمراہ تھی انجناں کی تھے
 سبحانی توں سبہہ کچ جاننا سو
 سو منج انجان کوں جب جان کیسا
 سو میں انجان تے بے کچ خطا کی
 بے کچ تیری عطا کی یک چھٹکے ہو
 جو میرا دل دھولایا توں خطا تھے
 جو اول میں دل کے اندھلے تھے
 کیسا روشن جو دل کے میں میرے
 جو یوسف کوں دیکھوں پھر میں سو

نہیں تج عشق تھے خالی کدھیں کوئے
 نہ تج بن جگ سامی پوجتے کوئی
 سبھوں کوں دھیان تج پنتہ ہنڈنے میں
 کہ سچ آہیں خدا کوں پوجتے ہیں
 نہ بن تج دھیان اُسے سبھوں دھڑ کوئی
 دیکھایا باٹ منج گمراہ کے تیں
 خطا بہو تیک کی انجناں کی تھے
 میری انجناں کی پہچانتا سو
 نہ باٹ انجناں کی منج جان دتا
 سو کا لکے ہو چھٹکے سیں عطا کی
 سو دھوئے نا جائے جی ہمد رہم ہوئے
 سو دھو میرا خطا بی آپ عطا تھے
 سو پرگٹ کے میں میرے کھلے تھے
 سو روشن کر تیں پرگٹ کیرے
 نہیں اس باج کچ مقصود میں کوں

سو پھر کرائے جب یوسف اُسی پنتھ
 پکار رہی پنتھ میں وہ نارستونت
 کہ اے سائیں سگن ہارا تھیں ہے
 سبہہ جگ کوں رکھن ہارا تھیں ہے
 تھیں راجاں کوں تخت ہوتا ج دیے
 جو لوڑے تل میں کیستے مار ج لیوے
 دستگیری جس نہیں کوئے
 عاجزی کوئی جگ میں
 یہ آواز یکا یک
 یوں حاجب کوں فرمائی
 کی میں سنیا جب
 کوں کچ دکھ درد ہوئے ناہ
 محل لگ انپڑا دیں
 دوا اس کی کریں جسے کچ درد ہوئے
 جو اس کا درد خاطر کوں لیا دیں
 جسے کچ حاجت اچھے اسکی نہ رہوئے

سرخى ندارد

دکھیا عاشق کوں اس تھے کیا بھلا ہوئے
 جو اس کا من مہانا اُس بھلا ہوئے
 بھلا کرنے منگے پھوڑا ہیا کا
 نوارن چیت رکھے دکھ اس دکھیا کا

کہ بہت برلیے جے کچ اُن مہر اُس
 میا سیں نواریے دکھ اس کا
 کیا حاجب خبر اُس بے توقف
 جو کہیتی بے خبر کر تے خبردار
 اگر کچ درد دھرتی ہوئے دوا کر
 نہیں کہتی منج اپنا کچ حاجت
 جو بولیں حاجت اپنا منج کہنے تر
 سو جوں تا زاپراں اس کوں میلانے
 مکمل جوں سورا جالے تھے کھلن ہار
 دعا کہیتی جو یوسف کوں بہو دھات
 کہے اپنا نشان ہو رناؤں اب کہہ
 رکھی گاڑا سونہیا آپ من میں
 جگت تے بال کا قسمت نہ لیگی
 جوانی باؤ ہو جالی تیرے تیں
 بسا ریا منج دکھ وادی کوں اس دھا

- اپنی ہو کر بلا دئے اپنے پاس
 دیا رکھ کر بچارے دکھ اس کا
 جو بیٹھے غل تھے فارغ ہوئے یوسف
 کہ بھیدی آکھڑی وہ نار تے دار
 لکھیا حاجب اس کیرا روا کر
 کہیا حاجب کہ ہے وہ اونچ بہت
 کہیا اُس لیا و میرے سامنے تر
 زلیخا کوں حضور اس کے جو لیاے
 سو کچ یوسف کی تابش تھے پھلی نار
 بہو ہنس مکھ ہو ہنسی اُدھرات
 سو اُس ہنسنے تھے یوسف بہ عجب رہ
 کہی وہ ہوں جو تے دیکھت پین میں
 جو تے کوں جاگتے نینوں سوں دیکھی
 خزیئے سب کہیتی خالی تیرے تیں
 جو دنیاں نار اب تے کوں دیتی ہات

سو جب یوسف پچھانیاں اس کہے کو
 سو ہو تیک مہر سوں دیکھ اس لگیا رن
 سو پوچھائے زلیخا کی تیرا حال
 ہو ایوں تچ لگیا کیوں یہ بُرا کال
 جو بولے یوسف اس کوں اے زلیخا
 پڑی اپنی خبر سٹ دی زلیخا
 سو کج لذت دیتا اس کا پکارن
 جو کتیک بار کوں پھر ہوش آیا
 کہیا پہلی کہاں وہ روپ جو انی
 کہیا قد سرو تیرا یوں خمیا کائے
 کہیا نیناں تیرے بے نور کاہے
 کہیا تیرے خزینے کیا ہوئے سب
 کہی جے کوئی تیری کج بات بولیں
 آپس کوں ہو ردھن کوں وار ان پر
 کہیا حاجت سوں کیا ہے آج تچ کل
 رتن مینہ لائی دھارا اور ان پر
 کہی تچ سات حاجت تب کہوں میں
 جے کج حاجت تچ ہے بول منج کوں
 اگر اس بات کی توں سوں نہ کھاسی
 جو توں سوں کھائے حاجت دیوئے تیں
 توتی کج حاجت تچ کہیا نہ جاسی
 سومانوں جے اچھوں میں پس ہوئی
 سومانوں جے اچھوں میں پس ہوئی

سو یوسف کھائے ابراہیم کی سوں
 کہ جے کچ کام کہہ سکی آج منج سا
 کہی اول جوانی روپ اچکل
 دیلا اُس بعد نیتوں نور مج کوں
 لگے یوسف دعا مانگن خدا پاس
 خوشش میگ برسیا اس سو دھن پر
 سو کچ رنگ و پ تازہ ہو کھلی نار
 پنم چند جوں خٹا سو ہوئی خٹا پھیر
 لیئے تھے کیس کا فوری پرہا وا
 نین نرگس نظر کا جل کیئے پھر
 ہوا جوں ڈال تھا سو قد الف سار
 لہر بن باؤ مکھ پانی اُپر تھی
 جو چالیس برس کی ہوئی تھی چترار
 سو کچ دیں لگی آپروپ صورت
 سو بھی یوسف اُسے بولے کہ اچھوں
 جسے سنگا رہن ہو کر ہے دُون
 کروں کوشش ستیں جے ہو منج ہات
 پھرا منج کوں دیلا جیسی تھی اول
 جو دیکھوں دو نین بھر پور تچ کوں
 کہ برلیا وے زلیخا کی جے کچ اُس
 سکی تھی سو ہوئی پھر سرگ بن سر
 جو کو تریں کمل نا ہوئے اُس سار
 بدھی سو جوان ہوئی وہ نار گن پھر
 کیئے پھر بھیس کتوری سہا وا
 کمل پر آ بھنور جاگا لیئے پھر
 بنفشہ پھر ہوا جوں سرو پھل بار
 سویوں گئی جے نہ دیسے باؤ گر تھی
 سو ہوئی پندرہ برس کی نومدن سار
 جو ہوئی اول تھے بھوتیک خوبصورت
 جے کچ حاجت تھے ہوئی بول منج کو

کہی اب منہ نہیں اس باج حاجت
 جو برہے ہیں تھے سینا جائے پھٹ پھاٹ
 لیاں سول منہ تیج سول میل جاگوں
 جو تیج تھے طاق آہیں طاقت نہیں منہ
 جو کہتے کان اس کی بات یوسف
 خدا کیری رضا کی ہو طلب گار
 یکا یک خبر سبیل اُس تیں خبر لیاے
 کہ ہم دیکھے زلیخا کی جو زاری
 سو ثرت اُس کوں ہمیں من اُس دیتے
 سو توں بھی عقد کر مل رہا سوں جم
 تمس جوں دو رتن دونوں میلے پر
 جو راہوں سیج مل تیج کٹھ لاگت
 سو اس سینے اُپر لیوں تیج کوں داٹ
 چندن سو گند ہو تیج انگ لاگوں
 ایس تیں جفت کر گن اب تھیں منہ
 جواب اُس کا نہ دے کہتے توقف
 منڈی لڑا کافی کہ راہی کتیک بار
 کہ جگ سائیں سلام اپنا تیج اپڑا
 تیری پیرت منیں بہو تیک خواری
 اُسے تیج سوں عرش پر عقد کہتے
 ندن بیل اس بہو تیک بھوگ سوں گم
 چلے اولاد جگ میں جوں رتن سر

سرخى ندارد

جو یوسف پائے جگ سامی فرمان
 شہانی جشن کا بنیاد کہتے
 جو عقد اس سا باندھے باج اتمان
 نگر عشرت ستیں آباد کہتے

اہولک مشک غنبر عود پر مل
 سرتنگے زعفران کا فوز ہندل
 پھولیں چنبیلی پھولوا پھول پھول نیر
 لکے مہکاوے بہو تیک چوندھیر
 نگر سوہے پھولوں میویاں تھے نگ نگ
 چوئے اس رنگ تھے گلزار رنگ منگ
 کیئے آپار جے جاگ میں کندوری
 نہ ہوئے سفر اچھا وں دھرت پوری
 جو چنیاں نعمتاں لیا بار کیئے
 سو اُس پر سب جگت کوں بار کیئے
 بہو رنگ نعمتاں بولیا نہ جاوے
 مگر کوئی بھاگ نت جنت میں پاوے
 جو لے پانی دھلاو تیں جگت ہلت
 ہے ندیل سب سکھ دھرت کی دھاتا
 دھلا کر بات مہانا کے ہریار
 بہن لاگے دھرت سکلی ندی ہو
 جو اُس تھے وہ سبہہ مجلس دیئے ساج
 دھنی مجلس کیرا سو مصر کا راج
 عردسانی محلان ات سہانے
 پچھلے اُس مان شاہانی بچانے
 سٹے دو تخت وہاں گندن جڑٹ کر
 جو عاروس ہو شہہ بیٹھے انوں پر
 کیتی عاروس عردسانی پر ہوا
 خلیل اللہ کا معتا دھتا جوں
 ہو اشدی سوں شہہ عاروس کا تخت
 ہو اس نے پروا سب سہادا
 اسی معتا دپر یعقوب تھاتیوں
 یکٹ شہہ پانی سودھن کی بڑی تخت

مبارکباد کوں مجلس کے سب لوگ
 خوشی سوں یوسف اٹھ کر سب جنیاں ستا
 خزینے اُن اُپر وارن لگے ٹھوک
 میلے ہو ردست بوسی تیں دیتے ہات
 جو اس سنگار سوں گھر گرگ میں ناں
 بچھیں آگل تھے دوڑیاں سات اُس نار
 سٹے سو چھپ رہے اُس تل مہر قی
 مبارک باد بولے دوی جگ اُس
 محل کوں نور دے جلوئے منیں لیائی
 کہ بنٹرا ہوئے کب مجلس سے خالی
 چھبیلی لٹ ستیں سورج چھپائی
 شمع دیو میاں ستیں بھوئیں کوں سنوئے
 شبنم بنٹرا بنی کی سچ چل آئے
 سودا ٹیا آئے شہہ کانور اُس نور
 حریری دامنی مکھ ڈھانک کر جھانک
 کہ جوں موسیٰ خدا کے نور کوں دیک
 سو اس کا گودنا ہیں کھنچ بیٹھا
 ہزاراں بانڈیاں خدمت کرن ہار
 ستا ماتک جو وار اُس نار پر ہتی
 سنگارے سر تے سر تے پلو لگ اُس
 جو اس گھر مان جلوے کی عروں آئی
 ولی آجیوں بنی تیتی اُتالی
 جواتنے میں سلکھن رین آئی
 ستاریاں سات انبر کوں سنگارے
 بہو تعظیم سوں لوگاں کوں بہو رائے
 محل عاروس تھے تھا نور سنپور
 دیکھی عاروس شہہ کوں کھول چکے آنکھ
 سو ہوئی اُس نور تھے بیتاب یکایک
 بنی کا حال یوں بنٹرا جو دیکھا

اتا ریا ہات سینے اور نگہ پر
 سگند بانس امرت سوں جیوں تیا پھر
 جوا دل اُس دیکھن تھے نگہ پھراے
 جو شہر پھر پھر دیکھیا عاروس کا نگہ
 کہ سو کچ روپ دیکھیا نین سوتب
 نین کا سکھ لیتیں یوں ہوا خیال
 سو باہنہاں سوں بلیٹاس لالیتا گل
 مدن مورت نگہ پر موکھ را کھیا
 مدن رس پورنا رنگ ہات لیتا
 لٹاپٹ سات ہوئی ماندھی جورانی
 بکٹ مانک رکھی گُندن کی دُر جگ
 نہ کہ اس کا کلف کھولیا کسی تھے
 سو یوسف کن جو تھی کیسی رتن کی
 اول درجگ مینے مانیک تھا ایک
 پہلیں تھا سو مانک ایک اس حال
 گوسیا آپ سکھی پہ مہر رکھ کر
 سو بے ہوشی تھے ہشیار اُس کیتا پھر
 سواب اس نگہ کوں پرتوں سوں بچھاو
 دیکھت اُس نین کا بھوتیک لیتا سکھ
 جو روپ ایسا نہ دیکھے سرگ میں کب
 کہ لینا انگ سنگ کا سکھ اس حال
 لیتا من سکھ سینے لائے چمکل
 ادھر امرت مدن مدیاں چاکھیا
 لٹاپٹ سوں لیاں بہودھا کیتا
 گوہر سر پوش پایا دھن نشانی
 جو وہ درجگ سنبھالی بہہ جتن رکھ
 نہ کہ اُس قفل تیں کیسی دیئے تھے
 اُسوں کھولیا نیکی درجگ رتن کی
 کھلے پر نیکلے مانیک بھوتیک
 عجیبے ہو رہیا مانک نیلے لال

سٹیا مچھلی دیکھت امرتِ چشماں
 عجب دیکھو کھلے جاسوں سو بھر کر
 جو جاسُن کھیل لیا یا بار گلال
 بندیا الماس لاجب ڈھال موتی
 عجب دُسر اُس الماس تھے تب
 مچھی بن نیر کے چشمے میں پڑ کر
 نہ موتی دیوتے مجھ سمندر میں ہوئی
 نہیں ایسا خجریانی دھرن مار
 جو یوسف پائے بست اپنی امانت
 سو اُس گنِ سمندر کوں پوچھتا کہ کھول
 کلی کیوں نامدن بارے تھے کھسی
 دیتی وہ نار اُسے یوں جواب میٹھا
 اگر چہ تھا دنیا کے کام میں چُست
 نہ تھی اچھتیں جوتوں سُہنے میں آ کر
 رکھی سنبھال کو شش سوں تیرا مال
 دے پایا نہیں گچ نیر اُس ماں
 رہی جا کر کلی کیوڑے کے بھیتر
 کلی کیوڑے کی گرے بھول دی ٹھال
 ڈھلی موتی میں تھے یا قوت جوتی
 بہوت موتی ڈھلے موتی بندیا جب
 سٹی موتی کلیاں اس تھے گڑ گڑ
 نہ چشمے مان تھے پاوے کلیاں کوئی
 جو اس تھے میاں پانی سوں بھرن مار
 کہ جوں سُہنے میں تھے اپنی اشارت
 رہا کیوں اُن بندیا موتی یہ اُمول
 کھلی کیوں ناں درجگ پائے کیلی
 عزیز مصر بن منج کوئی نہ دیٹھا
 مدن کے باب تھا بن لوباک کُست
 کیا منج دُشمن کو دھن آپتاکر
 تجھے انیڑائی تیرا مال سنبھال

جو یوسف یہ خبر اس تحفے کیتے کان
 سو یوسف اُس حیرت دھن کوں دیتے یاد
 جو توں اول منجے فرما دتی تھی
 بہو چوری چھپی کا کام تھا وہ
 کہی رانی کہ سچ توں آکھتا سو
 جو توں اس روپےں بھئے دشت تل
 جو میں آپا پریت راکھتی تھی
 جو کیتی عذر خواہی نار بہہ دھات
 کہاں ہوئے اس خوشی کوں جگنیت

اُدک پریت لگا اگلا دیتے مان
 کہ اے تیری پریت سول میں میرا شا
 گنہ منج انگ لاون جاو تی تھی
 سودیک اندیش اب یہ خوب یاد
 ولے کیوں رہ سکے نہہرا کھتا سو
 سو تیرے انگ سنگ بن کیوں رہے
 سو رکھ معذور جے کچ آکھتی تھی
 سجن بھی عذر خواہی سول کیا بات
 جو عاشق سول رہے ہوت ہو گنہ

سرخی ندارد

نہ راہی کچ جدائی ہو رانستہ
 جے کوئی معشوق سول بھی ہوئے عاشق
 ولے یہ مرتبا عاشق نہ یادے
 نہ کوئی معشوق کوں پاتا جگت میں

میٹھانی سول رہی جوں ودشگر
 یکس کے عشق میں پاک ہوئے مراد
 مگر بہہ دیں برے سول گماڈے
 مگر بہہ دیں کھوئے اس پریت میں

نہ کس معشوق جگ میں بات آوے
 نہ کس عاشق کوں ہوئے معشوق عاشق
 زلیخا عشق میں بہو تیک سچی تھی
 ننھی سین میں جو نازک گڑی ساڑ
 انوں میں تھے ہر ایک جوڑا جو رکھے
 گماوی کھیل نس دن عشق کے کھیل
 جو اتنی تھی جھجی بد کی نشانی
 یکا یک میت کوں سہنے میں دیکھٹی
 سٹی ماں باپ اپنا ملک چھوڑی
 سجن کوں دھند نے تیں مصر کوں آئی
 سجن کے تیں کستی خالی خزیٹا
 جوانی پیہہ کے دکھ میں گنوائی
 جوانی نین بھوگ مانگی اسی جوگ

مگر دو جگ تھے ہا اس کوں دھلائے
 مگر پایا ہو اُس تھے عشق صادق
 بجی تھی عشق جب تھے او بجی تھی
 گڑیاں کھیلے آپس میں آپ جس ٹھار
 سو عاشق ہو معشوق ان کو آکھے
 بن کھلی ہو رنج بن عشق کے کھیل
 سو دھنا ہو ریا نواں کر پچھانی
 پنٹ اس تھے جگائی عشق اگلیٹھی
 لیتی پردیس سب تھے مکھ موڑی
 وہاں بہ دیس اس دھاتوں سو بیہانی
 خزیٹہ پیہہ بھر صندوق سینا
 سلونے نین پانی کرے جیوائی
 اُسی کوں دی جوانی نین کا بھوگ

جو وہ یوں عشق میں سیدھی رہی جم
 سو یوسف کوں بھی اس کا عشق لاگا
 سو کچ رانی سوں باندھیا اپنا دل
 رکھے رانی کیرا بھاتا بہو گن
 رکھی رانی کیری بھاتی منے چیت
 یکس کے یک میلانے سوں رہیں شاد
 یکس کے یک ادھر امت کے متوال
 یکس کوں ایک بانہاں سوں پلیٹیں
 یکس کے ایک مکھ پر دھر سر سونیں
 یکس تھے یک لطیفے سوں سنے بول
 یکس کا ایک کارہا مان سو سیس
 یکس سوں ایک راضی جو سنگات
 سدا سب بھوگ چور اسی بندوں سا
 جو چھندوں بھاؤ سوں وہ ناریک را
 سجن بھی دوڑا اُس پر ہات ساٹیا

ہمایں عشق کیاں زخماں سہی جم
 پر ت اس کا کیا اُس من میں جاگا
 جو اُس کوں ناگمیں اس باج یک تل
 جیوان بھاؤں کرے اسکا کہیا سن
 نہ اُس آن بھاؤتالیاے اپنے چیت
 لٹا پٹ ہو رہا کیاں ستیں دل آباد
 یکس کا ایک ناگ سنگ پائے خوش حال
 یکس سوں ایک سینے لاگ لیٹیں
 یکس کی باس تھے یک بے خبر سونیں
 سہنی بازی سوں دونوں گھنٹرا کھول
 یکس سوں ایک لاؤں چاؤ رو سین
 یکس کا بھاؤتا دل کا یکس ہات
 سہاؤں سیج اتل گتلی چھندوں سا
 سجن کے پاس سے نہاٹی سہنی سا
 سو چولا نار کا سجن تھے پھاٹیا

کیتی تہ سوں کتا اس کا بدل تیں
 سو بھاڑیا توں میرا چولا بھی اس دھاتا
 رہے تھے مل کہ جوں دونوں بھی یک دھاتا
 رہی تھی ہو حقیقت گی زندہ صانی
 سو وحدت کے انگن میلانے چلی تھی
 چھٹک پھر جا دریا کے پور بیٹھی
 سمت ہو سمت ستیں آپ مرت ہو
 سبہہ یک دھات دیکھی ایک مع جود
 کہتے یک خالقہ اس تیں چھند سا
 انگن اس کا سرگ تھے صائر مل
 ڈولارے ذکر تیں اس ماں قلاب
 نہ حاجت سور ہو دیو یاں کی دن آ
 کھڑے بندگی سوں نورانی فرشتے
 بنگھی اُن پر چھپے لے چو پنے موپنے
 ملک ان پر ننگھی ہو دیس ہو رات

کہی ناری سجن کون ہے اول میں
 ہو پاٹیا تھا تیرا پیر میں میرے مات
 اینوں گن تھے یکیں سوں یک لیاں سا
 ولے یوسف تھے وہ ناری سگیانی
 دوتی پردے تھے باہر نیکی تھی
 دوتی سب دور ہو یک نور دیٹھی
 عبادت بندگی میں ایک چیت ہو
 عبادت ہو رعاہ ہو ر معبود
 جو یوسف دیکھے اس کا حال اس دھاتا
 بہو نقشے لگن تھے ہو ر اچکل
 بہنواں جوں حور کیاں طاقاں کی محراب
 محل میں اس دیوالاں کی صفا سا
 کھڑے روشن جو ر سا تھانہ دیتے
 سنے روپے رتن کے جھاڑا دینے
 انگن کی رو کھڑے طوبی کیرے دھاتا

مئے اس میں شہانی تختِ سنگار
 زلیخا کوں بہو چاؤں منا کر
 کہیا اس کوں کہ لے گنونت ناری
 نہیں سارن سکوں اپکار تیرا
 جو توں اول میرے تیں گھر بندھائی
 سو کیتا میں بھی تچ تیں یہ عمارت
 اب اس گھر میں خدا کے دھیاں سہ رہ
 جو بلے بال توں اندیش دیکھی
 دیتا دولت فقیری دُور کر تچ
 جو تھے بہہ دیس تیرے نیں زجوت
 جو بہہ دن برہ بس بھیدیا تیرے من
 زلیخا بھی خدا سے پانی تو فیق
 جو رانی اس محل میں ذکر لاوے
 ایوں کن اس محل میں تھے بہو کال
 دنیاں میں کوئی سدا را ہے نہ یک حال
 جو خرچے اس کے تیں مانیک بھنگا
 خوشیاں سوں عیلائے اس رجا کر
 تیرے اپکار سوں منج مشرم ساری
 نہ منج گردن تھے اترے بھار تیرا
 خزینے خرچ کر حالی کرائی
 جو توں کرتی رہی اس میں عبادت
 جو اس کی نعمتاں کوئی ناسکے کہہ
 تو ہے اپکار اس کا باج لیکھی
 کیتا نو خیز پیری دُور کر تچ
 دیتا رحمت سیتن یک تل میں پھیرت
 دیتا امرت میلاد ابرہ بھجن
 جو ہیں اُس ٹھاؤں ساری پتہ تحقیق
 خدا کا نور اس سب رخ تھے چھاؤ
 سبہ مقصود اپنے پائے خوش حال
 نہ کوئی جیو بھارا ہے سدا کال

زمانا جس چڑھاوے پھر اتارے
 خوشی سوں جس حواوے دکھ سوں مارے
 نہیں کوئی اس دنیا میں مل دو یار
 جو آخر نادیکھے بچھڑے تھے آزار
 ملاوا بن میں جن جوں پھول کھیلے گا
 سو بچھڑے دھوپ تھے سکھ کر ڈھلے گا
 میلاوے سوں جہاں شادی گوا دیں
 وہاں بچھڑے تھے چڑو رو د پلاویں
 جو یوسف تھے زلیخا پانی مقصود
 میلاوا پانی ہوئی بختاں تھے خوشنود
 سو کچ سکھ سات بھری دکھ بچھلا
 جو یاد آوے نہ کچ اس دھاک اگلا
 نہ گذرے باج عشرت دیں ہو ترس
 گذر گئی کچ اگلی برس چالیس
 دیتی جوں روکھ پھل نت بار بہہ بار
 جو اس تھے رکھ اٹھے سو بھی دیتے بار

سرخى ندارد

جواتے میں یکا یک رین میں
 دیکھے ماں باپ کوں یوسف سین میں
 جو دیس لے بہہ تن نور کا بھیس
 جھمکتا نور نگہ کا جوں سورج دیس
 کہے یوسف کوں اے فرزند پیارے
 گدھاں لگ بچھڑے سوں عمر سارے
 ہمیں مشتاق ہیں مل تیرت ہم سات
 سنے ما باپ تھے یوسف جو یہ بات
 بہو مشتاق ہو کر جاگ اٹھے
 پنٹ اس شوق سوں دنیاں تھے توٹے

کہتے روشن زلیخا پر بھی یہ حال
 سسٹن لوڑے جو یوسف اس جگت بھوگ
 دعا کرنے لگے چت راگھ کر ٹھار
 جو منج سر جائے کر دنیا میں لیا یا
 منج اپنی نعمتاں میں غرق کیستا
 منج اپنی یاد کی توفیق دیتا
 منج ایسی توں بڑائی سات رکھیا
 منج اب ملک بقا کا شوق داٹیا
 تر ت منج تھے فنا کا ملک کر دان
 مسلمانی کی حالت سوں منجے مار
 جو سائیں تھے زلیخا یہ خبر پائی
 یقین جانی کہ اب اس کی دعا تھے
 کہ وہ مار یا دعا کی تیر جس دن
 سود دکھ سوں جائے دکھ کوئے میںے پر
 چکر میں مکھ پیشانی سب رگرگر
 کہتے اُن سہیتوں سے آہ جگ جال
 انا دل ہو بقا کے ملک کی جوگ
 کہ ائے جگ چت پھر ادن ہار کر تار
 عجائب اپنے منج کوں دیکھایا
 سناکسن، تاج دولت راج دیتا
 میری پیغمبری تحقیق کیستا
 سو کوئی میری بڑائی کوں نہ تاکیا
 خدا کے ملک تھے خاطر اچاٹیا
 تر ت ملے بقا تیں بخش فرمان
 میرے صالح بڑیاں کن دے منجے ٹھا
 بہو بھر کے اُساس آنہ کوں آنہ پڑائی
 تر ت تاثیر دیسے کی خدا سے
 ہدف مقصود تھے چو کیا نہ کس دن
 لہو پانی سوں انجھواں کی جگر کر
 ابد میں نامرادی کی سینر کر

اپنی بھی یوں کرن لاگی مناجات
 تھی یوسف سے اب امید میری
 کہ تو کرتا رہے دیا دیا و منت
 دیا کیسلی سوں باندھے دار کھولے
 بہار ادا دکھ کے یوں ہلکے کرے تو
 سکتی یوسف کے بچھڑے کی نہ را کھوں
 کہ منج کوں ہو اس کوں مار یک بار
 جو توں دیتا منجے انگ سنگ اس ستا
 نہ لوڑوں راہنے جگ ماں اس بن
 سدا جینے سے بہتر مرگ اس باج
 نہ کرے جے سنگات اسکے منجے توں
 صبور ی یک تل اس بن کوں رکھوں میں
 زلیخا تھے ایسوں گن دگھ دگد سات
 دگد دگھ رنگ رنگ نس دن دیسے با
 کہ اے سب جگ کوں دیوں ہا رہا جات
 ولے دائم دھروں امید تیری
 دکھیا کا دکھ ہرنت سائیں میناؤ
 مینا مسکھن تھے ہوتی منہ تھے ولے
 جھج کچ لوڑی کرن قدرت دھرتوں
 یہی مقصود اب تج سات اکھوں
 گھر میرا ہو اس کا جیو یک ٹھار
 سو میرے جیو کوں کراں جیو سنگات
 ہوں منج جیونے کی نان اس بن
 براد و زخ تھے سو دن سرگ اس باج
 تو اول منج لجا اس بعد اس کوں
 جگت اس باج کیوں دیکھن سکوں میں
 نہ بوجھی دن کوں دن کر رات کو رات
 اُسے یک رنگ دیسے دیس ہو رنس

سرخى ندارد

جو دوجے دیس ویسا صبح روشنی
 سوکھولی جگ نہ گس سار لوہین
 شہانی بھیس سوں یوسف پھلکے
 سواری تیں رکھے پگ پاوڑے پائے
 جواتے مان جب اسرائیل آئے
 سو یوسف کوں سواری تھے رکھائے
 کہ تچ فرصت نہیں باہیر نکلیں
 نہ منگ اب پاوڑے دوجے کوں چکلن
 تیرے تن کے نگر میں جو جو ہے راج
 نکلتا ہے سواری دور کی آج
 عین عشرت کی سٹ لے ہاتھ اب
 کھر پگ پاوڑے تھے عمر کی اب
 جو یوسف اس بشارت پر رکھے کان
 وجود اپنا بسایا بہہ خوشی مان
 ترے اس ملک کے میراثی کوں لکھائے
 اُس اپنی تھا دل کیے تخت بسلائے
 کیے اس ملک کے شاہی مقرر
 دیتے پند اُس کہ کراپکار جگ پر
 کہے آخز لیخا کوں بلاؤ
 پچھڑتے وقت اُس منج سوں ملاؤ
 کہے لوگاں کہ وہ دکھ سوں پر ہے
 دگدگے بندیں سنپڑاڑی ہے
 نہ سکی دیک تچ اس حال سوں
 بھلا جی راہی اسے خیال سوں
 کچے یوسف بڑا منج دھاک ہے یہ
 جو اس حسرت قیامت لگ رہی بہ
 کچے اس کوں خدا کے کمر حوالے
 جو اس کی خیریت سوں اس کوں راکی

جو تھا یک سبب جبرائیل کے پاس
 دیتے وہ سیب یوسف کوں جو جبرائیل
 لیتا اس تھے بقا کی باغ کی باس
 جو دیتے جیو اس باسوں تھے یوسف
 جہیج فریاد میں آئے جگت سب
 زلیخا پوچھ اٹھی یہ غل سو کیا ہے
 کہے لوگاں کہ وہ شاہ جوان تخت
 دنیاں کا تنگ کلیا چھوڑ دیتا
 زلیخا بے خبر ہوئی اس خبر تھے
 پڑی اس ہول تھے وہ سر دھول با
 گذر گے تین دس اس کوں اسی صا
 سو بھی اُس یاد کر بے ہوش ہوئی پھیر
 اینوں گن تین تین دن تین نوبت
 جو چوتھے بار اُسے آئی خبر چکھ
 کہ یوسف کیا ہوا دستا نہیں منج

جو اس کی یاس تھے لیوے سر کی باس
 دیتے جیو آپنا اس باس پر کھیل
 سٹیا اس تھے فنا کی باغ کی آس
 جگت فریاد لائے بے توقف
 جو انبر گرج کر ہداری دھرت سب
 جو اس غل تھے دھرت انبر بھریا
 چڑھیا تابوت تختے پر سٹیا تخت
 چھجے پر لامکاں کے ٹھاؤں کیتا
 اثر سُر کا نہ رہیا اس اثر تھے
 بہو خواری سوں بھوشیں پڑ چھاؤں کی سا
 جو چوتھے دس اوٹھی چکھ خبر سات
 پچھاڑی کھا پڑی آنکھیاں اندھیر
 پڑی بے ہوش ہو وہ نار سمرت
 سجن کوں پوچھ کر لاگی کرن دکھ
 نشاں اس کی نہیں دستی کہیں منج

جتا پوچھی یہی بوے نشانی
 نہ راہی سوردھرتی تل رینگ بن
 زلیخا جب سورج اپنا چھپانی
 کھلایا جوں کوں کہتے پھار کپڑے
 ہیا پھر پھر نکھوں سوں چیر لیوے
 جتاں باٹاں ہیا کوں ہونے لگیاں
 رگت گہرے جھڑانیاں پاڑ مکھ پر
 جو ہراک کالا اس تھے بہاے
 جو آنجھواں لال ہو را جلے بہاے
 جھڑانیاں کے جو خط مکھ پر پٹھاویں
 کبھیں سینا کبھیں سر گھوٹ لیتی
 کبھیں بھوئیں پر پچھاڑی کھائے پڑتی
 کبھیں بھوئیں پر پچھاڑی سیں اپنا
 بہو تیک تو بچھ کر ہلکے کیستی بال
 جو آدھا کاٹ سٹ دیں سو جنادور
 کہ جوں دھن اس کہتے بھوئیں میں نہانی
 سودھرتی تل رھیادہ سورن دن
 کمل جوں باج سورج کملائی
 نہ کھیلے گولی جب سورج نہ سنپڑے
 ہیا کی آگ مت باہیر دیوے
 آگن بھی آئی اس باٹاں تھے سکلیاں
 آوٹ چشماں بھاوے کالے کر
 سواں تھے پیک حسرت کی پکا دے
 سو جوں گلال ہو را بیل گنداوے
 سننے پٹی اپر سرخی لکھا دیں
 کبھیں تی مار مکھ پر دکھ سیتی
 رگت مانی منیں خواری سو پڑتی
 رگت سوں لال کرتی بھیں اپنا
 نہ ہوے دکھ بھارتو ہلکا کسی حال
 کری تھڑ پڑ رگت مانی میں پڑ کر

لگی فریاد آنبر کوں آنبر ڈانے
 نوازش سات رو رو کر پکڑے
 کہ شہ میرا کہاں ہو رشا ہی اس کی
 جو چلتی تھی جگت میں دوا ہی اس کی
 غریباں پر کہاں اس کا میا مان
 فقیراں پر کہاں اس کا دیا دان
 نہ چھپتا دیس سورج باج آوڑ
 سو بن آوڑ کیوں چھپا میرا سور
 جو سورج رات گھر دھرتی تلیں جائے
 میرا سورج سواپنا مکھ چھپا لے
 سواری ایک تل کیس جادتی بار
 سو ٹٹا وقت کیسا آگیا یوں
 بڑی حسرت جو میں دیکھی نہ اس دیس
 جو وہ نکلیا سواری پر ملک کے
 نہ چھوٹے جوں عینین اس کے نیچے ہا
 سواری تھے جو ماندھے ہوئے فوی آئے
 جو سٹ کر تخت تختے پر گیا وہ
 تو او تخت نا دیکھی نین رسوں
 جو سدا ان سیا پینا پر دا
 نوازش سات رو رو کر پکڑے
 جو چلتی تھی جگت میں دوا ہی اس کی
 فقیراں پر کہاں اس کا دیا دان
 سو بن آوڑ کیوں چھپا میرا سور
 تر ت بھی دن دیا دن مکھ دکھلائے
 بہو دیساں تھے کیوں نامکھ دیکھا
 نہ جادے منج پوچھے بن کسی ٹھار
 جو وہ پردیس پوچھے بن گیا کیوں
 جو وہ پردیس تیں لیتا نوا بھیس
 عینین اپنے مرڈو یا اس ملک تھے
 نہ راہی جوں رکاب اس کے چرن سا
 گلاب آنجھواں سوں انگاں کا نہ دھولا
 سہاوں تخت تختے کوں گیا وہ
 نہ کیتی اس جرٹ آنجھواں رتن ہوں
 نہ دیکھی جے دیسا کیسا سہاوا

جو لوگاں سب مل اس کا بھارا آچائے
 نہ تھی اس وقت میں اُس بھار سنگات
 کنٹھے ناؤنگ رونے سوں اُچاتی
 جو اس کوں تخت تختے تھے اُچا کر
 نہ بیٹھی میں بھنیا رے ماں سنگات
 عجب یہ نامراد دی میں جو ٹوسسی
 سدا جس کی وفا میں جیو کو جی
 سدا ست ہوئے کر را کھی پتیا را
 پیتا را منج کوں دے کر پیارے
 پیارے کیوں منجے کیتا یکیلی
 پیارے کیوں نہ چکھ منج پیار کیتا
 جو دیتا منج غنیمت ایک دیدار
 میرے دل میں تٹی حسرت کیرے تیر
 منجے یوں دُکھ دوزخ مان سٹ کر
 جلوں دوزخ کی لکڑی ہوئے میں سو

سو اس کا بہار سب سرے چلائے
 جو سینا کو ٹتی جاتی طبل دھات
 سو جوں اس بھار میں پاؤا بجاتی
 چھپا را کھے بھنیا رے میں چپا کر
 جو اچھتی رات دن گپے لگاں سا
 قیامت لگا ہی کاڑی آسوسی
 سو ایسا بے وفا ہوئے کر نہ بو جھی
 نہ بھائی جے دغا دے جان ہارا
 دغا دے کیوں منجے سٹ کر کیا رے
 سہلیاں سا کیوں بٹھوں دھیلی
 بھلی کر نہ یک دیدار دیتا
 تو میں بھی جیو دیتی دیکھ دیدار
 پیارے دیکھ آمیرا ہیا چسیر
 سرگ کی باٹ پکڑیا توں سو اٹھ کر
 رہیا ہو کر سرگ کا پھول تیں سو

جوا ب قول منج لگ آنے کی نیں اس
 کھی یوں ہو رعماری ماں بیٹھی
 دیکھی جا کر سجن کاٹھاؤں جو تر ت
 نشان اپنے رتن کی دیکھن آئی
 اسی ماٹی میں وہ جگ دیپ آجیت
 سُنے سارنگ ماٹی میں میلانی
 کبھیں پڑتی سر ہانے کی طرف آئی
 کبھیں ماٹی میں سینا لے رگڑتی
 کبھیں کہتی کہ اے جیو کے پیارے
 چھپیا توں بھونیں میں جوں پھول ڈال جڑ
 دھرت تل توں سو جانوں را کو سور
 رہیا توں دھرت تل نرمل جل سار
 بھر یا سب جگ دھواں میری چلن تھے
 سو کچ رو رو ترختی دکھ کر کر
 الالے دکھ سوں جوں آہ مارے

بھلا جے آؤں میں اب تر ت تج پائیں
 سلگتی جوں کہ دوزخ کی گھٹی
 سٹالی کھائی تل سر پاؤں ہو تر ت
 گیلی ماٹی کے ڈھکھے بن نہ پائی
 پڑی لڑتی رہی جوں چھاؤں کی رت
 آنجھو رت سائیں ماٹی میں دبا پائی
 کبھیں خواری سوں لڑتی پانہتی جاتی
 کبھیں مکھ اور ہو رنن بھرتی چکرتی
 اچھوں تج باج یہ جیو کیوں بہا لے
 اُپر ہوں میں سو جوں پھول ڈال او جڑ
 دھرت پر میں سو برس ہار آؤر
 دھرت پر میں سو جوں گسٹ چلن ہار
 سو بہتا نیر سب جگ کے نین تھے
 جو ترختی دیکھ اس دھرتی ہو رانبر
 اڑین جل را کھ ہو آسمان سارے

سوچ گنتی بکستی نارسمرت
 کتاب جگ میں اس کا دکھ تاثیر
 بہو کجوانی پیہہ کے دیکھنے باج
 نہ مانگی یہ نین اس دیکھنے باج
 اندھا پاڑ رہا سب دس جوں تین
 خرنے کو نکھوں ستیں گرد کر
 گہر کا سیاں تھے اس مٹی میں سٹری
 رگت بھریا مکھ اس ماتے اُپر دھر
 سچن کا دیہہ جس مٹی میں پاتی
 جگت اس دیک انبر انبرائے فریاد
 بھلا عاشق جو دیوے جیوا اپنا
 پلائے اس پلاؤں ہار کوں لوگ
 سیہہ جگ روتی اس کوں ٹھلائی

جو پانی ہوئیں یکس اس دیکہ پرست
 سبہہ جگ کے کلیجے بھٹ بھٹے نر
 کہی کیا کام آویں یہ نین آج
 جواب اس کوں نہ دیکھی نین کس کاج
 رہی بن ڈمٹ نرگس سارہوین
 گہری دونیں نر اس ہو کر
 نین کا نسے اسی مائی سوں بھری
 دیتی جیو پیہہ کے تیں اسواس بھر کر
 سو جیوا اپنا وہاں مٹی ملائی
 کتے شہا باش کہہ اس روح کوں شہاد
 وہاں جیو دے جہاں ہے پیو اپنا
 بہو چالیاں ستیں جوں صیا ٹھوک
 میھوں جوں انگ پھولوں کا دھلائی

کھن اُس تن ہر یا کہتے سہا داد
 میلے پیوسوں یک جا کر اس کوں
 جو اپنے پیہم سوں مل ہوئے موئے پر
 سولیا یا ہے اٹوں دھاتوں روایت
 سوند کی پور تھے انپڑیا کچ آزار
 ہویاں پیدا بلایاں ہو رافات
 رکھی یوسف کوں اس میں باہ کر چیں
 زلیخا سات مل رہنے دیتی ناں
 نہ چنتیاں دیونے کرتیں اسے صہنت
 موئے پر مل رہے سو بچھڑے اد
 کہ ناہیں عشق میں راحت کسی دھات
 بھٹیارے میں سجن کے اوتری لیں
 پچھیں اس کیہہ میں تن جو کارٹے
 سجن تھے نور ہے اس کے نین کوں

کلی کوں جون ہر یا اچھتا پر با وا
 رکھے یوسف کے کچھ لاکر اس کوں
 میسر یوں کسے ہوئے ہوئے پر
 وے جن کوئی کیسا ہے یہ حکایت
 کہ تھی وہ قبر جب ندیل کے پار
 ہو راس آزار باج اس تھا دس ہر دھا
 سو پتھرے کا کہتے صندوق سنگیں
 سو اس صندوق کوں را کھے ندی مانا
 نہ کوئی دنیا کے داداں سوں سچے صہنت
 دنیاں کے مکر تھے مکر کر پڑے سو
 چلی ہے یوں بڑیاں تھے لے بڑی بات
 چنگا موہرت جو موہن تیں مے یوں
 اول پو باج سب تھے دشت اپارٹے
 خدا کی رحمت اس کی جیو تن کوں

سرخى ندارد

کوں اقرار اپنی عاجزی سوں
 جو اُس کیاں نعمتاں کوں جب نہیں نت
 جو منج مَن دُشٹ کوں سوچ دیتا نور
 میرے دل بزرگی ایسی دیلا یا
 عرش جس میں جو سارے جگ سماو
 کہیا ہے اُن جو اس کی پادشہ عرش
 حدیثِ قدسی آسمانی ستیں دیک
 کہ منج بھریا نہ کچ آپ میں سما کر
 جگت میں کوں چتر اس دھاتا دستا
 ولے دلدار کوں ہے بہو تیک اترا
 میری من آر سی سوچ منجھایا
 بوجھایا اپنی توحید منج کوں
 سوچ قدرت دیتا میری زباں کوں

کہ شکمانہ خدا کا کہہ نہ سکھ سوں
 سو کیوں اس شکر لگ ہوئے انت کوں پنتھ
 جو گم اس مال سب ملکوت کا نور
 جو اٹھڑ سہس جگ اس میں گنتایا
 جو دیسے عرش انت اس مینے مانے
 کہ مَن مومن کیرا حق کا بڑا عرش
 بنی بولیا کہ یوں بولیا خدا ایک
 سمایا جوں منجے مومن انتہ
 جو خالق ہو ر مخلوق اس میں بستا
 نہیں یک دھات دین ہو ٹھیلنکرا
 جو سب کچ میں تھے نور اپنا دیکھایا
 کیتا شیریں زباں اپنے بچ سوں
 جو اپنی گٹ پچھے کھوں زباں سوں

کبھیں جبروت کا گُٹ بولنے جاؤں
 کبھیں بولوں قدرِ ہو رزمِ بہودھا
 کبھیں ہوئے زباںِ حجت کی تر وار
 کروں اسلام کے تئیں ملک گیری
 خوارِ ج پر خروج ایسا کروں اٹ
 جن اہلبیت کو کم دوست لاکھے
 جو چیریاں کا تر ت دل ہوئے ظاہر
 جو دھڑے بولتی سامیاں نہیں کر
 بنجھ جے میرے نزدیک آوے
 نبوت تھے جو منکر ہیں برہمن
 سبہ زنا را اپنی چھوڑ دیو یں
 ااما ماں کوں خدا را کھیا جو معصوم
 کروں اُن کوں بوجھا اپنی زباں سوں
 جو اس تھے ہوئے اندھا را دوئی دور
 بڑی کیلی زبان ہے فتح کے تئیں
 درود اس مصطفیٰ پر جے کھیا او
 کبھیں لاہوت کا پردا کھلاؤں
 کہوں بقاں خدا کی مری مدد ست
 گھید یوں کفرِ ہو ر بدعت کے پرواز
 کرے پس او قوی تر دار میری
 جو خارج ہوئیں اپنے دین تھے ٹٹ
 میری شمشیر کی زخماں تھے دھاکے
 میری تر دار اُن کو حد تھے باہر
 سکون اُن کوں نہیں کرنی زبیں پر
 تو منج تھے جو ہر تنزیہ پاوے
 اگر راکھے میرے بولاں اُپر سن
 گلے میں ہو ر عقلید یو یں
 جن انکی پیروی تھے ہوئے محروم
 جو اُس گھر کاں تھے آوے نور اُن کوں
 بنی بولے ہو ر اُن کوں پائیں یک نور
 خزینے غیب کی اس سوں کھولوں میں
 کہ ہے حق کوں عرش تل ایک صحن جو

فرہنگ

آپار	بے حد، بے انتہاء	آپس	خود
آپنے	اپنے	آکاش	آسمان
آدھر	آدھروںٹ	آرت	آرتی
آکار	تشکل		
آگو	آگے	آدھاک	(آدھک - سنسکرت) زیادہ
آچار	آچاریہ		- بہت
آچھے	رہے	آسوں	آس کی جمع
آرسیاں	آرسی کی جمع	آلی	محبوب - سکھی
آکھوں	کہوں (بنجائی)	آچکل	(آچکل) شوخ
آنگھیں	آگے		
آگل	آگے	آکھی	کھی (بنجائی)
آچھا	اچھا	آکھے	کھے (بنجائی)

آدٹ	غائب۔ جو دکھائی نہ دے	اُچھا	پیدا کیا
آرا	آرا	اُجھال	اُجالا
آہے	ہے	ایسو	ایسا
آبور	ابر	اٹکار	زیبا نقش (سنکرت) خواہجہ
آجیت	سومج	اٹم	اعلیٰ
آپ	اپنے	اگیاں	لا علمی
آپر	اوپر	اگر	جواب (سنکرت)
اپن	ہم۔ خود	اچم	راہا (سنکرت) تشبیہ تیشیل
اپیں	آپ ہی۔ خود	اٹٹ	(سنکرت) اٹھ
اچار	حسان	او	وہ
اچکل	شوخی۔ چٹکل	ان بھاتا	نا پسندیدہ
اچھیں	ہوں۔ ہیں	انہرے	پکڑو اتے
آدیاں	آدی۔ آدی، اکا جمع	آسوں	(اس سوں) اس سے
انبر	آسمان	ایھوں	ابھی
اُنوں	وہ۔ اُن	اندھارا	اندھیرا۔
امول	بے بہار	اُتل کمتل	اُتھل بھٹل
اچھے	لہے	اودھانی	ہوش مند
اُچاکن	اٹھانا	انتر	اندرونی۔ فرق
اگلی	زیادہ۔ بہت	انتر	گیت / مستغزاد ٹکڑا
ادنی	اتنی	ادک	سو سیتی کی اصطلاح
اُس	جوش	اُداول	(ادیکھ) زیادہ۔ بہت
			جلدی۔ بے چینی

انگ	جسم	اپروپ	خوب صورت - نادر
اشٹ السور	اٹھ قسم کی دولت	آتش خور	ایک نور کا نام جس کی غذا
آمریت	امرت		آگ ہے۔
اچھریاں	عوریں	اُدبچہ	پیدا ہونا
اُگن	آگ	اگلیاں	(اگلی - زیادہ) کی جمع
اسمان	آسمان	انجھوان	انجھو - انجھو (سنسکرت - بھڑ)
ارداسش	عرض داشت		کی جمع
اُت	بہت - زیادہ	اندھکار	اندھیرا (سنسکرت)
اچھر	(سنسکرت) اکثر حرف	اوچت	یلکایک
الت	خاتمہ	اُدھخان	دہان
ادگن	بد خصل	اڑ رای	چلائی
اوست	جھوٹ	ادبڑ	جس کی جڑ نہ ہو
انگ	بسم	انجھڑ	ابھی تک
اماماں	امام کی جمع	اسر داد	(آ شیر داد) دعا
اُن	اناج	اُتالا	جلد باز
ادھامے	(آدھار سنسکرت) سہارا	اُسواس	(اُساس) - آہ
اشٹ دک	(اشٹ دشا) آٹھ سمتیں	اذیان	اذان
اڑامے	(اڑلا سے) پیچھے	اُترگ	(اُتر - سنسکرت) جواب
اُورچ	اوچا	اپاڑنا	اکھاڑنا
اندھلا	اندھا	اونٹاں	اونٹ کی جمع
ایسوں	ان - ایسی - یہہ	آلی	اعلیٰ

اُٹتے	ترقی یافتہ - اعلیٰ	جس سے سیری ہو
اُچھالے	اکھاٹے	یہاں
اُچھارن	اکھاڑنا	اینٹ
اُدھ مرتا	ادھ مٹا	اساس = آہ
اُٹھیاں	اٹھی (فعل) کی جمع	اُبال
اوڑیاں	اوڑی (اوڑھی فعل) کی جمع	(اوڑا - سنکرت) مطلق
اوتار	اُتار	ہونٹ
اصل	نشدہ آدہ مشروب شراب اسے	ہے (مراہٹی)
اندراں	ایک قسم کا تلخ پھل اندراں	بے خواب
اُٹھی	اُٹھی	رہنا
اُوتا	اُوتا	آواز
اُروس	عروس - دلہن	(اُچاٹ) پریشان
انکار	اُگ	جاہل - لاعلم
اُدیکھے	جس کو دیکھا نہ گیا ہو	پنج رما
اُچھا دتا	(اُچھ = پیدا ہونا، پیدا کرنا)	اندراں
ایتا کج	(ایتال + کج) اب -	اندراں - باطن
اچ	(اچھ) رہے	نہیں دیکھ سکتا - حسد
او	وہ	تیرہ رات
اہل	(ہلیہ) بیوی	حائل ہوئے
اڑانا	مذاق اڑانا	اُدھا
اُگھا دن	(اُگھانا - سیر ہونا)	اُدلا
		بے چین

اچھ	پیدائش	بسا دوں	بھول جاؤں
اویچھ	اول ہی - پہلے ہی	بسا رے	بھلا دے
اوجھیا	(اوپنا: اکٹنا) اکٹا گیا	بہا تیاں	(بہانے) کی جمع
اویچ بہت	بلند بہت	باؤ	ہوا
آوتی جاتی	آتی جاتی	یارا	ہوا
اُلا	بچا ہوا - یا قی ماندہ	بھڑکا	شعلہ
اُبھاگی	بد قسمت	بھنجی	بھجن
اوکھن	بد قسمت	بھنجی	(سنکرت) توڑنا - بھینکنا
اس داس	اس واسطے	بھدرا	(بیرہ - عربی) پھیلی
اُدھڑ	بے ڈول - بے ڈھنگا	برائے	بیگانے
انجانگی	لا علمی	بولیا	بوللا
اُبھال	بال	بھی	پھر
اُتھڑا	(اُتھرنے - مڑا ہٹی)	باند	باندھ
	پھیلنا ہوا - محیط	بہو	بہت
		بھو	
		بچھانا	بچھونا
بھاد	ڈرن - باہر - فوج	بل جادوں	قربان جادوں
بھانہ	بہانہ	بست	(سنکرت دستو) چیر
بن	بغیر	بڈھے	بڑھے
بی	بھی	بادل	(بادلا) دلوایا
بلہار	شربان	باج	بغیر

ب

بہوتیک	بہت ہی	بلوند	(بلونت) طاقت ور
جھوٹیک		بلایاں	بلا کی جمع
بستدیاں	بندے (غلام) کا جمع	بھیدیا	مہریت کر گیا۔ اتر کر گیا۔
بخشش	بخشنا	بے غش	بے ہوش
جھوٹ	بہت	بیس	بیٹھ
جھاد	جھائے	بیلے	بیٹھ
جھادنا	پسندیدہ۔ محبوب	بہی	(سنگرت وانی) بون۔ بات
جھوٹیں	(سنگرت) زمین	بچارہ	غور و خواص
بائیں	بادلی کنواں	بچارک	سفکر
	(جھانا۔ ڈالنا) ڈالیں	بسیالے	دیں۔ زہر۔ زہریلے
بجلی	بجلی	بختاں	بخت کی جمع
بجلی		بچن	بات
بد	عقل	دکھ	تکلیف
بدھی	عقل	دکدیاں	تکالیف
بکسبل	قربان ہونا	باز	بازو
بھیت	اندروں میں	بچی	بڑھی
برہ	جہانی۔ فراق	بھوگی	عیش پسند
برط	جہانی۔ فراق	برتن	استعمال کرنا
برہ سناؤ	جہانی کا دکھ	بہہ	بہت
بھوگن	عیش پرست	بھادیں	ڈالیں
بھوگن پیلاس	عیش و عشر	بھٹلے	بھولے

یاں	یا تھ - بازو	بار	دروازہ
بار	تاخیر	بنٹاؤ	تقسیم کرنا
دوسوں	دوش (الزام سنگرت)	بیگ	جلدی
	کی جمع	بیگی	
بھریا	بھرا	بھاری	بھاری
پکٹ	سخت	برک	(ورشا - سنگرت) برکھا - بارش
بانہاں	باہیں	بھالداراں	بھالار کھنے والے (سپاہی)
بھاگ	قسمت - حصہ	بیتاں	بیت کی جمع
بھاگ ورت	خوش قسمت	بنیادام	بنی آدم
بھاتا	فواہش	بیہانی	پرائی
بدلیں	بدلے - بجائے	بھیاں	(بھینے - ہونا کی جمع) ہوش
رہس	زہر	باہیر	باہر
بدل	بادل	باہے	(بھائے) ڈالے
برسات	برسات	بھروسا	بھروسہ
بڑ بڑے	بٹکے	بخشاں	بخشش کی جمع
بلا یاں	بلا کی جمع - بلائیں	برگہ	برگ
باچھا	باچار (بچا) کی انفیائی	بھوج	کھانا
	ہوئی شکل	بھوڑائی	بڑائی
بھتوری	بھنورا	بدونت	عقل مند
بھنور	بھنورا	بہنیا	(بہنچ - پیدا ہوا) پیدا ہوا
بتر	بدر	بہانے	بسر کرنے

بھیری	ایک پرندہ	ہے جو آسمان کا پانچواں
بندھیر	بندھن	برج ہے۔
بجھوگا	جدائی	دشمنی
بھوپال	راجہ - حکمران	بھاگ سکے گا۔
باٹ	راستہ	ایک قسم کی نفیری
بچھڑی	فراق	بچپن
بھٹڈائے	(بھوڑنا - واپس کرنا) دیاں کھسے	بنا - دُلہا
بھونیارے	نمرنگ - تہہ خانہ	بھیڑ
برسن مار	برسنے والا	بھیر کی جمع
بے درس پا	بے دست دیا	بکھیرے
بنچالے	بچائے	(بھانا) ڈالنا
بھوند	دھوکا	(بالک) لڑکا
بھوندنی	فریبی - دھوکا باز	(دیا کھان سنکرت) بیان کسے
بھڑ	باہر	(دلاس سنکرت) عیش و عشر
بچکتی	ڈرتی	ہوتی
بلبلال	بلبل کی جمع	(لیکان) ایک درخت جس کی
بل	طاقت	پتیاں نیم کی طرح ہوتی ہیں
بھرت	بھرتی	اس کو بکائیں بھی کہتے ہیں۔
بھنگار	(بھنگار سنکرت) ہونا	(بوجھ) علم
یکسنا	پھٹنا - پھوٹنا	جاننے والے
باگ	باگھ - شیر۔ کنا یہ برج ہے	ذخیرہ

بھکا	بگ	بھوکے	بھکے
کھانا۔ غذا	بھوہ	بین کی جمع	بینوں
بختے والا	بخشن مار	بچھوے۔ پاؤں کی انگلیوں	بچھوے
پ		کا ایک زیور	
گناہ	پاپ	بوند	بند
پتے	یات	کٹار	بانک
پاتالوں	پتالوں	(دوید) حکیم	بید
پھوٹ	چھٹ	بٹھائے	بھیلانے
پہلے	پہلیں	بائیں	بائیں
پورا ہو سکے گا	پورے	غلام	باند
لپیٹے	پلیٹے	بھول گیا	بھولیا
اعتیار۔ بھروسہ	پتیا را	التجا۔ درخواست	بنی
پراہی لگیاں	پر لگیاں	بھٹا	بوجھن
(پور تہہ بے شکرت) مکمل۔ پورا	پورت		
پیشانی	پشانی	دروازہ	بیس
رقاصہ	پاتری	چشم گریاں	بہتے نین
	پرم	پڑے کی جمع	نمیاں
پریم محبت	{ پریم	بہترا	بھوتا
	پدم	سوداخ کیا ہوا (موتی)	بندیا
کنول	پداوت	علم۔ عرفان (عالم)	بوجک
دولت۔ سامان		بست درگاہ	بندر

بیٹو	محبوب	پتیا	دپتر (بیٹا)
پتی		پھوٹیا	آگ
پیتاں	دپت (بیٹا) بیٹے - ادلا	پھانے	پھنڈے
پرت	پرت - محبت	پولاد	قولا
پڑکا	(پاکو سنکرت) آگ	پھیلانے	(پیلار) پرے - آگے - ادھر
پرگھٹ	دپرگٹ (ظاہر)	پردیاں	پردے کی جمع
پین	پہن	پاوتے	پاتے
پریت	پہاڑ	پنم	چمدھویں رات
پھلا	پھول	پتر	خط
پالا	ایک قسم کا پانچا	پارو کرنا	برباد کرنے والا
پنتھی	پلہرو	پھنکڑیاں	پنکھڑیاں
پگ	پادوں	پلن	ہوا
پار	(پاڑ) گرانا	پرل	غوشہ
پٹن	شہر	پڑدل	(پر + دل) دشمنوں کا فوج
پلانا	ٹھکانا	پھاڑ	پہاڑ
پانی دھوے سوا باگ	آپ دار کمار	پربل	طاقت ور
پنچن	پاؤں کا زوید	پہے	(پھبتا = موقع ملنا) موقع ملے
پکھٹے	پھوٹتے	پیرا دا	پہنا دار - لباس
پادرنا	کاب	پرتول	پڑا
پاچ	(سنکرت) زمرہ	پھاٹیاں	پھاٹا (شاخ) کی جمع
پتر	(سنکرت) پٹا	پھیلے	آگے - پہلے

چمکی	(پنچھی) پرندے	پنڈ	جسم
پھل نیر	پھولوں کا عرق	پنلاک	پنلا
پیشنا	داخل ہونا۔ گھسنا	پنگاں گے	پنگ دیں گے
پیک	(پیک - مراٹھی فعل) حاصل کیا	پنڈیا	باندھا ہوا
پیک	(مراٹھی فعل) - حاصل	پتھریاں	(پتھر - پتھر) کی جمع
پاڑ	اجاڑ - برباد	پاکاں	پاک کی جمع
پنگرا	بچہ (گجراتی)	پنا	پہنا
پنگریاں	بچے	پنسکھ	پر
پھاگڑی	بچہ	پھولی	خوشی
پنگرو	پرندہ	پیشاں	پیش کی جمع
پتری	پتر، خط	پھانٹے	شاخیں
پانی	گندہ کار	پیتن	پینچن - پائل
پگل	پگھل	پوکار	لکار
پڑیل	پڑی (فعل) کی جمع	پھیرنے	پیرہن
پران	جان	پھیلے	پھیلے - قدیم
پنہ	نسیکی - ثواب	پیا سوں	پیراس کی جمع
پوچھتیاں	پوچھتی (فعل) کی جمع	پہنیاں	پہنی (فعل) کی جمع
پداروں	پدر (ریت) کی جمع	پھگ	پھولا ہوا
پھیل	پہلے ہی	پرسی	(سنسکرت) پرشی خوشی
پاکھ	پاک	پرس	پاری
پوتر	(سنسکرت) - پاک	پیر	محبوب

پلکھاں	پلک کی جمع	پکاوے	فعل تیار کرے
پورتی	(پور تیرہ سنکرت) مکمل	پلاون ہار	پلانے والا
پر توں	تمام - پورا	پکھوا	(پکش - سنکرت) گود - باتو
پارنا	پرت (محبت) کی جمع	پر دار	(پر ویا سنکرت) خاندان
پھاڑا	گرا نا - پھینکنا - برباد کرنا	پنگھی	پنجھی - پرندے -
پرٹیا	ٹکڑا - حقہ	تس	اُس
پھیٹ	پڑا	تھے	سے
پھنس	قطرہ	تن	وہ
پھلےں	کھل	تھاب	تھام
پھولا	خوشبودار تیل	تج	تیرا
پچھیں	پھول	تل	لمحہ
پھیر	بعد	تھیں	تو
پڑیا	پہر	تسلا	تسی
پاپ ناسن	پڑا	تل	نیچے
	پاپ (گناہ) کو ناس	تلین	نیچے
	(ناش - تباہ) کرنے والا	ترت	جلدی
پناؤ	پہناؤ	تسے	اُسے
پاو	پاؤں	تھنڈ	ٹھنڈک
پرت	ڈھیر - انبار	تھنڈ	ٹھنڈا
پایاں	پانی (فعل) کی جمع	ترنگ	گھوڑا
پکھاؤں	پہچان		

ٹوٹ	تب ہی - تو ہی	تھیں
ٹوٹ	تاہیں (وہ - اُسے)	تائیں
ترپ	تھے (سے) کی انضیائی شکل	تھیں
تلاش	تب	تدھان
تھی (فعل ناقص) کی جمع	گھوڑے کی ایک چال	تنگ
تلوار	تارے کی جمع	تاریاں
تیرتی	ندین کیڑا - ایک قسم کا زریکا	تگٹ
	ٹوٹے	تے
ٹ	اُتنا	تینا
جگہ	جادو	تنتر
ٹھار (جگہ) کی جمع	تیری	تری
ٹھکانہ	تلملانا	تلمس
ٹھانگ (بیر) کی جمع	تحفہ	تھفا
ٹہری	تلوے کی جمع	تلوئیاں
قرار	توڑا	توڑیا
ٹھکرا کی انضیائی شکل	تج - نخجے	توج
	تم	تمناں
ج	بے چینی - ترپ	تلملی
دنیا	تینوں عالم	ترجھون
جو کچھ	تپسیا کرنے والا	تپسی
دل - زندگی	ٹوٹ	تسی
	جگ	
	جکج	
	جیو	

چو بالین	حیات پر دم	جل	پانی
جگت	دنیا	جگت موہیت	دنیا کو لہجانے والا
جائے	جلائے	جگت میں	سب کا دل موہ لینے والا
جنا	جنتا	جھمکتا	پھمکتا
جئے	جئے	جوہن	جوانی
جے	جو	جرٹ	جرٹاؤ
جدھان	جب	جوت	چمک
جھال	چوش گری	جگ دیا دل	دنیا کو منور کرنے والا
جائیکا	جگہ	جیوتے	زندہ
جیوائے	زندہ کرتے	جی	آدی
جالی	پر دم	جئے	آدی
جیوتی	(جوتی) روشنی چمک	جھوٹیں	جھوٹی کی
جیون	زندگی		انضائی ہوئی شکل
جیا	دل	جھڑپ	جھاڑی
جگ میت	جس کو ساری دنیا	جنیا باپ	سنگا باپ
	دوست رکھے	جسوت	(نیش عظمت سینکرت)
جگت پال	دنیا کی کفالت کرنے		عظیم
	والا خدا	جو کہیں	جھونکیں
جگت آدھار	دنیا کا سہارا	جیوڑا	(جیا) دل
جرم	ہمیشہ سدا	جی	جنتی
جوتی	چمک - روشنی - آب و تاب	جاسن	جسم

رجیباں	جیب یا جیبھ کی جمع	تلاش کرتا (تلاش کرے)
جنگ	باپ	جن (لوگ) کی جمع
جنت	آلہ موسیقی (منتر سنگ)	جانے والا
جدول	جدول کی جمع	چلنے والا
جامون	جامن	جگمگانے والی - چمکیلی
جوڑا	بالوں کا جوڑا	جسم
جسار	جانور	ج
جگمگا دے	چمکے	ج
جالتا	جلاتا	(چکڑ، سنکرت) آنکھ
جوزا	آسمان کا تیسرا برج جس کی شکل دو جوڑ والے لڑکوں جیسی قرار دی گئی ہے۔	ذرا
جھمکت	چمک	پاؤں
جھکنا	غم کھانا	پھڑکے
جھمر	گری - غصہ	(چکوا) ایک پرندہ
جھ	کوشش - محنت	بے چینی - اضطراب
جھٹ	جھوٹ	پہرے
جوگ	(سنکرت - یوگیہ) واسطے	چوڑھ
جیوتے جیو	قابل	غذا
جووے	جیتے جی	چھ
	(جویدن = فارسی - چندر	نکر
		اندیشے - فکر
		چاند

چندر	چاند		
چھٹک	پوند بھینٹ	چھتر	سایہ
چھٹک	قطرہ	چوسا رنگی	ہنرمندی خوب صورتی
چوسا	ہوشیار - ہنرمند	چتر	ہوشیار - دانا
چندک	صندل	چیرا	کیرا - غلام
چلیک	چلبلا	چھی	چوئی
		چومیا	چوما
چنگی	چنگاری	چمکے	چمے
چودویں	چودھویں	چیشی	کوشش - اذیت
چون مار	چونے والا	چھڑے چھاٹ	تہا - بے تعلق
چشماں	چشمے کا جمع	چوندی	دھوکا
چڑائے	چڑھائے	چنتی	(چنٹا) نکر
چل سی	چل سکے گا	چنٹائے	ترپے
چکل	بھینچنا	چاکھے	چکھے
چتر	تصویر	چنگا	چنگاری
چترارے	تصویر بنائے	چاکھنی	بوسہ
چتراری	مصور	چوبھے	چھجے
چینیل	شوغ	چوٹ	چوٹھنا
چھند	نار دادا	چوپی	خاموشی
چواسی بندوں	سنگار کے چواسی طریقے	چکرتی	(چکرت) سنسکرت - حیران
چند	چاند	چاکھن	چکھنا

محبت - آئندہ خوش خوش

خوشنخاس

چمکتے

خوبی

پسینہ

چنے

خبریں

خبر کی جمع

کیچڑ

(جہنم - جنت) فکر

د

چنیا

دیا

مہربانی - رحم

دل

دیا دنت

مہربان

چنی (فعل) کی جمع

دسا

دوش (منکرت) الزام

چاروں طرف

تقصیر

چالبار

دلوے

چارخ

چلت - چال

دھرتی

(دھرتی) زمین

نجات

دھیرک

(دھیر یہ منکرت) ہمت

چکلا - چوڑا

دلالت

چکھا

دانت

شدت

چینی

دنگ

تاخیر - دیر

چ

دک

(دک) آنکھ

چائیں کی جمع

دوہا

راکھوے بھی مراد دیتے ہیں

چیلے

دوہا

دوہا

چ

دوہا

دوہا

خاص

دکھ

دکھ

خاص

دکھ

دکھ

دیکھا	دیکھیا	دکال (قحط)	دوکال
داؤ کی جمع	داواں	(دھونس = دھمکی)	دھوسے
دلی	دیس	کھڑائے	
دیس (دن) کی جمع	دیان	دم	دنب
ڈھونڈا	دھنڈا	(دھرتی) زمین	دھرت
دوزخی کی جمع	دوزخیاں	دھر دھر چلنا	دھک
دو	دول	دو دل = اُچاٹ	دوچٹ
دلایا	دیلایا	دندے	دھادے
(درشتی = سنکرت) آنکھ نظر	درشت	انگور	داک
دند کی جمع	دزراں	دشمن (دووند = سنکرت)	دند
تکلیف - زخم	دگدا	دشمن	دندک
مال و اسباب	داب	دیکھی فعل کی جمع	دیکھیاں
دوہری	دھیری	حوصلہ - استقلال	دھیری
خدا	دیا	طرف سمت	دھیر
چراغ	دیوا	دہریے	دھیرے
سلام	دندوت	دکھائی دے	دیکھے
دشمن - دیدار	درس	ڈانٹ	ڈاویں
ڈر - رعب	دھاک	دونا - یہ ایک قسم کا خوشبودار	دونے
چراغ	دیپ	پستہ	
آگ	دول	(دوار) دروازہ	دارہ
دولائی	دراہی	طرح - طریقے	دھات

جسم	دہیہ	خمرات	دای
(دھوئے گا۔ پنجابی)	دھوسے	رکھیں	دھسریاں
دشمنی	دُرجن	دنیا کی انضیائی ہستی شکل	دنیاں
دینے کے لیے	دیونے تمیں	دودھ	دور
آئینہ	درین	دتی (فعل) کی جمع	دیتیاں
دوڑے۔ بھاگے	دکھا کے	چمکتا	دپتا
دو جگ	دبھل جگ	باطن کا	درونا
ڈاٹھی	ڈاٹی	صندوتچہ۔ (درج۔ عربی)	دُر جگ
غلام	حاس	دھیان کی جمع	دھیانوں
چمکاؤں	دیپاؤں	دامن	داون
رکھنے والا	دھرن اور	دروانے	دروازیاں
دوسرے	دُسرے	دھلانے	دھلان
دوسرے	دوسے	دھنشی۔ کمان (کمان)	دھنوں
مال۔ عورت	دھن	قوس قزح	
(دھنشیہ سنسکرت) کان	دھنکرا	دانت	دسن
دینے	دیونے	دینے	دیونے
(دھشیہ سنسکرت) نظر آنکھ	دیمٹ	برازانہ۔ قوط	دکال
دکھ	دوکھ	دیکھنا	دیکھیں
دوشن کہنے والا	دپن اور	دتی	دیوتی
دیکھ کر	دیکھت	آگ۔ حورات	دول

دیں	دکھائی دے	ڈاکے	ڈنک مارے
دوم	دم	ڈھالاں	ڈھال کی جمع
دوبار	دینے والا	ڈھٹی	(ڈھٹ) مضبوط کپڑا
درئی	در	ڈیٹ	(ڈیٹ) مضبوط
دیک	دیکھ	ڈاکی	(ڈاک) ڈنک
دیکھیں بار	دیکھنے والا	ڈنگ	قدم
دسین بار	دکھائی دینے والا	ڈاٹیا	مغلوب کیا
دسیا	دکھائی دیا	دھامے	(دھانا - دوڑنا) دوڑے
دیکھیا	دیکھا	دیدیاں	دیدے کی جمع - آنکھیں

ط
د

ڈکن ار	ڈٹنے والا	ماچے	رہے
ڈھالے	ٹانے سے حرکت دے	راتی	رات
ڈھلکتے ہیں	ٹانے سے حرکت کرتی آنکھیں	رنگیلیاں	رنگیلی کی جمع
ڈڈنگر	پہاڑ	رلیاں	کھیلوں
ڈولن	(ڈڈنگر) پہاڑ	رگڑیا	رگڑا
ڈھون ان	ڈھونے والا	دوچ	(دوشن - سفر کرت) غصہ دھنا
ڈورک	ڈور	رہیا	رہا
ڈونگاں	گہرائی	رہیاں	رہی (فصل) کی جمع
ڈنڈ	بازو	راجنا	راجا
		ماچے	راجا

رکت	خون (سنکرت)	رانے	ماندہ درگاہ
رکھن ہار	رکھنے والا	رایا	راجا - حکمران
رُج	(رجی سنکرت) لطف، شوق	روپوں	روپ کی جمع
روپ	شکلی	راویں	طوطا (سنکرت)
روپ و نتا	خوش شکل	ررتی	سرخی
رین	رات	راکھتا	رکھتا
رینی	(رین) رات	روکھ	(دوکھ سنکرت) درخت
رنجانے	ربح پہنچانے	ریج	بتانا
ربابی	رباب = ایک قسم کا بابا	راہے	راہے
روست	مصق قطار (فارسی)	راس	(راشی سنکرت) ڈھیر
روح	(روح سنکرت) جذبہ	رسوں	(رجوں) بتاؤں
رسولاں	رسول کی جمع	راشت	ریاست - ملک
رائیاں	(رائیاں - حکمرانی کرنا)	زنگول ماتا	قوس قزح
	حکمرانی کی -	ریت	رسم - طریقہ
راکھ	رکھ	رج	ذرہ
رک	رکھ	رولا	رولا
رکھن ہار	رکھنے والا	راج ماسن	سلطنت کا محبوب، بادشاہ
رکیبیاں	رکاب کی جمع	روماروم	رواں - جسم کے بال
رہیا	رہا	رس پور	رس دار
راجو	راج	رائیل	رائے بیل
راکھے	رکھے	رون	رونا

دیکھ بھال

رکھ دیکھ

سرستی کا گیت

طاقت

سنو ارا

ستارے

سجائے

ساتھ

مدد

(شرن، سنکرت) پناہ

زیب دے

غلام

مالک - محبوب

سکون گا۔

ڈال

ساتھی

سب - تمام

بچھونا

سے

سونے

خوب صورت

عیش کرنے والا

سکت

سنو اریا

ستاریاں

سنگاریاں

سات

سد

سمرن

سہجے

سیو

{ سیدا

سائیں

ملکوں

مٹ

ساتی

سہجہ

سین

سپاں

سننے

سروپ

سنبوگی

ن

زیادہ

اسم خاص زلیخا کی انضائی

ہوئی شکل

زیریں کپڑا

ساتویں آسمان کا ستارا جو

غس سمجھا جاتا ہے۔

زخم کی جمع

س

زیادت

زلیخاں

زیرینہ

زحل

زخماں

سار

سر

سرکا

سرفٹ

سرنا

سہا دے

سستیں

سوں

{ شہیلی

مانند۔ جیسے۔ لوبا۔ جہر

(سار) مانند

جیسا

تعریف کروں

ختم ہوتا

زیب دے

سے

سے

سہیلی۔ سہیلیا۔ خوشی اور

سنانویں	سناوین	سیوک	غلام
سرجن	خان	سجن	محبوب
سرجیا	پیدا کیا	سہاوا	زیرائش
سبھاں	سب	سناپ	(سنکرت) جلن - آگ
سنگاتی	ساتھی	سُرگ بی	باغ بہشت
سُرگ	جنت	سنگاس	سنگھاس
سہن ہار	زیب دینے والا	سیس	سر (سنکرت)
سنگ	ساتھ	سنت	دولت (سنکرت)
سمندر	سمندر	ستیگار	وقت، قیمت
سرنگ	خوش رنگ	سوکھ	سکھ
ست	سج - حق	سرب	(سرود سنکرت) سب تمام
سکیا	سیکھا	سیکلانا	سکھانا
سکیاں	سکھیاں	سنگھن	اچھے گئی والا - مبارک
سود	سورج	سلول	خوب صورت
سستے	سہنے	سنتوش	اطمینان - خوشی
سہمت	دوست	ساتاں	ساتن کی جمع
سیریاں	سیر لکھیاں	سمالے	سنبھالے
سورجی	محبوبہ	سنگارن	سنگار کرنا
{ سکل سکے سرے	سب - تمام	سمد آپار	بحر بیکراں
	ختم ہو	سنبلا	خوشہ - آسمان کا چھتا برج
		سنی ہار	سننے والا

سینا	سنا	منجورگ	ملاقات - ملاپ
سیتی	سے	سراچے	باتوں کا خمیہ
سیدوا	خدمت		
سٹن مار	(سٹن) ڈالنے والا	سنگ	شنگھ
سجالا	سلجھالا	سامن	سامنے
سپور	بھرا ہوا	سوں	دھل - قسم
سینا	سینہ	سرد	تمام - پورا - (منسکرت)
سرونگ	پورا - سراپا (مراہٹی)	سامی	اتھا - مالک - محبوب
سربند	پکڑی	سودون	سنہری - زرین
سرتیں	ختم ہوتے ہیں	سم آچار	سما چار - خبر
سہس	ہزار	سربری	بمباری - ہمہری
سکن ہار	سیکھنے والے	سگند	خوشبو
سگن ہار	خوشی صفات	سم	مقابل - برابر
سجھ	محبوب	سندھری	(سندھری منسکرت) حسینہ
سجانی	دانش مند	سولکھن	نیک بخت - مبارک - اچھے
سجنان	عالم - دانش مند		گنگی دالا
سونتا	سنتا	سہنا	(سپنا) خواب
ستاریاں	ستارے	سیوٹ	(سیوٹ - مراہٹی) انتہا - حد
سنکھا	مقابل	ساج	سیج - سیچا
ساجنا	محبوب	سراگھا	(مرے گا) ختم کر دے گا
ساجنی		ستونٹالی	ست دنت (سچا) کی جج

سونے کی سیج - بستر	سودن سیج	سونا	سون
پھندا - گرہ - جال	سرک	سہاکر	ساج
بال	کینس	بھرا ہوا - معمور	سنہپور
(سندھی سنسکرت) جوڑ	ساند	سرلا ہوا	سرٹا
انگلیشی	سنگری	(گشتوش) اطمینان - خوشی	منشوک
(سوس = احساس - جذبہ)	سوسودن	(ملن - کھٹکنا) کھٹکے	سے
محسوس کروں		(سرا ہوا - تعریف - خوشامد	سرن
عزیز اقربا	سنگے سودر	گر پڑی	شائی کھائی
زیب دینا - ساز و سامان	ساج	پتھر کھانے والا کیرا	سنگ خوار
خادائیں	سیوکاریاں	سلگھنا	سلگن
(سنسکرت سمترتہ) طاقتور	سمرت	سات (سنسکرت)	سمست
سونا	سُھنا	خدمت کرنے	سیوے
سنگ تراش کی جمع	سنگ تراشاں	گرفتار ہوئی	سنپٹری
چاند کا احاطہ یا گھر	سورباٹھی	عالم - عارف	سگیا فی
شعبستان -	سودن محل	اچھے گئی	شگلن
سلائی کی جمع	سلایاں	(سائیں) محبوب	ساہیں
سوار	سار	طاقت	سکت
سہا	سہیا	اچھے ناگ	سونگ
گزاری	{ ساری	(سینکل - سنسکرت) آپٹ محل	سنچر
گدارے	{ سارے	خواب (سپنا = سنسکرت)	سپن
دہی	سوہی	سادے کی انقیاضی شکل	سناوے

شکال

خوش حالی کا زمانہ

سنگد

نوشید

سکھ داسا

خوشی کی زندگی بسر کرنے

صحت

والا

سچیت

خوش دل

ض

سجیری

سیج

ضربے

ضرب (مار) کی جمع

سبہ

رشید (سنگرت) لفظ بات

ط

سنیا

سنا

سوس

احساس۔ جذبہ

طرہ

سیک

تعلیم تربیت

طیلے

صندوق
طشت کی جمع

طشتاں

ع

شش

شامیاں

شمال (آگنا) اکائیں

عقرب

شانہ

امن۔ سکون

بچھو۔ آسمان کا آٹھواں برج

جس سے جھگڑا اور فساد

شر

جسم

منسوب کیا جاتا ہے

شیرک

(پشروہ) چمکاڈر

عطارد

شردا

شرزہ۔ خوف ناک۔

دوسرے آسمان پر ایک

ستارہ جسے منشی فلک کہتے

ہیں۔ عطارد سے بہتر مندی

تیز کا اور طراری منسوب

کی جاتی ہے۔

خضے میں بھرا ہوا اکثر

شیر اور پلنگ کی صفت

ظاہر کرنے استعمال کیا جاتا

طشت کی جمع

عارس

عرویں

ملا کر	کلا کر	غ	
ہوس - خواہش	کلاکت	غوطے	غطّے
سالا	{ کوڑنگ	غل مچانے والی	غلبلی
قید - حبس	کوننگ	غُلغلہ	غلبلا
کونڈما - بند کرنا (بند کیا)	کوندی	ترک وطن	غریبی
(کو کلا - سنسکرت) کوکل	کوکل		
نالے	کالوے	ف	
(کا لگا) کوا	کاگ - گل	فقہ	فوق
کلیجہ	کالچ	فرشتے کی جمع	فرشتیاں
دشمنی	کیٹ	فہم - سمجھ	قام
کھلنڈرے	کھلنڈرے		
کانٹے	کانٹھے	ق	
شور مچاتی ہوئی	کلاکتیاں	قبول کرے - اقرار کرے	قبوے
مشک	کستوری	قبا کی جمع	قبایاں
(کویتا) شاعری	کوتے	ک	
کچھ	کوچ		
کان - معدی	کھان	کنول	کول
کی (حرف اضافت) کا جمع	کیاں	دلیوار	کاند
کالی (صفت) کا جمع	کالیاں	کس - کون	کنو
کب	کد	کپڑے	کپڑیاں

گرن	گرتا	کھاپ	درخت کا تنہا
کہن ہارا	کہنے والا	کاری	ماہر
کال	پاس کے لیے	رگرتار	پیر دردگار - خدا
کان	کا (حرف اضافہ) کی	کارٹ	نکالتا
کسیا	الغیا فی ہوتی شکل -	کیوں	کیسے
کتے	کتنا	کہیا	کہا
کھاندے	کتنے	کرا	بچیا
کنٹھ	کاندھے	کیرا	کا
کاچے	گلا	کیری	کی
رکن	کچے	کیرے	کے
کہا یا	کون	کوں	کو
کنٹھ	کہا	کنٹھے	گلے
کنڈرائین	محبوب	کیا	کرتا
کھلن ہار	کراہت کو میں	کچ	کچھ
کانٹھ	کھلنے والا	کرن ہار	کرنے والا
کھرو بچائے	کانٹا	کھن	آسمان
کارن	کنڈہ کروائے	کت	کیسے
کارنے	سبب - وجہ	کہیا	کہا
کیس	(کارن) وجہ سبب	کہیہ	کہ
کچوائے	بال	کہہ	تالاب کا
	گرہیز کرے	کریاں	کرن کی جمع

لیٹا	میوں	گرتا پڑتا	لڑتا
لیتے ہی	لیتیں	ایک قسم کا کپڑا	لیوں
لوں	میوں	لہو	لوہی
زمین پر لیٹنا	لیلائی	لاج (شرم) کی جمع	لاجوں
لینا کی انضیائی شکل	لیناں	نہال - شہیا	لہالا
لہر کی جمع	لہریاں	لگے - معلوم ہو	لگھیں
لڑ کی جمع	لڑاں	لگاؤں	لادوں
لانا	لاؤں	لہو	لوہے
لائیں	لیائیں	لگن - محبت	لنکھیں
خوش حال	لھالی	ناز و داد والی	لشکتی

لگا

لا

لوج

لوج

محبوب

لالنا

(للت) محبوب

لوت

لاکھ کی جمع

لاکھاں

بہم آغوشی

لٹاپٹ

لگی (فعل) کی جمع

لگیاں

کہی (فعل) کی جمع

کہیاں

دیکھنا

لیکھنا

لیتی (فعل) کی جمع

لیتاں

محبوب

لال

لگا

لاگیا

م

شراب نوشی

مدن پان

گوشت - مہنیہ

ماس

میں

ماں

دل

من

محصلی

چھہ

سمائیں

مادیں

چہرہ

مکھ

مور

مصور

میں

منیں

مانگ

امنگ

مینگنا	مانگنا	مینگ	مینگ
مانگیا	مانگا	مانا	مانا
مستی	مست - بے خود	میٹا دے	مٹا دے
میا	مہربانی - محبت	مایاں	ماں کی جمع
موکھڑا	مکھڑا - چہرہ - صورت	منت	منت (دھیاں خواہش)
مادے	سمائے		کی انفیائی شکل
مائیں	میں	میز داناں	میز دانی کی جمع
مانس	انسان	مندھیر	{
مس	سیاہی	مندر	{
مکرا	چھت	میھو	مینہ - برسات
منج	میں	میھون	مینہ - برسات
مل سسی	ملے گا	مہا گھمی	مہا گھمی
موندھیا	بند کیا	منترتے	سھر کرتے
مانیا	مانا	مانیک	(مانک) جواہر - موتی
مل سے	مل سکے گا	مانک	جواہر - موتی
ملکے	کو پیل	م	شراب
مند	مندھی - سر	من مست	مست دل
مخل	ایک قسم کا پھول جو مخل کی طرح نرم ہوتا ہے -	میچھے	طعنے
مخول	افسردہ	ماچی	مچھی
میتر	(متر - سنکرت) درست	مارگ	راستہ (سنکرت)
مخال	محل کی جمع	مدن	محبت کا دیوتا
		مہاں	{ (ماں) میں

سونا گلانے کی پیالی	طاقتور	جھانپ
امیروں کی بیٹیاں	متوالے	متوال
میدان کی جمع	مکرا - جدی	میک
شراب	مرتبہ	مرتبہ
ہرن	عزت	مان
ملاپ	مانگنے والا	منگن ہار
مچھلی	مسکراتے	مسکتے
عاشق	ملے	میلے
مشتوق	دل کو محو کر دینے والا	من بھولانی
انمول	(من مومن) محبوب	من مھانا
دھیما - بست - بے رونق	مچھلیاں	مچھیاں
(منش - منسکرت) آدمی	دونا سُننے	موقی بند
جدی	منگنا	منگنا دنا
ایک ستارے کا نام جس	(میت - منسکرت) دوست	مت
کو جلاؤنگ کہتے ہیں - قدیم	مہرائی	مہرائی
رومیوں کا لڑائی کا دیوتا	مسکین کی جمع	مسکینا
(مہاناں) مہمان کی جمع	مہریان	میانوت
مرنا	مجھے کی اتفیائی شکل	منجھے
(مسکٹا - مسکمانا) مسکرائیں	عظیم انسان	مہاجن
موگرا	میٹھے بول	میٹھ بول
پیچ تاب	کٹھالی - چاندنی	موس
	میرزایاں	
	میدانا	
	ادرس	
	امرگ	
	میلتی	
	مین	
	موبہت	
	موبہن	
	مموگک	
	مندا	
	منش	
	مکرا	
	مرنج	
	مہانا	
	مرن	
	مسکٹیاں	
	مگرتے	
	مردڑیاں	

مرچے	بند کرے	رت	ہمیشہ
سیکھن	سیکھ	نیت	ہمیشہ
میلیا	ملا	نار	عورت
		نیکے	اچھے - خوب صورت
	ن	نزل	صاف
مادوں	نام	نیرے	قریب
ناؤں	نام	نیہہ	محبت
نپاوے	پیدا کرے	نپٹ	خالص - تمام تر
نوازیاں	نوازا	نگارے	نقش و نگار - تصویر کشی
نیٹوں	(نہیں آئے) آنکھیں	نیر جو	(نرجیو) مردہ
نیر	پانی	نحاس	بھاگ - دوڑ
نس	رات	نیرا	نیرا
میس	رات	نرجیو	بے جان
ناہ	نہیں	نیت	استوار - مضبوط
نعمتاں	نعمت کی جمع	نیہا	محبت
نامے	تمامہ اعمال	زرگ	بے بساط
نکٹ	نزدیک	نکھیتر	(نکشیتر - سنسکرت) ستارے
ناہیں	نہیں	نوا	(نیرا) مڑا ہوا - جھکا ہوا
نشت	برباد	نیکے	نیکے
نان	نہیں	رنگ	(سنسکرت) لگ - جلوسہ
نہیں	آنکھ	نارنگ	نارنگی

نہر	نہر	نہر	نہر
نہاٹیا	بھاگا	نہن داراں	بچپن
نہت	بے فکر	نکو	بچ
نہدھانی	(نہدھان - خزانہ - معدن)	نویا	(مراہٹی) - نہیں - مت
نلاچی	خزانوں کا مالک	نیزیاں	(نورٹنا) - جھکنا
نافا	(جس کو لاج نہ ہو سہ ہشتم)	نیمونہ	نیزے کی جمع
نرا دھار	نافہ	نہنداے	نمونہ
نچھل	بے سہارا	نہیالی	نہندے بھری ہوئی
نکھوں	صاف	نہنگیاں	آنکھیں
ند	(نسکرت) ناخول	نہنچھائے	نہالی
ندی	ندی	نادنگ	نہنگی کی جمع
ندیل	ندی کا پانی	نوا	نور سے دیکھے
نویلا	نیا	نوارے	(ناد - آواز - نسکرت)
نرگ	دوزخ	نہا	نغمہ
نوارے	(نوارے - نسکرت) ہٹانا	نہٹ	(نور - نسکرت) تیا
نراس	دودھ کرنا	نہٹ	نئے
نہر	نہا امید	نہٹ	تمام - خالص - سراسر
نہٹ	نہل (حسین)	نہٹ	نہا ہے
نہن سکھ	ٹھیک - درست	نہٹ	(جس کو بھے) (خوف) نہہی
نہن	پکڑے کی ایک قسم	نہٹ	بے خوف
نہن	نہنی	نہٹ	نہا ہٹا
		نہٹ	نہن نصیب

رنگ

ورن

نقارے

نقارے

نوالہ

نوالا

نوجوان

نومدن

نہالی

نہیلی

نخسار

نخسارہ

ہنسی - ایک قسم کا زیور

ہنس

اور

ہوس

ہنسی

ہنسی

(ہانڈنا = گھومتا)

ہنڈلاے

گھوے۔

وہ - اس
(برج)

ون

کالے

ہندو

وہ

وھول

ہم - ہمیں

ہمنا

اصول

وصول

(ہر دے سنکرت) دل

ہرد

(ویل - ویلا - سنکرت) قوت

ویلی

لٹنے والا

ہلنہار

بار آئی

فاز آئی

ہرا

ہیریا

داروات

دارتا

(ہر دے سنکرت) دل

ہیا

(دریں - سنکرت) بد مزہ

وراس

ہر ایک

ہریکن

بد ذائقہ

ہلکی (دھکتا = مانوس سمجھانا)

ہلکیاں

وہ

وے

کی جمع

وہ

د

ہنرمند

ہت و نت

(سنکرت) نسل - خاندان

دش

(ہٹا - مانوس ہونٹا) مانوس

ہے

مصیبت

دیتاگ

ہوسکے گا۔

پیراگ

ویراگ

ہاں	راہی سنکرت (نقصان)	ی
ہنگنا	ٹوکن	اتنا
ہکارنا	مبارز طلبی	ایک
ہزاراں	ہزاروں	اکیس
ہینڈن	گھومنا	جوگی
ہینڈی	(ہینڈنا - گھومنا) گھومی	اکیلا
ہیڈی		ایک
ہیم	سونہ (دھات)	یہہ
ہادا	ہوا - خواہش	اتنی
ہوسے	ہوسے گا (پنجابی)	ایک آدھا
ہورن	(ہورنا) ہلنا - لرزنا	ایک اکیلا
ہاوسے	(فارسی آوا) آوے - بھیٹا	تنہائی
ہویاں	ہوئی (فعل) کا جمع	ہیں (این) یہہ -

کتابیات

- ۱ - ابراہیم نیری - روضۃ الاولیاء بیجاپور - مطبع صیغۃ الہی - رانچور - ریاست حیدرآباد - ۱۳۳۳ھ
- ۲ - ترجمان القرآن - جلد دوم - ایجوکیشنل پرنٹنگ پریس لومباری دروانہ لاہور - اپریل ۱۹۳۶ء
- ۳ - ابوالاعلیٰ مودودی - تفہیم القرآن حصہ دوم - مرکز مکتبہ اسلامی دہلی - جنوری ۱۹۴۵ء
- ۴ - اجمل خان - ترتیب و نزول قرآن مجید - کتب خانہ عزیزیہ - اردو بازار دہلی - ۱۹۴۱ء
- ۵ - اشرف تھانوی، شاہ محمد - بیان القرآن - محمدی پریس - دیوبند - ۱۳۴۳ھ
- ۶ - افسر صدیقی امروہوی - بیاض مراشی - انجمن پریس نشر و ذکر اچی - اشاعت اول ۱۹۴۵ء
- ۷ - اکبر الدین صدیقی (مترجم) - صحیفہ اہل بیت - (آرٹھی الدین ابن سید محمود قادری) - اعجاز پرنٹنگ پریس حیدرآباد - ستمبر ۱۹۶۶ء
- ۸ - ایوب قادری، محمد (مترجم) - تذکرہ علمائے ہند (از رحمن علی) جلد اول - پاکستان پبلیکیشنز سوسائٹی - ۱۹۶۱ء
- ۹ - پیکھتال، محمد ماٹوک - دی مینگ آف دی گلوبل قرآن (انگریزی) - طبع دوم - نیویارک - فروری ۱۹۵۴ء
- ۱۰ - پلاٹس ٹی - ڈکشنری آف اردو کلاسیکل ہندی اینڈ انگریز - آکسفورڈ یونیورسٹی پریس - ۱۹۶۵ء

- ۱۱ - حاجی - نور الدین عبد الرحمن - ثنوی یوسف زلیخا - مطبع نو لکھنؤ ۱۳۰۱ھ
- ۱۲ - جمیل جالبی - تاریخ ادب اردو جلد اول، طبع اول - جے کے آفٹ پریس - جامع مسجد دہلی - جنوری ۱۹۷۷ء
- ۱۳ - ثنوی کدم راؤ پدم راؤ - اشاعت اول - انجمن پریس کراچی - ۱۹۷۳ء
- ۱۴ - چمران علی، ڈاکٹر محمد - ابد مرثیہ کا ارتقا - بیجا پور اور گولکنڈے میں ۱۷۷۷ء تک بدینہ پریس - حیدرآباد - اگست ۱۹۷۷ء
- ۱۵ - حفیظ الرحمن سیوہاروی - قصص القرآن - سلسلہ ندوۃ المصنفین دہلی - ۱۹۶۵ء
- ۱۶ - خان رشید - اردو کی تین مثنویاں - بار اول - لاہور پرنٹنگ پریس دہلی جون ۱۹۶۵ء
- ۱۷ - راجیشور داس صفر راجا - ہندی اردو لغت - زندہ طلسمات - فائن آرٹ پریس حیدرآباد - ۱۹۶۸ء پرنٹنگ ڈکشنری (ہندی انگریزی) الہ آباد ۱۹۶۵ء
- ۱۸ - رام کرشن لال - پرنٹنگ ڈکشنری (ہندی انگریزی) الہ آباد ۱۹۶۵ء
- ۱۹ - رضا زادہ شفیق - ڈاکٹر - تاریخ ادبیات ایران (فارسی) - تہران ۱۳۴۲ھ
- ۲۰ - سر سید احمد خان - تفسیر القرآن - جلد پنجم - علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ پریس ۱۸۹۲ء
- ۲۱ - سلمان - سلمان سید - منصف پور، اجماع و انکسار - اسلامیہ اسٹیم پریس لاہور -
- ۲۲ - سیف الدین قادری شاہ (مترجم) - روضۃ الاولیاء بیجا پور (از ابراہیم زبیری) مطبع صبیغۃ الطہی رانچور ریاست حیدرآباد ۱۳۱۲ھ
- ۲۳ - شوکت سبزواری - اردو زبان کا ارتقا - طبع اول - دی سٹی پریس ڈھاکا - جولائی ۱۹۵۶ء
- ۲۴ - شمس اللہ قادری - اردو کے قدیم - تیج کمار پریس لکھنؤ - ۱۹۶۳ء
- ۲۵ - طفیل احمد - یادگار شعراء - ہندوستانی اکیڈمی - الہ آباد - ۱۹۶۳ء

۲۷ - ظہیر الدین مدنی ڈاکٹر سید - دلی گجراتی - انجمن اسلام ریسرچ انسٹیٹیوٹ
ممبئی ۱۹۵۰ء

۲۸ - عباس مصوری - خود آموز ترجمان القرآن - مدینہ منورہ - حیدرآباد - شعبان
۱۲۰۰ھ

۲۹ - عبداللہ شاہ - یوسف نامہ - (گلدستہ طریقت) مکتبہ نقشبندیہ - حیدرآباد -
۱۳۷۱ھ

۳۰ - عبداللہ یوسف علی - دی چوٹی قرآن (انگریزی) کشمیری بازار - لاہور
۱۳۷۱ھ

۳۱ - عبدالحمد صدیقی - مقدمہ تاریخ دکن - اعظم اسٹیم پریس - حیدرآباد
۳۲ - عبداللہ اتم جلالی - سید - بیان السبحان - وسیم فائن آرٹ پرنٹنگ

پریس دیوبند - ۱۳۵۶ھ

۳۳ - عبدالحجاز ملکاپوری - تذکرہ اولیائے دکن - حصہ اول - مطبع حقانی
حیدرآباد - ۱۳۲۹ھ

۳۴ - عبدالحی ڈاکٹر مولوی - اردو کی ابتدائی نشوونما میں صوفیائے کرام کا کام
یونین پریس دہلی

۳۵ - عبدالحی ڈاکٹر مولوی - قطب مشتری (مرتبہ) مطبع ترقی اردو دہلی - ۱۹۳۹ء

۳۶ - تذکرہ محزن نکات (مرتبہ) مطبع اردو باغ اورنگ آباد - ۱۹۲۹ء

۳۷ - عبدالحی حقانی - تفسیر حقانی - محمدی پریس - دیوبند - ۱۹۵۶ء

۳۸ - عبدالقادر شاہ - موضح القرآن - مطبع جوہر ہند دہلی - ۱۳۲۳ھ

۳۹ - عبدالحی فاروقی - تفسیر سورہ یوسف - مکتبہ جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی

۴۰ - عبدالحامد دریا بادی - تفسیر ماجدی - جلد سوم - تاج کپیتی لمیٹڈ -

۴۱ - عبد الوہاب شطاری - سید - جنوبی ہند کے مشائخ کے نسب نامے - اسد

- ۴۲ - عمار علی - تفسیر عمدۃ البیان - مطبع یوسفی دہلی - ۱۳۲۳ھ
- ۴۳ - غلام نبی ابن عنایت اللہ - قصص الانبیاء - نیارک ڈپو - حیدرآباد -
- ۴۴ - غلام عمر خاں، ڈاکٹر - تثنوی امیلی مجنوں - قدیم اردو - جلد دوم - ۱۹۹۷ء
- ۴۵ - فرمان علی سید - ترجمہ قرآن - نظامی پریس آہنی پھاٹک - لکھنؤ - ۱۳۲۶ھ
- ۴۶ - فتح محمد جالندھری - مولانا (مترجم) ہرلی قرآن - نو تھ انکٹش ٹرانسلیشن - ماڈرن آفٹ پرنٹرز - نئی دہلی -
- ۴۷ - نگار سان دتاسی - خطبات نگار سان دتاسی - انجمن ترقی اردو - اوڑنگ آباد - ۱۹۳۵ء
- ۴۸ - گبس - ایچ۔ آر، جے ایچ کریمس - شارٹ انسائیکلو پیڈیا آف اسلام - لیڈن - ۱۹۷۳ء
- ۴۹ - لالہ سری رام - نختہ جادید - جلد اول - مطبع مخزن دہلی - ۱۹۰۵ء
- ۵۰ - مبارز الدین رفعت (مترجم) تاریخ ادبیات ایران (وزیر رضا زادہ شفق) - ندوۃ المصنفین - اردو بازار دہلی - مارچ ۱۹۶۳ء
- ۵۱ - محمد بن ابراہیم (مترجم) تفسیر ابن کثیر (تفسیر محمدی) عاصمی بقی پریس - ۱۹۳۵ء
- ۵۲ - محمود شیرانی، حافظ - پنجاب میں اردو - سمتار پرنٹنگ پریس لکھنؤ - فروری ۱۹۷۸ء
- ۵۳ - " مقالات حافظ محمد شیرانی - جلد چہارم - مرتبہ مظہر محمود شیرانی - مجلس ترقی ادب کلب رود - لاہور -
- ۵۴ - محی الدین قادری زور ڈاکٹر سید - کلیات سلطان محمد قلی قطب شاہ مکتبہ ابراہیمہ شین پریس - حیدرآباد - ۱۹۴۰ء - ۱۳۵۹ھ
- ۵۵ - محی الدین قادری زور ڈاکٹر سید - دکنی ادب کی تاریخ - میٹرڈانٹ پریس دہلی - ۱۹۵۵ء
- ۵۶ - " اردو شہد پارے - مکتبہ ابراہیمہ - حیدرآباد - ۱۹۲۹ء
- ۵۷ - " ہندوستانی لسانیات - شاہی پریس لکھنؤ - مارچ ۱۹۶۰ء

۵۸ - سرگذشت حاتم - اعظم الشیم پریس - حیدرآباد ۱۹۴۳ء

۵۹ - تذکرہ گلزار ابراہیم (مرتبہ) از علی ابراہیم خاں خلیل علی گڑھ ۱۹۳۳ء

۶۰ - مسعود حسین خاں، ڈاکٹر ابراہیم نامہ (مرتبہ) از عبدل دہلوی - دائرۃ المعارف - حیدرآباد ۱۹۴۹ء

۶۱ - پرت نامہ (مرتبہ) از فیروز بیدی - قدیم اردو - جلد اول - ۱۹۴۵ء

۶۲ - مقدمہ تاریخ زبان اردو - بار سوم - کمال پرنٹنگ پریس دہلی ۱۹۵۸ء

۶۳ - مقبول احمد سید - ترجمہ قرآن - یوسفی پریس - دہلی - اپریل ۱۹۲۹ء

۶۴ - مودی - موریز ٹکسٹ بک آف میڈیکل جوئیس پروڈنس اینڈ ٹکنزی کالجی - ام این تریانی

لیٹیٹ - بمبئی ۱۹۹۷ء

۶۵ - میر تقی میر - نکات الشعراء - مطبع نظامی پریس بدایون

۶۶ - میر حسن - تذکرہ شعراء - اردو - علی گڑھ ۱۹۲۲ء

۶۷ - نذیر احمد، ڈپٹی - قرآن مجید مترجم و با محاورہ مع فوائد نامہ - مطبع انصاری - دہلی

۶۸ - نذیر احمد، ڈاکٹر تحقیقی مطالعے - طبع اول - سر فراز قوی پریس لکھنؤ - فروری ۱۹۵۲ء

۶۹ - نصیر الدین ہاشمی - دکن میں اردو معہ اضافہ آندھرا پردیش میں اردو - چھٹی اشاعت - نامی

پریس لکھنؤ ۱۹۴۳ء

۷۰ - یورپ میں دہکنی مخطوطات - چند رکانت پریس گولی گوڑہ - حیدرآباد

۷۱ - کتب خانہ نواب سالار جنگ مرحوم کی اردو قلمی کتابوں کی وضاحتی فہرست - مطبع ابراہیم سید
کمال منڈی حیدرآباد ۱۹۵۷ء

۷۲ - اسٹیٹ سنٹرل لائبریری حیدرآباد آندھرا پردیش

کتب خانہ آصفیہ کے اردو مخطوطات - جلد اول - مطبع ابراہیم سید - کمال منڈی حیدرآباد ۱۹۶۱ء

۷۳ - نصیر الدین شیعہ کمال قریشی خاں - مجموعہ حالات شاہ و جہیم الدین علوی گجراتی قدس سرہ احمدیہ

(فارسی) مطبع شہابی - بھسند ٹی بازار - بمبئی

- ۷۴ - نور الحسن انصاری، ڈاکٹر۔ فارسی کی دہشت داستانیں - حیدرپورس - دہلی - اگست ۱۹۷۵ء
- ۷۵ - فضل بی شری - نالندہ و شمال شہید ساگر (ہندی لغت) نیواپریل یک ڈپو دہلی۔
- ۷۶ - ویسٹر - انٹرنیشنل ویسٹر نیو انسائیکلو پیڈیا ڈکشنری - ۱۹۷۲ء
- ۷۷ - یوسف کھٹکھٹے محمد - (مترجم) مجموعہ حالات شاہ وجیہ الدین علوی گجراتی قدس سرہ العزیز (اردو) مطبع شہابی - بھٹنڈی بازار بمبئی۔

مخطوطات

- ۱ - ترجمہ نورنامہ (۱۱۳۶ھ) مخطوطہ نمبر ۸۴۲ - ادارہ ادبیات اردو - حیدرآباد۔
- ۲ - نورنامہ - مخطوطہ نمبر ۳۹۹ - کتب خانہ سالار جنگ - حیدرآباد
- ۳ - واجد علی شاہ اختر - ریاض القلوب (ترجمہ حیا اب القلوب از محمد باقر مجلسی - جلال
نہر داخلہ ۶۶۵ - کتب خانہ سالار جنگ - حیدرآباد
- ۴ - دجہی - اسد اللہ - دیوان و جیبہ (فارسی) مخطوطہ نمبر ۵۱۱ - ادب - نظم - فارسی - داخلہ
نمبر ۲۴۵۲ - کتب خانہ سالار جنگ - حیدرآباد۔
- ۵ - رسالہ تصوف - مخطوطہ نمبر ۳۴۵ - سٹیٹ سنٹرل لائبریری حیدرآباد

بیاضیں

- ۶ - بیاض ملائی - نمبر ۳ - کتب خانہ سالار جنگ - حیدرآباد
۷ - " " - نمبر ۳ - " " - " " - " "

مضامین

- ۱۔ سخاوت مرزا و مشتق خواجہ۔ ادبیات گجرات۔ تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند۔ چھٹی جلد۔ حبیب پریس لاہور ۱۹۷۷ء
- ۲۔ سیدہ جعفر، ڈاکٹر۔ بھاگ متی ادرااس کا نو دریافت مقبرہ۔ آج کل جولائی ۱۹۸۰ء
- ۳۔ محمود شیرانی، حافظ۔ تنہو لیلیٰ مجنوں از احمد دکنی (مضمون) اور نیل کا راج میگین نومبر ۱۹۲۵ء
- ۴۔ محی الدین قادری زور، ڈاکٹر، سید۔ اردو ادب قطب شاہی دور میں (مقالہ) علی گڑھ تاریخ ادب اردو پہلی جلد۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی پریس ۱۹۶۳ء
- ۵۔ نذیر احمد۔ ڈاکٹر۔ اردو ادب عادل شاہی دور میں (الف) (مقالہ) علی گڑھ تاریخ ادب اردو۔ پہلی جلد علی گڑھ مسلم یونیورسٹی پریس ۱۹۶۲ء
- ۶۔ نصیر الدین ہاشمی۔ اردو میں لیلیٰ مجنوں کی داستانیں (مضمون) دکنی قدیم اردو کے چند تحقیقی مضامین یونین پرنٹنگ پریس۔ دہلی ۱۹۶۳ء

اشاریه

اشخاص

۱

ابن اسحاق - ۱۶۴

ابراهیم (حضرت) ۱۳۲ - ۱۴۹ - ۱۵۲

۱۵۸ - ۱۸۵ - ۱۸۶

ابراهیم عادل شاه (سلطان) ۴ - ۴۸

۵۸ - ۹۱

ابراهیم قطب شاه (سلطان) ۵۶ - ۵۷

ابراهیم خاں خلیل - ۳

الوفس - ۱۲۷

ابلیس - ۱۳

ابن جریر - ۱۴۲

اجمل خاں ۱۳ - ۱۳۰

احمد شریف گجراتی (شیخ) ۱ - ۲ - ۳ - ۴

۵ - ۶ - ۷ - ۸ - ۹ - ۱۰ - ۱۱ - ۱۲ - ۱۳

۱۴ - ۱۵ - ۱۶ - ۲۰ - ۲۲ - ۲۳ - ۲۴

۲۵ - ۲۶ - ۲۷ - ۲۸ - ۲۹ - ۳۰ - ۳۱

۳۲ - ۳۳ - ۳۴ - ۳۵ - ۳۶ - ۳۸

۳۹ - ۴۱ - ۴۳ - ۴۴ - ۴۵ - ۴۶ - ۴۷

۴۸ - ۴۹ - ۵۰ - ۵۱ - ۵۲ - ۵۳ - ۵۴

آدم - ۱۳۲ - ۱۴۷ - ۱۵۸ - ۱۸۵ - ۱۸۷

۱۸۸ - ۱۸۹

آدم - ۱۳۳

ابوالکلام آزاد ۱۳۳ - ۱۳۷ - ۱۴۱ - ۱۴۷

۱۴۸ - ۱۵۰ - ۱۵۴ - ۱۶۳ - ۱۶۷ - ۱۶۹

۱۷۳ - ۱۷۶ - ۱۷۷ - ۱۷۹

ابوالاعلیٰ موردی - ۱۲۷ - ۱۴۲ - ۱۴۴

۱۴۷ - ۱۴۸ - ۱۵۱ - ۱۵۲ - ۱۵۳ - ۱۶۱

۱۶۳ - ۱۶۴ - ۱۶۸ - ۱۷۳

ابوالموید بلخی - ۱۲۶

ابن عباس - ۱۳۰ - ۱۴۱ - ۱۴۲ - ۱۶۰

۱۶۳ - ۱۶۴ - ۱۷۰ - ۱۷۳

ابن نشاظمی - ۸ - ۵۵ - ۵۷

ابراهیم زبیری (محرر) ۱۰ - ۱۶ - ۱۸

۲۲ - ۳۷ - ۵۹

اسحاق ۱۳۲	۵۵-۵۷-۵۸-۵۹-۶۰-۶۱-۶۲
اشرف علی تھانوی (مولانا) ۱۲۹-۱۳۰	۷۰-۷۱-۷۲-۷۳-۷۴-۷۵
۱۳۱-۱۳۵-۱۳۹-۱۴۱-۱۴۲-۱۴۰	۷۷-۷۸-۷۹-۸۰-۸۱-۸۳-۸۷
۱۷۴-۱۷۸-۱۷۹	۸۸-۸۹-۹۰-۹۱-۹۲-۹۳-۹۴-۹۵
اشرف ا	۹۴-۹۷-۹۸-۹۹-۱۰۰-۱۰۲
اشکارا ۱۳۳	۱۰۳-۱۰۴-۱۰۵-۱۰۶-۱۰۷-۱۰۸
اطفر ۱۴۲	۱۰۹-۱۱۰-۱۱۱-۱۱۲-۱۱۳-۱۱۴
اطیفر ۱۴۱-۱۴۲	۱۱۵-۱۱۷-۱۱۸-۱۱۹-۱۲۰-۱۲۲
اقصر امر و ہوی ا	۱۲۳-۱۲۴-۱۲۵-۱۲۶-۱۳۲-۱۳۳-۱۳۴
افضل ۱۱۳	۱۳۵-۱۳۶-۱۳۷-۱۳۸-۱۴۴-۱۴۵
اکبر (شہنشاہ) ۱۷-۲۸	۱۴۹-۱۵۰-۱۵۱-۱۵۲-۱۵۳-۱۵۴
امام رضا ۱۶۰	۱۵۶-۱۵۹-۱۶۰-۱۶۱-۱۷۱-۱۷۲
امام زماں ۵۴	۱۷۳-۱۷۴-۱۷۵-۱۷۷-۱۷۸-۱۸۰
امام محمد تقی ۱۹	۱۸۱-۱۸۲-۱۸۴-۱۸۵-۱۸۶-۱۸۷
امراۃ العزیزہ ۱۳۷	۱۸۸-۱۸۹-۱۹۰-۱۹۱-۱۹۲-۱۹۳
امتہ الحبیب ۲۱	۱۹۴-۱۹۵
امین ۱۸۱	اصد قاضی ۵۰
امین زبیری (محمد) ۱۷	احمدی ۳-۵۰
انوری ۵۵	اسرائیل ۱۳۳-۱۷۹
اہلبیت ۱۳	اسباط ۱۳۳-۱۳۵-۱۳۶-۱۴۹
ایوب قاری ۱۸	۱۵۷-۱۵۸

ایچ۔ آر۔ اے گبس۔ جے ایچ کیمرس
ایف فیلن۔ م
۱۳۶

٦

جابر بن عبد اللہ انصاری ۱۴۶

جان ہے یلاٹس ۴۹

جامی (نورالدین) ۸۱-۴۶-۱۸۰-۱۸۱

1A4-1A5-1A6-1A7-1A8

194-195-190-189-188-187

195-197

جبریل ۱۳۱-۱۵۲-۱۵۸-۱۷۸-

۱۳۳-۱۵

جفر صادق (امام) ۱۵۰-۱۷۰-۱۸۰

جمال (شخ) ۲۲

جمیل جالبی ۱۱-۱۷-۱۸-۳۱-۳۳

44-43-41-44-42-44

1-4-64-4A

جنگ - ۷۹

جنگ دلاری ۴۹

چنگ نندی ۴۹

ج

پیراغ علی (ڈاکٹر) ۴۸-۵۰-۵۱

-54

چند دلال شادان ہم

بازغہ - ۱۹۳۳-۱۹۳۴

بایزید ثانی (شیخ) ۲۵

بختاری ۱۲۴

بدر الدین (قاضی) ۱۹

برهان الدین گجراتی (سید) ۲۲

برہان بن ابراہیم بن غوری ۴۔

بشان ۱۴۶

بشری ۱۵۴

بشير ۱۵۴

۱۳۳۱

بنی اسرائیل ۱۲۷-۱۲۷

بن یمن ۱۳۱۳-۱۳۴

چوتھار ۱۴۱

یہاں الدین دہلی ۱۸۳

بہار الدین (قاضی) ۱۹

پڻ ڪيڏا (ايم) ۳۱-۱۲۲

ح

حامد (شیخ) ۲۱

حسن بصری ۱۷۳

حسین ۱۳-۳۶

حسن شیبائی ۲۲

حسن محمد جگ جوتی ۶۳-۶۸

حسن بموفق ۱۸۳

حسن (امام) ۳۶-۵۳-۱۳۱

حسن (محدث) ۲۲

حسام بن نوح ۱۳۹

حسین (امام) ۳۶-۵۰-۵۳-۱۳۱

حضرت موسیٰ ۱۲۷-۱۵۵-۱۷۹-۱۸۰

حفیظ الرحمن (محمد) ۱۳۱-۱۵۲

خ

خان رشید ۷۲

خسرو ۱۸۲

خضر ۸۳

خلیقا ۱۶۳

خوارج ۱۳-۱۲

و

دثاں ۱۵۱

درویش (سید) ۶

دوتن ۱۵۱

د

راجی پارسا ۲۱

راجیشور راؤ اصغر (راجا) ۴۹

راجیل ۱۳۲

راجر - ای - اے ۱۲۶

راجل ۱۳۳-۱۳۴

راجیل ۱۳۶-۱۴۵

رحمت اللہ - ۱۰

راجل ۱۳۳-۱۳۴، راجیل ۱۳۶-۱۳۷

رضا زادہ شفق ۱۸۳-۱۸۴

رعابیل ۱۳۷

روبن ۱۳۳

روزن وے ۱۲۶

ریاں بن ولید ۱۳۶-۱۵۵-۱۶۸

۱۷۲

ز

زبلون ۱۳۳

زلیقا ۱۳۶

زلیخا ۲۶-۶۸-۷۱-۷۳-۷۶

سکندر لودھی ۱۱۵	۸۸-۸۷-۸۳-۸۲-۸۰-۷۸
سلطان حسین ۱۸۶	۱۳۶-۱۲۷-۱۱۹-۱۱۶-۱۱۳-۹۶
سلیمان سلمان (محمد) ۱۳۳-۱۳۹	۱۴۲-۱۴۱-۱۴۰-۱۳۹-۱۳۸-۱۳۷
۱۸۰-۱۶۴-۱۶۷-۱۴۳	۱۵۷-۱۵۶-۱۵۵-۱۴۴-۱۴۳
سیتا جی ۴۹	۱۶۴-۱۶۲-۱۶۱-۱۶۰-۱۵۹-۱۵۸
سید احمد ۱۹	۱۷۶-۱۷۵-۱۷۴-۱۷۳-۱۷۲-۱۷۱
سید جمال ۱۹	۱۸۹-۱۸۱-۱۸۰-۱۷۹-۱۷۸-۱۷۷
سید شہاب الدین شطاری ابن سید	۱۹۰-۱۹۱-۱۹۲-۱۹۳
علاء الدین شطاری - ۵	۸-۱۰-۳۷-۴۲
سید شاہ احمد شطاری قادری گجراتی - ۵	۴۶-۵۶-۷۲-۱۱۴
سید مجتبیٰ ۱۹	زہرا بتول ۵۳
سید مرتضیٰ ۱۹	زہرا خانم (ڈاکٹر) ۱۸۶-۱۸۴
سید محمد ۱۹	زید بن اسم ۱۶۵
سید محمد عابد ۳۴-۵۹	س
سیف الدین قادری ۳۳	سارہ ۱۳۴
ش	سناوت مرزا ۴۶
شاہ احمد میراں جی - ۴	سیدی ۱۵۴-۱۶۴-۱۷۳
شاہ جہاں ۱۱۵	سراج ۱۳۰
شاہ عالم ۵	سر سید احمد خاں ۱۶۹-۱۴۶-۱۶۴
شاہ وجیہ الدین گجراتی ۱۱-۱۴-۱۵	۱۷۲-
۱۶-۱۷-۱۸-۱۹-۲۰-۲۱-۲۲	سک ۱۵۱

صالح (شیخ) ۲۲

صبغة الله (سید) ۲۲

صديق ۱۷۱

صدر جهان (مولانا) ۵

صنعتی ۷۳

ض

ضیاء ۱۷۰-۱۷۳

ط

طارق ۵۴

طغان شاه بن الب ارسلان ۱۸۳

طفیل احمد ۳

طیوس ۷۳-۱۳۶-۱۴۰-۱۸۹

۱۹۱-

ظ

ظہیر ۵۵

ظہیر الدین (قاضی) ۱۹

ظہیر الدین مہدی ۱۶-۲۱

ع

عالمگیر ۴

عباس منصوری خراسانی ۱۴۵

عبداللہ ۱۰

۲۲-۲۵-۲۶-۳۷-۳۸-۵۹

۱۸۱-۱۸۶

شاہ ولی اللہ ولی ۲

شیریا ۱۷۶

شہزاد ۱۵۱

شعیب ۱۵۸

شمس اللہ قادری ۷-۱۰-۳۱-۳۲

۵۵-

شمس الدین (قاضی) ۱۹

شمعون ۱۳۳

شوکت سبزواری ۱۰۱

شہاب الدین غوری ۴

شہرستانی ۱۳

شیخ احمد جام ۱۸۲

شیخ احمد کشتہ ۲-۵

شیخ برہان ۴

شیخ محبوب عالم ۱۱۳

شیخ محمد شریف عاجزہ ۲۲-۳۳-۳۴

۳۵-۳۶-۳۷-۳۸

ص

صالح (حضرت) ۱۵۸

عبدالعزیز بن ولی محمد ۲۲۔

عبدالعزیز دہلوی (شاہ) ۶۔

عبدالقادر (پروفیسر) ۳۹۔

عبدالقادر (شاہ) ۱۵۵-۱۶۱-۱۶۲۔

۱۶۸-۱۶۹۔

عبدالماجد دریاباری ۱۲۷-۱۳۵-۱۳۷۔

۱۴۱-۱۴۹-۱۵۵-۱۶۳-۱۶۶-۱۶۷۔

۱۶۸-۱۶۹-۱۷۲-۱۷۷۔

عبدالواحد ۲۱۔

عبدالوہاب شطاری قادری ۵۔

عبدل ۱۔

عبید اللہ احرار ۱۸۶۔

عجاوہ ۱۳-۱۴۔

عزرائیل ۱۵۸۔

عزیز مہر ۶۵-۷۱-۷۳-۷۷-۱۰۷-۱۱۱۔

۱۳۷-۱۳۹-۱۴۰-۱۴۱-۱۴۲-۱۴۳۔

۱۴۴-۱۴۵-۱۴۶-۱۴۷-۱۴۸-۱۴۹۔

۱۴۰-۱۴۲-۱۴۵-۱۴۶-۱۴۷-۱۴۸۔

۱۴۸-۱۴۹۔

عطارد ۲۹۔

عطا ملک (قاضی) ۱۹۔

عبد اللہ شاہ ۱۳۱-۱۳۲-۱۳۵-۱۴۷۔

۱۵۰-۱۵۱-۱۶۶-۱۶۸-۱۹۳۔

۱۹۴۔

عبد اللہ (شیخ) ۲۱۔

عبد اللہ فراغی (شیخ) ۲۲۔

عبد اللہ قطب شاہ (سلطان) ۴۴۔

۴۵-۵۷۔

عبد اللہ یوسف علی ۱۲۸-۱۵۳۔

۱۵۴-۱۵۵-۱۸۴۔

عبدالمجبار ملکاپوری ۳-۴۔

عبدالحق (مولوی) ۹-۱۲-۲۲-۶۱۔

۷۴۔

عبدالحق (شیخ) ۲۱۔

عبدالحق حقانی ۱۳۰-۱۳۵-۱۴۱۔

۱۵۳-۱۵۴-۱۶۳-۱۶۴-۱۶۸-۱۶۹۔

عبدالحی فاروقی ۱۷۱-۱۷۳۔

عبدالائم جلالی (سید) ۱۳۰-۱۳۴۔

۱۴۵-۱۵۳-۱۴۱۔

عبدالرحمن ۷۔

عبدالرحمن (سید) ۵۹۔

عبدالرحمن (ملا) ۲۲۔

۱۵۴-۱۴۳-۱۴۵-۱۴۷-۱۴۹

عقاب ۵۴

عنایت (شاه) ۶

عکرمه ۱۷۳

عیسی ۱۸۵

عکومہ ۱۶۴

عیص ۱۳۶

علی ابن ابی طالب (امیرالمومنین)

غ

۱۱-۱۲-۱۳-۲۰-۵۳-۵۴-۵۵

غالب (اسد اللہ خاں) ۱۲۴

۱۸۶

غالب (شیخ) ۲۱

علی اکبر (شہزادہ) ۵۲-۵۳-۵۴

غلام عمر خاں (ڈاکٹر) ۳۵-۳۷

۵۵

غلام نبی ابن عنایت اللہ ۱۷۴

علی ثانی ۲۰

غواصی ۵۰-۷۳-۸۸-۱۶۴

علیم الدین (قاضی) ۱۹

غوث (شیخ محدث) ۲۰

عماد الدین ۲۳

ف

عماد الدین (میاں) ۲۰

فارغہ ۱۹۴

عمادی طاری (ملا) ۱۷

فاطمہ ۵۵

عمار علی ۱۳۶-۱۳۹-۱۴۱-۱۴۲

فتح محمد جالندھری ۱۳۱-۱۴۲

۱۴۹-۱۵۱-۱۵۳-۱۵۴-۱۶۰

فردوسی ۱۲۶-۱۸۳

۱۶۱-۱۶۳-۱۶۴-۱۶۷-۱۷۰

فرعون ۱۴۱-۱۵۵-۱۶۸-۱۶۹

۱۷۹-۱۸۰

فرمان علی (سید) ۱۲۹-۱۵۵-۱۶۳

عالمیق ۱۲۷

۱۶۷-۱۶۸

عمر ابن طارق ۵۴

فرہاد ۷۱-۷۲

عمر ابن کثیر قرشی ۱۳۱-۱۳۲-۱۳۴

فضل اللہ ۹-۱۰-۲۶

۱۳۵-۱۳۶-۱۴۱-۱۴۵-۱۵۲

گرایفت۔ آر۔ ٹی۔ ایچ ۱۲۴-۱۸۴

ل

لالہ سری رام۔ ۳۰

لچھی نارائن شفیق ۳۳

لاوی ۱۳۳ لیاہ ۱۳۳

م

مالک بن زعر خزاعی ۱۵۳-۱۵۴

۱۵۵-۱۹۲

مبارز الدین رفعت ۱۸۳-۱۸۴

مجاہد ۱۷۳

مجنوں ۲۱-۲۲

مجیدہ ۱۶۸

محمد ۳۵-۵۳

محمد (صلعم) ۱۳۰-۱۳۱-۱۴۶

۱۸۵

محمد اعراج۔ ۱۹

محمد باقر مجلسی ۱۳۳-۱۳۶-۱۴۶

۱۵۵-۱۵۸-۱۷۶

محمد بن ابراہیم ۱۳۷-۱۴۲-۱۵۲

۱۵۴-۱۶۳-۱۶۷-۱۷۰

محمد بن اسحاق ۱۵۲

فطیفن ۱۴۲

فلک پریس ۱۲۶

فوطیفار ۱۴۱

فیروز بیدری (قطب الدین) ۱-۷

۱-۲۹-۵۵-۵۶-۵۷

ق

قادر شاہ قادری ۶۱

قاضی عبداللہ ۳۲

قائم چاند پوری ۲

قناوہ ۱۳۰-۱۷۳

قربطی ۱۳

قریشی بیدری ۱۲۰

قطیفیر ۱۴۱-۱۴۲

قمی ۱۵۳-۱۶۹

قیس ۱۴۴

ک

کالی داس۔ ۲۹

کبیر الدین (قاضی) ۱۹

کشف۔ ۱۴۲

گ

گارساں دتاسی۔ ۶

مشفق خواجہ ۴۶۔

مصطفیٰ ۱۲۔ ۶۲

مصطفیٰ خاں ۳۶۔ ۳۷

مصراع ۵۴

معتبر خاں ۱۸۱

معین الدین ۱۹

مقبول احمد ۱۲۹۔ ۱۳۲۔ ۱۳۷۔ ۱۵۰

۱۵۲۔ ۱۶۹

مقیمی ۷۳

ملا احمد سلطان ۷۔

ملا خیالی ۵۷

ملک شاہ سلجوقی (سلطان) ۱۸۳

مود یلب ۱۶۸

میاں مخدوم ۴۔

میراں جی ۳۔

میراں محی الدین ۶۱۔ ۶۲

میر تقی میر ۳۔ ۴

میر حسن ۲۔ ۸۰۔ ۸۱

ن

نالو ۱۶۸

ناسخ ۱۲۴

محمد عادل شاہ (سلطان) ۳۶۔

۳۷۔ ۵۸۔

محمد علی عاجز ۳۴۔

محمد غوث گجراتی (شیخ) ۱۷۔

محمد قطب شاہ (سلطان) ۱۲۔ ۵۷

محمد قلی قطب شاہ (سلطان) ۸۔ ۱۰۔

۱۱۔ ۱۲۔ ۱۳۔ ۲۷۔ ۳۰۔ ۳۱۔ ۳۲۔

۳۳۔ ۳۹۔ ۴۰۔ ۴۵۔ ۴۶۔ ۴۸۔

۵۰۔ ۵۵۔ ۵۷۔ ۵۸۔ ۵۹۔ ۶۰۔

۶۱۔ ۷۱۔ ۷۵۔ ۷۷۔ ۸۲۔ ۸۶۔

۱۰۵۔ ۱۰۹۔ ۱۱۵۔ ۱۸۲۔ ۱۸۸۔

محمد ۷۔ ۱۰۔ ۲۹۔ ۵۵۔ ۵۶۔

محمد شیرانی ۷۔ ۱۲۔ ۲۳۔ ۳۹۔ ۴۰۔

۴۴۔ ۴۵۔ ۴۷۔ ۱۰۳۔ ۱۰۴۔ ۱۰۵۔ ۱۰۶۔

۱۱۳۔ ۱۸۳

محمیہ ۱۶۷

محی الدین (سید) ابن سید محمود قادری

۲۲۔ ۵۹۔

مرتضیٰ ۱۲۔ ۱۶

مسعود حسین خاں (ڈاکٹر) ۱۔ ۵۶۔

۱۰۹۔ ۱۱۳۔ ۱۱۵۔

نبی ۱۲-۱۵

نجیب اشرف ندوی ۲۱

نخور ۱۳۶

نذیر احمد ۱۶۷-۱۷۳

نصر اللہ (میاں) ۲۰-۲۱

نصرتی ۸۸

نصیر الدین ہاشمی ۳۲-۳۵-۴۲-

۲۵-۴۷-۷۲

نصیر خاں بن کامل قریشی خاں ۱۰-

۱۶-۱۷-۱۹-۲۰-۲۱-۲۵-۲۶-

۳۷-

نظام الدین میر علی شیر ۱۸۲

نظامی ۱-۱۲۰

نظامی گنجوی ۱۸۲

نعمان بن بشیر ۱۳۰

نفسانی ۱۳۳

نمرود ۱۲۹-۱۵۲

نمیر ۵۴-

نور اللہ (سید) ۶-

نور الحسن التصدی (ڈاکٹر) ۱۸۲-

نوح ۱۲۱-۱۵۸-۱۸۵-

نوطیفار ۱۲۱

نول سنگھ عاجزہ ۳۵-

و

واجد علی شاہ اختر ۳۳-۱۳۶-۱۳۷

۱۵۵-۱۵۸-۱۷۶

وان ۱۳۳-

وجہی (اسد اللہ) ۱-۷-۱۰-۲۹-

۵۰-۵۶-۵۷-۷۳-۷۴-۷۵-

۷۶-۸۸-۹۸-۱۰۹-۱۱۵-

ولی بن معصب ۱۵۵-

ولی گجراتی ۳-۴-۸-۲۱-

ھ

ہادی گجرات ۵-

ہاشم (شاہ) ۱۶-

ہاشمی ۱۸۱-

ہکساس کنگس ۱۲۷

ہلڈن جی۔ ڈیچ خاں ۱۲۶

ی

یتیم احمد ۴۷

یعقوب ۱۲-۱۳۰-۱۳۲-۱۳۳-

۱۳۴-۱۳۵-۱۳۶-۱۳۷-۱۳۸-

مقامات:

۱

آگرہ - ۱۱۵

ابراہیم پور ۱۸۷

احمد آباد ۵-۱۶-۲۵

اردن ۱۵۲

افریقہ ۱۷۲

انخلیل ۱۳۵

اورنگ آباد ۵

ایران ۱۲۷-۱۸۷

ب

بابل ۱۲۷

برلن ۱۲۶

برہان پور ۴۷

بغداد ۱۸۳

بیت المقدس ۱۵۱-۱۸۰

بیجا پور ۳-۴-۳۳-۳۷-۳۸

۴۸-۵۸-۵۹

بیدر ۵۶

ت

تاج پور ۵

۱۲۶-۱۲۷-۱۲۸-۱۲۹-۱۵۰

۱۵۱-۱۵۲-۱۵۵-۱۵۷-۱۵۸

۱۸۰-۱۹۱

یوسف کشکٹے ۱۸-۲۶

یوسف (حضرت) ۶۳-۷۱-۷۸

۸۳-۱۱۱-۱۱۲-۱۱۷-۱۲۰-۱۲۷

۱۲۸-۱۲۹-۱۳۰-۱۳۲-۱۳۳

۱۳۴-۱۳۵-۱۳۶-۱۳۷-۱۳۸

۱۳۹-۱۴۲-۱۴۵-۱۴۶-۱۴۷

۱۴۸-۱۴۹-۱۵۰-۱۵۱-۱۵۲

۱۵۳-۱۵۴-۱۵۵-۱۵۶-۱۵۷

۱۵۸-۱۵۹-۱۶۰-۱۶۱-۱۶۲

۱۶۳-۱۶۴-۱۶۵-۱۶۶-۱۶۷

۱۶۹-۱۷۰-۱۷۱-۱۷۲-۱۷۳

۱۷۴-۱۷۵-۱۷۶-۱۷۷-۱۷۸

۱۷۹-۱۸۰-۱۸۱-۱۸۵-۱۸۶

۱۸۷-۱۸۸-۱۸۹-۱۹۱-۱۹۲

۱۹۳-۱۹۴

یوشع ۱۸۰

یونان ۱۶۷

یہودا ۱۳۳-۱۵۵

乙

جام (قصیدہ) ۱۸۴

جلد ۱۵۲-۱۵۳

جنگ پور ۲۹۔

جنوبی ہند - ۵۔

3

چانپانیر ۱۲

2

מארץ 135-134

145 26

己

خان پور ۱۲۱۔

3

دکن ۳۰-۲۹-۲۸-۱۱-۶-۲-۱

1-9-44-55-24-33-31

-124-115

دہلی ۱۰۹-

ش

شام ۱۲۷-۱۲۲-۱۷۱-۱۸۰۔

شمالی ہند ۱۰۹

٤

-14

غرب ۱۴-۱۳۰.

علی گڑھ ۸

ف

فلسطين ١٢٤-١٣٥-١٤٩-١٤٢

ق

قائمہ ۱۲۷-

5

کنعان ۱۳۵-۱۵۶۱۲۹-۱۷۹

ن

تاریخ: ۱۴-۱۱-۱۰-۵-۳-۲-۱

111-24-23-31-28-1A

گوالیار ۱۱۵

گوکندہ ۱-۸-۱۰-۱۲-۲۷-۳۱

01-02-04-21-31-32

-182-1.2

1

متحصلہ ۲۹

مدائن سرہا

مدینه ۱۲-۵۳-۱۵۲-

کتاب:

ابراہیم نامہ - ۱

ابلیس نامہ - ۳۲

اردو زبان کا ارتقا - ۱۰۱

اُردو شہر پارے ۴۷ - ۵۶

اُردو کے قدیم - ۳۱ - ۵۵

اُردو کی ابتدائی نشوونما میں صوفائے

کرام کا کام - ۱۶

اُردو مرثیے کا ارتقا گوکندہ و

بیجا پور میں ۱۷۰۰ء تک - ۴۷

الجمال والکمال ۱۳۳ - ۱۳۹ - ۱۴۳

۱۴۶ - ۱۴۷ - ۱۸۰

الملل والنمل - ۱۳

انٹرنیشنل وبسٹرز نیو انسائیکلو پیڈیا

ڈکشنری - ۶۰ - ۶۱

انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا - ۱۴۹

ب

بارہ نامہ - ۱۱۳

بائبل ۱۲۷ - ۱۲۸ - ۱۲۹ - ۱۵۱

بحر الحقائق - ۲۲

بستان شہادت - ۶

مصر ۱۳ - ۱۰۸ - ۱۲۷ - ۱۳۰ - ۱۳۱

۱۳۹ - ۱۴۰ - ۱۴۲ - ۱۴۳ - ۱۴۴

۱۴۶ - ۱۴۷ - ۱۵۲ - ۱۵۵ - ۱۵۶

۱۶۱ - ۱۶۳ - ۱۶۴ - ۱۶۵ - ۱۶۶

۱۶۷ - ۱۶۸ - ۱۶۹ - ۱۷۰ - ۱۷۱ - ۱۷۲

۱۷۸ - ۱۷۹ - ۱۸۰ - ۱۹۱ - ۱۹۳

مکہ معظمہ - ۲۱ - ۱۲۰

ن

نابلس ۱۷۹

ناگور - ۴

و

وادی جرون ۱۳۵

ویانا - ۱۲۶

ہ

ہرات ۱۸۴

ہند - ۱۶

ی

یروشلم ۱۳۵

یین - ۱۷۲

بھوک بل ۱۲۰

بیان السبحان ۱۳۰-۱۳۲-۱۴۱-۱۵۳

۱۷۶

بیان القرآن ۱۲۹-۱۳۹-۱۴۱-۱۶۷

۱۶۹-۱۷۰-۱۷۶-۱۷۸

پ

پرست نامہ ۱-۵۶

پنجاب میں اردو ۱۰۳-۱۰۵

پھول بن ۸-۵۷-۵۸

ت

تاریخ ادب اردو ۱۷-۳۷-۷۳

تاریخ ادبیات ایران ۱۸۳

تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و

ہند - ۲۶

تذکرہ اولیائے دکن ۳-۴

تذکرہ شوق - ۳

ترتیب و نزول قرآن مجید ۱۲-۱۳

ترجمان القرآن ۱۳۳-۱۳۷-۱۴۱

۱۴۷-۱۴۸-۱۵۰-۱۶۳-۱۶۷

۱۷۳-۱۷۹

ترجمہ قرآن ۱۲۹-۱۳۲-۱۴۷

۱۵۰-۱۵۴-۱۶۳-۱۶۸

تفسیر ابن کثیر ۱۳۲

تفسیر القرآن ۱۲۹-۱۴۱-۱۴۶-۱۶۴

۱۶۵-۱۷۲

تفسیر حقانی - ۱۳۰-۱۳۵-۱۴۱

۱۵۲-۱۵۳-۱۶۸-۱۷۳-۱۷۶

۱۷۸-۱۷۹

تفسیر سورہ یوسف ۱۷۱-۱۷۳

تفسیر صافی ۱۲۹

تفسیر عرائس ۱۴۷

تفسیر عیاشی ۱۵۰

تفسیر ماجدی ۱۴۱-۱۶۳-۱۶۷

۱۶۹-۱۷۱-۱۷۷

تفہیم القرآن ۱۲۷-۱۴۲-۱۴۸

۱۵۱-۱۵۳-۱۶۱-۱۶۳-۱۶۴

۱۶۸-۱۷۳-۱۷۷

تلمود ۱۴۸-۱۵۱

توریت ۱۳۷-۱۴۱-۱۵۰-۱۶۷

۱۷۲-۱۷۳-۱۷۷

ث

ثمرات القدس من شجرات الانس ۱۷

روضۃ الادبیائے بجا پور ۶-۱۰-۱۴

۱۶-۳۳-۳۷-۵۸

ریاض القلوب ۱۳۳-۱۳۶-۱۴۶

۱۵۵-۱۵۸

س

سب رس ۵۷-۹۸-۱۱۵

سحر البیان ۸۰

ش

صحیفہ اہل ہدیٰ ۲۲-۳۸-۵۸

ع

علی گڑھ تاریخ ادب اردو ۲۲-۴۶

عمدۃ البیان ۱۳۶-۱۳۹-۱۴۱-۱۴۲

۱۴۹-۱۵۱-۱۵۳-۱۵۴-۱۶۰-۱۶۱

۱۶۳-۱۶۴-۱۷۰-۱۸۰

ف

فارسی کی دلکش داستانیں ۱۸۴

ق

قرآن (شریف) ۱۳-۱۴-۱۷۷

۱۲۸-۱۲۹-۱۳۱-۱۴۱-۱۵۲

۱۵۹-۱۷۶-۱۷۷

قرآن مجید مترجم و با محاورہ مع

ج

جنگ نامہ ۳۵

ج

چمنان شعراء ۳۳

ح

حیات القلوب ۱۳۳-۱۳۶-۱۴۶

۱۵۵-۱۵۸-۱۷۶

خ

خمر و شیرین ۱۸۴

خجنانہ جاوید ۴

خود آموز ترجمہ القرآن ۱۴۶

د

در منشور ۱۳۵-۱۷۶

دکن میں اردو ۸-۴۵

دکنی ادب کی تاریخ ۸

دکنی (اردو قدیم) کے چند تحقیقی

مضامین ۸

دی ہولی قرآن ۱۵۵-۱۸۴

ر

رسالہ تصوف ۶۲

روح المعانی ۱۲۹

قوانین نامه ۱۶۷

قصص الانبياء ۱۳۵-۱۴۲

قصص القرآن ۱۱۱-۱۵۲

قصه بی بی مریم ۳۵

قصه شاه یمن ۳۵

قصه فیروز شاه ۳۳-۴۳

قصه ملکه ۳۲

قصه ملکه مصر ۳۲-۳۵

قطب مشرقی ۱-۵۶-۵۷

۷۵-۷۶

ک

کدم راؤ پدم راؤ ۱-۱۲۰

کرفش نامه ۶۲

گ

گل با صنوبر (مشق) ۳۲

گلزار ابراهیم (تذکره) ۳-۴

گلزار طریقت ۱۳۲-۱۴۵

ل

لال و گوهر (مشق) ۳۳

لیلی مجنون ۱-۲-۴-۷-۹-۱۲

۳۲-۳۳-۳۴-۳۵-۳۶-۳۸

۳۹-۴۱-۴۲-۴۴-۴۵-۴۸

۴۹-۵۱-۵۳-۱

م

مشق یوسف زلیخا ۱-۲-۴-۵

۶-۸-۹-۱۰-۱۱-۱۲-۱۳-۱۴

۲۰-۲۲-۲۴-۲۷-۲۸-۳۱

۳۲-۳۳-۳۴-۳۶-۳۷-۳۸

۳۹-۴۵-۴۶-۴۷-۴۸-۴۹

۵۹-۶۰-۶۱-۶۲-۶۳-۶۵-۶۶

۷۰-۷۱-۷۲-۷۳-۷۴-۷۵-۷۶

۸۱-۸۳-۸۴-۸۸-۸۹-۹۲

۹۴-۹۸-۱۰۳-۱۰۷-۱۱۰-۱۱۲

۱۱۳-۱۱۴-۱۱۵-۱۱۶-۱۱۸-۱۲۰

۱۲۲-۱۲۳-۱۲۶-۱۳۲-۱۳۷

۱۳۸-۱۴۲-۱۴۳-۱۴۴-۱۴۵

۱۸۵-۱۸۶-۱۹۲-۱۹۵

مجموعه حالات شاه و جیه الدین

علوی گجراتی قدس سره العزیزه

۹-۲۶-۳۷-۱۸۱

مخزن نکات ۱۲

مصایح القلوب ۱۶۰

ی

یورپ میں دھنتی مخطوطات ۲۵-
یوسف نامہ ۱۳۱-۱۴۷-۱۵۰-
۱۵۱-۱۶۶-۱۷۸-۱۹۳-۱۹۴-

مصیبت اہلبیت ۲۲-۲۵-۲۶

مقالات شیرانی ۱۸۳

مقدمہ تاریخ زبان اردو ۱۰۹-۱۱۳

ملکہ شہزادی ۳۲-

موضح القرآن ۱۵۵-۱۶۱-۱۶۲-

۱۶۸-۱۶۹-

موڈیز ٹکسٹ بک آف میڈیکل

جیونیز پروڈکشن اینڈ ٹیکنالوجی

۶۰-

ن

نالذہ و شال شہسار ۲۹-

نکات الشعراء (تذکرہ) ۳-۴-

نور نامہ ۶-

نوسر ہار ۱-

و

وقات نامہ حضرت فاطمہ ۲۶-

ہ

ہندوستانی لسانیات ۱۱۴-

ہندی اردو لغت ۲۹

مُصنّف کی دُوسری کتابیں :

- ۱۔ ماسٹر رام چندر اور
اردو نثر کے ارتقاء میں اُن کا حصّہ (تحقیق)
- ۲۔ من سمجھاؤں _____ (تحقیق و ترتیب)
- ۳۔ فن کی جانچ _____ (تنقید)
- ۴۔ دکنی رباعیاں _____ (تحقیق)
- ۵۔ تنقید اور اندازِ نظر _____ (تنقید)
- ۶۔ سکھ آنجن _____ (تحقیق و ترتیب)
- ۷۔ اردو مضمون کا ارتقاء _____ (تنقید)
- ۸۔ من سمجھاؤں (ہندی) _____ (ترتیب)
- ۹۔ یادگار مہدی _____ (ترتیب)
- ۱۰۔ دکنی نثر کا انتخاب _____ (تحقیق و ترتیب)
- ۱۱۔ کلیات محمد قلی قطب شاہ _____ (تحقیق و ترتیب)
- ۱۲۔ چند بدن و مہیار (ہندی)
(زیرِ طبع — ہندی اکیڈمی آندھرا پردیش)
- ۱۳۔ ڈاکٹر زور — شخصیت اور ادبی کارنامے
(زیرِ طبع — ساہتیہ اکیڈمی نئی دہلی)